وفاق المدارس العربیہ کے درجہ عالمیہ کے

حل شدہ پرچہ جات کا مجموعہ

# الجوابُ لِلعالمِیّۃ

لِلبنَاتْ (اول)

# لِحلّ اسئلۃ العالمیّۃ

حسب طرز


استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یسین شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ خیر المدارس، ملتان

مؤلف

مولوی ابو اسامہ محمد یامین رحمانی صاحب



مکتبہ زکریا
ملتان ۞ پاکستان

0300-6357913, 0313-6357913



Maktaba Tul Ishaat.com

www Maktaba Tul Ishaat .com

تمام فنون کے کتب کے پی-ڈی-ایف ہمارے ویب سائٹ سے اور پلے سٹور سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید کتب شامل کر رہے ہیں اس لیے آپ ہفتے میں ایک بار ضرور ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو چیک کیا کریں۔

ابھی مطلوبہ پی-ڈی-ایف مفت ڈاؤن لوڈ کریں

| | | |
|---|---|---|
| تفاسیر | خطبات | منطق |
| احادیث | سیرت | معانی |
| فقہ | تاریخ | تصوف |
| سوانح حیات | صرف | تقابل ادیان |
| درس نظامی | نحو | تجوید |
| لغت | فلسفہ | نعت |
| فتاوی | حکمت | تراجم |
| اصلاحی | بلاغت | تبلیغ ودعوت |
| تمام فنون | | |

مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام
Maktaba Tul Ishaat.com

## فہرست


| نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | [illegible] | ۲ |
| ۲ | [illegible] | ۱۵ |
| ۳ | [illegible] | ۱۶ |
| ۴ | | ۱۷ |
| | **الورقة الاولى: فى التفسير** | |
| | **۱۴۳۶ھ** | |
| ۵ | | ۱۹ |
| ٦ | مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا (بقرہ ۱۰٦)، شان نزول، اعراب، تفسیر، نسخ کی اقسام، نسخ کا لغوی اور اصطلاحی معنی | ۱۹ |
| ۷ | يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ (بقرہ ۱۷۸) اعراب، تفسیر، وصف اور فعل میں مماثلت کے وجوب پر دلیل کا جواب، "فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ" میں مقتول کو اخ کے ساتھ تعبیر کرنے کا نکتہ | ۲۰ |
| ۸ | وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (بقرہ ۲٦۰)، اعراب، ترجمہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کیفیت احیاء الموتی کا سوال کرنے کی وجہ، پکڑے گئے پرندوں کے نام | ۲۱ |
| ۹ | اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا (نساء ۵۱)، ترجمہ، اعراب، شان نزول، جبت اور طاغوت کی مزید تفسیر | ۲۲ |
| ۱۰ | يَسْتَفْتُوْنَكَ فِى الْكَلٰلَةِ قُلِ اللّٰهُ (نساء ۱۷٦)، تفسیر، کلالہ کی تعریف، کلالہ کے اخ من الام، اخت من الام کا حصہ، تَضِلُّوْا سے پہلے لا کے حذف کی وجہ | ۲۴ |
| ۱۱ | وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (نور ۳۔۵)، ترجمہ، احصان القذف کی شرائط، محدود فی القذف کی توبہ کے بعد گواہی کی قبولیت میں اختلاف مع الدلائل | ۲۴ |
| | **۱۴۳۷ھ** | ۲۵ |
| ۱۲ | | ۲۵ |
| ۱۳ | وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ (بقرہ ۷۲، ۷۳) ترجمہ، تفسیر، اعراب، شان نزول، و هذا اعتراض کی تشریح، و هو اول القصة میں ضمیر کا مرجع | ۲۵ |
| ۱۴ | وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (بقرہ ۱۹٦)، اعراب، ترجمہ، حج کی فرضیت اور عمرہ کی سنیت پر ایک ہی لفظ سے استدلال کی وضاحت، محل ذبح کی تعیین، احصار کا حکم | ۲٦ |
| ۱۵ | وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ الى لينتظرن (بقرہ ۲۲۸)، ترجمہ، امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک قروء کی مراد، غیر مدخول بہا، آئسہ، صغیرہ وغیرہ کی عدت، "ثَلٰثَةَ" کے منصوب ہونے کی وجہ | ۲۸ |
| ۱٦ | اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ (نساء ۵۸، ۵۹)، ترجمہ آیت اولی کا سبب نزول، آیت اولی میں مذکور حکم کے عام یا خاص ہونے کی وضاحت، اولی الامر کی مراد | ۲۹ |
| ۱۷ | وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (نساء ۹۳)، اعراب، ترجمہ، آیت پر وارد سوال مع جوابات، قتل عمد و شبہ عمد میں وجوب کفارہ کا حکم اور حنفیہ کی طرف سے جواب | ۳۰ |
| ۱۸ | (اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ) الى غير المحصنين (نور ۲)، ترجمہ، سورۃ النور کی خصوصیات، شادی شدہ زانی کی سزا کا مکمل ذکر | ۳۱ |


Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| ١٩ | ١٤٢٨ھ | ٢٢ |
| ٢٠ | ثم انتم ہولاء ... اور ... ترجمہ ... تظاہرون، تفدوہم، اساری پر قراءت ... | ٣٢ |
| ٢١ | ان الصفا والمروة (بقرہ ١٥٨) ترجمہ ... اختلاف ... | ٣٤ |
| ٢٢ | الذین یاکلون الربا (بقرہ ٢٧٥) ترجمہ ... لغوی و اصطلاحی تعریف، مطعومات ... مقصد ... ربا کی تعبیر میں اختلاف کی وضاحت ... تشبیہ کی کلمات کی تشریح | ٣٦ |
| ٢٣ | یاایہا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ (نساء ٤٣) ترجمہ، شان نزول ... صلوٰۃ کی مراد، جنبًا کے منصوب ہونے کی وجہ، اولٰمستم النساء کی دونوں قراءتوں کے موافق تفسیر مع الدلائل | ٣٨ |
| ٢٤ | ولولا فضل اللہ علیک (نساء ١١٣) ترجمہ، تفسیر، پس منظر، طائفۃ منہم اور الحکمۃ کی مراد | ٤٠ |
| ٢٥ | ولاتکرہوا فتیاتکم (نور ٣٣، ٣٤) سبب نزول والاظہر، شرطا کا مفہوم، حکم، آیات مبینات، مثلاً کی مراد | ٤١ |
| ٢٦ | ﴿الورقة الثانیة فی مصطلح الحدیث﴾ | ٤٣ |
| ٢٧ | ١٤٣٦ھ | ٤٥ |
| ٢٨ | متواتر کی تعریف، متواتر کی شرائط، ذخیرۂ احادیث میں متواتر کی مثال، متواتر کا حکم، متواتر کی اقسام | ٤٥ |
| ٢٩ | خبر واحد کی تعریف وحکم، سندوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام مع امثلہ | ٤٦ |
| ٣٠ | خبر واحد کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے اقسام، صحیح لذاتہ، حسن لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لغیرہ کی تعریف مع امثلہ | ٤٦ |
| ٣١ | خبر مقبول کی معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کے اعتبار سے اقسام، ناسخ اور منسوخ کی معرفت کے طریقے واہم تصانیف | ٤٧ |
| ٣٢ | حدیث معلق ومرسل کی تعریف، مرسل کا حکم | ٤٨ |
| ٣٣ | تدلیس کا معنی، تدلیس کی اقسام، مدلس کی وجہ تسمیہ، مدلس اور مرسل خفی میں فرق | ٥٠ |
| ٣٤ | ١٤٣٧ھ | ٥١ |
| ٣٥ | معنعن ومؤنن کی تعریف ومثال، حدیث معنعن کے متصل یا منقطع ہونے کے متعلق علماء کے اقوال | ٥١ |
| ٣٦ | طعن کی مراد وراوی میں طعن کے اسباب، حدیث موضوع ومتروک کی تعریف | ٥٢ |
| ٣٧ | غریب کی تعریف، غرابت کی اقسام، غریب اور فرد کے درمیان نسبت کی تفصیل | ٥٣ |
| ٣٨ | راوی کے مقبول ہونے کی شرائط، جرح وتعدیل کے مراتب وحکم | ٥٣ |
| ٣٩ | حصول حدیث کے طریقوں کی مکمل تفصیل | ٥٤ |
| ٤٠ | حدیث کے ضبط اور کتابت کا حکم، نابینا شخص کی روایت کا حکم وروایت بالمعنی کا حکم وشرائط | ٥٥ |
| ٤١ | ١٤٣٨ھ | ٥٦ |
| ٤٢ | المنکر کی لغوی واصطلاحی تعریف، المنکر کی مثال اور مرتبہ، المنکر اور الشاذ میں فرق | ٥٦ |
| ٤٣ | (الحدیث القدسی، الحدیث الموقوف، الحدیث المقطوع) کی وضاحت | ٥٧ |
| ٤٤ | ﴿الورقة الثالثة فی الفقہ﴾ | ٥٩ |
| ٤٥ | ١٤٣٠ھ | ٦١ |


Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| | ...عبارت میں اختلاف ائمہ | ٦١ |
| ٤٦ | ونعتبر ابتداء العدۃ الخ. کناۃ کا تعارف. امور معتبرۃ فی الکنایۃ. عبارت کی تشریح. کنایۃ فی الدین میں اختلاف ائمہ | ٦١ |
| ٤٧ | وإذا خرج أحد الزوجين إلينا من دار الحرب الخ. اعراب. ترجمہ. صورت مسئلہ کی تشریح. مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کا منشاء. ائمہ کا اختلاف مع دلائل. کتابیہ کے زوج کے مسلمان ہونے پر ثبات یا فرقت کا حکم | ٦١ |
| ٤٨ | وأما الضرب الثاني وهو الكنايات الخ. اعراب. ترجمہ. الفاظ کنایات میں نیت اور دلالۃ حال کی طرف احتیاج کی وجہ. کنایات سے قبل قسم اول کی تشریح ( اعتدی، استبرئی رحمک، انت واحدۃ ) کی تشریح. کنایات سے قبل قسم اول کی نشاندہی | ٦٢ |
| ٤٩ | والمبارأۃ کالخلع الخ. مبارات وخلع کا معنی. مبارات کی صورت. مبارات میں ائمہ کا اختلاف | ٦٥ |
| ٥٠ | ومن مسته امرأۃ بشهوۃ حرمت علیه امها وابنتها الخ. ترجمہ. زنا کے ذریعہ حرمت مصاہرہ کے ثبوت میں اختلاف کی وضاحت. حرمت مصاہرت بالزنا اور مسئلہ متن میں فرق. عبارت میں مذکور دلائل کی وضاحت | ٦٦ |
| ٥١ | ولو حلف لايأتدم الخ. اعراب. ترجمہ. تشریح. الفاظ یمین میں عرف یا لغت کے معتبر ہونے کی وضاحت | ٦٧ |
| | ١٤٣١ھ | ٦٨ |
| ٥٢ | | |
| ٥٣ | ومن زوج أمته لم تقتلها قبل أن يدخل بها زوجها تشریح. ائمہ کا اختلاف مع الدلائل. آزاد منکوحہ کی خودکشی کی صورت مسئلہ | ٦٨ |
| ٥٤ | ولو قال لها طلقي نفسك ثلثا فطلقت واحدۃ الخ. اعراب. تشریح. ائمہ کا اختلاف مع الدلائل | ٦٩ |
| ٥٥ | تین سے زائد طلاق کے ایجاب کے صحیح ہونے کی وضاحت | ٧٠ |
| ٥٦ | ومن وجبت عليه كفارۃ ظهار فأعتق رقبتين لاينوي أحدهما. اعراب. تشریح. ائمہ کا اختلاف مع الدلائل | ٧٠ |
| ٥٧ | حداد کا معنی. مسئلہ حداد میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل. معتدہ اور متوفی عنہا زوجہا کے علاوہ کیلئے حداد کا حکم | ٧١ |
| ٥٨ | ومن حلف ليصعدن السماء الخ. تشریح. ائمہ کا اختلاف مع الدلائل. مذکورہ مسئلہ اور مسئلہ الکوز میں فرق کی وجہ | ٧٢ |
| ٥٩ | قال ويستحب ان يشهد على الرجعۃ شاهدين الخ. تشریح. اطلاق النصوص کا معنی اور ففیء فی الایلاء کی مراد. قرنها بالمفارقۃ وهو فيها مستحب کا معنی | ٧٣ |
| | ١٤٣٢ھ | ٧٤ |
| ٦٠ | | ٧٤ |
| ٦١ | وان تزوج مسلم ذمیۃ بشهادۃ ذمیین جاز. صورت مسئلہ کی وضاحت. ائمہ کا اختلاف مع الدلائل | ٧٥ |
| ٦٢ | وان تزوج حر امرأۃ على خدمته الخ. اعراب. حنفیہ اور شافعیہ کا خدمت پر نکاح میں اختلاف. ائمہ حنفیہ کا آزاد کے خدمت کرنے پر نکاح میں اختلاف مع الدلائل | ٧٧ |
| ٦٣ | مکرہ وسکران کی طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف مع الدلائل. سکران کی تعریف | ٧٨ |
| ٦٤ | فإن كانت المنكوحۃ صغيرۃ يجامع مثلها الخ. ترجمہ. اعراب. مذکورہ مسئلہ میں حنفیہ کا اختلاف مع الدلائل | ٧٩ |
| ٦٥ | وان امتنعت من تسليم نفسها الخ. عبارت میں مذکور صورتوں میں ثبوت وعدم ثبوت نفقہ کا حکم مع الوجہ. صغیرہ کے لئے ثبوت وعدم ثبوت نفقہ کے دلائل | ٨٠ |
| ٦٦ | وإذا قال الرجل لامرأته والله لا أقربك الخ. ترجمہ. اعراب. ایلاء کی لغوی وشرعی تعریف. مدت ایلاء پوری ہونے کے بعد تفریق قاضی کے ضروری ہونے میں اختلاف مع الدلائل | ٨١ |
| | ١٤٣٣ھ | |
| ٦٧ | | |
| ٦٨ | ولا خلع لهن فی تقسیم خفۃ السفر الخ. ترجمہ. اعراب. تشریح مع اختلاف والدلائل | ٨١ |

Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| ٦٩ | صورت [illegible] | ٨١ |
| ٧٠ | واذا اختلط اللبن بلبن الشاة الخ [illegible] | ٨٣ |
| ٨١ | ولو قال لها ان دخلت الدار فانت طالق واحدة الخ [illegible] | ٨٤ |
| ٨٢ | فصل قال ومن حلف لا یکلم حینا الخ [illegible] تعبیر کے اعتبار سے تعدد میں فرق | ٨٥ |
| ٨٣ | قال ولو حلف لا یاکل لحما الخ ترجمہ، گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے والے نے مچھلی [illegible] کھانے سے حانث ہونے کی وجہ، من حلف لا یاکل راسا کی مراد | ٨٦ |
| ٨٤ | ونكاح المتعة باطل وهو أن يقول لامرأة [illegible] متعہ اور نکاح موقت میں فرق | ٨٧ |
| | **١٤٢٤ھ** | ٩٠ |
| ٨٥ | | ٩٠ |
| ٨٦ | واذا تزوجها على حيوان غير موصوف الخ ترجمہ، تشریح، ائمہ کا اختلاف مع الدلائل، مہر مثل کے وجوب کا وقت | ٩١ |
| ٨٧ | وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة ترجمہ، [illegible] ولی کی تعریف، [illegible] عبارت، اقسام میں فقہاء کا اختلاف | ٩٣ |
| ٨٨ | طلاق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف، طلاق کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت اور امام مالک وامام شافعی کا اختلاف، ایک طہر کے ساتھ تین طلاق کا مسئلہ | ٩٥ |
| ٨٩ | باب طلاق المريض ترجمہ، مریض کا مصداق، مرض الموت کی مطلقہ کے وارث ہونے اور نہ ہونے کی تفصیل | ٩٧ |
| ٩٠ | قال وان حلف لا يأكل ملكه [illegible] الخ ترجمہ، اعراب، اختلاف مع الدلائل، یمین کی لغوی واصطلاحی تعریف | ٩٨ |
| ٩١ | قال ولا حق لهن في القسم حالة السفر الخ ترجمہ، متعدد ازواج میں امور ترجیح، ماہیت وعدم ماہیت کی وضاحت | ٩٨ |
| | **١٤٢٥ھ** | |
| ٩٢ | | ١٠٠ |
| ٩٣ | ولا يجوز للولي اجبار البكر الخ، احناف وشوافع کے نزدیک ولایت اجبار کی علت کی وضاحت، ولایت اجبار کی اتفاقی واختلافی صورتیں، ولی اور غیر ولی کے عقد ان میں فرق مع الدلیل | ١٠٠ |
| ٩٤ | فان تزوجها على هذين العبدين فاذا احدهما حر الخ، اختلاف مع الدلائل، نکاح کا لغوی وشرعی معنی | ١٠١ |
| ٩٥ | انت طالق من واحدة او ما بين واحدة الى ثنتين الخ ترجمہ، اختلاف، انت طالق واحدة في ثنتين کا حکم | ١٠٢ |
| ٩٦ | واذا طلق الحرة تطليقة أو تطليقتين وانقضت عدتها الخ ترجمہ، اعراب، تشریح | ١٠٣ |
| ٩٧ | من حلف لا يشرب من دجلة فشرب منها بإناء الخ ترجمہ، اختلاف، کرع کی تفسیر | ١٠٣ |
| ٩٨ | واذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء فللأولياء ان يفرقوا بينهما الخ، مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل | ١٠٤ |
| | **١٤٢٦ھ** | |
| ٩٩ | | ١٠٤ |
| ١٠٠ | وان تزوجها ولم يسم لها مهرا الخ ترجمہ، دخول سے پہلے طلاق کی صورت میں متعہ کے لزوم میں ائمہ کا اختلاف، [illegible] متعہ [illegible] اختلاف [illegible] کی مقدار [illegible] متعہ کے [illegible] ہونے کی وضاحت | ١٠٤ |
| ١٠١ | رضاعت کی لغوی وشرعی [illegible] مدت رضاعت کا حکم | ١٠٦ |


Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| ۱۰۲ | طلاق الأخرس واقع بالاشارة الخ ترجمہ و تشریح، گونگے کی طلاق واقع ہونے میں اختلاف | ۱۰۷ |
| ۱۰۳ | واذا ارتد احد الزوجین عن الاسلام الخ اعراب، ترجمہ، مسئلہ کی تشریح مع الاختلاف والتوجیہ | ۱۰۹ |
| ۱۰۴ | واذا اسلمت المرأة وزوجها کافر الخ مسائل کی تشریح، مسئلہ اختلاف مع الدلائل، حربیہ عورت کی عدت میں اختلاف مع الدلائل | ۱۱۰ |
| ۱۰۵ | ومن قال لامرأته طلقی نفسک ولا نیة له الخ اعراب، مذکورہ مسئلہ، طلاق کی نیت نہ ہونے کی وجہ، ابنت نفسی اور قد اخترت نفسی میں فرق، أبنت نفسی میں امام ابو حنیفہ کا قول | ۱۱۲ |
| ۱۰۶ | ۱۴۲۷ھ | ۱۱۳ |
| ۱۰۷ | نکاح میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف مع الدلائل، بیع، اجارہ، احلال، اعارہ اور وصیت کے الفاظ سے انعقاد نکاح کا حکم | ۱۱۳ |
| ۱۰۸ | "نکاح المحرم و انکاحه" میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل، کتابیات، مجوسیات وغیرہ کے نکاح کا حکم مع الدلائل | ۱۱۴ |
| ۱۰۹ | ولو قال انت طالق اذا لم اطلقك لم تطلق حتی یموت الخ، اختلاف مع الدلائل، مذکورہ مسئلہ میں زوجہ کی نیت ہونے کی صورت میں حکم، "انت طالق اذا لم اطلقك" کے بعد عورت کے مرنے پر طلاق کا حکم | ۱۱۵ |
| ۱۱۰ | باب الظهار و اذا قال الرجل لامرأته انت علی کظهر امی الخ ترجمہ، تشریح، ظہار کی تعریف اور کفارہ کی ترتیب | ۱۱۷ |
| ۱۱۱ | ومن قال وهو فی الکعبة أو فی غیرها الخ مسائل کی تشریح، فرق، علی المشی الی الحرم الخ میں اختلاف مع الدلائل | ۱۱۸ |
| ۱۱۲ | ۱۴۲۸ھ | ۱۱۹ |
| ۱۱۳ | و من ادعت علیه امرأة انه تزوجها ترجمہ، قضاءِ قاضی کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل، امام مالک مرسلہ کا حکم | ۱۱۹ |
| ۱۱۴ | و من تزوج امرأة ثم اختلفا فی المهر الخ ترجمہ، مہر کی مقدار میں زوجین کے اختلاف کے متعلق ائمہ کا اختلاف مع الدلائل، اصل مہر مسمیٰ میں زوجین کے اختلاف کا حکم، موت احدهما کے بعد مہر میں اختلاف کا حکم | ۱۲۰ |
| ۱۱۵ | ویصح النکاح وان لم یسم فیه مهر الخ مہر کی تعریف، مہر نہ ہونے کی شرط پر نکاح کا حکم، مہر کی مقدار میں اختلاف | ۱۲۲ |
| ۱۱۶ | باندی سے نکاح کرنے میں اختلاف مع الدلائل، آزاد عورت کی موجودگی میں باندی سے نکاح کا حکم | ۱۲۳ |
| ۱۱۷ | وان قال لها ان کلمت ابا عمرو وابا یوسف فانت طالق ثلاثا الخ ترجمہ، اختلاف مع الدلائل، مسئلہ کی وجوہ اربعہ | ۱۲۴ |
| ۱۱۸ | یمین کی اقسام ثلاثہ کی تعریف مع الحکم، یمین غموس کے حکم میں امام شافعی کا اختلاف مع الدلیل، مکرہ، ناسی اور قاصد کی یمین کا حکم | ۱۲۵ |
| ۱۱۹ | ﴿الورقة الرابعة فی الحدیث (طحاوی)﴾ | ۱۲۷ |
| ۱۲۰ | ۱۴۳۵ھ | ۱۲۹ |
| ۱۲۱ | الفاظ اقامت کے ایتار و تکرار میں اختلاف مع الدلائل، نظر طحاوی کی وضاحت | ۱۲۹ |
| ۱۲۲ | فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں علماء کا اختلاف، رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کی اجازت [illegible]، نظر طحاوی کی وضاحت | ۱۳۰ |
| ۱۲۳ | صلوٰة العصر کا مستحب وقت، ائمہ کے دلائل، مستدلین کی تعیین اور جواب | ۱۳۱ |
| ۱۲۴ | عن رسول الله ﷺ انه کان اذا قام الی الصلوة المکتوبة الخ ترجمہ، رفع یدین عند الرکوع میں اختلاف مع الدلائل، راجح کی وجہ ترجیح، نظر طحاوی کی وضاحت | ۱۳۳ |
| ۱۲۵ | سجدہ میں جانے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل، نظر طحاوی کی وضاحت | ۱۳۵ |
| ۱۲۶ | جماعت سے نماز پڑھنے میں مستحب [illegible] دلائل، حدیث علمهم [illegible] اخرى [illegible] نظر طحاوی کی وضاحت | ۱۳۶ |


Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| ١٢٧ | ١٤٣٦ھ | ١٢٧ |
| ١٢٨ | [illegible] فذهب قوم الى [illegible] وخالفهم [illegible] آخرون کا مصداق، نظر طحاوی [illegible] | ١٢٧ |
| ١٢٩ | [illegible] مذاہب [illegible] مع الدلائل | ١٢٨ |
| ١٣٠ | [illegible] اختلاف مع الدلائل، نظر طحاوی کی وضاحت | ١٢٩ |
| ١٣١ | وتر [illegible] وتر کی رکعات کی تعداد میں اختلاف مع الدلائل، ایک رکعت وتر والی احادیث کا جواب | ١٤١ |
| ١٣٢ | [illegible] مقتدی کی موجودگی میں امام کے کھڑا ہونے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل، نظر طحاوی کی وضاحت | ١٤٢ |
| ١٣٣ | [illegible] کے پیچھے مقتدی کی نماز کی کیفیت، ائمہ کے دلائل، راجح کی ترجیح اور مخالفین کے شبہات کا جواب | ١٤٣ |
| ١٣٤ | ١٤٣٧ھ | ١٤٥ |
| ١٣٥ | [illegible] مع اختلاف والدلائل، فذهب قوم وخالفهم فى ذلك آخرون کا مصداق، حضرت ابن مسعود [illegible] پرہیز [illegible] کی وجہ | ١٤٥ |
| ١٣٦ | جمع بین الصلوتین میں ائمہ کے مذاہب و دلائل، راجح کی ترجیح، نظر طحاوی کی وضاحت | ١٤٧ |
| ١٣٧ | کعبہ میں نماز پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل، فذهب قوم وخالفهم فى ذلك آخرون کا مصداق، نظر طحاوی کی وضاحت | ١٤٩ |
| ١٣٨ | كنا اذا صلينا خلف النبى ﷺ قلنا السلام على الله الخ ترجمہ، اصح کلمات تشہد میں اختلاف، حنفیہ کی وجہ ترجیح | ١٥٠ |
| ١٣٩ | سجدہ سہو قبل السلام و بعد السلام میں اختلاف، ائمہ کے دلائل اور راجح کی تعیین، نظر طحاوی کی وضاحت | ١٥١ |
| ١٤٠ | کتے، گدھے، عورت کے گزرنے سے نماز کے بطلان کی تفصیل، ائمہ کے دلائل اور راجح کی تعیین، نظر طحاوی کی وضاحت | ١٥٢ |
| ١٤١ | ١٤٣٨ھ | ١٥٤ |
| ١٤٢ | باب الصلوة الوسطى اى الصلوات؟ ترجمہ، صلوة وسطى کی مراد، راجح قول مع وجہ ترجیح | ١٥٤ |
| ١٤٣ | باب ما ينبغى ان يقال فى الركوع والسجود الخ، ترجمہ، رکوع اور سجدے کا وظیفہ، فذهب قوم اور وخالف فى ذلك آخرون کا مصداق مع الدلائل | ١٥٥ |
| ١٤٤ | تسمیہ کے سورۃ فاتحہ کا جز ہونے کی وضاحت، نماز میں تسمیہ کے سراً و جہراً پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل | ١٥٦ |
| ١٤٥ | مرابض غنم اور اعطان کا معنی، مرابض و اعطان میں نماز پڑھنے کا حکم مع الوجہ، فذهب قوم وخالفهم آخرون کی مراد اور دلائل | ١٥٧ |
| ١٤٦ | ﴿الورقة الخامسة فى الحديث (ترمذى ج ٢)﴾ | ١٥٩ |
| ١٤٧ | ١٤٢٨ھ | ١٦١ |
| ١٤٨ | عن انس ان اناسا من عرينة قدموا المدينة ... الخ، فاجتووها کا معنی، انسان اور حیوان کے ابوال کا حکم | ١٦١ |
| ١٤٩ | باب ماجاء فى كراهية ان ينبذ فى الدباء الخ، اعراب، ترجمہ، دباء، حنتم، نقیر، مزفت کا معنی، حدیث کا جواب | ١٦١ |
| ١٥٠ | يامعشر من قد اسلم بلسانه الخ، ترجمہ، تشریح، اعراب، يامعشر من قد اسلم بلسانه کی مراد | ١٦٢ |
| ١٥١ | رؤيا المؤمن جزء من ستة واربعين جزءا الخ، اعراب، ترجمہ، تشریح، وهى على رجل طائر کا مطلب | ١٦٣ |
| ١٥٢ | [illegible] الخ، اعراب، ترجمہ، [illegible] اور [illegible] میں فرق، منکرات والی دعوت میں شرکت کی تفصیل | ١٦٣ |
| ١٥٣ | كن فى الدنيا الخ، اعراب، ترجمہ، تشریح، حدیث سے سبق آموز باتیں، ياعبدالله ما اسمك غدا کا مطلب | ١٦٥ |
| ١٥٤ | ١٤٢٩ھ | ١٦٦ |


Maktaba Tul Ishaat.com

| | | |
|---|---|---|
| ١٥٥ | واذا النفوس [illegible] الخ، اعراب، ترجمہ، تشریح، حسن صحیح کی اصطلاح کی وضاحت | ١٦٦ |
| ١٥٦ | من رآني في المنام فقد رآني الخ، تشریح، حالتِ خواب میں ارشادِ نبوی ﷺ کی حجیت | ١٦٧ |
| ١٥٧ | عن أبي سعيد قال بعثنا رسول الله ﷺ في سرية الخ، اعراب، ترجمہ، دم اور تعویذات کا حکم، مذکورہ حدیث سے تعویذ گنڈوں پر استدلال، اجرت علی الطاعات میں اختلاف ائمہ مع الدلائل | ١٦٨ |
| ١٥٨ | يتبع الميت ثلاث الخ، ترجمہ، مردہ کیلئے ایصالِ ثواب کا حکم، وہ اعمال جن کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے | ١٦٩ |
| ١٥٩ | باب ماجاء كل مولود يولد على الفطرة الخ، اعراب، تشریح، فطرت کا معنی، اطفال المشرکین کا حکم | ١٧٠ |
| ١٦٠ | باب ماجاء في الواصلة الخ، اعراب، ترجمہ، واشمہ، مستوشمہ، متنمصہ، واصلة، مستوصلة کے معانی، عورت کا زینت کیلئے بال کاٹنے کا حکم | ١٧١ |
| ١٦١ | ١٤٢٠ھ | ١٧٢ |
| ١٦٢ | قلت لجابر: الضبع أصيد هي؟..... سالت رسول الله ﷺ عن اكل الضبع الخ، ترجمہ، ضبع کی تعریف، ضبع کی حلت وحرمت میں ائمہ کے مذاہب مع الدلائل | ١٧٢ |
| ١٦٣ | عن عائشة أن النبي ﷺ سئل عن البتع الخ، ترجمہ، بتع، خمر و نبیذ کی تعریف، شرب خمر و نبیذ کا حکم مع الدلائل | ١٧٣ |
| ١٦٤ | عن أبي سعيد الخدري قال: صلى بنا رسول الله ﷺ يومًا صلاة العصر بنهار الخ، ترجمہ، تشریح، مختصر وقت میں کائنات کے تمام واقعات کے ذکر کی توجیہ، آپ ﷺ اور علم ملكان ومايكون | ١٧٤ |
| ١٦٥ | اذا اقترب الزمان لم تكد رؤيا المؤمن تكذب الخ، ترجمہ، تشریح، خواب کی اقسام، ختم نبوت کے باوجود خواب کے نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے کا مفہوم | ١٧٦ |
| ١٦٦ | عن عبدالله بن عمرو عن النبي ﷺ قال: أربع من كن فيه كان منافقا الخ، تشریح، وعدہ و عہد میں فرق، من اجتمعت فيه الصفات الخ کا مطلب، منافقین کی خصال کا انحصار | ١٧٧٦ |
| ١٦٧ | الا أخبركم بأهل الجنة؟..... وبأهل النار الخ، مفہوم، ضعیف و متضعف میں فرق، لو اقسم على الله لابره کا مطلب، مذکورہ الفاظ (عتل، جواظ، متكبر) کی تشریح | ١٧٨ |
| ١٦٨ | ١٤٢١ھ | ١٧٩ |
| ١٦٩ | أنا آمركم بخمس، الله أمرني بهن الخ، اعراب، ترجمہ، مامورات خمسہ کی تشریح، "من فارق الجماعة الخ" کا مطلب، دعوى الجاهلية اور دعوى الله کا مطلب، احادیث ہجرت میں تطبیق | ١٧٩ |
| ١٧٠ | قال رسول الله كل مسكر حرام الخ، ترجمہ، حدیث کی تشریح | ١٨٠ |
| ١٧١ | ان من أحبكم الي وأقربكم مني مجلسًا يوم القيامة الخ، تشریح، ترکیب، ثرثارون، متشدقون اور متفيهقون کی لغوی تحقیق "ثرثرہ" کے کچھ نقصانات | ١٨١ |
| ١٧٢ | كَانَ لِابْنِ عَبَّاسٍ غِلْمَةٌ ثَلَاثَةٌ حَجَّامُونَ الخ، ترجمہ، سعوط، لدود، حجامت، مشی اور وجور کا مطلب، دیگر ادویہ سے علاج کا حکم | ١٨٢ |
| ١٧٣ | خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا الخ، اعراب، ترجمہ، تشریح، عیر و ثور کی وضاحت اور محل وقوع، صرف وعدل کا مطلب، حرم مدینہ میں اختلاف ائمہ، ذمة المسلمين واحدة الخ کی تشریح | ١٨٣ |


Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| ۱۷٤ | لقد هممت أن أنهى عن الغيلة الخ، ترجمہ، غیل کی تعریف، احادیث سے رفع تعارض | ۱۸٤ |
| ۱۷۵ | ۱٤۲۲ھ | ۱۸۵ |
| ۱۷٦ | انما مثلي ومثل الأنبياء قبلي الخ، ترجمہ، استثناء کی نشاندہی مشبہ ومشبہ بہ کی وضاحت | ۱۸۵ |
| ۱۷۷ | ......أن النبي ﷺ كان يأخذ من لحيته، ترجمہ، داڑھی کی شرعی حیثیت، داڑھی کاٹنے کی روایات میں تطبیق | ۱۸۵ |
| ۱۷۸ | أن النبي ﷺ سئل عن أكل الضب فقال: لا آكله ولا أحرمه، ترجمہ، ضب میں فقہاء کا اختلاف | ۱۸٦ |
| ۱۷۹ | عن سعد ......مرضت عام الفتح الخ ،اعراب، ترجمہ، كشفيت و يتكففون کی لغوی تحقیق، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیماری کے پیش آنے کا موقع، "وليس يرثني إلا ابنتي" کے مطلب میں علماء کے اقوال، تہائی سے زائد وصیت کا حکم | ۱۸۷ |
| ۱۸۰ | أن رسول الله مر في المسجد يومًا الخ، ترجمہ، اجنبی مرد و عورت کا ایک دوسرے کو سلام کرنے کا حکم، ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا حکم، طالبات کا غیر محرم اساتذہ کو سلام کرنے کا حکم | ۱۸۸ |
| ۱۸۱ | أن رسول الله ﷺ سألها بما تستمشين؟......الخ، ترجمہ، تشریح، استمشاء، شبرم اور سنا کی تشریح | ۱۸۹ |
| ۱۸۲ | ۱٤۲۳ھ | ۱۸۹ |
| ۱۸۳ | مَنْ مَنَحَ مَنِيْحَةَ لَبَنٍ أَوْوَرِقٍ الخ......مَثَلُ الَّذِيْ يُعْطِي الْعَطِيَّةَ الخ ،اعراب، ترجمہ، منیحہ کی تعریف، هدى زقاقا کے مطالب، ہدیہ دیکر رجوع کرنے کا حکم | ۱۸۹ |
| ۱۸٤ | عن أبي مجلز قال: خرج معاوية فقام عبدالله الخ، ترجمہ، بڑوں کیلئے احتراماً کھڑے ہونے کا حکم | ۱۹۱ |
| ۱۸۵ | أن رسول الله ﷺ نهى عن الكي الخ ،ترجمہ، أفلحنا اور أنجحنا کی لغوی تحقیق، أفلحن و أنجحن اور افلحنا وانجحنا میں سے درست صیغہ کی نشاندہی، احادیث کی "سے رفع تعارض | ۱۹۱ |
| ۱۸٦ | لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ الخ ،اعراب، ترجمہ، ليس على العبد نذر فيما لايملك" اور ايما رجل قال لاخيه كافر الخ کی تشریح | ۱۹۲ |
| ۱۸۷ | لا يرث المسلم الكافر و لا الكافر المسلم ،ترجمہ، مرتد کے مال کا حکم | ۱۹۳ |
| ۱۸۸ | خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ الخ ،اعراب، ترجمہ، يتسمنون و يحبون السمن کا مطلب، احادیث سے رفع تعارض | ۱۹٤ |
| ۱۸۹ | ۱٤۲٤ھ | ۱۹٤ |
| ۱۹۰ | لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَ لَا خَائِنَةٍ الخ، اعراب، ترجمہ، محدود فی القذف کی توبہ کے بعد شہادت کی قبولیت میں اختلاف | ۱۹٤ |
| ۱۹۱ | قاتل کے مستحق میراث ہونے میں اختلاف ائمہ | ۱۹۵ |
| ۱۹۲ | اذا سميتم بي فلا تكنوا بي الخ، ترجمہ، آپ ﷺ کے نام و کنیت کو جمع کرنے کا حکم اور نہی کی وجہ، احادیث سے دفع تعارض | ۱۹۵ |
| ۱۹۳ | ان من الشجر شجرة لايسقط ورقها الخ، ترجمہ، درخت کی مؤمن کے ساتھ وجہ مشابہت | ۱۹۷ |
| ۱۹٤ | من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار، ترجمہ، فليتبوأ (امر) کا معنی، ترغیب دین کیلئے احادیث گھڑنے کا حکم | ۱۹۷ |
| ۱۹۵ | صنفان من أمتي الخ، ترجمہ، مرجیہ وقدریہ کا تعارف، ليس لهما في الاسلام نصيب کا مطلب | ۱۹۸ |
| ۱۹٦ | ۱٤۲۵ھ | ۱۹۹ |
| ۱۹۷ | عن عائشة ان النبي ﷺ دخل مسرورا تبرق اسارير وجهه الخ ترجمہ، شریعت میں قیافہ شناسی کی حیثیت مع دلیل | ۱۹۹ |
| ۱۹۸ | لَا يُعْدِيْ شَيْئٌ شَيْئًا الخ ،اعراب، ترجمہ، تشریح، "لاعدوى و لاصفر" کا مطلب | ۱۹۹ |


Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹۹ | يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ الخ، اعراب، ترجمہ، قوم کا مصداق اور ظہور کا وقت | ۲۰۱ |
| ۲۰۰ | شفاعتي لاهل الكبائر من امتي، ترجمہ، مطلب، شفاعت کی اقسام | ۲۰۱ |
| ۲۰۱ | قال رسول الله ﷺ: لان يمتلي جوف احدكم قيحا الخ ترجمہ، مطلب، شریعت کے نزدیک شعر کا حکم، اشعار کا محل و مقام | ۲۰۲ |
| ۲۰۲ | ۱۴۳۶ھ | ۲۰۲ |
| ۲۰۳ | ان رسول الله ﷺ نهانا ان ندخل على النساء بغير اذن ازواجهن، ترجمہ، اجنبی مرد کا شوہر کی اجازت سے کسی نامحرم عورت کے پاس جانے کا حکم، عورتوں کا مردوں کو دیکھنے کا حکم | ۲۰۲ |
| ۲۰۴ | خصال فطرت کی تعداد والی روایات کے درمیان تطبیق، الاستحداد والختان وقص الشارب ونتف الابط وتقليم الأظفار کے احکام | ۲۰۳ |
| ۲۰۵ | عن ابن عباس قال: كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فحضر الخ، ترجمہ، گائے اور اونٹ کی قربانی کے حصوں میں علماء کے مذاہب مع الدلائل | ۲۰۴ |
| ۲۰۶ | أن رسول الله ﷺ قسم في النفل للفرس الخ، ترجمہ، فارس و راجل کے حصہ کی وضاحت، ائمہ کے مذاہب و دلائل | ۲۰۴ |
| ۲۰۷ | من كشف سترا فادخل بصره في البيت الخ، ترجمہ، مذکورہ جملہ کا مطلب، سوراخ سے جھانکنے کی صورت میں آنکھ پھوڑ دینے سے ضمان و قصاص میں ائمہ کا اختلاف | ۲۰۵ |
| ۲۰۸ | لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَاخَائِنَةٍ الخ، ترجمہ، تشریح، رشتہ دار کے حق میں رشتہ دار کی گواہی کا حکم | ۲۰۶ |
| ۲۰۹ | ۱۴۳۷ھ | ۲۰۸ |
| ۲۱۰ | خمر کی لغوی و اصطلاحی تعریف، اشربہ اربعہ محرمہ کی وضاحت، حدیث کے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہونے کی وضاحت | ۲۰۸ |
| ۲۱۱ | انه رأى النبي ﷺ مستلقيا في المسجد واضعا احدى رجليه على الاخرى الخ، ترجمہ، رفع تعارض | ۲۰۹ |
| ۲۱۲ | لايرد القضاء الا الدعاء ولايزيد في العمر الا البر، ترجمہ، تشریح، قضاء اور قدر کی تعریف | ۲۰۹ |
| ۲۱۳ | أَلَاأُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الخ، اعراب، ترجمہ، تشریح، "الذي يأتي بالشهادة قبل أن يسألها" کا مطلب | ۲۱۰ |
| ۲۱۴ | من شرب الخمر لم تقبل له صلاة اربعين صباحا الخ، ترجمہ، "فان تاب لم يتب الله عليه" کی وضاحت | ۲۱۱ |
| ۲۱۵ | تعلموا من انسابكم الخ، ترجمہ، مطلب، "مَثْرَاةٌ وَ مَنْسَاةٌ" کی لغوی تحقیق، "منساة في الاثر" کی وضاحت | ۲۱۲ |
| ۲۱۶ | ۱۴۳۸ھ | ۲۱۲ |
| ۲۱۷ | من اكتوى او استرقى فقد برئ من التوكل، ترجمہ، کیّ و استرقاء کی وضاحت اور حکم، جھاڑ پھونک کی اقسام | ۲۱۲ |
| ۲۱۸ | ان الله تبارك وتعالى قد اعطى كل ذي حق حقه الخ، ترجمہ، "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کی تشریح، العارية مؤداة کی تشریح اور ہلاکت کی ضمان میں اختلاف | ۲۱۳ |
| ۲۱۹ | الايمان يمان والكفر من قبل المشرق الخ، ترجمہ، تشریح، "الايمان يمان" کا مطلب | ۲۱۵ |
| ۲۲۰ | أخذ بيد مجذوم فأدخله معه في القصعة الخ، ترجمہ، "كل بسم الله ثقة بالله وتوكلا عليه" کی ترکیب، احادیث سے رفع تعارض | ۲۱۶ |
| ۲۲۱ | سئل النبي ﷺ أيتخذ الخمر خلا؟ قال: لا، تخلیل خمر میں فقہاء کے مذاہب مع الدلائل، حدیث الباب کا جواب | ۲۱۷ |
| ۲۲۲ | لايزني الزاني حين يزني وهو مؤمن الخ، ترجمہ، حدیث کا مطلب و تاویلات، حدیث کی تاویلات کرنے کی وجہ | ۲۱۸ |


Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| ۲۲۳ | والورقة السادسة فی الحدیث (ابوداؤد) | ۲۱۹ |
| ۲۲۴ | ۱۴۳۵ھ | ۲۲۱ |
| ۲۲۵ | امرنا رسول اللہ ﷺ اذا خرصتم فخذوا الخ، ترجمہ، تشریح، خرص کا لغوی واصطلاحی معنی، خرص کا حکم مع الدلائل | ۲۲۱ |
| ۲۲۶ | محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے میں اختلاف، احادیث میں تطبیق، امام ابوداؤدؒ کے قول (اذا تنازع الخبران) کی مراد | ۲۲۲ |
| ۲۲۷ | عن علی قال: ما کتبنا عن رسول اللہ ﷺ الا القرآن وما فی هذه الصحيفة الخ، ترجمہ، مدینہ کے حرم میں اختلاف مع الدلائل، "ثور" کا محل وقوع | ۲۲۴ |
| ۲۲۸ | أن رسول اللہ ﷺ کان فی غزوة فرأى امرأة مجحا الخ، ترجمہ، تشریح، مجحا کی تشریح، کیف یورثه وهو لا یحل له، وکیف یستخدمه وهو لا یحل له کی وضاحت | ۲۲۵ |
| ۲۲۹ | عن طاؤس أن رجلا یقول له أبو الصهباء كان كثير السؤال لابن عباس الخ، ترجمہ، شبہ کا جواب | ۲۲۶ |
| ۲۳۰ | مَنْ أدخل فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ الخ، اعراب، ترجمہ، تشریح، قمار کی تعریف وحکم | ۲۲۷ |
| ۲۳۱ | ۱۴۳۶ھ | ۲۲۸ |
| ۲۳۲ | صدقۂ فطر کے وجوب کیلئے نصاب کی شرط میں اختلاف، من المسلمین کا ثبوت اور محمل، من المسلمین پر مرتب حکم | ۲۲۸ |
| ۲۳۳ | عن رسول اللہ ﷺ انه سئل عن الثمر المعلق الخ، ترجمہ، خبنة، الجرين، المبتاء کی تشریح، قطع سے انتفاع کا حکم مع الدلائل | ۲۲۹ |
| ۲۳۴ | عن ابن عباس قال: طلق عبد یزید الخ، ترجمہ، حدیث کے مستدلین کی تعیین | ۲۳۱ |
| ۲۳۵ | عن عائشة ان زوج بريرة كان حرا الخ، ترجمہ، مملوکہ کے خیار عتق میں اختلاف مع الدلائل، حضرت بریرہؓ کی آزادی کے وقت زوج کے غلام یا آزاد ہونے کی روایات میں تطبیق | ۲۳۲ |
| ۲۳۶ | أخبرني كريب أن أم الفضل ابنة الحارث بعثته إلى معاوية بالشام الخ، ترجمہ، اختلاف مطالع کے معتبر ہونے میں اختلاف مع الدلائل | ۲۳۲ |
| ۲۳۷ | جاء هلال احد بني متعان الى رسول الله ﷺ بعشور نحل له الخ، ترجمہ، شہد کی زکوۃ میں علماء کے مذاہب، عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده کی سند کی بحث | ۲۳۴ |
| ۲۳۸ | ۱۴۳۷ھ | ۲۳۶ |
| ۲۳۹ | وكان الحارث خليفة عثمان على الطائف فصنع لعثمان طعاما فيه من الحجل واليعاقيب الخ، ترجمہ، اباعر، خبط، حجل، یعاقیب کا لغوی معنی | ۲۳۶ |
| ۲۴۰ | عن سلمة بن الاكوع قال لما نزلت هذه الآية وعلى الذين يطيقونه الخ، ترجمہ، حضرت سلمہؓ کے والد اور دادا کا نام، وعلى الذين يطيقونه فدية الخ کی دو قراءتیں اور تفسیر، آیت فدیہ کے منسوخ یا محکم ہونے کی وضاحت | ۲۳۷ |
| ۲۴۱ | ستفتح عليكم الامصار الخ، ترجمہ، حضرت ابوایوب انصاریؓ کے نام کی وضاحت، جعائل کی لفظی تحقیق، جعائل فی الجہاد میں فقہاء کا اختلاف | ۲۳۸ |
| ۲۴۲ | كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ الخ، اعراب، ترجمہ، دعا پڑھنے کا وقت، خبث وخبائث کی تفسیر، سند کی تشریح | ۲۳۸ |
| ۲۴۳ | مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَبْرَيْنِ الخ، اعراب، ترجمہ، حدیث سے مستنبط فوائد | ۲۳۹ |


Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

| | | |
|---|---|---|
| ۲۴۴ | ولا یؤخذ فی الصدقۃ کریمۃ الخ، مطلب، زکوٰۃ کا لغوی واصطلاحی معنی، زکوٰۃ الغنم کی وضاحت | ۲۴۰ |
| ۲۴۵ | ۱۴۳۸ھ | ۲۴۰ |
| ۲۴۶ | قال رسول اللہ ﷺ لا صرورۃ فی الاسلام، مطلب، فضیلت نکاح کے متعلق تین احادیث | ۲۴۰ |
| ۲۴۷ | اَنْ لَمْ حَبِیْبَۃُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لَکَ فِیْ اُخْتِیْ؟ الخ، اعراب، ترجمہ، لاتحل لی اور ما حلت لی فرمانے کی وجہ | ۲۴۱ |
| ۲۴۸ | عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ اِبْرَاھِیْمَ علیہ السلام لَمْ یَکْذِبْ قَطُّ اِلَّا ثَلَاثًا الخ، اعراب، ترجمہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کذب کے اطلاق کی وضاحت، وانہ لیس الیوم مسلم غیری وغیرک کا مطلب | ۲۴۲ |

# الورقة الأولیٰ

# جلالين

سورة الفاتحہ - سورة البقرة - سورة النساء

سورة النور - سورة الطلاق - سورة التحريم

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

# ﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاوّل** ......مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَىْ نُزِلَ حُكْمُهَا اِمَّا مَعَ لَفْظِهَا اَوْلَا وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِضَمِّ النُّوْنِ مِنْ اَنْسَخَ اَىْ نَاْمُرُكَ اَوْ جِبْرَئِيْلُ بِنَسْخِهَا اَوْ نُنْسِهَا نُؤَخِّرْهَا فَلَا نُزِلَ حُكْمُهَا وَنَرْفَعُ تِلَاوَتَهَا اَوْ نُؤَخِّرْهَا فِى اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِلَا هَمْزٍ مِنَ النِّسْيَانِ اَىْ نُنْسِكُهَا وَنَمْحُهَا مِنْ قَلْبِكَ نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَنْفَعُ لِلْعِبَادِ فِى السُّهُوْلَةِ اَوْ كَثْرَةِ الْاَجْرِ اَوْ مِثْلِهَا فِى التَّكْلِيْفِ وَالثَّوَابِ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (پ۱۔بقرہ:۱۰۶)
اكتب شان نزول الآية . شكل العبارة تشكيلا جميلا . فسر الآية مع ذكر اقسام النسخ . عرّف النسخ لغة واصطلاحا . (کمالین ج۱ص۱۲۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیت کا شانِ نزول (۲) عبارت پر اعراب (۳) آیت کی تفسیر (۴) نسخ کی اقسام (۵) نسخ کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔

**جواب** ......❶ آیت کا شانِ نزول:۔ جس وقت تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو یہود نے مسلمانوں پر طعن کیا اور مشرکین مکہ بھی احکام کی منسوخی کی وجہ سے مسلمانوں کو طعن کا نشانہ بناتے رہتے تھے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی کے احکام ہیں تو اس میں روز بروز تبدیلی کا کیا معنی؟ اس سے تو حاکم اور متکلم کی سفاہت لازم آتی ہے اور اللہ تعالیٰ بالاتفاق اس عیب سے پاک ہیں، پس معلوم ہوا کہ قرآن کلام منزل من اللہ نہیں ہے اور احکام اسلام احکام خداوندی نہیں ہیں۔ ان شبہات کے ازالہ کیلئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

❷ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❸ آیت کی تفسیر:۔ آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم کسی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیں یا اس آیت کو ذہنوں سے بھلا دیں تو اس کے بعد اس آیت منسوخہ یا منسیہ سے کوئی بہتر چیز لاتے ہیں یا اس آیت کے مثل لاتے ہیں، یعنی حکم ناسخ حکم منسوخ سے سہولتِ عمل یا موافقتِ مصلحت یا کثرتِ ثواب کے اعتبار سے بہتر ہوتا ہے یا برابر، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک آیت دوسری آیت سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ پورا کلام اللہ ہی خیر و بہتر ہے۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کو سب اختیار ہے، تو ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کے عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے جو ذات مرض کو صحت سے فقر کو مالداری سے عزت کو ذلت سے اور روشنی کو تاریکی سے بدلنے پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ایک حکم سے دوسرے حکم کو بدل دے اور جس طرح احکام تکوینیہ میں حسبِ مصلحت تغیر و تبدل معاذ اللہ جہالت نہیں بلکہ عینِ حکمت ہے اسی طرح احکام شرعیہ میں بھی باقتضاءِ زمان و مکان اور باقتضاءِ طبع تغیر و تبدل عینِ حکمت اور عینِ مصلحت ہے۔

اس تغیر و تبدل سے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا، پہلے ہی سے یہ سب کچھ اس کے علم میں تھا البتہ اس تغیر اور تبدل سے ہمارے علم میں تغیر ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ناقص علم کی وجہ سے اس حکم کی مدت معلوم نہ تھی اور ناقص فہم کی وجہ سے اس حکم کو دائم اور مستمر سمجھ بیٹھے جب حکم ناسخ نازل ہوا اس وقت اپنے ناقص علم و فہم کا علم ہوا اور حق تعالیٰ کے احکام میں تغیر و تبدیلی

Scanned with CamScanner

بیشمار حکمت ومصلحت کی بناء پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غلطی سے پاک ہے۔

**۴ نسخ کی اقسام:۔** نسخ من الکتاب کی چار اقسام ہیں۔ ① **نسخ التلاوة والحكم جميعا:** کہ تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہوں جیسے سورۃ الاحزاب کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ البقرۃ کے برابر تھی اب صرف ستر آیات باقی رہ گئی ہیں حکم آیات سب کچھ منسوخ ہے ② **نسخ التلاوة دون الحكم:** کہ صرف تلاوت منسوخ ہو حکم باقی ہو جیسے الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما نكالا من الله اس آیت کی تلاوت تو منسوخ ہوگئی ہے مگر حکم اب بھی باقی ہے۔

③ **نسخ الحكم دون التلاوة:** کہ حکم منسوخ ہوگیا ہو مگر تلاوت باقی ہو جیسے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ اس قسم کی آیات صلح وتخییر کا حکم آیات قتال کے ذریعہ منسوخ ہے مگر تلاوت باقی ہے۔

④ **نسخ وصف الحكم:** کہ آیت کا اصل حکم تو باقی رہے مگر حکم عام اور حکم مطلق کو منسوخ کر دیا گیا ہو مثلاً عاشورہ کا روزہ فرضیت رمضان سے قبل فرض تھا اور فرضیت رمضان کے بعد اس کی فرضیت ختم ہوگئی مگر جواز ومسنیت باقی ہے۔

**۵ نسخ کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔** نسخ کا لغوی معنی نقل وتحویل اور رفع وازالہ ہے جیسے نَسَخَ الْكِتَابَ اس نے کتاب نقل کی اور نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ سورج نے سایہ کو زائل کر دیا۔

اصطلاح میں نسخ کا معنی حکم کی تبدیلی ہے، خواہ یہ تبدیلی پہلے حکم کو بالکل ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم لانے کی صورت میں ہو یا کسی سابقہ مطلق وعام حکم میں کوئی قید یا شرط بڑھانے کی صورت میں ہو، یہ متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین کے نزدیک نسخ اس تبدیلی ہے جس میں پہلے حکم کے ساتھ دوسرے حکم کی کسی بھی طرح تطبیق نہ ہو سکے۔

**الشق الثانی**...... يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ اَلْمُمَاثَلَةُ فِي الْقَتْلٰى وَصْفًا وَفِعْلًا اَلْحُرُّ يُقْتَلُ بِالْحُرِّ وَلَا يُقْتَلُ بِالْعَبْدِ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى وَبَيَّنَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الذَّكَرَ يُقْتَلُ بِهَا وَاَنَّهُ تُعْتَبَرُ الْمُمَاثَلَةُ فِي الدِّيْنِ فَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ وَلَوْ عَبْدًا بِكَافِرٍ وَلَوْ حُرًّا فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (پ۲۔ بقرہ ۱۷۸)

شكل الاية الكريمة مع تفسيرها بالضبط كاملا . اشرح الاية الكريمة حسب تفسير السيوطي وأجب عما استدل به على وجوب المماثلة في الوصف والفعل . ماهي النكتة في تعبير المقتول بالأخ في قوله تعالى "فمن عفى له من أخيه"؟ (کمالین ج۱ ص۲۰۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیت پر اعراب (۲) آیت کی تفسیر (۳) وصف اور فعل میں مماثلت کے وجوب پر دلیل کا جواب (۴) "فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ" میں مقتول کو اخ کے ساتھ تعبیر کرنے کا نکتہ۔

**جواب**...... ① **آیت پر اعراب:۔** کما مر فی السوال آنفا۔

② **آیت کی تفسیر:۔** اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قصاص اور اس کی معافی کے احکام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جہاں تک قصاص کا تعلق ہے یہ صرف قتل عمد کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کسی تیز دھاری دار چیز سے جان بوجھ کر اس طرح مارنا ہوتا ہے کہ اس سے گوشت پوست کٹ کر خون بہہ جائے۔ ایسے قتل میں حنفیہ کے نزدیک اصل مساوات ملحوظ رہے گی یعنی مرد کے بدلے مرد یا

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

عورت اور عورت کے بدلے مرد یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چاہے جانی قصاص ہو یا عضوی، اسی طرح مسلمان کا قتل ہو یا ذمی کا فر کا۔
چنانچہ یہ آیت اور اس کا شانِ نزول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے نیز آیت مائدہ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ اور حدیث المسلمون تتکافؤ دماؤھم بھی اس کے لئے مؤید ہے۔ بخلاف امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے وہ اس آیت کے ظاہری الفاظ پر نظر کرتے ہوئے غلام کے بدلے آزاد اور عورت کے بدلے مرد کو قتل نہ کئے جانے اور ذمی وغیرذمی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کئے جانے کے قائل ہیں نیز وہ حدیث لَا یُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِکَافِرٍ بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔
البتہ مفسرؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے بدلہ میں مرد کو قتل کرنے میں حدیث مذکور فی التفسیر کی وجہ سے شوافع حنفیہ کے ساتھ نہیں ہیں حالانکہ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ کی طرح آیت میں وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی فرمایا گیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ شوافع نے جس طرح اول جملہ میں مفہوم کا لحاظ کیا ہے دوسرے جملہ میں بھی مفہوم کا اعتبار کیا ہوتا اور غلام کے بدلے آزاد کی طرح عورت کے بدلے میں مرد کو قتل کرنے کو بھی فرماتے۔ چونکہ ذمی کفار مسلمان کی طرح حدود و قصاص کے مکلف ہیں اس لئے حنفیہ کے نزدیک ان میں بھی برابری رہے گی جیسا کہ حدیث قَتَلَ مُسْلِمًا بِذِمِّيٍّ سے معلوم ہوتا ہے اور شوافع نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ کافر حربی کے بارے میں ہے جس میں حنفیہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔
دوسرا مسئلہ قصاص کی معافی یا دیت کی تعیین کا ہے، معافی کی دو صورتیں ہیں یا تمام قصاص ورثاء کی طرف سے معاف کر دیا جائے تب تو قاتل بالکل بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر نا تمام معافی ہوئی تو قصاص سے بچ گیا لیکن اسی نسبت سے دیت آجائے گی اور خون بہا جانوروں کی صورت میں ادا کیا جائے گا (اونٹ سو، نقدی ہو تو ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم) اور اگر بجائے اس شرعی مقررہ خون بہا کے دوسرے قسم کے مال مثلاً غلہ کپڑا گھوڑا مکان دکان وغیرہ پر قاتل اور مقتول کے ورثاء میں باہمی مصالحت ہو جائے تب بھی قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ طے کردہ مال یا اس مال کی قیمت ادا کرنی پڑے گی خواہ وہ مقررہ خون بہا سے زیادہ قیمت کی ہو یا کم قیمت کی، سب جائز ہے۔
البتہ اگر بدل صلح وہی تین چیزیں ہوں تو مقدار میں سابقہ عدد کی پابندی کرنی ہوگی نیز قتل عمد میں دیت یا مال صلح کی ادائیگی صرف قاتل کے ذمہ ہوگی دوسروں کو شریک نہیں کیا جائے گا البتہ مقتول کے تمام وارثوں پر شرعی حصوں کے لحاظ سے قصاص، دیت، بدل صلح کی تقسیم ہوگی۔
③ **وصف اور فعل میں مماثلت کے وجوب پر دلیل کا جواب:۔** امام شافعیؒ نے قصاص میں مماثلت فی الوصف والفعل پر جو حدیث لَا یُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِکَافِرٍ پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کافر حربی پر محمول ہے یعنی اگر کسی مؤمن نے کسی کافر حربی کو قتل کر دیا تو مؤمن سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ حنفیہ کے نزدیک کافر ذمی کے بدلے مسلمان کو قصاصاً قتل کیا جائے گا ارشاد نبوی ﷺ ہے قُتِلَ مُسْلِمٌ بِذِمِّيٍّ۔
④ **فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ میں مقتول کو اخ کے ساتھ تعبیر کرنے کا نکتہ:۔** آیت مذکور میں مقتول کو اخ سے تعبیر کرنے میں اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ قاتل مرتکب کبیرہ تو ہوا ہے لیکن کافر نہیں ہوا۔ گویا کسی مسلمان کا ناحق خون بہانا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے۔

## السوال الثانی ١٤٣٦ھ

**الشق الاوّل** ......وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى قَالَ تعالٰی اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ

بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ بِکَسْرِ الصَّادِ وَضَمِّهَا اَمِلْهُنَّ اِلَیْكَ وَقَطِّعْهُنَّ وَاخْلِطْ لَحْمَهُنَّ وَرِیْشَهُنَّ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا . (پ۳۔بقرہ: ۲۶۰)

علیکم بتشکیل . وترجمة الایة مع الفاظ التفسیر . لما ذا سال ابراهیم عن کیفیة احیاء الموتی وای طیر اخذه ابراهیم علیه السلام . (کمالین ج۱ص۳۰۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) آیت کا ترجمہ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کیفیت احیاء الموتی کا سوال کرنے کی وجہ (۴) پکڑے گئے پرندوں کے نام۔

**جواب** ...... ❶ عبارت پر اعراب: کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ آیت کا ترجمہ: (یاد کیجئے اس واقعہ کو) جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ فرمائیں گے دریافت فرمایا (اللہ تعالیٰ نے ان سے) کہ کیا تم یقین نہیں رکھتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کیوں نہیں، لیکن یہ اس لئے ہے تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا لے لو تم چار پرندے، پھر ان کو اپنے پاس ہلالو (صُرْهُنَّ صاد کے کسرہ اور اس کے ضمہ کے ساتھ، ان کو اپنی طرف ہلالو اور ان کے ٹکڑے کر کے گوشت پوست آپس میں ملالو) پھر ان کے ایک حصہ کو ہر ایک پہاڑ پر رکھو پھر ان سب کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔

❸ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کیفیت احیاء الموتی کا سوال کرنے کی وجہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احیاء الموتی کا یقین تھا لیکن انسانی فطرت ہے کہ جس کام کا مشاہدہ نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی یقینی ہو اس میں اس کے خیالات منتشر رہتے ہیں کہ یہ کیسے اور کس طرح ہوگا؟ اور یہ ذہنی انتشار سکونِ قلب اور اطمینان میں خلل انداز ہوتا ہے اس لئے اس مشاہدہ کی درخواست کی گئی کہ زندہ کرنے کی مختلف صورتیں اور کیفیتیں ہو سکتی ہیں اور معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کس طرح اور کس کیفیت کے ساتھ مردوں کو زندہ فرمائیں گے لہٰذا اس کیفیت کو معلوم کرنے اور اس کی تعیین کا دل چاہتا تھا اور اس کیفیت کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنا چاہتے تھے تاکہ ذہنی انتشار واقع نہ ہو اور قلب کو سکون حاصل ہو جائے۔ (معارف القرآن)

❹ پکڑے گئے پرندوں کے نام: مجاہد، عطاء بن رباح اور ابن جریج کے بیان کے مطابق ان چار پرندوں کے نام ① مور ② مرغ ③ کوا ④ کبوتر ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول میں کبوتر کی جگہ گدھ آیا ہے۔ (مظہری)

**الشق الثانی** ...... اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ صَنَمَانِ لِقُرَیْشٍ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَبِیْ سُفْیَانَ وَاَصْحَابِهٖ حِیْنَ قَالُوْا اَهُمْ اَنَحْنُ اَهْدٰی سَبِیْلًا وَنَحْنُ وُلَاةُ الْبَیْتِ وَنَسْقِی الْحَاجَّ وَنَقْرِی الضَّیْفَ وَنَفُكُّ الْعَانِیَ وَنَفْعَلُ اَمْ مُحَمَّدٌ وَقَدْ خَالَفَ دِیْنَ آبَائِهٖ وَقَطَعَ الرَّحْمَ وَفَارَقَ الْحَرَمَ هٰؤُلَاءِ اَیْ اَنْتُمْ اَهْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا اَقْوَمُ طَرِیْقًا . (پ۵۔نساء: ۵۱) (کمالین ج۱ص۵۲۰)

ترجم العبارة واضحة . شکلها . اکتب تفسیرا اخر للجبت والطاغوت . حرر شان نزول الآیة.

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) جبت اور طاغوت کی

Maktaba Tul Ishaat.com

مزید تفسیر (۴) آیت کا شانِ نزول۔

**جواب** ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اے پیغمبر! کیا آپ ان لوگوں کا حال نہیں دیکھتے جنہیں کتاب اللہ سے ایک حصہ دیا گیا تھا جو جبت (بتوں) اور طاغوت (شیاطین) کو مانتے ہیں۔ (جبت اور طاغوت قریش کے دو بت ہیں) اور کافروں کی نسبت کہتے ہیں (ابوسفیان اور اسکے ساتھیوں کی نسبت جبکہ انہوں نے علماء یہود سے پوچھا تھا کہ بتلاؤ ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہیں درانحالیکہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں حجاج کو پانی پلاتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور قیدیوں کو رہائی دلاتے ہیں اور اسکے علاوہ دوسرے کام کرتے ہیں یا محمد ﷺ زیادہ صحیح راستہ پر ہیں حالانکہ انہوں نے اپنے آبائی مذہب کے خلاف کیا ہے قطع رحمی کے مرتکب ہوئے اور حرم کو چھوڑ دیا) مسلمانوں سے تو کہیں زیادہ یہی لوگ (تم لوگ) سیدھے راستہ پر ہیں (ہدایت یافتہ ہیں)

② عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

③ جبت اور طاغوت کی مزید تفسیر:۔ جبت اور طاغوت کی تفسیر میں علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قریش کے دو بتوں کے نام ہیں لیکن دیگر مفسرین کے ان کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ، شعبیؒ و مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جبت سے مراد سحر اور طاغوت سے مراد شیطان ہے ② محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ جبت سے مراد کاہن اور طاغوت سے مراد جادوگر ہیں ③ ابن جبیر اور ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبت سے مراد ساحر اور طاغوت سے مراد کاہن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بظاہر اس جگہ جبت سے مراد بت ہیں جنکے اندر کوئی خیر نہیں ہوتی اور طاغوت سے مراد بتوں کے شیطان ہیں۔ (تفسیر مظہری ج۳ ص ۸۶)

④ آیت کا شانِ نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی سردار حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف اپنی ایک جماعت کو جنگِ اُحد کے بعد لے کر مکہ مکرمہ میں قریش کے ساتھ ملنے آئے۔ یہود کا سردار کعب بن اشرف ابوسفیان کے پاس آیا اور اس نے حضور ﷺ کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کرنے کا وعدہ کیا، اہل مکہ نے کعب بن اشرف کو کہا کہ تم ایک دھوکہ باز قوم ہو اگر تم واقعی اپنے قول میں سچے ہو تو ہمارے ان دونوں بتوں (جبت اور طاغوت) کے سامنے سجدہ کرو، چنانچہ اس نے قریش کو مطمئن کرنے کیلئے ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد کعب نے قریش سے کہا کہ تیس آدمی تم میں سے اور تیس آدمی ہم میں سے سامنے آئیں تا کہ ربِ کعبہ کے ساتھ اس چیز کا عہد کریں کہ ہم سب مل کر محمد ﷺ کے خلاف جنگ کریں گے۔

کعب بن اشرف کی اس تجویز کو قریش نے پسند کیا اور اس طرح سے انہوں نے مسلمانوں کیخلاف ایک متحدہ محاذ قائم کیا اسکے بعد ابوسفیان نے کعب بن اشرف سے کہا کہ تم اہل علم ہو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے لیکن ہم جاہل ہیں اسلئے آپ ہمارے متعلق بتائیں کہ ہم حق پر چلنے والے ہیں یا محمد ﷺ؟ کعب نے پوچھا تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ ہم حجاج کیلئے اپنے اونٹوں کو ذبح کرتے ہیں اور ان کا دودھ پلاتے ہیں مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اپنے خویش و اقرباء کے تعلق کو قائم رکھتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کرتے ہیں۔ اسکے برخلاف محمد ﷺ نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے، وہ اپنوں سے علیحدہ ہو چکا ہے، اس نے ہمارے قدیم دین کیخلاف ایک نیا دین پیش کیا ہے۔ ان باتوں کو سن کر کعب بن اشرف نے کہا کہ تم لوگ حق پر ہو محمد (ﷺ معاذ اللہ) گمراہ ہو چکا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں اور ان کے دجل و فریب کی مذمت کی۔ (معارف القرآن ج۲ ص ۴۴۲)

## السوال الثالث ۱۴۳۶ھ

**الشق الاوّل** ...... يَسْتَفْتُوْنَكَ فى الكلالة قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا مرفوع بفعل يفسره هَلَكَ مات لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ ولا والد وَّلَهٗٓ اُخْتٌ من ابوين او أب فَلَهَا نِصْفُ مَاتَرَكَ وَهُوَ الاخ كذالك يَرِثُهَآ جميع ماتركت اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا الاختان اِثْنَتَيْنِ فصاعدا فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ الاخ وَاِنْ كَانُوْٓا الورثة اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ منهم مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ لاتَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ومنه الميراث . (پ۶۔نساء ۱۷۶) عـرف الكـلالة. فسـرالاية مـع كـلمـات التفسير. ولوكانت للكلالة الأخت أو الأخ من أم فماذا فرضهما لماذا حذفت لافى ان تضلوا فى الاية. (کمالین ج۲ ص۲۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) کلالہ کی تعریف (۲) آیت کی تفسیر (۳) کلالہ کے اخ من الام، اخت من الام کا حصہ (۴) تَضِلُّوْا سے پہلے لا کے حذف کی وجہ۔

**جواب** ...... ❶ کلالہ کی تعریف:۔ کـلالـه کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں ان میں سے سب سے مشہور تعریف یہ ہے کہ جس مرنے والے کے اصول وفروع نہ ہوں وہ کلالہ ہے۔ پھر اس کا اطلاق اس میت پر بھی کیا گیا ہے جس نے نہ اولاد چھوڑی ہو اور نہ والد، اور اس وارث پر بھی اطلاق کیا گیا ہے جو مرنے والے کا ولد اور والد نہ ہو پھر اس کا اطلاق اس مال موروث پر بھی ہونے لگا جو اس میت نے چھوڑا ہو جس کا ولد اور والد نہ ہو۔ (معارف القرآن جلد۲، صفحہ۳۲۷)

❷ آیت کی تفسیر:۔ اس آیت کے اندر کلالہ کی میراث کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اسلام سے قبل جو کوتاہیاں عمل میں آرہی تھیں اب وہ نظرانداز ہو جانی چاہئیں ابتداء ہر حصہ دار کو میراث میں سے اس کا حصہ ملنا چاہیے۔

مجموعی طور پر اس سورت کے اندر کلالہ کی تین صورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے ① اگر کسی کی بہن یا بھائی مرے اور اسکی اولاد اور والدین نہ ہوں تو بہن کو نصف اور بھائی کو کل ترکہ ملے گا ② اگر لاولد مرنے والے کی دو بہنیں ہوں تو دو تہائی ترکہ انکو اور بقیہ دوسرے وارثوں کو ملے گا ③ اگر کلالہ کے کئی بہن بھائی ہوں یا ایک بہن اور ایک بھائی کلالہ نے چھوڑے ہوں تو بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا حصہ دیا جائیگا۔

❸ کلالہ کے اخ من الام، اخت من الام کا حصہ:۔ کلالہ کا اگر کوئی ماں شریک بھائی موجود ہے یا ماں شریک بہن زندہ ہے تو ان دونوں کو میت کے ترکہ سے چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہیں مثلاً ایک بھائی اور ایک بہن ہو یا دو بھائی یا دو بہنیں ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر کے شریک ہونگے اور اس میں مذکر ومؤنث سے دوہرا نہیں ملے گا۔ (معارف القرآن)

❹ تَضِلُّوْا سے پہلے لا کے حذف کی وجہ:۔ آیت مذکورہ میں کلمہ اَنْ تَضِلُّوْا ماقبل کے لئے مفعول لہ ہے اور اس میں سے مبالغہ کی وجہ سے لا کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اصل عبارت لان لا تضلوا ہے۔ (کمالین)

**الشق الثانی** ...... وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ العفيفات بالزنا ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ على زناهن برؤيتهم فَاجْلِدُوْهُمْ اى كل واحد منهم ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً فى شيئى اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ لاتيانهم كبيرة اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . (پ۱۸۔نور ۵،۴)

تـرجم العبارة . اكتب شروط احصان القذف . هل بعد التوبة تقبل شهادة المحدود فى القذف ام

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

لا اكتبها بالادلة . (کمالین ج ص ۴۲۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) احصان القذف کی شرائط (۳) محدود فی القذف کی توبہ کے بعد گواہی کی قبولیت میں اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں (زنا کی) پھر چار گواہ (بحیثیت عینی شاہد) پیش نہ کر سکیں تو ان تہمت لگانے والوں پر (یعنی ان میں سے ہر ایک پر) اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور پھر (کسی بھی معاملہ میں) ان کی شہادت قبول نہ کرو اس طرح کے لوگ فاسق ہیں (اس لئے کہ وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں) ہاں وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اپنا رویہ بھی درست کرلیں تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

❷ احصان القذف کی شرائط:۔ جس شخص پر زنا کا الزام لگایا گیا ہے اس کے قاذف پر حدِ قذف تب جاری ہوگی جب اس شخص میں پانچ شرائط موجود ہوں گی۔ ① وہ شخص عاقل ہو، مجنون و دیوانہ نہ ہو ② بالغ ہو نابالغ نہ ہو ③ آزاد ہو غلام نہ ہو ④ مسلمان ہو غیر مسلم نہ ہو ⑤ پاکدامن ہو اس سے پہلے متہم بالزنا نہ ہو۔ (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۷۹)

❸ محدود فی القذف کی توبہ کے بعد گواہی کی قبولیت میں اختلاف مع الدلائل:۔ توبہ کے بعد محدود فی القذف کی شہادت و گواہی کی قبولیت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ وسفیان ثوریؒ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اسکی شہادت معتبر نہیں ہے امام مالکؒ، امام شافعیؒ ولیثؒ کے نزدیک توبہ کے بعد محدود فی القذف کی شہادت قبول کی جائیگی۔

اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ آیت کریمہ فاجلدوهم ثمانين جلدة ولاتقبلوالهم شهادة ابداً واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا الخ میں استثناء کس جملہ سے ہے، حنفیہ کے نزدیک قریب ہونے کی وجہ سے صرف هم الفاسقون سے استثناء ہے اور دیگر ائمہؒ کے نزدیک دونوں چیزوں (شہادت کی عدمِ قبولیت وفسق) سے استثناء ہے۔ (درسِ ترمذی ج ۴ ص ۱۳۶)

# ﴿الورقة الاولىٰ فى التفسير﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاوّل** ...... وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِى الْاَصْلِ فِى الدَّالِ اَىْ تَخَاصَمْتُمْ وَتَدَافَعْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مُظْهِرٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ مِنْ اَمْرِهَا وَهٰذَا اِعْتِرَاضٌ وَهُوَ اَوَّلُ الْقِصَّةِ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ اَىِ الْقَتِيْلَ بِبَعْضِهَا فَضُرِبَ بِلِسَانِهَا اَوْ عَجْبِ ذَنْبِهَا فَحَيِىَ وَقَالَ قَتَلَنِىْ فُلَانٌ وَفُلَانٌ لِابْنَىْ عَمِّهٖ وَمَاتَ فَحُرِمَا الْمِيْرَاثَ وَقُتِلَا قَالَ تَعَالٰى كَذٰلِكَ الْاِحْيَاءُ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ دَلَائِلَ قُدْرَتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تَتَدَبَّرُوْنَ. (پ ۱۔ بقرہ ۷۲، ۷۳) ترجم العبارة وفسرها. شكل العبارة. اكتب شان نزول الاية. قوله وهذا اعتراض اشرح هذا القول وما هو مرجع فى قوله وهو اول القصة. (کمالین ج ۱ ص ۹۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چھ امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تفسیر (۳) عبارت پر اعراب

Scanned with CamScanner

(۴) آیت کا شانِ نزول (۵) و ھذا اعتراض کی تشریح (۶) و ھو اول القصۃ میں ضمیر کا مرجع۔

**جواب** ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب تم نے ایک آدمی کو قتل کیا پھر اس کو ایک دوسرے پر ڈالنا چاہ رہے تھے (اس فادّٰرَءْ تُمْ میں اصل تدارء تم تھا۔ تفاعل تھی اس کو دال بنا کر دال میں ادغام کر دیا یعنی تم ایک دوسرے سے جھگڑنے اور دفع کرنے لگے) اور اللہ تعالیٰ کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا (ظاہر کرنا چاہتے تھے) جس کو تم چھپانا چاہتے تھے (اس قتل کے معاملہ کو۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور وہ قصہ کا شروع حصہ ہے) سو ہم نے حکم دیا کہ اس کو (یعنی مقتول کو) اسکے کسی حصہ سے چھو دو (چنانچہ اس کی زبان یا اس کی دم کی جڑ سے چھو دیا اور وہ زندہ ہو گیا اور بیان دیا کہ فلاں فلاں اسکے چچازاد بھائیوں نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ اور اس بیان کے بعد وہ مر گیا۔ چنانچہ وہ دونوں میراث سے محروم کر دیئے گئے اور قصاصاً قتل کر دیئے گئے) آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسی طرح (اس مردہ کو زندہ کرنے کی طرح) حق تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائیں گے وہ اپنے نظائر (اپنی قدرت کے دلائل) تم کو دکھلاتے رہتے ہیں اس امید پر کہ تم سمجھداری سے کام لو (غور و فکر کرو)۔

❷ عبارت کی تفسیر:۔ بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک شخص کو کسی نے قتل کر دیا۔ اور پھر اس قتل کو ایک دوسرے کے سر تھوپنے لگے وہ کہتا ہے کہ اس نے مارا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس نے مارا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن امور کو تم اپنے دلوں میں چھپاتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کرنے والے تھے۔ چنانچہ ہم نے ان کے مطالبہ پر اور قاتل کو ظاہر کرنے کے لئے اس بات کا حکم دیا کہ ایک گائے کو ذبح کر کے اس کی دم یا زبان میت پر رکھ دو وہ زندہ ہو جائے گا۔ اور قاتل کے متعلق خود ہی بتلا دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مقتول فوراً زندہ ہو گیا اور اپنے قاتل و چچازاد بھائیوں کا نام بتا کر دوبارہ مر گیا پھر قاتلوں کو پکڑا گیا اور انہیں قصاصاً قتل کیا گیا اور میراث سے بھی محروم کر دیا گیا۔ اور اسی وقت سے یہ حکم ہو گیا کہ قاتل ہمیشہ میراث سے محروم ہوگا۔ یہ مردہ کا کلام کرنا اور زندہ ہو کر لوگوں کے سامنے اپنے قاتل کا نام بتانا خاص ضرورت کی غرض سے تھا اور اللہ تعالیٰ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ ہم اپنی قدرت کاملہ سے مردوں کو اسی طرح زندہ فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اپنی قدرت کے کرشمے دکھلاتے رہتے ہیں تاکہ تم سمجھو۔

❸ عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

❹ آیت کا شانِ نزول:۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئے گئے متعدد انعامات کا ذکر کیا ہے انہی انعامات میں سے ایک انعام کا ان آیات میں ذکر ہے۔ جس کی مکمل تفصیل تشریح میں گزر چکی ہے۔ باقی مستقل طور پر ان آیات کا شانِ نزول نہیں ہے۔

❺ و ھذا اعتراض کی تشریح:۔ ھذا کا مشار الیہ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ہے اس عبارت سے علامہ سیوطیؒ کی غرض وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کی ترکیب کی طرف اشارہ ہے کہ یہ جملہ معطوف علیہ (فَادّٰرَءْ تُمْ) اور معطوف (فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ) کے درمیان جملہ معترضہ کے طور پر لایا گیا ہے۔

❻ و ھو اول القصۃ میں ضمیر کا مرجع:۔ ھو ضمیر کا مرجع مضمونِ سابق ہے گویا کہ مصنفؒ نے فرمایا ھذا ای مضمون القریب (والله مخرج الخ) اعتراض و ھو ای المضمون السابق "واذقتلتم الخ" اول القصۃ۔ مطلب یہ ہے کہ ہذا یعنی مضمونِ قریب جملہ معترضہ ہے اور وہ یعنی مضمونِ سابق قصہ کا شروع اور ابتداء ہے۔

**الشق الثانی** ..... (وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ) اَدُّوْهُمَا بِحُقُوْقِهِمَا (فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ) مُنِعْتُمْ عَنْ اِتْمَامِهَا

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

بِعَدُوٍّ (فَمَا اسْتَيْسَرَ) تَيَسَّرَ (مِنَ الْهَدْيِ) عَلَيْكُمْ وَهُوَ شَاةٌ (وَلَاتَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ) اَیْ لَاتَتَحَلَّلُوْا (حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ) الْمَذْكُوْرُ (مَحِلَّهٗ) حَيْثُ يَحِلُّ ذَبْحُهٗ وَهُوَ مَكَانُ الْإِحْصَارِ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ فَيُذْبَحُ فِيْهِ بِنِيَّةِ التَّحَلُّلِ وَيُفَرَّقُ عَلٰى مَسَاكِيْنِهٖ وَيَحْلِقُ وَبِهٖ يَحْصُلُ التَّحَلُّلُ (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ) كَقَمْلٍ وَصُدَاعٍ فَحَلَقَ فِي الْإِحْرَامِ (فَفِدْيَةٌ) عَلَيْهِ (مِنْ صِيَامٍ) لِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ (اَوْصَدَقَةٍ) لِثَلَاثَةِ اَصْوُعٍ مِنْ غَالِبِ قُوْتِ الْبَلَدِ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ (اَوْنُسُكٍ) اَیْ ذَبْحُ شَاةٍ. (پ۲۔ بقرہ ۱۹۶)

**شكل العبارة ثم ترجمها. الحج فرض والعمرة سنة فكيف يصح الاستدلال بقول جل شانه "واتموا الحج والعمرة" لكليهما؟ وضح المراد بمحل الذبح عند الائمة بالتفصيل. ماهوحكم الاحصار.**

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) حج کی فرضیت اور عمرہ کی سنیت پر ایک ہی لفظ سے استدلال کی وضاحت (۴) محلِ ذبح کی تعیین (۵) احصار کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور پورا کرو تم حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے (اُن دونوں کو اُن کے حقوق کے ساتھ ادا کرو) پھر اگر روک دیئے جاؤ (دشمن کی وجہ سے اُن کو پورا کرنے کی وجہ سے روک دیئے جاؤ) تو پھر جو کچھ میسر ہو (آسان ہو) ایک جانور کی قربانی (تم پر ہے اور وہ بکری ہے) اور اپنے سروں کا حلق نہ کرواؤ (یعنی حلال نہ ہوجاؤ) جب تک کہ وہ قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے (جہاں اُسے ذبح کیا جائے گا اور وہ امام شافعیؒ کے نزدیک رکنے کی جگہ ہے پس وہیں پر حلال ہونے کی نیت سے اُس جانور کو ذبح کیا جائے گا اور وہاں کے مساکین پر تقسیم کیا جائے گا اور اس کے ذریعے حلال ہوجائے گا) پس جو شخص تم میں سے مریض ہو یا اُس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (مثلاً جوئیں پڑ جائیں یا سر میں درد ہو اور وہ احرام کی حالت میں حلق کرلے) تو اُس کے ذمے (تین دن کے) روزوں کا فدیہ ہے یا اُس کے ذمے صدقہ ہے (تین صاع غلہ جو وہاں کا رواج ہو اسے چھ مسکینوں پر تقسیم کرے) یا جانور کی قربانی کرے (یعنی بکری ذبح کرے)۔

❸ حج کی فرضیت اور عمرہ کی سنیت پر ایک ہی لفظ سے استدلال کی وضاحت:۔ امام شافعیؒ کے نزدیک حج وعمرہ دونوں فرض ہیں اور دلیل یہی آیت کریمہ ہے اس میں "اتموا" امر کا صیغہ مستعمل ہے جو وجوب کیلئے ہے۔

حنفیہ کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ اور استطاعت کی صورت میں حج فرض ہے۔

آیت کریمہ کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت حج وعمرہ کے وجوب یا سنیت کیلئے نہیں ہے بلکہ اس آیت میں حج وعمرہ کو شروع کرنے کے بعد مکمل کرنے کا حکم دیا جارہا ہے کہ جب حج وعمرہ کو شروع کراو تو پھر ان کو ضرور مکمل بھی کرو اور شروع کرنے کے بعد عمرہ کے لزوم کے ہم بھی قائل ہیں اور حج کی فرضیت کی اصل دلیل "ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا" ہے اور عمرہ کے ابتداءً واجب نہ ہونے کی دلیل ترمذی شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "لا، وان تعتمروا خيرلكم" یعنی عمرہ واجب نہیں ہے البتہ اگر تم عمرہ ادا کروگے تو یہ تمہارے لئے خیر وبرکت اور بہتری کا باعث ہوگا۔

❹ محلِ ذبح کی تعیین:۔ امام شافعیؒ کے نزدیک محل سے مراد محلِ احصار ہے خواہ وہ حِل ہو یا حرم ہو اور دلیل واقعۂ حدیبیہ ہے کہ آپ ﷺ حدیبیہ کے موقع پر محصر تھے اور آپ ﷺ نے وہیں پر قربانی کی تھی اور حدیبیہ حِل میں واقع ہے۔

Scanned with CamScanner

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محل سے مراد حرام ہے اس کی دو دلیلیں ہیں۔ ① اس جانور کو قرآن کریم میں ھدی سے تعبیر کیا گیا ہے اور ہدی اُسی جانور کو کہتے ہیں جس کو حرم میں پہنچایا جائے۔ ② محل کی تفسیر آیت کریمہ "ثم محلها الی البیت العتیق" میں بیت عتیق سے کی گئی ہے اور عین بیت میں خون بہانا ممکن نہیں ہے اس لئے اس سے مراد حرام ہے۔ (اشرف الہدایہ)

باقی واقعۂ حدیبیہ کا جواب یہ ہے کہ حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں داخل ہے چنانچہ علامہ واقدیؒ کہتے ہیں کہ مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر حدیبیہ حرم کا حصہ ہے اور زہری کی روایت میں آنحضرت ﷺ کے حرم میں ذبح کرنے کی تصریح موجود ہے۔ (کمالین)

⑤ احصار کا حکم:۔ محصر کے حکم میں اختلاف ہے کہ اس کے ذمے اس حج اور عمرہ کی قضا واجب ہے یا نہیں، حنفیہ کے نزدیک محصر اگر دم ذبح کرا کے حلال ہو جائے تو اس پر اسکی قضاء واجب ہے۔ امام احمدؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے لیکن شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک قضا واجب نہیں امام احمدؒ کی دوسری روایت اسی کے مطابق ہے ان حضرات کا کہنا ہے کہ قرآن کریم نے وجوب قضا کا ذکر نہیں فرمایا۔

ہماری دلیل حدیث کا یہ جملہ ہے وعلیہ حجة اخری، اسکے علاوہ حنفیہ کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ والے عمرہ کی قضا آئندہ سال فرمائی تھی جہاں تک قرآن کریم میں عدم ذکر قضاء کا تعلق ہے سو عدم ذکر عدم وجوب کو مستلزم نہیں۔ واللہ اعلم۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۲۱۲)

## السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول** ...... وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ اى لينتظرن بِاَنْفُسِهِنَّ عن النكاح ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ تمضى من حين الطلاق وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىْٓ اَرْحَامِهِنَّ من الولد والحيض اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ اى بمراجعتهن ولو ابين اى فِىْ زمن الحيض ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا بينهما لا اضرار المرأة. (پ۲، البقرة، ۲۲۹) ترجم العبارة سلسة، ما المراد من القروء عند ابى حنيفة والشافعى. ثلاثة قروء هذه العدة للمرأة المدخول بها واذكر عدة غير المدخول بها والآئسة والصغيرة والحامل والأمة. اذكر وجه نصب كلمة ثلاثة فى الآية المباركة. (كمالين ج۱ ص۲۶۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک قروء کی مراد (۳) غیر مدخول بہا، آئسہ، صغیرہ وغیرہ کی عدت (۴) ثَلٰثَةَ کے منصوب ہونے کی وجہ۔

**جواب** ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور طلاق دی ہوئی عورتیں روکے رکھیں (انتظار کریں) اپنے آپ کو (نکاح سے) تین طہر تک (جو طلاق کے وقت سے شروع ہو) اور ان عورتوں کے لئے حلال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا اس کو پوشیدہ رکھیں (بچہ یا حیض) اگر وہ عورتیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں اور ان عورتوں کے شوہر ان کو پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں (ان سے رجوع کرنے کا اگرچہ وہ عورتیں انکار کریں یعنی انتظار کے زمانہ میں) بشرطیکہ وہ آپس میں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں (نہ کہ عورت کو ضرر پہنچانے کا)۔

② امام ابوحنیفہ وامام شافعیؒ کے نزدیک قروء کی مراد:۔ لفظ قروء یہ قرء کی جمع ہے اور یہ لفظ حیض اور طہر کے معنی میں مشترک

Maktaba Tul Ishaat.com

ہے اس لئے امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے مراد طہر اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے مراد حیض ہے۔

اس اختلاف کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ طلاق شروع کا وقت طہر ہے نہ کہ حیض، اب شوافع یہ کہتے ہیں کہ عدت تین طہر ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ثلثة قروء میں لفظ ثلثة مؤنث آیا ہے اور عربی زبان کا ضابطہ ہے کہ تین سے نو تک عدد تمیز کے خلاف آئے گا یعنی تمیز (معدود) اگر مذکر ہو تو عدد مؤنث اور اگر تمیز مؤنث ہو تو عدد مذکر آئے گا اور یہاں عدد مؤنث ہے تو معلوم ہوا کہ تمیز (معدود) مذکر ہے اور قروء کا معنی حیض مؤنث ہے اور قرء کا معنی طہر مذکر ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں طہر مراد ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ عدت تین حیض ہے ان کی دلیل بھی یہی آیت ہے یتربصن بانفسهن ثلثة قروء اس طرح کہ اس میں لفظ ثلثة خاص ہے جو تین کے لئے وضع کیا گیا ہے اور خاص کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے اور بغیر کمی وزیادتی کے اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور اس خاص پر عمل اس وقت ممکن ہے کہ قروء سے حیض مراد لیں، نہ کہ طہر، کیونکہ طہر مراد لینے کی صورت میں بغیر کمی وزیادتی کے خاص پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ طلاق طہر میں شروع ہے لہٰذا اگر والے طہر کو شمار کریں تو دو طہر مکمل اور تیسرا نامکمل طہر ہے اور اگر اس کو شمار نہ کریں تو تین طہر مکمل اور چوتھا طہر نامکمل ہے بہر صورت پورے تین پر عمل ممکن نہیں ہے لہٰذا قروء سے حیض مراد لیں گے اور عدت تین حیض لازم ہوگی تاکہ کتاب اللہ کے خاص پر عمل ہو سکے۔

❸ غیر مدخول بہا، آئسہ، صغیرہ وغیرہ کی عدت:۔ غیر مدخول بہا کی کوئی عدت نہیں ہوتی۔ البتہ آئسہ یا وہ صغیرہ جو مدخول بہا ہے لیکن سنِ بلوغ کو نہیں پہنچی اس کی عدت تین ماہ ہے ہر ایک ماہ ایک حیض کے مقابلہ میں ہے اور حاملہ خواہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا، آزاد ہو یا لونڈی ہو بہر صورت اس کی عدت وضع حمل ہے۔ باندی اگر مطلقہ ذات الحیض ہے تو دو حیض اور اگر غیر الحیض ہے تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے اور اگر وہ باندی متوفی عنہا زوجہا ہو تو اس کی عدت دو ماہ پانچ دن ہے۔

❹ ثَلٰثَةَ کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ آیت مبارکہ میں ثَلٰثَةَ کا لفظ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا مضاف مقدر ہے۔ اصل عبارت یتربصن مضی ثلاثة قروء ہے یا یہ ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے اصل عبارت یتربصن مدة ثلثة قروء ہے۔

**الشق الثانی** ......اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ ماأوتمن عليه من الحقوق اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ يأمركم اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا فيه ادغام ميم نعم فى ما النكرة الموصوفة نعم شيأ يَعِظُكُمْ بِهٖ تادية الامانة والحكم بالعدل اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔(پ۵۔نساء:۵۸،۵۹) ترجم العبارة جميلة ۔ اذكر سبب نزول الآية الأولى و هل حكمها خاص او عام ۔ من المراد من أولى الأ مر فى الآية الثانية ۔ (کریمین ج ا ص ۵۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں۔(۱) عبارت کا ترجمہ (۲) آیتِ اولیٰ کا سبب نزول (۳) آیتِ اولیٰ میں مذکور حکم کے عام یا خاص ہونے کی وضاحت (۴) اولی الامر کی مراد۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ جس کی امانت ہو (یعنی جو حقوق کسی کے ذمہ ہوں) وہ اس کے حوالے کر دیا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو چاہیے کہ انصاف کے ساتھ کرو۔ کیا ہی اچھی بات ہے (لفظ نعم کے میم کا ادغام ما نکرہ موصوفہ میں ہو گیا ہے بمعنی نعم شیئا ہے) جس کی اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتے ہیں۔ (ادائے امانت اور انصاف

Scanned with CamScanner

رانی کے متعلق) بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے اور سب کچھ دیکھنے والے ہیں۔ اے مسلمانو! اللہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے بااختیار حکمرانوں کی فرمانبرداری کرو۔

**۲ آیت اولیٰ کا سبب نزول:۔** یہود کی عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے تھے اور خصومات میں رشوت کی وجہ سے خلاف حق کا فیصلہ کرتے تھے۔ تو اس آیت میں مسلمانوں کو ان دونوں بری باتوں سے منع فرمایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر بیت اللہ میں داخل ہونے لگے تو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کی چابی دینے سے انکار کردیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے زبردستی چابی چھین کر بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا۔ جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یہ چابی مجھے مل جائے، اس موقع پر آیت نازل ہوئی اور چابی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی گئی۔

**۳ آیت اولیٰ میں مذکور حکم کے عام یا خاص ہونے کی وضاحت:۔** اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت کا شان نزول اگرچہ خاص واقعہ ہو مگر حکم عام ہوتا ہے جس کی پابندی امت پر ضروری ہوتی ہے لہٰذا مطلب یہ ہے کہ اے اہل ایمان امانتیں ان کے مستحقین تک پہنچا دیا کرو اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کا مخاطب ہر وہ شخص ہے جو کسی بھی امانت کا امین ہو اس میں عوام و حکام سب داخل ہیں۔ (معارف القرآن)

**۴ اولی الامر کی مراد:۔** اولی الامر لغت میں ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام و انتظام ہو۔ اسی لئے حضرات مفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہدؒ اور حسن بصریؒ نے اولی الامر کا مصداق علماء و فقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے نائب وخلیفہ ہیں اور نظام دین انکے ہاتھ میں ہے اور ایک جماعت مفسرین جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد حکام و امراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے اور تفسیر ابن کثیر و مظہری میں ہے کہ یہ لفظ علماء اور حکام و امراء دونوں طبقوں کو شامل ہے، کیونکہ نظام امر انہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے اور اولی الامر سے مراد حاکم بادشاہ قاضی صوبہ دار لشکر کا سردار اور ہر شعبہ کا نگران ہوسکتا ہے اور ان کی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک واضح حکم خداوندی کی مخالفت کا حکم نہ کریں۔

## السوال الثالث ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول** ...... وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا بِأَنْ يَقْصِدَ قَتْلَهُ بِمَا يَقْتُلُ غَالِبًا بِإِيْمَانِهِ فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ أَبْعَدَهُ مِنْ رَحْمَتِهِ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا فِي النَّارِ وَهٰذَا مُؤَوَّلٌ بِمَنْ يَسْتَحِلُّهُ أَوْ بِأَنَّ هٰذَا جَزَاؤُهُ إِنْ جُوْزِيَ وَلَا بِدْعَ فِيْ خَلْفِ الْوَعِيْدِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهَا عَلٰى ظَاهِرِهَا وَأَنَّهَا نَاسِخَةٌ لِغَيْرِهَا مِنْ اٰيَاتِ الْمَغْفِرَةِ. (پ۵۔ نساء۔ ۹۳)

شکل العبارة ثم ترجمها. اذکر السوال الوارد علی الآیة الکریمة مع اجوبته التی ذکرها المفسر رحمه الله. الکفارة تجب فی الخطأ فقط ام فی العمد وشبه العمد کذلک؟ اذکر رأی المفسر السیوطی رحمه الله مع الجواب عن السادة الحنفیة. (کمالین ج۱ ص۵۹۵)

**خلاصۂ سوال** ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) آیت پر وارد سوال مع جوابات (۴) قتل عمد و شبہ عمد میں وجوب کفارہ کا حکم اور حنفیہ کی طرف سے جواب۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

**ج** ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور جو مسلمان کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے (یعنی اس کے قتل کا ارادہ بھی ہو اور ایسی چیز سے مارا ہو جس سے عموماً آدمی مر جاتا ہے نیز اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے مارا ہو) تو اس کی سزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوں گے اور ان کی پھٹکار پڑے گی (اپنی رحمت سے اس کو دور پھینک دیں گے) اور اس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے (جہنم، آیت کی تاویل یہ ہے کہ یہ سزا اس قاتل کی ہے جس نے کسی مسلمان کو مارنا حلال سمجھا ہو یا مطلب یہ ہے کہ یہ جرم اتنا سنگین ہے کہ اگر اس کی سزا ہو تو یہ ہونی چاہیے اور آیت قرآنی ویغفر مادون ذلك لمن يشاء کے سلسلہ میں خلاف وعید ہونے کا اچنبا نہیں ہونا چاہیے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر ہے اور آیات مغفرت کیلئے یہ آیت ناسخ ہے)۔

❸ **آیت پر وارد سوال مع جوابات:۔** سوال ہوتا ہے کہ بظاہر آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو عمداً قتل کردے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے حالانکہ یہ دیگر نصوص کے خلاف ہے، اور یہ صحیح نہیں ہے۔

اسکے متعدد جوابات ہیں ① یہ حکم اس شخص کے متعلق ہے جو اس قتل کو حلال سمجھے کیونکہ اس عقیدہ کے بعد یہ شخص کافر ہو جاتا ہے، اس اعتبار سے یہ کافر کی ہی سزا ہوئی، نہ کہ مسلمان کی ② اس شدید جرم کی سزا تو یہی ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس پر عمل نہ کرے گویا یہ نفس سزا کا ذکر ہے، سزا دینے کا نہیں۔ ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت آیات مغفرت کیلئے ناسخ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لا تقبل توبة قاتل المؤمن عمدا۔ اس صورت میں غالباً یہ سزا زجر و توبیخ پر مشتمل ہوگی، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دیمنی بیضاوی نے اسکے خلاف بھی روایت نقل کی ہے۔ (کمالین ج ا ص ۵۹۵)

❹ **قتل عمد و شبہ عمد میں وجوب کفارہ کا حکم اور حنفیہ کی طرف سے جواب:۔** حنفیہ کے نزدیک قتل عمد میں کفارہ نہیں ہے البتہ قتل خطاء کی طرح قتل شبہ عمد میں بھی کفارہ وگناہ لازم ہے، مگر ان دونوں کفاروں میں فرق یہ ہے کہ شبہ عمد میں سو اونٹ چار قسم کے پچیس پچیس اونٹوں پر مشتمل ہوں گے اور قتل خطاء میں سو اونٹ پانچ قسم کے بیس بیس اونٹوں پر مشتمل ہوں گے جبکہ شوافع کہتے ہیں کہ جب قتل خطاء میں کفارہ لازم ہے تو قتل عمد میں بدرجۂ اولیٰ کفارہ لازم ہونا چاہیے۔

حنفیہ کا استدلال اسی آیت میں فجزاء ہ کے لفظ سے ہے کہ عقوبات کے موقع پر جزاء کا استعمال کافی کے معنی میں آتا ہے یعنی قتل عمد کی سزا یہ کامل جہنم ہے، کفارہ وغیرہ مزید کسی دوسری سزا کی ضرورت نہیں ہے البتہ قصاص جزاء محل ہے، نہ کہ جزاء فعل۔

اور کفارہ چونکہ من وجہ عبادت اور من وجہ عقوبت ہے اس لئے اسکا سبب بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جو ممانعت و اباحت دونوں حیثیتیں رکھتا ہو حالانکہ قتل عمد گناہ کبیرہ ہے جس میں صرف ممانعت و حرمت کا پہلو ہے، اس میں اباحت کا شائبہ تک بھی نہیں ہے، اس لئے اس میں کفارہ لازم نہیں ہو سکتا۔ (ایضاً)

**الشق الثانی** ...... (اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ) ای غير المحصنين لرجمها بالسنة وال فيما ذكر موصولة وهو مبتدا، ولشبهه بالشرط دخلت الفاء في خبره وهو (فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ) ای ضربة يقال جلده ضرب جلده ويزاد على ذلك بالسنة تغريب عام والرقيق على النصف مما ذكر (وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ) ای حكمه بان تتركوا شيئا من حدهما (اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

Scanned with CamScanner

الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا) ای الجلد (طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) قیل ثلاثة وقیل اربعة عدد شهود الزنا

آیت کریمہ کا ترجمہ فرمائیں۔ سورۃ النور کی خصوصیات بیان فرمائیں۔ آیات کریمہ میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا کا ذکر ہے تو شادی شدہ کی سزا کا ذکر کہاں ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔ (پ ۱۸۔ س نور ر ۲) (کمالین ج ۴ ص ۲۵۷)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) سورۃ النور کی خصوصیات (۳) شادی شدہ زانی کی سزا کا محل ذکر

**جواب** ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ بدکار عورت اور بدکار مرد (حدیث کی وجہ سے کہ اس کا تعلق غیر شادی شدہ جوڑے سے ہے الزانية والزاني پر الف لام الذی کے معنی میں ہے اور یہی مبتداء ہے کیونکہ اس کا مضمون شرط کا ہے اسی لئے خبر یعنی فجلدوا پر فاء داخل ہے) میں سے ہر ایک کو زنا کی وجہ سے سو، سو کوڑے لگاؤ (اور زیادتی کی جائے گی اس پر سنت کی وجہ سے ایک سال کی جلاوطنی کی، اور غلام کی مذکورہ نصف سزا ہے) اور تمہارے پاس ان کے متعلق اللہ کے دین کے معاملہ میں کوئی رحم کا جذبہ نہ آئے (بایں طور کہ تم انکی حد میں سے کچھ ترک کردو) اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اس میں بطور عبرت جب انہیں سزا دی جارہی ہو تو مسلمانوں کا ایک گروہ موقعہ پر حاضر ہو (کہا گیا کہ ان کی تعداد تین ہو اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کی تعداد چار ہو جو کہ زنا کے گواہوں کی تعداد ہے

❷ سورۃ النور کی خصوصیات:۔ اس سورت میں زیادہ تر احکام عفت کی حفاظت اور ستر وحجاب کے متعلق ہیں، اور اسی کی تکمیل کے لئے حد زنا کا ذکر ہے چونکہ اس سورت میں عفت کے اہتمام کیلئے متعلقہ احکام ذکر کئے گئے ہیں، اسی لئے عورتوں کو اس سورت کی تعلیم کی خصوصی ہدایات آئی ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا علموا نساءکم سورة النور (اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو) اور اس سورت کی ابتداء ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ سورة انزلنها و فرضنها جس سے اس سورت کے خاص اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔

❸ شادی شدہ زانی کی سزا کا محل ذکر:۔ سورۃ نور کی مذکورہ آیت کریمہ میں صرف غیر شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کا ذکر ہے اور شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کا ذکر صحیح مسلم، مسند احمد، نسائی، ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب جلد مائة والرجم (مجھ سے علم حاصل کرلو مجھ سے علم حاصل کرلو، کہ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد وعورت کے لیے وہ سبیل جس کا وعدہ سورہ نساء میں کیا تھا وہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ مرد وعورت کیلئے سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ مرد وعورت کیلئے سو کوڑے وسنگساری ہے)۔

اسی طرح صحیحین میں مذکور ہے کہ غیر شادی شدہ مرد نے جو ایک شادی شدہ عورت کا ملازم تھا اسکے ساتھ زنا کیا اقرار سے واقعہ ثابت ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاقضين بينكما بكتاب الله (میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کرونگا) پھر حکم فرمایا کہ غیر شادی شدہ لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور عورت شادی شدہ تھی اسلئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عورت کو رجم وسنگسار کیا جائے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زنا کی سزا میں ہم شرعی حیثیت سے رجم کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے خوب سمجھ لو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا ہے۔ اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہے تو میں قرآن کریم کے کسی گوشہ

Maktaba Tul Ishaat.com

شبہ تھا اس کو لکھوا بھی دیتا، اور عمر بن خطاب گواہ ہے۔ عبد الرحمن بن عوف گواہ ہے۔ اور فلاں فلاں صحابی گواہ ہیں کہ آپ ﷺ نے رجم کیا اور آپ ﷺ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ آیت رجم منسوخ التلاوۃ ہے لیکن جس ذات قدس پر آیت زنا نازل ہوئی اس ذات کی طرف سے ناقابل التباس وضاحت کے ساتھ یہ تفصیل مذکور ہے اور یہ صرف زبانی تعلیم و ارشاد ہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس پر عمل بھی ہوا ہے۔ (ملخص از معارف القرآن ص ۳۳۶ ج ۶)

# الورقة الاولیٰ فی التفسیر

## السوال الاوّل ۱۴۳۸ھ

**الشق الاوّل** ثُمَّ انتم یا هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ یقتل بعضكم بعضا وَتُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ فیه ادغام التاء فی الاصل فی الظاء وفی قراءة بالتخفیف علی حذفها تتعاونون عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ بالمعصیة وَالْعُدْوَانِ الظلم وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی وفی قراءة اسری تُفٰدُوْهُمْ تنقذوهم من الاسر بالمال او غیره وهو مما عهد الیهم وَهُوَ ای الشان مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ متصل بقوله وتخرجون والجملة بینهما اعتراض ای کما حرم ترك الفداء. (پ ۱، بقرہ ۸۵) ترجم العبارة سلسة. وضح القرائتین فی تظاهرون وفی تفدوهم وفی اسری. فسر الآیة المبارکة وانکر شان نزولها. (کمالین ج ۱ ص ۱۱۰)

خلاصۂ سوال ﴿..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) تظاهرون، تفدوهم اور اسری میں قراءتوں کی وضاحت (۳) آیت کی تفسیر (۴) آیت کا شان نزول۔

**جواب** ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر تم (اے لوگو) ایک دوسرے سے باہم قتل وقتال کررہے ہو (آپس میں خون خرابہ کرتے ہو) اور ایک دوسرے کو جلاوطن بھی کررہے ہو امداد کرتے ہوئے (تظاهرون اصل میں تتظاهرون تھا اس میں تاء کو ظاء سے بدل کر ظاء میں ادغام کردیا۔ اور دوسری قراءۃ میں دو تاء میں سے ایک محذوف بھی ہے، یعنی وہ تعاون کرتے ہیں) اپنوں کے مقابلہ میں گناہ (معصیت) اور نا انصافی (ظلم) کے ساتھ۔ اور اگر ان میں سے کوئی گرفتار ہو کر تمہارے پاس آتا ہے (اور ایک قراءۃ میں اسری ہے) تو ان کو کچھ خرچ کرکرا کر رہا کردیتے ہو۔ (اور ایک قراءۃ میں تفدوهم ہے، یعنی تم انہیں مال یا اسکے علاوہ کے ساتھ قید سے آزاد کراتے ہو اور یہ ان میں سے ہے جو ان سے معاہدہ ہوا) حالانکہ (شان یہ ہے کہ) تم پر ان کو جلاوطن کرنا حرام ہے (یہ اپنے قول و تخرجون کے متصل ہے اور یہ جملہ ان دونوں کے درمیان معترضہ ہے یعنی جیسا کہ فدیہ کا چھوڑنا ان پر حرام تھا)

❷ تظاهرون، تفدوهم اور اسری میں قراءتوں کی وضاحت:۔ تظاهرون: اس میں دو قراءتیں ہیں ایک ظاء کی تشدید کے ساتھ اس طور پر کہ تاء کو ظاء کرکے ظاء میں ادغام کردیا اور دوسری قراءۃ ظاء کی تخفیف کے ساتھ ہے اس طور پر کہ ایک تاء کو حذف کردیا گیا ہے۔ تفدوهم: اس میں یہ پہلی قراءۃ الف کے ساتھ مفادات باب مفاعلہ سے مشتق ہے اور یہ قراءۃ امام عاصم، امام نافع اور امام کسائی کے نزدیک ہے دوسری قراءۃ تفدوهم بغیر الف کے باب ثلاثی مجرد سے بمعنی فعلت مشتق ہے۔ اور یہ ان تین ائمہ کے علاوہ بقیہ ائمہ کے نزدیک ہے۔

Scanned with CamScanner

**اسریٰ:** اس میں بھی دو قرائتیں ہیں امام حمزہؒ کے نزدیک اسریٰ ہے (فتح الہمزہ و سکون السین اور راء کے امالہ کے ساتھ) اور ان کے علاوہ کے نزدیک اساریٰ (ہمزہ کے ضمہ اور سین اور راء کے کھڑا زبر کے ساتھ ہے)۔

❸ __آیت کی تفسیر:__ اس آیت سے پہلی آیات میں بنی اسرائیل (یہودیوں) کے جس میثاق کا تذکرہ تھا اس کی متعدد دفعات میں سے تین درج ذیل ہیں: ① آپس میں کسی کو قتل نہ کرنا ② کسی کو جلاوطن نہ کرنا ③ اگر کوئی گرفتار ہو جائے تو مالی فدیہ دے کر اس کو رہا کرانا۔ اس آیت میں یہود کے ان تین دفعات میں سے دو مشکل دفعات کو توڑنے اور ایک آسان و سہل پر کسی حد تک عمل کرنے کا ذکر ہے الغرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی حیلہ سازیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ چنانچہ اوس و بنو قریظہ باہم دوست تھے اور خزرج و بنو نضیر باہم مددگار تھے، اوس و خزرج میں جب لڑائی ہوتی تو دوسرے دونوں قبائل اپنے اپنے حلیف کے معاون و مددگار ہو جاتے، اور ان جنگوں میں قتل و جلاوطنی دونوں مصیبتیں پیش آتی تھیں البتہ جنگی قیدیوں کو بڑے شوق سے خدائی حکم سمجھ کر فدیہ دے کر رہا کرواتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے یہودیو! جب تم ایک قبیلہ کی حمایت و ہمدردی کرتے ہو تو اس سے دوسرے قبیلہ کی مخالفت، ضرر رسانی بھی لازم آتی ہے اور اس میں حکم الٰہی کی پامالی اور بندوں کی ایذا رسانی بھی ہے یعنی تم مالی فدیہ کی پابندی اگر اللہ کا حکم ہونے کی وجہ سے کرتے ہو تو قتل و جلاوطنی نہ کرنا بھی تو خدائی احکام ہیں ان کی تعمیل کیوں نہیں کی جاتی۔ **افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض** حکم کے ایک حصہ کو ماننا اور ایک حصہ کا انکار کرنا یہ کیسا واہیات مذاق ہے جبکہ قتل کرنا اور جلاوطن کرنا بھی اسی طرح حرام ہیں جیسا کہ قیدی کو فدیہ دے کر نہ چھڑانا حرام ہے۔

❹ __آیت کا شانِ نزول:__ مدینہ منورہ میں اوس و خزرج دو قومیں آباد تھیں ان میں باہم عداوت و دشمنی رہتی تھی اور کبھی کبھی قتال کی نوبت بھی آ جاتی تھی اور مدینہ کے قریب یہودیوں کی بھی دو قومیں بنی قریظہ اور بنی نضیر آباد تھیں۔ اوس و بنی قریظہ کی اور خزرج و بنو نضیر کی باہم دوستی تھی اور ایک دوسرے کے حلیف تھے باہم لڑائی ہوتی تو دوستی کی بناء پر بنو قریظہ و بنو نضیر دونوں اپنے اپنے حلیف کے معاون و مددگار رہوتے، چنانچہ ان جنگوں میں قتل و جلاوطنی دونوں مصیبتیں پیش آتی تھیں جن سے اصل اور حلیف سب کو دوچار ہونا پڑتا تھا۔ اگر کوئی جنگ میں قید ہو جاتا تو ہر جماعت اپنے دوستوں کو مال پر راضی کر کے اس قیدی کو رہائی دلا دیتے اور لوگوں کے پوچھنے پر جواب دیتے کہ اسیر اور قیدی کو رہا کروانا ہم پر واجب ہے اور اگر کوئی قتل و قتال میں معین و مددگار بننے پر اعتراض کرتا تو کہتے کہ دوستوں کا ساتھ نہ دینا بھی عار کا باعث ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

**الشق الثانی** ...... إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ جبلان بمكة مِن شَعَائِرِ اللَّهِ اعلام دينه جمع شعيرة فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ اى تلبس بالحج او العمرة واصلهما القصد والزيارة فَلَا جُنَاحَ اثم عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ فيه ادغام التاء فى الاصل فى الطاء بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ وفى قراءة بالتحتانية وتشديد الطاء مجزوما وفيه ادغام التاء فيها خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ. (پ ۲۔ بقرہ ۱۵۸)

ترجم العبارة واضحة. اكتب اختلاف الفقهاء الكرام فى السعى سنة ووجوبا وركنا ولزوما بالادلة. انكر وجه نصب خيرا وما المراد من الخير فى قوله تعالى ومن تطوع خيرا. (سالانہ ۱۴۲۰ھ)

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) سعی کے سنت، واجب یا فرض ہونے میں اختلاف مع الدلائل (۳) خیرا کے نصب کی وجہ اور مراد۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ (مکہ میں دو پہاڑوں کے نام ہیں) اللہ تعالی کی یادگاروں میں سے ہیں (علامات دین میں سے ہیں شعائر شعیرۃ کی جمع ہے) جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے (حج وعمرہ سے متلبس ہو، حج کا اصلی معنی قصد اور عمرہ کا اصلی معنی زیارت ہے) تو اس پر کوئی مضائقہ (گناہ) نہیں ہے طواف کرنے میں ("یطوف" میں تاء اصلی کا طاء میں ادغام ہے) ان دونوں پہاڑوں کا اور جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرتا ہے (ایک قراءۃ میں یاء تحتانیہ اور طاء تشدید کے ساتھ مجزوم پڑھا گیا ہے، دراصل اس میں تاء کا طاء میں ادغام ہوا ہے) اس نیکی کو تو اللہ تعالی قدر دانی کرنے والے خوب جاننے والے ہیں۔

❷ سعی کے سنت، واجب یا فرض ہونے میں اختلاف مع الدلائل: سعی بین الصفا والمروۃ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک سعی فرض ہے، حنفیہ کے نزدیک سعی واجب ہے، حنابلہ کے نزدیک مباح ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

سعی کے واجب ہونے پر حنفیہ کی پہلی دلیل: اللہ تعالی کا ارشاد: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ہے لا جناح کا لفظ اگرچہ اباحت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں اجماع کی وجہ سے ہم وجوب کے قائل ہیں۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ فرضیت کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے یہاں کوئی قطعی دلیل موجود نہیں ہے۔

شافعیہ کی دلیل: حدیث نبوی ان اللہ کتب علیکم السعی ہے کہ اللہ تعالی نے تم پر سعی کو لازم کیا ہے۔

حنابلہ کی دلیل: اس آیت میں لاجناح کا لفظ ہے کہ یہ اباحت کے لئے آتا ہے فرضیت ووجوب کے لئے نہیں آتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کتب بمعنی استحب ہے فرض نہیں ہے جیسے اللہ تعالی کے ارشاد کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الآیۃ میں وصیت للورثہ جائز ہے فرض واجب نہیں ہے۔

حنابلہ کی دلیل: لاجناح کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو قبل از اسلام منات کی عبادت کرتے تھے اور جب مسلمان ہوئے اور سعی بین الصفا والمروۃ کا حکم ہوا تو کفار کی مشابہت کی وجہ سے دل تنگ ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور یہ نفی اس گرانی کو رفع کرنے کیلئے تھی جو کہ انصار کو لاحق ہوئی، فرمایا کہ اس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے تو یہاں گناہ کی نفی کرنا مقصود ہے، ترک کی اجازت دینا مقصود نہیں ہے ورنہ ان یطوف کی بجائے ان لا یطوف ہوتا۔

❸ خیرا کے نصب کی وجہ اور مراد: مفسر نے بخیر کا لفظ مقدر کر کے ترکیب کی طرف اشارہ کر دیا کہ خیرا کا لفظ منصوب بنزع الخافض ہے اصل عبارت اس طرح ہوگی ومن تطوع خیرا ای فعل مالم یجب علیہ من طواف وغیرہ (کمالین)

یا یہ مفعول مطلق محذوف کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ (مظہری)

مقاتل وکلبی کہتے ہیں کہ تطوع خیرا کا معنی یہ ہے کہ جس نے طواف واجب کے بعد زیادہ طواف کیا، بعض مفسرین نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے حج فرض کے بعد نفلی حج وعمرہ کیا۔ حسن کہتے ہیں کہ اس میں نفلی کی تخصیص نہیں ہے سب

Scanned with CamScanner

اعمال مراد ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس نے کوئی نفل کام کیا خواہ نماز ہو خواہ زکوٰۃ ہو خواہ طواف وغیرہ ہو سب مراد ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

**الشق الاوّل** ...... الذین یاکلون الربا ای یاخذونه وهو الزیادة فی المعاملة بالنقود والمطعومات فی القدر او الاجل لا یقومون من قبورهم الا قیاما کما یقوم الذی یتخبطه یصرعه الشیطان من المس الجنون بهم متعلق بیقومون ذلك الذی نزل بهم بانهم بسبب انهم قالوا انما البیع مثل الربا فی الجواز هذا من عکس التشبیه مبالغة فقال تعالٰی ردا علیهم واحل الله البیع وحرم الربا فمن جاءه بلغه موعظة وعظ من ربه فانتهی عن اکله فله ما سلف قبل النهی لا یسترد منه وامره فی العفو عنه الی الله ومن عاد الی اکله مشبها له بالبیع فی الحل فاولئك اصحاب النار هم فیها خالدون . (پ۳۔بقرہ۔ ۲۷۵)

ترجم العبارة او اذکر مفهومها. عرّف الربٰوا لغةً واصطلاحًا والی ماذا اشار المفسر بقوله والمطعومات؟ اذکر الخلاف فی تعیین الاشیاء الربویة و علة الربٰوا فی الاشیاء الستة . اذکر احکام الربوا المذکورة هنا، مع شرح الکلمات والجُمل التفسیریة . (کمالین ج۱ص۲۲۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چھ امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ یا مفہوم (۲) ربوا کی لغوی واصطلاحی تعریف (۳) مطعومات سے مفسرؒ کا مقصد (۴) اشیاء ربویہ میں علت ربوا کی تعیین میں اختلاف کی وضاحت (۵) احکام ربوا کی وضاحت (۶) تفسیری کلمات کی تشریح۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ یا مفہوم:۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے جو لوگ سود کھاتے ہیں یعنی سود لیتے ہیں (اور سود نقدی معاملات اور کھانے پینے کی چیزوں کی مقدار و مدت میں زیادتی ہے) وہ اپنی قبروں سے ایسے کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان لپٹ و چمٹ کر مدہوش و مخبطی بنا دے (من المس کا تعلق یقومون کے ساتھ ہے) یہ جو کچھ بھی ان پر سزا واقع ہوئی ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ خرید و فروخت بھی جائز ہونے میں ربوا یعنی سود کی طرح ہی ہے (یہ مبالغہ کے طور پر عکسِ تشبیہ ہے) اللہ تعالیٰ ان پر رد کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے بیع یعنی خرید و فروخت کو حلال و جائز قرار دیا ہے اور ربوا یعنی سود کو حرام قرار دیا ہے، پس جس شخص کے پاس باری تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آ چکی ہے اور وہ اسکے استعمال و کھانے سے باز آ جائے تو ممانعت و نہی سے پہلے جو کچھ گزر چکا ہے وہ اُسی کا ہے یعنی وہ اس سے واپس نہیں کرایا جائے گا اور اس کی معافی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اور جو شخص اس کے کھانے و استعمال سے باز نہ آیا اور وہ سود کو حلت میں بیع کے ساتھ تشبیہ دیتا رہا تو یہ شخص جہنمی گروہ میں سے ہے اور یہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہنے والا ہے۔

❷ ربوا کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ ربا کا لغوی معنی زیادتی ہے اور اصطلاحی اعتبار سے ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربا البیع (بیع کا سود) (۲) ربا القرض (قرض کا سود) بیع کا سود یہ ہے کہ آدمی کسی کیلی یا وزنی چیز کی اس کی جنس کے ساتھ زیادتی کے ساتھ یا غیر جنس کے ساتھ ادھار کے طور پر بیع کرے اور قرض کا سود یہ ہے کہ مثلاً زید بکر کو ایک ہزار روپیہ اس شرط پر قرض دے کہ وہ ایک ماہ

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

کے بعد بارہ سو روپیہ واپس کرے گا۔سود کی یہ دونوں قسمیں حرام ہیں۔

❸ **مطعومات سے مفسرؒ کا مقصد:۔** مطعومات کا لفظ ذکر کر کے مفسرؒ نے امام شافعیؒ کے مذہب کی رعایت کی ہے کہ ان کے نزدیک اشیاءِ ربویہ میں مطعوم ہونا شرط ہے خواہ وہ مکیلی ہو یا غیر مکیلی ہو جیسے میوے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک اشیاءِ ربویہ میں مکیلی ہونا شرط ہے اگر چہ وہ غیر مطعوم ہو جیسے چونہ، پس پھلوں اور میوے میں حنفیہ کے نزدیک اور چونہ وغیرہ میں شوافع کے نزدیک ربوا متحقق نہ ہوگا۔

❹ **اشیاءِ ربویہ میں علت ربوا کی تعیین میں اختلاف کی وضاحت:۔** تمام ائمہ متفق ہیں کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث الذهب بالذهب والفضة بالفضة الخ جس میں چھ چیزوں کا ذکر ہے یہ معلّل بالعلت ہے ربا کا حکم ان تمام چیزوں میں جاری ہوتا ہے جس میں وہ علت پائی جائے صرف غیر مقلدین اختلاف کرتے ہیں، انکے نزدیک ربا مذکورہ چھ چیزوں میں منحصر ہے ساتویں کسی چیز میں ربا نہیں۔

سونے اور چاندی کی علت: شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک سونے اور چاندی میں علت ثمنیت ہے یعنی ایسی چیز ہونا جس کو اللہ تعالیٰ نے معاملات میں ثمن (وسیلہ) بننے کیلئے پیدا کیا ہے، ایسی چیزیں دو ہی ہیں سونا اور چاندی۔ پس یہ علت ان دو کے ساتھ خاص ہوگی اور احناف اور حنابلہ کے نزدیک علت وزن یعنی موزونی چیز ہونا ہے پس جو بھی چیز تولی جاتی ہے وہ سونے اور چاندی کے حکم میں ہے مثلاً زعفران، لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ بلکہ اب تو ہزاروں چیزیں موزونی ہیں پس یہ سب ربوی اشیاء ہیں۔

باقی چار چیزوں میں علت: احناف اور حنابلہ کے نزدیک کیل یعنی مکیلی ہونا علت ہے پس جو بھی چیز پیمانے سے ناپی جاتی ہے وہ ربوی ہے خواہ وہ مطعوم ہو یا غیر مطعوم جیسے چاول، چنا، مکئی، برسین کے بیج وغیرہ اور معدودات (جو گن کر فروخت کی جاتی ہیں) اور مزروعات (جو گز وغیرہ سے ناپ کر فروخت کی جاتی ہیں) ربوی چیزیں نہیں۔

پس احناف اور حنابلہ کے نزدیک مذکورہ چھ چیزوں میں ربا کی علت وزن وکیل ہیں اور ان دونوں کے لئے مشترک لفظ "قدر" ہے، پس قدر مع الجنس میں یعنی جب دونوں عوض ایک جنس کے ہوں اور دونوں عوض قدری یعنی مکیلی یا موزونی ہوں تو ربا الفضل اور ربا النسیئہ دونوں کا تحقق ہوگا اور نہ تفاضل جائز ہوگا نہ ادھار۔ بلکہ برابر سرابر اور دست بدست فروخت کرنا ضروری ہوگا اور قدر مع غیر الجنس میں یعنی جب دونوں عوض الگ الگ جنس کے ہوں مگر دونوں مکیلی یا موزونی ہوں تو صرف ربا النسیئہ کا تحقق ہوگا ربا الفضل متحقق نہیں ہوگا یعنی اس صورت میں کمی بیشی جائز ہوگی اور ادھار ناجائز جیسے گیہوں کو چنے کے عوض بیچا جائے تو تفاضل جائز ہے اور ادھار حرام ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک باقی چیزوں میں علت طعم (کھانے کی چیز) ہونا ہے اور طعم میں ان کے نزدیک تین چیزیں شامل ہیں ① مطعومات یعنی وہ چیزیں جو غذا بننے کے لئے پیدا کی گئی ہیں، گیہوں اور جَو اس کی مثالیں ہیں اور چاول، چنا اور مکئی وغیرہ اسکے ساتھ ملحق ہیں ② فواکہ (پھل) کھجور اس کی مثال ہے اور کشمش، انجیر وغیرہ اس کے ساتھ ملحق ہیں ③ مصلحات یعنی وہ چیزیں جو طعام یا جسم کی اصلاح کرتی ہیں، نمک اس کی مثال ہے اور تمام ادویہ اور مسالے اس کے ساتھ ملحق ہیں۔

مالکیہ کے نزدیک صرف ربا النسیئہ کیلئے طعام میں علت مطعوم ہونا ہے بشرطیکہ وہ چیز دوا کے طور پر نہ کھائی جاتی ہو خواہ وہ مطعوم اقتیات وادخار کے قابل ہو یا نہ ہو جیسے ککڑی، خربوزہ، لیموں اور گاجر وغیرہ کو دست بدست بیچنا ضروری ہے اور فواکہ کی جملہ انواع جیسے سیب اور کیلے وغیرہ کو بھی دست بدست فروخت کرنا ضروری ہے، ادھار بیچنا سود ہے البتہ ان میں ربا الفضل متحقق نہیں ہوگا، پس کمی بیشی جائز ہے۔

اور ربا الفضل اور ربا النسیئہ دونوں کے تحقق کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں ① طعام کا مقتات ہونا یعنی عموماً انسان ان امور سے ہوں اور صرف ان پر گزر بسر کرتے ہوں ② طعام کا ادخار کے قابل ہونا یعنی عرصہ تک رکھنے سے وہ چیز خراب نہ ہو جہاں یہ دو چیزیں (اقتیات وادخار) پائی جائیں گی وہاں دونوں ربا متحقق ہوں گے، پس نہ کمی بیشی فروخت کرنا درست ہوگا نہ ادھار۔ (تحفۃ الالمعی ج ۴ ص ۱۰۵)

⑤ احکامِ ربوا کی وضاحت:۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ربوا یعنی سود سے متعلق مختلف احکام ذکر کئے ہیں۔ ① سود خور قیامت کے دن اس پاگل ومجنون کی طرح اٹھے گا جس کو کسی شیطان وجن نے خبطی بنا دیا ہو ② بیع حلال اور سود حرام ہے ③ اگر سود کی حرمت سے قبل کسی نے کوئی سود وصول کیا مگر حرمت کے بعد اس سے رک گیا اور توبہ کرلی تو سابقہ وصول شدہ سود اسی کا ہے ④ اگر کوئی سود کی حرمت کے نازل ہونے کے بعد بھی یہ معاملہ کرتا ہے اس کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے ⑤ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں یعنی اس میں بے برکتی ہے اور بربادی ہے ⑥ سودی معاملہ چھوڑنے کا حکم ہے، ورنہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے سود خور کیلئے اعلانِ جنگ ہے۔

⑥ تفسیری کلمات کی تشریح:۔ "ای یاخذونہ" سے اشارہ کر دیا کہ صرف سود کا کھانا ہی ممنوع نہیں ہے بلکہ اس کا کسی طرح بھی لینا اور استعمال کرنا منع ہے۔ "وھو الزیادۃ الخ" سے سود کی تعریف کی طرف اشارہ ہے کما مر تعریفہ آنفا۔

"من قبورھم" کہہ کر لایقومون کے ظرف ومتعلق کو بیان کیا ہے کہ وہ قبروں سے نہیں اٹھیں گے۔

"یصرعہ" کہہ کر یتخبطہ کے معنی کی طرف اشارہ ہے۔

"متعلق بیقومون" کہہ کر من المس کی ترکیب کی طرف اشارہ ہے کہ یہ یقومون کے متعلق ہے۔

"الذی نزل بھم" کہہ کر ذلك کے مشار الیہ کو بیان کیا ہے کہ ان کو یہ سزا کیوں ملی؟

"بسبب انھم" کہہ کر بتلا دیا کہ بانھم میں "ب" سببیت کے معنی میں ہے۔

"وھذا من عکس التشبیہ مبالغۃ" سے اس بات کو بیان کیا کہ ان کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ربوا بھی بیع کی طرح حلال ہے مگر وہ لوگ مبالغہ کے طور پر اصل کو فرع اور فرع کو اصل قرار دیتے ہوئے عکس کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے کہ بیع بھی سود کی طرح حلال ہے، گویا سود تو حلال تھا ہی ہے بیع بھی اس کی مثل حلال ہے۔ "بلغہ" کہہ کر جاء کا معنی بیان کیا۔

"وعظ" کہہ کر جاء فعل کو مذکر لانے کی توجیہ کر دی کہ موعظۃ وعظ کے معنی میں ہے۔ یا اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ موعظۃ مؤنث غیر حقیقی ہے اسلئے فعل کو مذکر لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"الی اکلہ الخ" اس جملہ سے مقصود معتزلہ کے اعتراض کا جواب ہے کہ جب سود خور نے حرام کو حلال سمجھ لیا تو وہ کافر ہو گیا اور کافر کے خلود فی النار میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

**الشق الثانی** ...... یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی من الشراب لان سبب نزولها صلوٰة جماعة فی حال السکر حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ بان تصحوا وَلَا جُنُبًا وهو یطلق علی المفرد وغیره اِلَّا عَابِرِیْ مجتازی سَبِیْلٍ طریق ای مسافرین حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ وانتم جنب او محدثون اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ وفی قراءة بلا الف فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

صَعِيدًا طَيِّبًا. (پ۵۔ نساء:۴۳) ترجم الآية مع الكلمات التفسيرية . بين سبب نزول الآية المباركة . ماالمراد من عدم قربان الصلاة وحرر وجه نصب جنبا . فسّر قوله تعالى أولا مستم النساء على كلتين القراءتين حسب تفسير الحنفية والشافعية في ضوء البرهان . (کمالین ج۱ص۵۰۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کا شانِ نزول (۳) عدم قربان صلوٰۃ کی مراد (۴) جُنُبًا کے منصوب ہونے کی وجہ (۵) اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ کی دونوں قراءتوں کے موافق تفسیر مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اے ایمان والو! نماز کا ارادہ بھی نہ کرو جس وقت تم نشہ کی حالت میں ہو (شراب کی وجہ سے اس لئے کہ آیت کا سببِ نزول نشہ کی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا ہے) جب تک سمجھنے نہ لگو جس بات کو تم زبان سے کہتے ہو (بایں طور کہ تم ہوش میں آجاؤ) اور نہ ناپاکی کی حالت میں (اور وہ مفرد اور غیر مفرد پر بولا جاتا ہے) ہاں راہ چلتا مسافر ہو (راستہ سے گزرنے والا یعنی مسافر ہو) تاوقتیکہ غسل نہ کرو۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو (اور تم جنابت کی حالت میں ہو یا بے وضو ہو) یا تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے فارغ ہو کر آئے یا تم نے بیوی کو چھوا ہو (اور ایک قراءۃ میں لمستم بغیر الف کے ہے) اور تم کو پانی نہ ملے تو اس صورت میں تمہیں پاکیزہ مٹی سے تیمم کر لینا چاہئے۔

❷ آیت کا شانِ نزول:۔ ابتدائے اسلام میں شراب حلال تھی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دعوت کی اور شرکاء نے شراب پی، اسی اثناء میں مغرب کی نماز کا وقت آگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامت کرائی اور اسی نشہ کی حالت میں سورۃ کافرون پڑھتے ہوئے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کی بجائے اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھ دیا جس میں بلا ارادہ خلافِ توحید شرکیہ الفاظ ادا ہو گئے، بعد میں تنبیہ ہونے پر ندامت ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، اس پر آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ الخ نازل ہوئی جس میں ضمنی طور پر دوسرے مناسب احکام بھی آگئے۔

❸ عدم قربانِ صلوٰۃ کی مراد:۔ اس بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ آیت میں لفظ صلوٰۃ سے مراد نماز ہی ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ نشہ کا غلبہ ختم ہو جائے اور یہ حکم ہر صورت میں واجب العمل ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃ سے مراد موضعِ صلوٰۃ یعنی مسجد ہے مطلب یہ ہے کہ نشہ کی حالت میں مسجد میں نہ جایا کرو، جب نشہ اتر جایا کرے اور ہوش آجائے تو پھر مسجد میں جا سکتے ہو، البتہ اس حکم میں کسی حد تک گنجائش ہے۔

❹ جُنُبًا کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ یہ لاتقربوا کی ضمیر فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

❺ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ کی دونوں قراءتوں کے موافق تفسیر مع الدلائل:۔ حنفیہ کے نزدیک لمستم باب مفاعلہ سے ہے، اور چھونا سے بطور کنایہ جماع مراد ہے، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم، حسن، مجاہد و قتادہ کا یہی قول ہے۔

شافعیہ کے نزدیک لمستم مجرد سے ہے اور اس کا حقیقی معنی چھونا اور بیرونی جلد سے لگانا ہی ہے حضرت ابن مسعود، حضرت عمر، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور امام شعبی کا یہی قول ہے اور دلیل یہی ہے کہ لمس کا لفظ یہاں پر اپنے حقیقی معنی میں ہے اس میں کسی تاویل، کنایہ و مجاز کی ضرورت نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اگر لمستم سے مراد ہے تو اور حقیقی معنی چھونا ہی مراد ہو تو اس صورت میں یہ آیت جامع نہ ہوگی، کیونکہ آیت کے پہلے حصہ فاغسلوا وجوھکم الخ میں محدث اور جنبی کی طہارت بالماء کا ذکر ہو چکا ہے اور اس حصہ میں جزء او جاء احد منکم من الغائط سے تیمم للحدث کا حکم تو معلوم ہوگا مگر تیمم للجنابۃ کا حکم معلوم نہ ہوگا لہٰذا آیت جامع للاحکام بنانے کیلئے ضروری ہے کہ لمستم کو باب مفاعلہ سے تسلیم کیا جائے تاکہ اس سے تیمم للجنابۃ کا حکم بھی ثابت ہو جائے۔ نیز اگر لمس سے مراد چھونا ہی ہوتا پھر او لمستم النساء کے ذریعہ کلام کو طویل کرنے کی کیا ضرورت تھی، حدث اصغر کی وجہ سے وضو اور اس کے لئے تیمم کا جواز او جاء احد منکم من الغائط کے ذریعہ ہی معلوم ہو چکا ہے۔ (تفسیر مظہری)

## السوال الثالث ۱۴۳۸ھ

**الشق الاول** ...... (وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ) يا محمد (وَرَحْمَتُهُ) بالعصمة (لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ) من قوم طعمة (اَنْ يُّضِلُّوْكَ) عن القضاء بالحق بتلبيسهم عليك (وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ) زائدة (شَيْءٍ) لان وبال اضلالهم عليهم (وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ) القرآن (وَالْحِكْمَةَ) مافيه من الاحكام (وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ) من الاحكام والغيب (وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ) بذلك وغيره (عَظِيْمًا).

(پ ۵۔ نساء: ۱۱۳) (ماتحین ۹۰ نمبر)

آیت کا ترجمہ اور پس منظر بیان کرنے کے بعد تفسیر کیجئے اور بتائیے کہ "طائفة منهم" سے کون مراد ہیں، نیز "الحکمة" سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کا پس منظر (۳) آیت کی تفسیر (۴) طائفة منهم اور الحکمة کی مراد۔

**جواب** ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور اگر آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا (اے محمد) اور اس کی رحمت نہ ہوتی (عصمت کی دولت سے سرفراز کر کے) تو ان لوگوں میں سے (قوم طعمہ) میں سے ایک جماعت نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ آپ کو غلط راستہ پر ڈال دیں (حق فیصلہ کو آپ ﷺ پر مشتبہ کرنے کے ذریعے) اور یہ لوگ آپ کو غلط راستے پر نہیں ڈال رہے مگر اپنی جانوں کو، نقصان پہنچا رہے ہیں (مِنْ زائدہ ہے، انکے گمراہ کرنے کا وبال خود ان ہی کو ہوگا) اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب (قرآن) اور حکمت (احکام قرآن) نازل کئے ہیں اور جو تعلیم دی آپ ﷺ کو ان باتوں کی جو آپ نہیں جانتے تھے (احکام اور غیب میں سے) اور آپ ﷺ پر (اس معاملہ میں) اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

❷ آیت کا پس منظر:۔ بنو ابیرق کے ایک منافق شخص (بشیر) نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بخاری سے آٹا اور ہتھیار چرا لئے۔ تلاش کے سلسلہ میں لوگوں کو بشیر پر شبہ ہوا تو بنو ابیرق نے بشیر کی حمایت اور براءت کی اور چوری میں حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں صورتحال پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے تحقیق کا وعدہ فرما لیا۔ بنو ابیرق کو خبر ہوئی تو اپنے ایک سردار اسیر کے پاس مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور پھر سب مل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ و حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ بلا تحقیق ایک دیندار گھرانہ پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں۔ اس سے مقصود

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

آپ ﷺ کی طرف داری اور ہمدردی حاصل کرتا تھا۔ خیر اس میں تو کامیابی نہ ہوئی لیکن جب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بے سند کیوں الزام لگاتے ہو؟ غرضیکہ انہوں نے اپنے چچا حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے جا کر جب یہ باتیں نقل کیں تو وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے جس پر یہ دو رکوع کی آیات "اَجْرًا عَظِیْمًا" تک نازل ہوئیں لیکن جب چوری ثابت ہوگئی اور مال مسروقہ برآمد ہوگیا اور وہ مالک کو دلایا گیا تو بشیر ناراض ہو کر مرتد ہوگیا اور مشرکین مکہ سے جاملا۔ اس پر آیت "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ" نازل ہوئی مکہ میں جا کر بھی حسب عادت بشیر نے کسی کے نقب لگایا کہ اتفاق سے اس پر دیوار گری اور وہ مر گیا۔

❸ آیت کی تفسیر:۔ واقعہ کا پس منظر معلوم ہونے کے بعد تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرا فضل اور رحمت آپ کے ساتھ نہ ہوتی جس نے واقعہ کی حقیقت آپ کو بتلا دی تو یہ لوگ آپ کو غلطی میں مبتلا کر سکتے تھے مگر یہ میرا فضل اور خصوصی کرم ہے کہ یہ لوگ آپ کو غلطی سے مبتلا نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود ہی گمراہی اور ضرر میں مبتلا ہوتے ہیں اور آپ کو یہ ذرہ برابر بھی نقصان و ضرر نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب و دانشمندی کی ایسی باتیں نازل فرمائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے۔

❹ طائفة منهم اور الحكمة کی مراد:۔ "طائفة منهم" سے مراد: بنوابیرق، اس کا خاندان اور اس کے حمایتی لوگ ہیں اور الحکمۃ سے مراد آنحضرت ﷺ کی سنت اور تعلیمات ہیں۔

**الشق الثانی** ...... (ولاتكرهوا فتياتكم) اماءكم (على البغاء) الزنى (ان اردن تحصنا) تعففا عنه وهذه الارادة محل الاكراه فلا مفهوم للشرط (لتبتغوا) بالاكراه (عرض الحياة الدنيا ومن يكرههن فان الله من بعد اكراههن غفور) لهن (رحيم) بهن. (ولقد انزلنا اليكم آيات مبينات) بفتح الياء وكسرها فى هذه السورة بيّن فيها ما ذكر او بيّنة (ومثلًا) خبرًا عجيبًا وهو خبر ...... (ومن الذين خلوا من قبلكم) اى من جنس امثالهم اى اخبارهم العجيبة كخبر...... (موعظة للمتقين) فى قوله تعالىٰ (ولا تأخذكم بهما رأفة فى دين الله) (لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون) (ولولا اذ سمعتموه قلتم) (يعظكم الله ان تعودوا) وتخصيصها بالمتقين لانهم المنتفعون بها.(پ۱۸۔نور:۳۲،۳۳)

فيمن نزلت هذه الآية الكريمة؟ عرّف مفهوم الشرط واذكر حكمه. ماهو المراد بقوله جل شانه "آيات مبينات، و مثلًا" كيف تحصل الموعظة فى الآيات التى ذكرها المفسر تفسيرًا للموعظة.

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کے سبب نزول والا شخص (۲) شرط کا مفہوم و حکم (۳) آیات مبینات، مثلًا کی مراد (۴) آیات مذکورہ سے موعظۃ کا حصول۔

**جواب** ...... ❶ آیات کے سبب نزول والا شخص:۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی کے متعلق نازل ہوئی، روایات کے مطابق اس کی باندیاں تھیں (جن کی مختلف تعداد ذکر کی گئی ہے) جن سے وہ زنا کی کمائی کرواتا تھا۔ انہوں نے خدمت نبوی ﷺ میں آ کر شکایت کی تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (کذا فی بعض کتب)

Scanned with CamScanner

**۲ شرط کا مفہوم و حکم:** یعنی ہر شرط کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ عورتیں عفت پسند ہوں اور وہ پاکدامن رہنا چاہتی ہوں پھر ان کو زنا پر مجبور کرو اور ان سے زبردستی زنا نہ کرواؤ۔ اور اگر وہ پاکدامن رہنے کا ارادہ نہ کریں تو پھر انہیں کھلی آزادی دیدی جائے ان کو منع نہ کیا جائے۔

یہ شرط اپنے اس مفہوم مخالف کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔ قاضی بیضاوی نے فرمایا کہ اس جملہ میں اِنْ شرطیہ اِرادی تو ہے لیکن یہ قید احترازی نہیں ہے خواہ وہ پاکدامن رہنے کا ارادہ کریں یا نہ کریں بہر صورت ان کو زنا پر مجبور نہ کیا جائے۔ ان سے زنا نہ کروایا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ اس جگہ اِنْ شرطیہ اِذا ظرفیہ کے معنی میں ہے، شرطیہ نہیں ہے اور جب نزول کے مطابق بھی یہی ہے کہ کلمہ تو میں باندیوں نے پاکدامن رہنے کا ارادہ کیا تھا اور واقعہ کی صورت میں اسلئے ذکر کیا کہ باندیوں کی طرف سے پاکدامنی کی خواہش شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اس میں آقاؤں کو زجر و تشنیع بھی ہے کہ باندیوں نے ضعیف العقل ہونے اور نفسانی خواہشات کے غلبہ کے باوجود پاکدامن رہنے کا ارادہ کر لیا تو تم کیسے غیرت مند مرد ہو کہ ان کو زنا پر مجبور کرتے ہو۔ (ملخص از معارف القرآن)

**۳ آیاتِ مبینات، مثلًا کی مراد:** قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ آیات سے مراد اسی سورت میں بیان کردہ آیات ہیں جن میں احکام، حدود وغیرہ کو واضح کیا گیا ہے اور ان آیات کو واضح ہونے کی وجہ سے مبینات کہا گیا ہے کیونکہ سابقہ کتب اور عقول مستقیمہ ان آیات کی تصدیق کرتی ہیں۔

**مثلًا** سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قصہ اور سابقہ لوگوں میں سے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ ہے۔

**۴ آیات مذکورہ سے موعظۃ کا حصول:** "ولا تاخذکم بهما رأفة فی دین الله" اس آیت میں نہایت اہتمام کی تعلیم کے ساتھ نصیحت کی گئی ہے کہ زانی پر حد جاری کرنے کے معاملہ میں ترحم (نرم دلی) کے جذبہ کے ساتھ کارروائی نہ کی جائے کہ بالکل سزا نہ دی جائے یا سزا میں تخفیف کی جائے بلکہ پوری پوری سزا دی جائے کیونکہ سابقہ امتیں اسی ترحم و رعایت کی وجہ سے تباہ و ہلاک ہوئیں۔

"**لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون**" اس آیت میں اگرچہ امر کا صیغہ نہیں ہے مگر یہ کلمہ تمنا امر سے بھی زیادہ مؤکد ہے تو فرمایا کہ مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ جب کسی کی برائی پر کوئی ثبوت یا معتبر گواہی و شہادت نہ ہو تو حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اس پر یقین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ کسی پاکدامن پر زنا وغیرہ کی تہمت لگانا بہت بڑا گناہ ہے اور حد کا باعث ہے۔

"**ولولا اذ سمعتموه قلتم**" اس آیت میں دوبارہ اللہ تعالیٰ رد کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگوں نے جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اس واقعہ کی خبر سنی تھی تو تم پر حیرت ہے کہ تمہارے قلوب نے اس خبر کو کس طرح قبول کر لیا تامل و تذبذب تو الگ رہا بلکہ سنتے ہی فوراً اسے قبول کرنے سے انکار کر دینا چاہیے تھا اور کہنا چاہیے تھا کہ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔

"**یعظکم الله ان تعودوا**" اس آیت میں واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ تمہیں یہ وعظ و نصیحت کرتے ہیں اور واضح طور پر تمہیں منع کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی طرح دوبارہ کوئی بھی اس طرح کی حرکت نہ کی جائے اور کسی پاکدامن، عفیف پر زنا وغیرہ کی تہمت نہ لگائی جائے اگر تم مسلمان و مؤمن ہو تو اس حرکت کا اعادہ نہ کرنا۔

*****

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

# الورقة الثانية

# تيسير مصطلح الحديث

## مكمل

Scanned with CamScanner

# ﴿الورقة الثانية فی مصطلح الحديث﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاوّل** ...... حدیث متواتر کی تعریف و شرائط بیان کریں۔ ذخیرۂ احادیث میں متواتر کی مثال تحریر کریں۔ متواتر کا حکم بیان کرتے ہوئے اُس کی اقسام تحریر کریں۔ (ص ۱۸ کتبہ یادگارِ شیخ)

**﴿خلاصۂ سوال﴾** ...... اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (۱) متواتر کی تعریف (۲) متواتر کی شرائط (۳) ذخیرۂ احادیث میں متواتر کی مثال (۴) متواتر کا حکم (۵) متواتر کی اقسام۔

**جواب** ...... ① **متواتر کی تعریف:۔** خبر متواتر وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنیوالے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے یا اسی طرح ان سے اتفاقی طور پر یا بالقصد جھوٹ کے واقع ہونے کو عقل سلیم محال سمجھے۔

② **متواتر کی شرائط:۔** خبر متواتر کی چار شرطیں ہیں ① کثرتِ عدد، جن کی کم از کم تعداد دس ہے ② جھوٹ کا محال ہونا (خواہ بالذات ہو یا اتفاقاً) ③ شروع سے آخر تک رواۃ کی یہی کثرت موجود ہو ④ خبر کا تعلق امر محسوس سے ہو جس سے سامع کو علم یقینی کا فائدہ حاصل ہو۔

③ **ذخیرۂ احادیث میں متواتر کی مثال:۔** ذخیرۂ احادیث میں متواتر کی مثال موجود ہونے نہ ہونے میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ بعض کا قول ہے کہ حدیث متواتر بالکل معدوم ہے، پائی ہی نہیں جاتی لیکن یہ بات درست نہیں ہے اس لئے کہ اس بات کی بنیاد کثرتِ اسانید پر قلتِ اطلاع ہے۔ متواتر احادیث کی ایک مناسب اور معقول تعداد موجود ہے جن میں حوضِ کوثر والی حدیث، موزوں پر مسح کی حدیث، نماز میں رفع یدین کی حدیث، نضر الله امرأ الخ والی حدیث، شفاعت والی حدیث، الائمة من قریش وغیرہ کو متواتر احادیث میں شمار کیا گیا ہے۔ البتہ خبر آحاد کی بنسبت ان کی تعداد بہت کم ہے۔

④ **متواتر کا حکم:۔** خبر متواتر علم ضروری یعنی یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور علم یقینی وہ علم ہے جس کی وجہ سے انسان جازم تصدیق کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جیسا کہ کوئی شخص خود معاملے کا مشاہدہ کرتا ہے اسی لئے خبر متواتر تمام کی تمام مقبول ہوتی ہیں اس کے راویوں کے حالات پر بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔

⑤ **متواتر کی اقسام:۔** متواتر کی دو قسمیں ہیں۔ لفظی و معنوی۔

متواتر لفظی: جس کے لفظ اور معنی دونوں تواتر سے ثابت ہوں جیسے **من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار**۔ اس حدیث کو ۷۳ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے پھر بقیہ طبقات میں ہمیشہ یہی کثرت باقی رہی ہے۔

متواتر معنوی: جس کے معنی تواتر سے ثابت ہوں مگر الفاظ متواتر نہ ہوں جیسے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی احادیث۔ اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے سو (۱۰۰) کے قریب احادیث مروی ہیں مگر معاملات و واقعات مختلف ہیں تو ان میں سے ہر واقعہ اور قضیہ متواتر نہیں ہے ان سب میں جو قدر مشترک ہے وہ دعا میں ہاتھ اٹھانا ہے جو مجموعی سندوں کے اعتبار سے تواتر سے ثابت ہے۔

**الشق الثانی** ...... خبر واحد کی تعریف و حکم بیان کریں، سندوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام مع امثلہ بیان کریں۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) خبر واحد کی تعریف وحکم (۲) سندوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام مع امثلہ۔

**جواب** ❶ خبر واحد کی تعریف وحکم:۔ (لغوی معنی ایک) وہ حدیث جس میں خبر متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں یعنی جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں جن کے جھوٹ پر متفق ہونے کو محال سمجھا جائے۔

خبر واحد ظنی ہے کیونکہ وہ ظنی ہے یعنی وہ جس کا دارومدار غور وفکر اور نظر واستدلال پر ہو۔

❷ سندوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام مع امثلہ:۔ خبر مشہور (لغوی معنی ظاہر شدہ) وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی بھی زمانہ میں تین سے کم نہ ہوں۔ تین یا تین سے زائد ہوں مگر حد تواتر کو نہ پہنچیں جیسے ان الله لا یقبض العلم انتزاعا الخ۔

خبر مشہور خواہ صحیح ہو یا ضعیف حسن ہو یا صحیح ہو بعض خبر مشہور بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف ہیں لیکن اگر مشہور صحیح ثابت ہو جائے تو یہ اس خبر میں ایک خوبی اور فضیلت ہے کیونکہ وہ عزیز اور غریب پر راجح ہوتی ہے۔

خبر عزیز: (لغوی معنی قلیل ونادر یا مضبوط وقوی) وہ حدیث جس کے راوی کسی بھی زمانہ میں دو سے کم نہ ہوں یا دو سے زائد ہوں جیسے لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔

خبر غریب: (لغوی معنی اکیلا، منفرد ومسافر) وہ حدیث ہے جس کا راوی تین تینوں کسی زمانہ میں ایک ہو جیسے حدیث انما الاعمال بالنیات کو روایت کرنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منفرد ہیں۔

## ﴿السؤال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاول** ..... خبر واحد کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے اقسام بیان کریں۔ نیز صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ کی تعریف مع امثلہ بیان کریں۔ (ص۲۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) خبر واحد کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے اقسام (۲) صحیح لذاتہ، حسن لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لغیرہ کی تعریف مع امثلہ۔

**جواب** ❶ خبر واحد کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے اقسام:۔ خبر واحد خواہ مشہور ہو یا عزیز یا غریب ہو اپنی قوت اور ضعف کے اعتبار سے دو قسم پر ہے: ① خبر مقبول: وہ خبر جس کی خبر دینے والے کا صدق غالب وراجح ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال درست ہو اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ ② خبر مردود: وہ خبر جس کے خبر دینے والے کے صدق کو غالب وراجح نہ کہا گیا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے نہ حجت پکڑی جائے گی اور نہ اس پر عمل کیا جائے گا۔

❷ صحیح لذاتہ، حسن لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لغیرہ کی تعریف مع امثلہ:۔ صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو، معلل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو جیسے عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال سمعت رسول الله ﷺ قرأ فی المغرب بالطور۔

حدیث کے صحیح لذاتہ ہونے کی چند شرائط ہیں ① اس کی سند متصل ہو اس میں ارسال وانقطاع نہ ہو ② تمام راوی عادل

Scanned with CamScanner

ہوں ④ تمام راوی کامل الضبط ہوں ⑤ اسکی سند شاذ اور معلل ہونے سے محفوظ ہو۔ اس پر عمل واجب ہے اور اسکے عمل کے وجوب پر محدثین، اصولیین اور فقہاء کا اجماع ہے اور یہ شرعی دلائل میں سے ایک حجت ہے اور اس پر عمل ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

حسن لذاتہ: وہ حدیث جسکی سند متصل ہو، اُسے نقل کرنے والے سب راوی عادل ہوں مگر ضبط اور یاداشت خفیف اور کم ہو اور وہ حدیث معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو گویا اسکے راوی میں صرف ضبط ناقص ہے باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کی اس میں موجود ہیں جیسے **عن ابی بکر بن ابی موسٰی الاشعری قال سمعت ابی بحضرت العدو یقول قال رسول الله ﷺ ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف** ۔اس سند کے چار راوی ثقہ ہیں سوائے جعفر بن سلیمان ضبعی کے کہ وہ حسن الحدیث ہے لہٰذا اُس کی روایت کردہ حدیث حسن ہوگی۔

صحیح لغیرہ: اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے کہ جسکی سندیں متعدد ہوں جیسے **عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك عند كل صلوٰة** ۔اس حدیث کی سند میں محمد بن عمرو راوی صداقت، صیانت اور حفاظت میں مشہور ہے لیکن یہ متقن نہیں ہے حتیٰ کہ ان کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے بعض محدثین نے انہیں ضعیف کہا ہے جبکہ بعض محدثین نے اُن کی سچائی اور عظمت کی وجہ سے انہیں ثقہ کہا ہے تو ان کی روایت کردہ حدیث حسن ہے مگر جب دیگر اسناد سے اس کی تائید ہوئی تو حافظہ کی کمزوری والی کمی اور خوف زائل ہو گیا لہٰذا یہ حدیث صحیح لغیرہ ہوئی۔

صحیح لغیرہ کا مرتبہ حسن لذاتہ سے زیادہ ہے لیکن صحیح لذاتہ سے اس کا مرتبہ کم ہے۔

حسن لغیرہ: اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں اور اسکے ضعف کا سبب راوی کا فسق یا کذب نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ ضعیف حدیث دو امور کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ ① وہ حدیث ایک یا زائد دوسری سندوں سے مروی ہو اور وہ سندیں پہلی سند جیسی یا اُس سے قوی ہوں۔ ② اُس کے ضعف کا سبب راوی کے حافظہ کی کمزوری ہو یا سند میں انقطاع ہو یا کوئی راوی مجہول ہو جیسے **شعبة عن عاصم بن عبیدالله عن عبدالله بن عامر بن ربیعة عن ابیه ان امراة من بنی فزارة تزوجت علی نعلین فقال رسول الله ﷺ ارضیت من نفسك ومالك بنعلین قالت نعم فاجازه** اس حدیث کی سند میں عاصم راوی اپنے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف ہے مگر یہ حدیث دیگر کئی طرق سے بھی مروی ہے اس لئے امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔

اس کا مقام اور مرتبہ حسن لذاتہ سے کم ہے، اسی بنیاد پر جب حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ میں تعارض واقع ہو جائے تو حسن لذاتہ کو مقدم اور راجح سمجھا جائے گا اور مجموعی طور پر یہ حدیث مقبول کی اقسام میں سے ہے اس سے حجت پکڑنا جائز ہے۔

**الشق الثانی** ...... خبر مقبول کی معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کے اعتبار سے اقسام مع تعریف بیان کریں۔ ناسخ اور منسوخ کی معرفت کے طریقے تحریر کریں اور اس موضوع کی اہم تصنیفات کے نام لکھیں۔ (ص ۷۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) خبر مقبول کی معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کے اعتبار سے اقسام مع تعریف (۲) ناسخ اور منسوخ کی معرفت کے طریقے (۳) ناسخ و منسوخ کی اہم تصنیفات۔

**جواب** ...... ① خبر مقبول کی معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کے اعتبار سے اقسام مع تعریف: خبر مقبول کی

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ① محکم ومختلف الحدیث ② ناسخ ومنسوخ۔

① محکم ومختلف الحدیث: محکم وہ حدیث ہے جو اپنے جیسی متعارض حدیث سے سلامت اور خالی ہو، اکثر احادیث محکم ہی ہیں باقی متعارض ومختلف احادیث مجموعی ذخیرۂ احادیث کے اعتبار سے بہت کم ہیں۔

مختلف الحدیث وہ حدیث ہے جس کے مخالف اُس جیسی کوئی حدیث موجود ہو مگر دونوں میں تطبیق ممکن ہو یعنی وہ صحیح یا حسن حدیث کہ ایک دوسری حدیث جو مرتبہ اور قوت میں اُس جیسی ہو وہ ظاہری معنیٰ میں پہلی حدیث کی مخالف ہو مگر اہل علم کیلئے اُن دونوں کے معانی ومدلولات میں تطبیق دینا ممکن ہو جیسے حدیث **لا عدوی ولا طیرۃ** اور **فرمن المجذوم فرارك من الاسد** میں بظاہر تعارض ہے کیونکہ پہلی حدیث مرض کے متعدی ہونے کی نفی کرتی ہے جبکہ دوسری حدیث میں تعدیہ کا اثبات ہے تو محدثین نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا ہے بایں طور کہ مرض کے متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ کوئی چیز کسی چیز کو متعدی نہیں ہوتی نیز ایک موقع پر آپ ﷺ سے جب خارشی اونٹ کے دوسرے اونٹ کو خارشی کرنے کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو کس نے بیماری لگائی تھی۔ باقی مجذوم سے بھاگنے کا حکم غلط عقیدے کا راستہ بند کرنے کیلئے ہے۔

② ناسخ ومنسوخ: شارع کا اپنے پہلے حکم کو دوسرے حکم کے ذریعے اٹھانا اور زائل کرنا نسخ کہلاتا ہے، پہلے حکم کو منسوخ اور دوسرے حکم کو ناسخ کہا جاتا ہے۔

**②** <u>ناسخ اور منسوخ کی معرفت کے طریقے:</u>۔ ① رسول اللہ ﷺ خود تصریح فرمادیں جیسے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب تمہیں اجازت ہے بے شک وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ ② صحابی تصریح کردے جیسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دو امور میں سے آخری امر یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضوء کی تجدید نہیں کرتے تھے۔ ③ تاریخ کے ذریعے معلوم ہو جیسے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث **افطر الحاجم والمحجوم** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث **ان النبی ﷺ احتجم وھو محرم صائم** کے ذریعے منسوخ ہے۔ اس لئے کہ بعض سندوں میں یہ وضاحت پائی جاتی ہے کہ حضرت شداد رضی اللہ عنہ والی روایت فتح مکہ کے دن کی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی روایت تاریخ کے اعتبار سے مؤخر ہونے کی وجہ سے ناسخ ہے۔ ④ اجماع کے ذریعے نسخ کا علم ہو جیسے **من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ**۔ اس حدیث کے متعلق امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اجماع اس حدیث کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اجماع ناسخ نہیں ہے بلکہ ناسخ پر دلالت ہوتا ہے۔

**③** <u>ناسخ ومنسوخ کی اہم تصنیفات:</u>۔ ① ابوبکر محمد بن موسیٰ کی تصنیف "الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ" ② امام احمدؒ کی تصنیف "الناسخ والمنسوخ" ③ علامہ عبدالرحمن ابن جوزیؒ کی تصنیف "تجرید الاحادیث المنسوخہ"

## السوال الثالث ۱۴۳۶ھ

**الشق الاوّل** ...حدیث معلق ومرسل کی تعریف بیان کریں۔ نیز مرسل کا حکم بھی تحریر کریں۔ (ص ۵۷)

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل دو امور مطلوب ہیں (۱) حدیث معلق و مرسل کی تعریف (۲) مرسل کا حکم۔

**جواب** ❶ حدیث معلق و مرسل کی تعریف:۔ معلق: (لغوی معنی جوڑا ہوا) وہ حدیث جس کی سند کی ابتداء یعنی صحابی کی جانب سے ایک یا زائد راوی مسلسل حذف ہوں۔ اس کی دو صورتیں ہیں: مکمل سند حذف ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یا صحابی کے علاوہ باقی ساری سند حذف ہو، یا صرف صحابی یا تابعی مذکور ہوں باقی سند حذف ہو جیسے امام بخاریؒ نے حدیث نقل کی ہے وقال ابوموسیٰ غطی النبی رکبتیه حین دخل عثمان۔ یہ حدیث معلق ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے صحابی کے علاوہ اس کی مکمل سند حذف کر دی ہے۔ حدیث معلق مردود اور غیر مقبول ہے کیونکہ اس میں مقبول کی لازمی شرط "اتصال" مفقود ہے اور اُن محذوف راویوں کے حالات کا علم نہیں ہے۔

مرسل: (لغوی معنی چھوڑا ہوا) وہ حدیث جس کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی منقطع ہو یعنی راوی حذف ہو یعنی کوئی تابعی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو وہ یوں کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یا یہ کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا جیسے عن سعید ابن المسیب ان رسول الله ﷺ نهی عن المزابنة۔ اس حدیث کی سند کے آخر میں حضرت سعید بن مسیبؒ جلیل القدر تابعی ہیں انہوں نے اپنے اور حضور ﷺ کے درمیان صحابی کا واسطہ ذکر کئے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

❷ مرسل کا حکم:۔ حدیث مرسل اصل میں ضعیف و غیر مقبول ہے اس لئے کہ اس میں مقبول کی شرطوں میں سے ایک شرط "اتصال" مفقود ہے اور اُس محذوف راوی کے حالات کا علم نہیں کہ وہ صحابی ہے یا غیر صحابی ہے۔ غیر صحابی ہونے کی حالت میں احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو۔ مگر علماء محدثین نے اس کے حجت ہونے میں اختلاف کیا ہے کیونکہ اس میں عموماً صحابی ساقط ہوتا ہے اور تمام صحابہ ؓ عادل ہیں، اُن کے مجہول الحال ہونے سے کوئی ضرر واقع نہیں ہوتا۔

حدیث مرسل کے متعلق علماء کے تین اقوال ہیں۔ ① جمہور محدثین، اصولیین و فقہاء کے نزدیک مرسل ضعیف و غیر مقبول ہے اس لئے کہ محذوف راوی کی حالت مجہول ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ راوی غیر صحابی ہو۔ ② امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ و امام احمدؒ اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک مرسل صحیح اور حجت ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا راوی ثقہ ہو اور وہ ثقہ سے ہی ارسال کرتا ہو۔ اس لئے کہ ثقہ تابعی کے متعلق یقین ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق قال رسول الله تب ہی کہے گا جب وہ ثقہ سے سنے گا۔

③ امام شافعیؒ اور دیگر بعض اہل علم کے نزدیک مرسل کے قابل قبول ہونے کی چار شرطیں ہیں: (۱) ارسال کرنے والا کبار تابعین میں سے ہو۔ (۲) ارسال کرنیوالا جس سے ارسال کرتا ہے اُس کا نام لے تو ثقہ نام لے۔ (۳) جب دوسرے حفاظ حدیث اُسی حدیث کو مرسل روایت کریں تو اُس کی مخالفت نہ کریں۔ (۴) درج ذیل پانچ شرائط میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے۔

۱..... وہ حدیث ایک اور مسند طریق سے مروی ہو۔ ۲..... وہ حدیث دوسری مرسل اسانید کے ساتھ مروی ہو مگر اسے مرسل وہ بیان کریں جنہوں نے پہلی مرسل حدیث کے رجال کے علاوہ دوسرے راویوں سے حصول علم کیا ہو۔

۳..... وہ حدیث صحابی کے قول کے موافق ہو۔ ۴..... اُس حدیث کے موافق اور مقتضی پر اکثر علماء حدیث نے فتویٰ دیا ہو۔

۵..... اُس حدیث کے موافق اور مقتضی پر اکثر اہل علم نے فتویٰ دیا ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

صحابی کی مرسل حدیث یعنی وہ روایت جس میں صحابی رسول اللہ ﷺ کے ایسے قول یا فعل کی خبر دے جسے اُس نے نہ سنا ہو نہ اس کا مشاہدہ کیا ہو، اس کے متعلق جمہور محدثین وعلماء کا مشہور وصحیح مذہب یہی ہے کہ وہ قابل استدلال اور صحیح ہے کیونکہ صحابہؓ کا تابعین سے روایت کرنا شاذ ونادر ہے اور جب وہ تابعین سے روایت کرتے ہیں تو اُسے واضح کرتے ہیں اور جب وہ وضاحت کے بغیر **قال رسول اللہ** ﷺ کہیں تو اس کی حقیقت یہی ہے کہ انہوں نے اس روایت کو دوسرے صحابی سے سنا ہے اور صحابی کو درمیان سے نکال دینا سند کے لئے ضرر اور نقصان کا باعث نہیں ہے۔

**السؤال الثانی** ......تدلیس کا معنیٰ واقسام بیان کریں۔ مدلس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے مدلس ومرسل خفی میں فرق واضح کریں۔

**﴿خلاصۂ سوال﴾**......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) تدلیس کا معنیٰ (۲) تدلیس کی اقسام (۳) مدلس کی وجہ تسمیہ (۴) مدلس اور مرسل خفی میں فرق۔ (ص ۶۵)

**جواب** ...... ❶ تدلیس کا معنیٰ:۔ تدلیس باب تفعیل کا مصدر ہے اور مجرد میں اس کا مادہ "دلس" ہے اور دلس کا معنیٰ ہے معاملہ کو چھپانا اور تاریکی کو روشنی میں ملا جلا دینا ہے چونکہ مدلس بھی تدلیس کے ذریعہ روایت کی سند کے معاملہ کو بالکل تاریک کردیتا ہے کہ روایت پڑھنے وسننے والے کے سامنے بالکل معاملہ واضح نہیں ہوتا اس لئے اس کو مدلس کہتے ہیں۔

خبر مدلس اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی اپنے اصل مروی عنہ کا نام حذف کرکے اس سے اوپر والے شیخ سے اس طرح روایت کرے کہ اصل مروی عنہ کا محذوف ہونا بالکل معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ اس نے اس سے اوپر والے شیخ ہی سے روایت کی ہے مثلاً عنعنہ کے طریقہ سے یا قال کہہ کر روایت کرے۔

❷ تدلیس کی اقسام:۔ ملا علی قاریؒ نے تین اقسام نقل کی ہیں۔ تدلیس الاسناد، تدلیس الشیوخ، تدلیس التسویہ۔

① تدلیس الاسناد: تدلیس الاسناد یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ اور مروی عنہ کو یا شیخ الشیخ کو حذف کرکے اوپر والے شیخ سے روایت کرے یا یہ کہ راوی اپنے ہم عصر سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو یا ملاقات ہوئی ہو مگر اس سے اس کا عدم سماع ثابت ہو یا سماع ثابت ہو مگر وہ خاص روایت اس شیخ سے نہ لی ہو بلکہ اسکے کسی ضعیف شاگرد سے سنی ہو مگر اس کا واسطہ ساقط کرکے شیخ سے اس طرح روایت کرے کہ جس سے سماع کا وہم ہوتا ہے مثلاً عن سے یا قال کہہ کر روایت کرے مندرجہ ذیل حضرات کی تدلیس اسی قبیل سے ہے۔ (۱) اعمش (۲) ثوری (۳) ابن اسحٰق (۴) بقیہ بن الولید (۵) ولید بن مسلم۔

تدلیس الاسناد کا حکم: تدلیس کی یہ قسم ناجائز اور بہت زیادہ مذموم ہے اور حضرت شعبہ اس کی بہت زیادہ مذمت بیان کرتے تھے

② تدلیس الشیوخ: تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ راوی اپنے مروی عنہ شیخ کا غیر معروف نام یا غیر معروف نسبت یا غیر معروف صفت ذکر کرے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں کیونکہ وہ ضعیف یا ادنیٰ درجہ کا راوی ہے جیسے ابن مجاہد المقری نے کہا "حدثنا محمد بن سند" یہ محمد بن سند اس ابن مجاہد کا شیخ ہے، ابن مجاہد نے اس کی نسبت بیان کرنے میں تدلیس کی ہے۔ محمد بن سند سے ابوبکر محمد بن الحسن النقاش مراد ہے اور سند اس کا کوئی دادا ہے، اس کا نسب اس طرح ہے محمد بن الحسن بن زیادہ بن ہارون بن جعفر بن سند۔

تدلیس الشیوخ کا حکم: تدلیس کی یہ قسم ناجائز تو نہیں ہے مگر نامناسب اور مذموم ہے اور یہ پہلی قسم کے مقابلہ میں اخف ہے۔

Scanned with CamScanner

③ تدلیس التسویہ: تدلیس التسویہ یہ ہے کہ راوی اپنے مروی عنہ شیخ کو حذف نہ کرے بلکہ شیخ سے اوپر سند کے اندر موجود کسی ضعیف یا معمولی راوی کو تحسین سند کی غرض سے حذف کردے اور اس مقام پر ایسا لفظ ذکر کرے جس میں سماع کا احتمال ہو۔ مثلاً راوی (مدلس) کا استاد اور شیخ ثقہ ہے، شیخ الشیخ بھی ثقہ ہے مگر تیسرے نمبر کا مروی عنہ ضعیف ہے اور چوتھے نمبر کا شیخ بھی ثقہ..... الی آخرہ اب مدلس راوی اس تیسرے نمبر کے ضعیف راوی کو حذف کرکے دوسرے آدمی کو چوتھے کے ساتھ ملا دیتا ہے اب درمیان سے ضعیف راوی نکل گیا تو یہ سند ثقات عن الثقات کے درجہ کی ہوگئی۔ تدلیس کی یہ قسم حرام ہے یہ سراسر دھوکہ اور فریب ہے، اسلئے کہ سند میں غور کرنے والا اس سند کو ثقات عن ثقات کے درجہ کی سند سمجھ کر اس پر صحت کا حکم لگادے گا حالانکہ حقیقت اسکے برعکس ہے۔

② مدلس کی وجہ تسمیہ: تفصیله کما مرّ آنفا فی الامر الاوّل۔

③ مدلس اور مرسل خفی میں فرق: مدلس اور مرسل خفی میں فرق یہ ہے کہ تدلیس میں راوی (مدلس) کی شیخ سے (معاصرت کے ساتھ ساتھ) ملاقات بھی ثابت ہوتی ہے مگر سماع نہیں ہوتا یا مطلق سماع تو ہوتا ہے مگر روایت کردہ حدیث کا سماع نہیں ہوتا جبکہ مرسل خفی میں معاصرت تو ثابت ہوتی ہے مگر اس سے ملاقات نہیں ہوتی۔ اس فرق کا حاصل یہ ہوا کہ تدلیس میں ملاقات کا ثبوت ہوتا ہے جبکہ مرسل خفی میں ملاقات کا ثبوت نہیں ہوتا۔ لہذا صاحب خلاصہ کی طرح جن حضرات نے تدلیس میں مطلق معاصرت (خواہ ملاقات کے بغیر ہو) کا اعتبار کیا ہے تو انہوں نے تدلیس کی تعریف میں مرسل خفی کو بھی داخل کرلیا ہے کیونکہ مرسل خفی میں بھی صرف معاصرت ہوتی ہے ملاقات نہیں ہوتی تو اس لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں رہا لیکن یہ تساوی اور عدم فرق درست نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان میں فرق اور تباین ہے۔

# ﴿الورقة الثانية فی مصطلح الحدیث﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاوّل** ..... معنعن ومؤنن کی تعریف ومثال بیان کریں۔ نیز حدیث معنعن کے متصل یا منقطع ہونے کے متعلق علماء کے اقوال کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) معنعن ومؤنن کی تعریف ومثال (۲) حدیث معنعن کے متصل یا منقطع ہونے کے متعلق علماء کے اقوال۔

**جواب** ..... ① معنعن ومؤنن کی تعریف ومثال: حدیث معنعن: وہ حدیث ہے جو عن، عن، عن سے روایت کی گئی ہو یعنی راوی سمعت یا حدثنی وغیرہ کی جگہ لفظ عن استعمال کرے جیسے حدثنا سفیان عن اسامة بن زید عن عثمان بن عروة عن عروة عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ان الله وملئكته یصلون علی میامن الصفوف۔

حدیث مؤنن: وہ حدیث جو أنّ کے لفظ سے روایت کی جائے جیسے حدثنا فلانٌ انّ فلانًا قال الخ۔

امام احمد اور ایک جماعت کے نزدیک یہ منقطع ہے حتی کہ اس کا اتصال واضح ہو جائے اور جمہور علماء کے نزدیک اس کا حکم بھی معنعن والا ہی ہے مذکورہ شروط کے ہوتے ہوئے یہ سماع پر محمول ہوگا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

❷ حدیث معنعن کے متصل یا منقطع ہونے کے متعلق علماء کے اقوال:۔ حدیث معنعن کو اتصال پر محمول کیا جائے یا انقطاع پر؟ تین صورتوں میں بالاتفاق انقطاع پر محمول کیا جاتا ہے۔

① راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک نہ ہو ② دونوں کا زمانہ تو ایک ہو مگر زندگی بھر دونوں میں ملاقات نہ ہوئی ثابت ہو ③ دونوں کا زمانہ ایک ہو اور عدم لقاء ثابت نہ ہو مگر راوی مدلس ہو یعنی اس میں استاذ کا نام چھپانے کا مرض ہو۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو اور عدم لقاء (ملاقات نہ ہونا) بھی ثابت نہ ہو بلکہ ان کی باہم ملاقات ممکن ہو، اور راوی میں تدلیس کا مرض بھی نہ ہو، اور وہ بصیغہ عن روایت کرے تو اس سند میں اختلاف ہے بعض نام نہاد محدثین اس صورت میں بھی حدیث معنعن کو منقطع اور نا قابل استدلال قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث معنعن کو متصل قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ راوی اور مروی عنہ میں زندگی میں کم از کم ایک بار ملاقات ثابت ہو تو پھر اس راوی کی مروی عنہ سے تمام معنعن روایتیں متصل قرار دی جائیں گی ورنہ نفس معاصرت اور امکان لقاء کی وجہ سے حدیث معنعن کو اتصال پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ (فیض السمیر ص ۱۲۷) "تیسیر مصطلح الحدیث" میں انہی شرائط کو دوسرے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

**الشق الثانی** ......طعن کی مراد اور راوی میں طعن کے اسباب واضح کریں۔ حدیث موضوع و متروک کی تعریف بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) طعن کی مراد و راوی میں طعن کے اسباب (۲) حدیث موضوع و متروک کی تعریف۔ (ص ۷۵)

**جواب** ...... ❶ طعن کی مراد و راوی میں طعن کے اسباب:۔ راوی میں طعن سے مراد یہ ہے کہ کسی نے اس پر جرح کی ہو یا اُس میں عدالت اور دین کے پہلو سے گفتگو کی ہو اسی طرح اُس کے ضبط و حفظ اور تیقظ و بیدار مغزی کے پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہو۔

راوی میں طعن کے دس اسباب ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق راوی کی عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔ جن اسباب کا تعلق راوی کی عدالت سے ہے وہ جھوٹ، جھوٹ کی تہمت، بدعت، جہالت، فسق ہیں اور جن اسباب کا تعلق ضبط سے ہے وہ یہ ہیں ① غلطیاں کثرت سے کرتا ہو اور نہ ہونے والی غلطیاں کرتا ہو ② حافظہ کمزور ہو یا خلط ملط کرتا ہو ③ روایت کرنے میں غفلت سے کام لیتا ہو، اہتمام نہ کرتا ہو ④ وہم بہت زیادہ کرتا ہو ⑤ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو۔

❷ حدیث موضوع و متروک کی تعریف:۔ حدیث موضوع: وہ خود ساختہ اور جھوٹی بات جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ ضعیف روایات میں سے موضوع حدیث سب سے بری اور قبیح قسم ہے بلکہ بعض علماء نے اسے ایک مستقل بالذات قسم قرار دیتے ہوئے ضعیف روایات کی انواع میں شمار ہی نہیں کیا۔ محدثین کا اجماع ہے کہ موضوع روایت کو جانتے ہوئے اُس کا حال بیان کئے بغیر آگے روایت کرنا جائز نہیں ہے البتہ اُس کے موضوع ہونے کو بیان کر کے اُس کو ذکر کیا جا سکتا ہے۔

حدیث متروک: وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی ہو جو متہم بالکذب ہو اور راوی پر جھوٹ کی تہمت کے اسباب دو ہیں۔ ① وہ حدیث صرف اسکے واسطے سے مروی ہو اور عام قواعد شرعیہ کے مخالف ہو۔ ② وہ راوی معمول کی عام بات چیت میں جھوٹا مشہور ہو مگر اس سے حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ ظاہر نہ ہو (کیونکہ اگر حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ ظاہر ہو جائے تو وہ حدیث موضوع کہلاتی ہے)۔ ضعیف احادیث میں سے موضوع کے بعد دوسرا مرتبہ متروک کا ہے۔

Scanned with CamScanner

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول** ...... حدیث غریب کی تعریف کریں۔ غرابت کی اقسام بیان کریں نیز غریب اور فرد کے درمیان نسبت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) غریب کی تعریف واقسام (۲) غریب اور فرد میں نسبت کی تفصیل

**جواب** ...... ❶ غریب کی تعریف واقسام:۔ وہ حدیث جس کا روایت کرنے والا کسی نہ کسی زمانے میں ایک ہو یعنی جسے روایت کرنے والا شخص تنہا اور منفرد ہو خواہ سند کے تمام طبقوں میں یا بعض طبقوں میں یا ایک ہی طبقہ میں ہو اور سند کے باقی طبقوں میں موجود افراد کی زیادتی کوئی نقصان نہیں دے گی کیونکہ اعتبار کم سے کم تعداد کا ہوتا ہے۔

غرابت کی دو قسمیں ہیں ① غریب مطلق: غرابت وتفرد اصل سند میں ہو یعنی سند کی ابتداء (صحابی) میں ہی تفرد ہو جیسے انما الاعمال بالنیّات کے راوی صرف حضرت عمرؓ ہیں اور یہ تفرد آخر سند تک برقرار ہے۔ ② غریب نسبی: سند کے درمیان میں کسی خاص راوی کی طرف نسبت کرتے ہوئے غرابت وتفرد ہو۔ جیسے انّ النبی ﷺ دخل مکة وعلی رأسه المغفر یہ حدیث امام مالک، زہری سے اور وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، گویا اس روایت کو زہری سے روایت کرنے میں امام مالک متفرد ہیں۔

سند ومتن کے اعتبار سے غریب کی اقسام: ① جو سند ومتن دونوں اعتبار سے غریب ہو یعنی اکیلا راوی کسی متن کو نقل کرنے میں متفرد ہو۔ ② جو صرف سند کے اعتبار سے غریب ہو، جیسے کسی حدیث کے متن کو متعدد صحابہؓ نقل کریں مگر اسکی سند ہر صحابی سے اکیلا کیلئے مروی ہو۔

❷ غریب اور فرد کے درمیان نسبت کی تفصیل:۔ غریب اور فرد لغت اور اصطلاح کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مترادف ہیں البتہ اہل اصطلاح نے کثرت اور قلت استعمال کے اعتبار سے ان میں فرق کیا ہے، فرق یہ ہے کہ فرد کا استعمال اکثر فرد مطلق میں اور غریب کا استعمال اکثر فرد نسبی میں ہوتا ہے اور یہ فرق اسم کے اعتبار سے ہے لیکن جب فعل کا استعمال ہوگا تو ہر ایک دوسرے کے لئے استعمال ہوگا لہٰذا فرد مطلق اور فرد نسبی دونوں کے لئے تفرد به فلان اور اغرب به فلان استعمال ہوتے ہیں۔

**الشق الثانی** ...... راوی کے مقبول ہونے کی شرائط تحریر کریں، جرح وتعدیل کے مراتب اور اُن کا حکم ذکر کریں۔ (ص:۱۲۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) راوی کے مقبول ہونے کی شرائط (۲) جرح وتعدیل کے مراتب وحکم۔

**جواب** ...... ❶ راوی کے مقبول ہونے کی شرائط:۔ جمہور علماء کا اجماع ہے کہ حدیث کے راوی کیلئے بنیادی شرطیں دو ہیں۔

① عدالت: یعنی راوی مسلمان ہو، عاقل، بالغ ہو، اسباب فسق سے سلامت اور اخلاقِ اسلامی کا پابند ہو۔

عدالت کے ثبوت کیلئے دو امور ہیں۔ (۱) عدالت بیان کرنیوالے صراحت کریں خواہ تمام علماء تعدیل یا بعض۔ (۲) مشہور اور منظرِ عام پر آنے کی وجہ سے اُسکی عدالت مشہور ہو، اُس کی تعریف اور مدح عام ہو کہ اُس کے بعد کسی تعدیل کی ضرورت نہ رہے۔

② ضبط: یعنی راوی ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کرتا ہو، نہ اس کا حافظہ برا ہو، نہ زیادہ غلطیاں کرنے والا اور غفلت برتنے والا ہو اور نہ بہت زیادہ وہم کا شکار ہوتا ہو۔ حفظ وضبط کی پہچان روایت میں اُس کی ثقہ اور معتمد راویوں سے موافقت کرنے پر موقوف ہے پس اگر وہ روایت میں اکثر اُن کی موافقت کرتا ہے تو وہ ضابط ہے، معمولی اور شاذ ونادر مخالفت اُس کے لئے مضر نہیں ہے البتہ اگر مخالفت زیادہ ہو تو وہ ضبط میں خلل شمار ہوگی اور وہ قابلِ حجت نہ رہے گا۔

❷ جرح وتعدیل کے مراتب وحکم:۔ علامہ ابن ابی حاتمؒ نے الجرح والتعدیل میں جرح وتعدیل کے چار چار مراتب بیان کئے ہیں اور بعض علماء نے اُن پر دو مرتبوں کا اضافہ کیا ہے تو مجموعی طور پر چھ چھ مراتب ہوگئے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

تعدیل کے مراتب: ① جو توثیق میں مبالغے پر دلالت کریں یا افعل التفضیل کے وزن پر ہو جیسے فلان الیہ المنتھی فی التثبت یا فلان اثبت الناس۔ ② توثیق کی صفات میں سے کسی ایک یا دو صفات کے ساتھ تاکید شدہ ہو جیسے ثقۃ ثقۃ یا ثقۃ ثبت۔ ③ جو توثیق پر دلالت کرنے والی صفات میں سے ایک کے ساتھ غیر مؤکد ہو جیسے ثقۃ یا حجۃ۔ ④ جو الفاظ ضبط کو واضح کیے بغیر راوی کی تعدیل پر دال ہوں جیسے صدوق، محلہ الصدق، لا باس بہ۔ ⑤ ایسے الفاظ جن میں جرح و تعدیل پر دلالت نہ ہو جیسے فلانٌ شیخٌ یا روی عنہ الناس۔ ⑥ ایسے الفاظ جو جرح کے قریب کا شعور دلائیں مثلاً صالح الحدیث یا یکتب حدیثہ۔

پہلے تین مرتبوں والے راویوں سے حجت پکڑی جاتی ہے اگرچہ اُن میں سے بعض بعض سے زیادہ قوی ہوں۔ چوتھے اور پانچویں مرتبے والے راویوں سے حجت نہیں پکڑی جائے گی البتہ اُن کی حدیث لکھی جائے گی اور اسے جانچا جائے گا۔ چھٹے مرتبے والوں کی حدیث سے حجت نہیں لی جائے گی البتہ اُن کی احادیث صرف اعتبار کے لئے لکھی جائیں گی جانچ پڑتال کے لئے نہیں۔

جرح کے مراتب: ① جو راوی کے حفظ میں کمزوری اور نرمی پر دلالت کرے، یہ سب سے آسان اور کم ترین جرح ہے جیسے لین الحدیث، فیہ کلامٌ۔ ② جس سے حجت نہ لینے کی صراحت ہو یا اُس کے مشابہ لفظ ہوں جیسے فلان لا یحتج بہ، ضعیفٌ، لہ مناکیرُ۔ ③ جس سے نہ لکھنے کی صراحت یا اُس جیسے لفظ ہوں جیسے فلانٌ لا یکتب عنہ، ضعیفٌ جدًا۔ ④ جھوٹ کی تہمت ہو یا اُس جیسے الفاظ ہوں جیسے فلاں پر جھوٹ کی تہمت ہے، یا حدیثیں بنانے اور وضع کرنے کی تہمت ہے، یا وہ حدیث چوری کرتا ہے، یا وہ ساقط ہے، یا وہ چھوڑا گیا ہے، یا وہ ثقہ نہیں ہے۔ ⑤ وہ الفاظ جو راوی کے جھوٹا ہونے پر دلالت کریں مثلاً کذابٌ، دجالٌ، یضع الحدیث۔ ⑥ جو جھوٹ میں مبالغے پر دلالت کرے مثلاً فلاں سب سے زیادہ جھوٹا ہے، اس پر جھوٹ بولنے کی انتہاء ہے، یا وہ جھوٹ کا رکن اور اس کی کان ہے۔

پہلے دو مرتبہ والوں سے حجت نہیں پکڑی جائے گی لیکن اُن کی حدیث صرف اعتبار کے طور پر لکھی جائے گی اور آخری چار مراتب والوں کی حدیث سے نہ حجت پکڑی جائے گی، نہ اُن کی حدیث لکھی جائے گی اور نہ اُن کا اعتبار کیا جائے گا۔

## السوال الثالث ۱۴۲۷ھ

**الشق الاول** ..... حصول حدیث کے طریقوں کی مکمل تفصیل تحریر کریں۔

**جواب** ..... حصول حدیث کے طریقوں کی مکمل تفصیل: حدیث کو حاصل کرنے کے آٹھ طریقے ہیں:

① شیخ کے الفاظ کو سننا یعنی استاد پڑھے اور طالب علم براہِ راست سنے، خواہ استاد اپنے حافظے سے بیان کرے یا کتاب سے دیکھ کر اور طالب علم خواہ صرف سنے یا لکھے بھی سہی۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ سماع کا سب سے بلند طریقہ ہے۔ اس طریقے سے حاصل کردہ حدیث کو سمعت یا حدثنی کے الفاظ سے آگے نقل کرنا درست ہے۔ ② قراءت علی الشیخ: یعنی طالب علم پڑھے اور استاد سنے خواہ طالب علم خود پڑھے یا کوئی دوسرا طالب علم پڑھے اور وہ سنے اور خواہ یہ قراءۃ حفظ سے ہو یا کتاب سے دیکھ کر ہو اسی طرح استاذ خواہ اپنے حفظ سے سنے یا کتاب کو سامنے رکھ کر سنے۔ اس طریقے سے حاصل کردہ حدیث کو اخبرنی کے الفاظ سے آگے نقل کیا جاتا ہے۔

③ اجازت: یعنی شیخ زبانی طور پر یا لکھ کر روایت کرنے کی اجازت دے مثلاً استاد اپنے شاگرد سے کہے کہ میں تجھے اجازت دیتا ہوں

Scanned with CamScanner

کرو مجھ سے فلاں کتاب روایت کر سکتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک کسی معین چیز کی معین شخص کو اجازت دینے سے اجازت درست ہے۔ اُسکے علاوہ غیر معین شخص یا غیر معین کتاب کی اجازت میں کثیر اختلاف ہے۔ افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ اسے اجازلی فلانٌ سے آگے نقل کیا جائے۔ ④ مناولہ: یہ اجازت کی قسموں میں سے بلندترین اور اعلیٰ قسم ہے یعنی استاد طالب علم کو اپنی کتاب دے اور کہے کہ یہ میری فلاں سے روایت ہے تو اسے بیان کر سکتا ہے۔ اور وہ طالب علم خواہ اسے اپنی ملکیت میں رکھے یا نقل کرنے کیلئے عاریتاً رکھے۔ اسکی دوسری صورت یہ ہے کہ شیخ روایت کرنے کی اجازت نہ دے بلکہ محض اپنے شاگرد کو اپنی کتاب دیکر یہ کہے کہ یہ میری روایات ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم (اجازت کے ساتھ) کو روایت کرنا جائز ہے جبکہ دوسری قسم (بغیر اجازت) کو صحیح قول کے مطابق روایت کرنا درست نہیں ہے اسے ناولنی واجازلی کے الفاظ سے آگے نقل کرنا احسن اور حدثنا مناولۃ ولجازۃ کے الفاظ سے نقل کرنا جائز ہے۔

⑤ کتابت: یعنی استاد اپنی سنائی گئی روایات کسی موجود یا غائب شخص کو اپنے خط کے ساتھ یا اپنے حکم کے ساتھ لکھوا کر دے اس کی بھی دو قسمیں ہیں (الف) اُس میں اجازت بھی درج ہو (ب) روایت کرنے کی اجازت درج نہ ہو۔ پہلی قسم مناولہ کی پہلی قسم کی طرح ہے یعنی اُس طریقے سے روایت کرنا صحیح ہے اور دوسری قسم میں بھی صحیح قول کے مطابق روایت کی اجازت ہے۔ اسے کتابت کی تصریح کے ساتھ مثلاً کتب الیّ فلانٌ اور سماع وقراءت کے مقید الفاظ مثلاً حدثنا فلانٌ یا اخبرنی کتابہ وغیرہ کے الفاظ سے روایت کیا جاتا ہے۔ ⑥ اعلام: یعنی استاد شاگرد کو خبر دے کہ یہ حدیث یا یہ کتاب میرا سماع ہے، بہت سے محدثین، اصولیین وفقہاء کے نزدیک اس کو روایت کرنا جائز ہے مگر صحیح قول کے مطابق اس کو روایت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات استاد خبر دیتا ہے کہ یہ حدیث میری روایت ہے مگر اُسے آگے بیان کرنا جائز نہیں ہوتا کیونکہ اس میں خلل اور خرابی ہوتی ہے البتہ اگر روایت کی اجازت دے تو درست ہے اس کو اعلمنی شیخی بکذا کے الفاظ سے روایت کیا جاتا ہے۔

⑦ وصیت: یعنی شیخ اپنی موت یا سفر کے وقت کسی شخص کو اپنی کسی کتاب کے ساتھ وصیت کرے جسے وہ خود روایت کرتا ہے بعض سلف کے نزدیک اس کو روایت کرنا جائز ہے مگر صحیح قول کے مطابق اس کو روایت کرنا جائز نہیں ہے اور اس کو اوصی الیّ فلانٌ بکذا، حدثنی فلانٌ وصیّۃ کے الفاظ سے روایت کیا جاتا ہے۔

⑧ وجادت: (لغوی معنی پانا) یعنی شاگرد اپنے استاد کے خط سے لکھی ہوئی کچھ احادیث پائے جنہیں وہ بیان کرتا تھا اور شاگرد انہیں پہچان لے یعنی اس میں شاگرد نے نہ سماع کیا ہے اور نہ اُسے اجازت ہے، اس طریقہ سے روایت کرنا منقطع کہلاتا ہے مگر دوسرے طریق سے یہ روایت متصل بھی ہوتی ہے، اسے وجدت بخط فلان او قرأت بخط فلان کذا کے الفاظ سے روایت کیا جاتا ہے۔

**الشق الثانی** ...... حدیث کے ضبط اور کتابت کا حکم بالتفصیل ذکر کریں۔ نیز نابینا شخص کی روایت اور روایت بالمعنیٰ کا حکم و شرائط بیان کریں۔ (ص ۱۴۳ و ۱۴۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کے ضبط اور کتابت کا حکم (۲) نابینا شخص کی روایت کا حکم (۳) روایت بالمعنیٰ کا حکم وشرائط۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کے ضبط اور کتابت کا حکم:۔ سلف وصحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے کتابت وضبط حدیث کے متعلق

Maktaba Tul Ishaat.com

دونوں طرح کے اقوال ہیں۔ ① حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے نزدیک مکروہ وناجائز ہے۔
② حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت انس، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مباح وجائز ہے
اسکے بعد علماء کا کتابت حدیث کے جواز پر اجماع ہوگیا کیونکہ اگر حدیث کتابوں میں مدوّن نہ کی جاتی تو آخیر زمانوں میں ضائع ہوجاتی
اس اختلاف کا سبب دراصل ارشادات نبوی میں اختلاف تھا۔ مسلم کی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھا کرو، جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے وہ اسے مٹادے۔ جبکہ صحیحین کی ہی دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوشاہ کو لکھ دو اسی طرح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھنے کی اجازت دی گئی تو علماء نے ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا کہ یہ لکھنے کی اجازت اُس شخص کیلئے تھی جسے بھولنے کا خوف تھا اور منع اُسے کیا گیا تھا جو بھولنے سے محفوظ تھا اور بعض نے کہا کہ ممانعت اُس وقت تھی جب قرآن وحدیث میں التباس واختلاط کا خوف تھا پھر جب اس خوف سے امن ہوگیا تو لکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

③ **نابینا شخص کی روایت کا حکم:۔** جس نابینا راوی کو اپنے سماع سے کچھ بھی یاد اور محفوظ نہ ہو، اس حدیث کے لکھنے میں جسے سن چکا ہو اور اس کے ضبط وکتابت کی حفاظت پر ثقہ راوی سے مدد لے اور اُس پر قراءت کے وقت احتیاط سے کام لے بایں طور کہ اس کا غالب گمان یہی ہو کہ وہ تغییر وتبدیل سے محفوظ ہے، اُس کی روایت اکثر حضرات کے نزدیک درست ہے اور نابینا آدمی کا حکم اُس بینا کی مانند ہے جو اَن پڑھ ہو اور یاد بھی نہ کرتا ہو۔

④ **روایت بالمعنیٰ کا حکم وشرائط:۔** علماء سلف وخلف نے روایت بالمعنیٰ کے متعلق اختلاف کیا ہے، جمہور محدثین، فقہاء واصولیین کی ایک جماعت نے اس سے منع کیا ہے جیسے محمد ابن سیرینؒ، ابوبکر رازیؒ وغیرہ۔ جبکہ محدثین، فقہاء، واصولیین میں سے جمہور سلف وخلف نے اس کو جائز کہا ہے جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں البتہ جن حضرات نے روایت بالمعنیٰ کو جائز قرار دیا ہے اُن کے نزدیک چند شرائط ہیں۔ ① راوی الفاظ اور اُن کے معنی ومقاصد کو جانتا ہو ② راوی اُن عوارض کو جانتا ہو اور اُن پر خبردار ہو جو اُس کے معنی کو پھیرتے اور محال بناتے ہیں۔

# ﴿الورقة الثانية فی اصول الحدیث﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٨ھ

**الشق الاوّل** ...... المنکر کی لغوی واصطلاحی تعریف، مثال اور مرتبہ لکھیں۔ المنکر اور الشاذ میں فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) المنکر کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) المنکر کی مثال اور مرتبہ (۳) المنکر اور الشاذ میں فرق۔

**جواب** ...... ① **المنکر کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔** لغوی اعتبار سے یہ **انکار** سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اقرار کی ضد ہے بمعنی انکار کی ہوئی روایت۔ اور اصطلاح میں وہ روایت جس کا راوی خود ضعیف ہو مگر وہ اس روایت کے خلاف روایت کرے جسے ثقہ راوی نے روایت کیا ہو۔

Scanned with CamScanner

③ **المنکر کی مثال اور مرتبہ:۔** عن ابی حاتم عن حبیب بن حبیب عن ابی اسحق عن العزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال من اقام الصلوٰة واٰتی الزکوٰة وحج البیت وصام وقری الضیف دخل الجنة ۔ اس حدیث کو ابو اسحاق کے شاگردوں میں سے صرف حبیب نے مرفوعاً نقل کیا ہے اسکے علاوہ دیگر تمام ثقہ شاگردوں نے ابو اسحق سے اس حدیث کو موقوف بیان کیا ہے تو یہ حدیث موصول منکر کی مثال ہے۔

منکر انتہائی ضعیف حدیث کی اقسام میں سے ہے کیونکہ یہ یا اُس راوی کی روایت ہوتی ہے جو فحش اغلاط یا کثیر الغفلت یا قلت تقویٰ میں معروف ہوتا ہے یا اُس راوی کی روایت ہوتی ہے جو خود ضعیف ہو اور ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو، اسلئے یہ روایت بہت ضعیف ہوتی ہے اور اس شدتِ ضعف کی وجہ سے متروک کے بعد والے مرتبہ میں شمار ہوتی ہے۔

④ **المنکر اور الشاذ میں فرق:۔** شاذ میں مقبول و ثقہ راوی اپنے سے بہتر اور زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہے جبکہ منکر میں ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہے۔

**الشق الثانی** ..... ذیل کی اصطلاحات پر اس طرح گفتگو کیجئے کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

الحدیث القدسی الحدیث الموقوف الحدیث المقطوع

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط مذکورہ اصطلاحات کی وضاحت مطلوب ہے۔

**جواب** ..... **اصطلاحات کی وضاحت:۔** **الحدیث القدسی:** لغوی اعتبار سے قدسی کا لفظ قدس کی طرف منسوب ہے بمعنی مطہر و پاکیزہ یعنی وہ حدیث جو ذاتِ قدسیہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو، اصطلاحی تعریف کہ وہ حدیث جو آپ ﷺ کی طرف سے ہم تک منقول ہو اور آپ ﷺ اس کی سند اللہ تعالیٰ تک بیان کریں۔

حدیث قدسی اور قرآن مجید میں ایک فرق یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں جبکہ حدیث قدسی میں الفاظ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہوتے ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے عبادت مقصود ہوتی ہے جبکہ حدیث قدسی کی تلاوت بطورِ عبادت نہیں کی جاتی۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ قرآن مجید کے ثبوت میں تواتر کی شرط ہے جبکہ حدیث قدسی میں تواتر کی شرط نہیں ہے۔

احادیث قدسیہ کی تعداد دو سو سے کچھ زائد بیان کی گئی ہے۔ حدیثِ قدسیہ کی مثال وہ حدیث ہے جو امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ وہ آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرما فلا تظالموا (اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے لئے بھی حرام ٹھہرایا ہے اور تمہارے اوپر بھی ظلم حرام ہے اس لئے تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو)۔

حدیث قدسی کیلئے دو صیغے استعمال ہوتے ہیں: ① راوی کہے قال رسول اللہ ﷺ فیما یرویه عن ربه عزوجلّ (رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) ② قال اللہ تعالی فیما رواه عنه رسول اللہ ﷺ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جیسا کہ اس سے اسکے رسول نے روایت کیا)

**الحدیث الموقوف:** لغۃً یہ وقف سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی وقف کیا ہوا گویا راوی حدیث اس حدیث کی سند میں صحابی پر

Maktaba Tul Ishaat.com

ٹھہر جاتا ہے اور توقف کرتا ہے باقی سلسلۂ سند کو ذکر نہیں کرتا۔ اصطلاح میں حدیث موقوف وہ قول، فعل یا تقریر ہے جس کی اضافت کسی صحابی کی طرف ہو جیسے امام بخاریؒ کی روایت ہے قال علی ابن ابی طالب حدثوا الناس بما یعرفون اتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ (لوگوں کو وہ چیز بیان کرو جس کو وہ سمجھ سکیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے)۔

بسا اوقات موقوف کا لفظ صحابی کے علاوہ کسی اور کی طرف سے منقول حدیث یا خبر پر بھی استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کے ساتھ قید لگائی جاتی ہے جیسے ھذا حدیث وقفہ فلانٌ علی الزھری او علی عطاء او نحو ذٰلک۔

حدیث موقوف چونکہ کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی حسن و ضعیف ہوتی ہے اسلئے عمومی قانون یہ ہے کہ اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال ہیں۔ اگر اس کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے تو ضعیف احادیث کیلئے یہ تقویت کا باعث بنتی ہے یہ اُس وقت ہے جب قولِ صحابی مرفوع کے حکم میں نہ ہو لیکن جب موقوف مرفوع کے حکم میں ہو تو وہ مرفوع کی طرح حجت اور دلیل قطعی ہے۔

**الحدیث المقطوع:** لغوی طور پر یہ قطع سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی کٹا ہوا اور یہ وصل کی ضد ہے۔

اصطلاحی طور پر حدیث مقطوع وہ قول یا فعل ہے جو تابعی یا اُس سے نچلے طبقے والے تبع تابعی کی طرف منسوب ہو یعنی وہ قول یا فعل جس کی سند تابعی یا تبع تابعی یا کسی نچلے طبقے کے راوی کی طرف بیان کی گئی ہو۔ مقطوع قولی کی مثال جیسے اہلِ بدعت کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق حسن بصریؒ کا قول ہے صلّ وعلیہ بدعتہ (تم اس کے پیچھے نماز پڑھ لو اُسکی بدعت کا وبال اُسی پر ہوگا)۔

مقطوع فعلی کی مثال ابراہیم بن محمدؒ کا فرمان ہے کان مسروق یرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویقبل علی صلاتہ ویخلیھم ودنیاھم (حضرت مسروقؒ اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ لٹکا دیتے تھے اور نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور گھر والوں اور دنیا کو چھوڑ دیتے تھے)۔ احکام شرعیہ میں مقطوع روایات حجت نہیں ہیں اگرچہ اُن کی سند درست ہی ہو اس لئے کہ یہ ایک عام مسلمان کا قول اور فعل ہے لیکن اگر اُس میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہے جو اس کے مرفوع ہونے پر دلالت کرے تو اُس وقت اُس کا حکم مرفوع مرسل والا ہوگا مثلاً تابعی کے ذکر کے وقت راوی کہے یرفعہ (تابعی نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے)۔

﴿لا الٰہ الّا انت سبحانک انی کنت من الظالمین﴾

Scanned with CamScanner

الورقة الثالثة

# هدایه

(ج۔۲)

کتاب النکاح، کتاب الطلاق
تا آخر کتاب الایمان

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

# الورقة الثالثة فی الفقه

## السوال الاوّل ١٤٣٠ھ

**الشق الاوّل**...... **قال و تعتبر ایضافی الدین أی الدیانة و هذا قول أبی حنیفة و أبی یوسف** (ص۳۳۲۔رحمانیہ) **ما هی الکفاءة ؟ فی أی شی تعتبر الکفاءة؟ اشرح المسئلة المذکورة مع اختلاف الائمة و أدلتهم بوضوح.** (اشرف الہدایہ ج۳ص۷۱)

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) کفاءۃ کا تعارف (۲) امور معتبرہ فی الکفاءۃ (۳) مسئلہ کی تشریح (۴) کفاءۃ فی الدین میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

**جواب**...... ① کفاءۃ کا تعارف:۔ لغت میں کفاءۃ وکفو کا معنی ہمسری اور برابری ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں کفاءۃ فی النکاح یہ ہے کہ حسب ونسب، دین ودنیا، عمر اور حسن وجمال وغیرہ میں شوہر عورت کا مساوی وبرابر ہو۔

② امور معتبرہ فی الکفاءۃ:۔ مبسوط میں ہے کہ مرد کے حق میں درج ذیل امور میں کفاءۃ معتبر ہے ① نسب ② حریت ③ مال ④ پیشہ ⑤ حسب۔ بعض نے تقویٰ، اسلام آب اور عقل کو بھی امور معتبرہ فی الکفاءۃ میں شمار کیا ہے اور منہاج میں ہے کہ امام شافعیؒ امور معتبرہ فی الکفاءۃ میں سلامت عیوب حریت عفت اور پیشہ کو بھی شمار کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ امور مذکورہ میں دین اور مذہب کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔

③ مسئلہ کی تشریح:۔ کفاءۃ فی النکاح میں دین معتبر ہے اور دین سے مراد دیانت ہے یعنی تقویٰ صلاح، حسب اور مکارم اخلاق کیونکہ دین بمعنی اسلام تو نکاح مسلمہ کے جواز کیلئے شرط ہے اور ہمارا کلام اس میں ہے کہ نفاذ عقد کے بعد اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہو۔

④ کفاءت فی الدین میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ کفاءۃ فی النکاح میں دین یعنی دیانت کے معتبر ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ شیخینؒ کا مذہب یہ ہے کہ دین یعنی دیانت میں کفاءۃ معتبر ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک دیانت میں کفاءت کا اعتبار نہیں۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ دیانت اور صلاح اعلیٰ مفاخر میں سے ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ دوسری دلیل یہ ہے کہ لوگ عورت کو اس کے شوہر کے نسب سے گھٹیا ہونے پر جس قدر عار دلاتے ہیں شوہر کے فاسق ہونے پر اس سے بھی زیادہ عار دلائیں گے اس لئے کفو فی الدین معتبر ہے۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ دیانت امور آخرت میں سے ہے لہٰذا احکام دنیا اس پر موقوف نہیں ہوں گے مگر کسی کا شوہر اگر حد درجہ فسق وفجور میں مبتلا ہے کہ جو چاہے اس کو طمانچہ لگا دے اور لوگ مذاق اڑاتے رہیں اور نشے کی حالت میں لوگ اس کو بازار میں نکالیں تاکہ بچے اس کے ساتھ کھیلیں تو ایسا شخص کسی صالحہ عورت کا کفو نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ شخص انتہائی حقیر اور ذلیل ہے۔

**الشق الثانی**...... **وَإِذَا خَرَجَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ إِلَيْنَا مِنْ دَارِ الْحَرْبِ مُسْلِمًا وَقَعَتِ الْبَيْنُونَةُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا تَقَعُ وَلَوْ سُبِيَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ وَقَعَتِ الْبَيْنُونَةُ بَيْنَهُمَا بِغَيْرِ طَلَاقٍ وَإِنْ سُبِيَا مَعًا لَمْ تَقَعِ الْبَيْنُونَةُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَقَعَتْ.** (ص۳۶۲۔رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج۳ص۱۶۶)

Scanned with CamScanner

شکل العبارة ثم ترجمها ترجمة رائعة. اشرح صورة المسألة بوضوح۔ انکر اختلاف الائمة مع بیان منشا اختلافهم و أدلتهم .اذا اسلم زوج الکتابیة هل یبقی النکاح بینهما أو تقع الفرقة بینهما.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چھ امور ہیں۔۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) صورت مسئلہ کی تشریح (۴) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کا منشاء (۵) ائمہ کا اختلاف مع دلائل (٦) کتابیہ کے زوج کے مسلمان ہونے پر نکاح یا فرقت کا حکم

**جواب** ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو کر ہماری طرف دار الحرب سے نکل آیا تو ان دونوں کے درمیان بینونت واقع ہوگی اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ (بینونت) واقع نہیں ہوگی اور اگر احد الزوجین کو گرفتار کر لیا گیا تو ان دونوں میں بغیر طلاق کے بینونت واقع ہو جائیگی اور اگر دونوں ایک ساتھ گرفتار کئے گئے تو بینونت واقع نہیں ہوگی اور امام شافعیؒ نے کہا کہ واقع ہو جائیگی۔

❸ صورت مسئلہ کی تشریح:۔ اس عبارت میں تباین فی الزوجین کا مسئلہ مذکور ہے اس کی تین صورتیں ہیں ان میں سے ایک صورت متفق علیہ اور دو صورتیں مختلف فیہ ہیں۔ متفق علیہ صورت یہ ہے کہ احد الزوجین کو دار الحرب سے گرفتار کر کے دار الاسلام میں لے آئے تو اس صورت میں بالاتفاق زوجین کے درمیان بینونت واقع ہو جائے گی امام صاحبؒ کے نزدیک تباین دارین اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی گرفتاری کی وجہ سے بینونت واقع ہو جائے گی۔

پہلی مختلف فیہ صورت یہ ہے کہ اگر احد الزوجین مسلمان ہو کر دار الحرب سے دار الاسلام میں آ گیا تو احناف کے نزدیک ان دونوں میں بینونیت واقع ہو جائے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک بینونت واقع نہ ہوگی۔

دوسری مختلف فیہ صورت یہ ہے کہ دونوں زوجین گرفتار کئے گئے اور دار الحرب سے دار الاسلام میں اکٹھے لائے گئے تو اس صورت میں احناف کے نزدیک بینونت واقع نہیں ہوگی۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک بینونت واقع ہو جائے گی۔

❹ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کا منشاء (سبب بینونیت):۔ مذکورہ مختلف فیہ صورتوں میں اختلاف کا منشاء بینونت کے وقوع کا سبب ہے؟ ہمارے نزدیک بینونت و جدائی کا سبب زوجین کے درمیان حقیقتاً یا حکماً تباین دارین کا ہونا ہے، نہ کہ گرفتاری۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بینونت کا سبب گرفتاری ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ اسی کے قائل ہیں۔

❺ ائمہ کا اختلاف مع دلائل:۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ احنافؒ کے نزدیک بینونت کا سبب اختلاف دارین ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً جبکہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک بینونت کا سبب گرفتاری ہے نہ کہ تباین دارین۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ تباین دارین کا اثر یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ولایت منقطع ہو جاتی ہے اور انقطاع ولایت فرقت میں اثر انداز نہیں ہے جیسے ایک حربی امان لے کر دار الاسلام میں داخل ہو گیا پس تباین دارین کی وجہ سے اس حربی مستامن کی ولایت تو منقطع ہوگئی لیکن اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان فرقت واقع نہیں ہوئی۔ اسی طرح کوئی مسلمان امان لے کر دار الحرب میں چلا گیا پس اس کی ولایت تو منقطع ہوگئی لیکن اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان فرقت واقع نہیں ہوئی۔ پس ثابت ہو گیا کہ تباین دارین کو انقطاع ولایت میں تو دخل ہے لیکن فرقت میں کوئی دخل نہیں۔

رہا قید ہونا تو وہ قید کرنے والے کیلئے خالص ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور یہ خالص ہونا اسی وقت ممکن ہے جبکہ نکاح منقطع ہو جائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

پس معلوم ہوا کہ قید ہونا انقطاعِ ولایت اور فرقت دونوں کا سبب ہے خواہ دونوں ساتھ ساتھ قید ہوں یا الگ الگ قید ہوں۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ تباینِ دارین حقیقتاً اور حکماً انتظامِ مصالح کے منافی ہے اور جو چیز انتظامِ مصالح کے منافی ہو وہ نکاح کو قطع کر دیتی ہے جیسے محرمیت فی النکاح۔ پس تباینِ دارین نکاح کو قطع کر دے گا۔ حقیقتاً تباینِ دارین یہ ہے کہ ان دونوں میں شخص یعنی زوجین میں سے ایک دار الحرب میں ہو اور دوسرا دار الاسلام میں ہو۔ اور تباینِ حکمی یہ ہے کہ جس دار میں داخل ہو وہاں سے واپس ہونے کا ارادہ نہ ہو بلکہ رہنے اور ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ گرفتاری موجب ملکِ رقبہ ہے اور ملکِ رقبہ ابتداءً و بقاءً نکاح کے منافی نہیں ہے مثلاً ایک آدمی منکوحہ کو خریدے تو مشتری کیلئے ملکِ رقبہ ثابت ہوگی مگر غیر کا نکاح باقی رہے گا اسی طرح برعکس صورت۔ پس گرفتاری خریدنے کی مانند ہے یعنی جس طرح خریدنے سے نکاح فاسد نہیں ہوتا اسی طرح گرفتاری سے بھی عدمِ منافات کی وجہ سے فاسد نہیں ہوگا۔

مستامن پر قیاس کرنے کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مطلقاً تباینِ دارین فرقت کا سبب نہیں ہے بلکہ وہ تباینِ دارین فرقت کا سبب ہے جو حقیقتاً و حکماً دونوں طرح ہو اور حربی مستامن و مسلم مستامن میں اگرچہ حقیقتاً تباین ہے مگر حکماً تباین نہیں ہے ان دونوں کا واپس لوٹنے کا ارادہ ہے تبذا ان پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

❻ کتابیہ کے زوج کے مسلمان ہونے پر نکاح یا فرقت کا حکم:۔ اگر کتابیہ کا شوہر مسلمان ہو گیا تو وہ دونوں سابقہ نکاح پر باقی رہیں گے۔ کیونکہ مسلمان مرد اور کتابیہ عورت کے درمیان جب ابتداءً نکاح صحیح ہے تو بقاءً بدرجہ اولیٰ نکاح صحیح ہوگا۔ اسلئے کہ بقاء ابتداء سے آسان ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٠ھ

**الشق الاوّل** ......وَاَمَّا الضَّرْبُ الثَّانِيْ وَ هُوَ الْكِنَايَاتُ لَا يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ اِلَّا بِالنِّيَّةِ اَوْ بِدَلَالَةِ الْحَالِ وَ هِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ مِنْهَا ثَلَاثَةُ اَلْفَاظٍ يَقَعُ بِهَا طَلَاقٌ رَجْعِيٌّ وَلَا تَقَعُ بِهَا اِلَّا وَاحِدَةٌ وَ هِيَ قَوْلُهُ اِعْتَدِّيْ وَ اسْتَبْرِئِيْ رِحْمَكِ وَ اَنْتِ وَاحِدَةٌ۔ (ص٣٨٩۔رحمانیہ)

شکل العبارة ثم ترجمها سلسة لماذا تحتاج الكنايات الى النية أو دلالة الحال؟ اشرح الألفاظ الثلاثة المنكورة. ما هو الضرب الأول المذكور قبل الكنايات؟ (اشرف الہدایہ ج٣ ص٢٦٠)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کا ترجمہ (٣) الفاظِ کنایات میں نیت اور دلالتِ حال کی طرف احتیاج کی وجہ (٤) مذکورہ کنائی الفاظ کی تشریح (٥) کنایات سے قبل قسمِ اول کی نشاندہی۔

**جواب** ...❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ بہرحال دوسری قسم وہ کنایات ہیں جن کے ذریعہ طلاق نہیں واقع ہوگی مگر نیت یا دلالتِ حال کے ساتھ۔ اور وہ کنایات دو قسم پر ہیں ان میں سے تین الفاظ ایسے ہیں جن سے طلاق رجعی واقع ہوگی اور ان سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی وہ الفاظ اس کا قول اعتدی، استبرئی رحمک، انت واحدة ہیں۔

Scanned with CamScanner

③ **الفاظ کنایات میں نیت اور دلالۃ حال کی طرف احتیاج کی وجہ:۔** الفاظ کنایات میں نیت اور دلالت حال کی ضرورت اس لئے ہے کہ یہ الفاظ کنایہ صرف طلاق کے لئے موضوع نہیں ہیں بلکہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتے ہیں اور جب ایک لفظ دو معنی کا احتمال رکھتا ہو تو اس میں مزاحمت ہوگی لہٰذا نیت کے ساتھ ایک معنی کو متعین کرنا ضروری ہے یا کم از کم تعین معنی کے لئے دلالت کا پایا جانا ضروری ہے۔

④ **مذکورہ تینوں الفاظ کی تشریح:۔** **اعتــدی:** یہ لفظ دو معانی کا احتمال رکھتا ہے ① تو ایام عدت کو شمار کر ② "اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کر۔ پس اگر شوہر نے پہلے معنی کی نیت کی تو اس کی نیت سے پہلا معنی متعین ہو جائے گا اور یہ معنی طلاق کے مقدم ہونے کا تقاضا کرے گا کیونکہ طلاق کے بغیر عدت کو شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے طلاق کو مقدر ماننا ضروری ہوگا اور اگر دوسرے معنی کی نیت کی تو اس وقت طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس معنی کا طلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

**اِسْتَبْرِئِیْ رَحِمَكِ:** یہ لفظ بھی دو معنی کا احتمال رکھتا ہے اول معنی یہ کہ عدت گزار یہ لفظ کیونکہ عدت گزارنے سے مقصود رحم کو پاک کرنا ہوتا ہے تو گویا اس نے مقصود عدت کو صراحۃً ذکر کر دیا ہے۔ لہٰذا اس معنی کے لحاظ سے یہ لفظ **اعتــدی** کے معنی میں ہو جائے گا۔ دوسرا معنی یہ کہ تو حیض سے اپنے رحم کو پاک کرتا کہ تجھے مسنون طریقہ پر طلاق دی جا سکے"۔ اس صورت میں بھی اگر شوہر نے پہلے معنی کی نیت کی تو وہی معنی متعین ہو جائے گا اور یہ معنی **اعتدی** کے معنی اول کی طرح طلاق سابق کا مقتضی ہوگا۔

**انــت واحدة:** اس میں بھی دو معانی کا احتمال ہے اول یہ کہ واحدۃ کو مصدر محذوف کی صفت قرار دیا جائے یعنی **تطليقة واحدة** اور دوسرا معنی یہ کہ شوہر بیوی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو میرے نزدیک زمانہ میں یکتا ہے یا تو میری قوم میں یکتا ہے تجھ جیسی کوئی دوسری عورت نہیں ہے۔ لہٰذا اگر شوہر نے اول معنی کی نیت کی تو گویا اس نے **انت تطليقة واحدة** کہا اور اس کلام سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے اور جو کلمہ اس کے معنی میں ہو اس سے بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور اگر دوسرے معنی مراد ہوں تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس معنی میں طلاق والا معنی نہیں پایا جاتا۔

⑤ **کنایات سے قبل قسم اول کی نشاندہی:۔** کنایات سے قبل مصنفؒ نے جس طلاق کا ذکر کیا ہے وہ طلاق کی پہلی قسم صریح طلاق ہے جو نیت اور دلالت حال کی محتاج نہیں ہے۔

**الشق الثاني** ...... **والمباراة كالخلع كلاهما يسقطان كل حق لكل واحد من الزوجين على الآخر مما يتعلق بالنكاح عند أبي حنيفة.** (ص۴۱۶۔رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج۵ ص۸۷)

**ما معنى المباراة والخلع؟ اشرح صورة المباراة. اذكر اختلاف الأئمة الحنفية في المباراة مع أدلتهم.**

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مبارات وخلع کا معنی (۲) مبارات کی صورت (۳) مبارات میں ائمہ کا اختلاف۔

**جواب** ...... ① **مبارات وخلع کا معنی:۔** مبارات یہ **بَارَأَ شَرِيْكَهُ** سے مشتق ہے بمعنی اپنے ساتھی کو بری کرنا اور شریعت کی اصطلاح میں زوجین میں سے ہر ایک کا اپنے صاحب کو ہر اس حق سے بری کر دینا جو نکاح سے متعلق ہے۔

خلع کا لغوی معنی اتارنا والگ کرنا ہے اور اصطلاح میں ملک نکاح کے ازالہ کو خلع کہتے ہیں جو کہ لفظ خلع یا اس کے ہم معنی الفاظ کے ذریعے ہو جس کی صحت عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہو۔ بالفاظ دیگر عورت سے لفظ خلع کے ساتھ ملک نکاح کے مقابلہ میں مال لینا۔ خلع کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور خلع شوہر کی طرف سے یمین اور عورت کی طرف سے معاوضہ ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

② مبارات کی صورت:۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک کا دوسرے کو بری کرنا خلع کی مانند ہے۔یعنی مبارات اور خلع دونوں میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ شوہر اور بیوی کو ہر اس حق سے جو نکاح کے متعلق ہے بری کر دیتا ہے مثلاً مہر اور گزشتہ ایام کا نفقہ۔البتہ خلع اور مبارات میں عدت کا نفقہ اور سکنی ساقط نہیں ہوتا۔لیکن اگر عورت نے عدت کے نفقہ پر ہی خلع کیا تو نفقہ ساقط ہو جائے گا۔البتہ سکنی ساقط نہ ہوگا اسلئے کہ سکنی شریعت کا حق ہے اور شریعت کا حق کسی کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔

③ مبارات میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ مسئلہ مبارات میں ائمہ کا اختلاف ہے۔امام صاحبؒ کے نزدیک مبارات سے نکاح کے متعلق تمام حقوق ساقط ہو جاتے ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک خلع اور مبارات میں وہی حقوق ساقط ہوتے ہیں جن کو زوجین نے بیان کیا ہے اور جن کو بیان نہیں کیا وہ ساقط نہیں ہوں گے۔امام ابو یوسفؒ خلع کے مسئلہ میں امام محمدؒ کے ساتھ ہیں اور مبارات کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں۔

امام محمدؒ کی دلیل: یہ ہے کہ خلع اور مبارات میں سے ہر ایک عقد معاوضہ ہے اور معاوضات میں وہی چیز معتبر ہوتی ہے جس کو بیان کیا جائے لہٰذا خلع اور مبارات میں وہی حقوق ساقط ہوں گے جن کو زوجین نے بیان کیا ہے اور جن کو بیان نہیں کیا وہ ساقط نہیں ہوں گے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل: یہ ہے کہ مبارات باب مفاعلہ کا مصدر ہے جو کہ براءۃ سے ماخوذ ہے اور مفاعلہ جانبین سے فعل کا تقاضا کرتا ہے۔لہٰذا مبارات کا تقاضا یہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے سے بری ہو جائے اور لفظ براءت اگرچہ مطلق ہونے کی وجہ سے ہر حق کو شامل ہے لیکن اس سے مقصود اس جھگڑے کو ختم کرنا ہے جو نکاح کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔اسی لئے براءت کو ان حقوق کے ساتھ مقید کیا جائے گا جو نکاح سے ثابت ہوئے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ خلع کا معنی جدا کرنا اور الگ کرنا ہے۔اسی سے خَلَعَ النَّعلَ (پاؤں سے جوتے الگ کرنا) اور خَلَعَ الْعَمَلَ (کام کرنے والے کا کام سے الگ ہو جانا) آتے ہیں پس معلوم ہوا کہ خلع بھی مبارات کی طرح مطلق ہے۔لہٰذا نکاح اور اس کے احکام و حقوق میں دونوں کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا یعنی خلع اور مبارات کے ذریعے تمام احکام نکاح اور حقوق نکاح ساقط ہو جائیں گے خواہ زوجین نے ان کو بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٠ھ

**الشق الاوّل** ...... ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه امها وابنتها وقال الشافعي لا تحرم وعلى هذا الخلاف مسه امرأة بشهوة ونظره الى فرجها ونظرها الى ذكره عن شهوة . له ان المس والنظر ليسا في معنى الدخول ولهذا لا يتعلق بهما فساد الصوم والاحرام و وجوب الاغتسال فلا يلحقان به . ولنا ان المس والنظر سبب داع الى الوطى فيقام مقامه في موضع الاحتياط. (ص٣٦٩۔رحمانیہ)

ترجم العبارة بحيث يتضح المفهوم . قبل هذه العبارة ذكر الخلاف في حرمة المصاهرة بالزنا ما هو ذلك الخلاف ، وما هو الفرق بين الخلاف المذكور في هذه العبارة وتلك المسئلة ، ام لا فرق بينهما؟ عليك بايضاح دليل الشافعي و دليل السادات الحنفية في العبارة المذكورة . (اشرف الہدایہ ج۳ص۳۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) زنا کے ذریعہ حرمت مصاہرہ کے ثبوت میں اختلاف کی وضاحت (۳) حرمت مصاہرت بالزنا اور مسئلہ متن میں فرق (۴) عبارت میں مذکور دلائل کی وضاحت۔

Scanned with CamScanner

**جواب** ... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** وہ شخص جس کو کسی عورت نے مَس کیا شہوت کے ساتھ تو اس مرد پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو گئیں اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حرام نہیں ہوئی، اور اسی اختلاف پر مرد کا شہوت کے ساتھ عورت کو مس کرنا ہے اور مرد کا عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا اور عورت کا مرد کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنا۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ مَس اور نظر دخول کے حکم میں نہیں ہیں، اسی وجہ سے ان دونوں کے ساتھ فسادِ صوم، فسادِ احرام اور وجوبِ غسل متعلق نہیں ہوگا لہٰذا دونوں دخول کیساتھ لاحق نہیں ہوں گے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مَس اور نظر ایسا سبب ہے جو داعی الی الوطی ہے۔ پس احتیاط کے موقع میں اسے وطی کے قائمقام کیا جائے گا۔

❷ **زنا کے ذریعہ حرمت مصاہرہ کے ثبوت میں اختلاف کی وضاحت:۔** زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے چنانچہ زانی پر مزنیہ کے اصول اور فروع حرام ہو جائیں گے اور مزنیہ پر زانی کے اصول اور فروع، اصول سے ماں، دادی، نانی وغیرہ مراد ہے اور فروع سے بیٹی پوتی، نواسی وغیرہ مراد ہے۔

شوافع کا مذہب یہ ہے کہ زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ ان کے نزدیک زانی کے اصول اور فروع مزنیہ کے لئے حلال ہوں گے اور مزنیہ کے اصول اور فروع زانی کے لئے حلال ہوں گے۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ زنا فعلِ حرام اور معصیت ہے اور مصاہرت یعنی دامادی کا رشتہ ایک نعمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیانِ احسانات کے موقع پر مصاہرت کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے **وھو الذی خلق من الماء بشرًا فجعله نسبًا وصهرا** (یعنی اللہ وہ ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو نسب والا اور دامادی کے رشتہ والا بنایا)۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ فعلِ حرام کسی نعمت کے حصول کا سبب نہیں ہو سکتا لہٰذا زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ استحقاقِ حرمات میں ولد اصل ہے یعنی ولد پر واطی و موطوءہ کے اصول و فروع حرام ہو جاتے ہیں پھر یہ حرمت ولد سے طرفین یعنی خود واطی اور موطوءہ کی طرف متعدی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں واطی و موطوءہ پر بھی ایک دوسرے کے اصول و فروع حرام ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ولد نے واطی و موطوءہ کے درمیان اتحاد و جزئیت پیدا کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ولد واحد کو مکمل طور پر مرد و عورت دونوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، چنانچہ ایک ہی بچہ کو فلاں مرد (واطی) کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے اور فلاں عورت (موطوءہ) کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے، پس اس ولد کی وجہ سے واطی اور موطوءہ دونوں ایک دوسرے کا جزء ہوئے اور اپنے جزء سے استمتاع حرام ہے، اس لئے واطی و موطوءہ دونوں پر ایک دوسرے کے اصول و فروع حرام ہوں گے اور یہ جزئیت زنا اور نکاح دونوں سے ثابت ہوتی ہے، اس لئے زنا سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

باقی اشکال (بچہ پیدا ہونے کے بعد خود موطوءہ بھی واطی کے لئے جزئیت کی وجہ سے حلال نہیں رہنی چاہیے) کا جواب یہ ہے کہ استمتاع بالجزء حرام ہے مگر یہاں ضرورۃً دفعِ حرج کے لئے اجازت دی گئی ہے تا کہ مقصدِ نکاح (توالد و تناسل) فوت نہ ہو۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہاں وطی زنا ہونے کی حیثیت سے حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں ہے بلکہ وطی سببِ ولد ہونے کی وجہ سے ولد کے قائمقام ہے تو درحقیقت ولد حرمتِ مصاہرت کا سبب ہے اور ولد میں کوئی معصیت و قصور نہیں ہے بلکہ قصور زانی اور زانیہ کا ہے۔ (اشرف الہدایہ ج ۴ ص ۳۰)

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

❸ **حرمتِ مصاہرت ما الزنا اور مسئلہ متن میں فرق:** یہ اختلاف مسِ حلال میں ہے مسِ حرام میں نہیں کیونکہ جب امام شافعیؒ کے نزدیک وطی حرام سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی تو محض مسِ حرام سے بطریقِ اولیٰ حرمت ثابت نہیں ہوگی لہٰذا یہ اختلاف مسِ حلال میں ہے جبکہ گزشتہ مسئلہ میں اختلاف وطی حرام (مسِ حرام) میں تھا۔

❹ **عبارت میں مذکور دلائل کی وضاحت:** اگر کسی عورت نے شہوت کے ساتھ مرد کو مس کیا یا اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھا یا اس کے برعکس مرد نے عورت کو شہوت کے ساتھ مس کیا یا اس کی شرمگاہ کو دیکھا تو حنفیہ کے نزدیک اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

امام شافعیؒ کی دلیل: یہ ہے کہ مس اور نظر دخول کے حکم میں نہیں ہیں کیونکہ دخول والے احکام ان کے ساتھ متعلق نہیں ہوتے مثلاً روزہ کی حالت میں دخول مفسدِ صوم ہے، احرام کی حالت میں دخول مفسدِ احرام ہے اور اس سے غسل بھی لازم ہے جبکہ مس اور نظر سے نہ روزہ و احرام فاسد ہوتے ہیں اور نہ غسل لازم ہوتا ہے، لہٰذا مس و نظر کو دخول کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔

حنفیہ کی پہلی دلیل: یہ ہے کہ مس و نظر ایسے سبب ہیں جو داعی الی الوطی ہیں، پس ہم نے احتیاطاً داعی الی الوطی کو وطی کے قائم مقام قرار دے کر اس پر وطی کا حکم لگا دیا۔ دوسری دلیل: (یہ دلیل عبارت میں نہیں ہے) حضرت ام ہانیؓ کی حدیث ہے عن رسول اللہ ﷺ من نظر الی فرج امرأۃ حرمت علیه امها و بنتها۔

تیسری دلیل: حدیث ابن عمرؓ ہے انه قال اذا جامع الرجل المرأۃ قبلها او لمسها بشهوۃ او نظر الی فرجها بشهوۃ حرمت علی ابیه وابنه و حرمت علیه امها وابنتها۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر مس و نظر سے فسادِ صوم و احرام وغیرہ احکام ثابت ہو جاتے تو مس و نظر بھی حقیقی وطی ہوتے حالانکہ یہ حقیقۃً وطی نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مس و نظر شہوت سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔

**الشق الثانی** ..... وَلَوْ حَلَفَ لَايَأْتَدِمُ فَكُلُّ شَيْءٍ اُصْطُبِغَ بِهٖ إِدَامٌ وَالشِّوَاءُ لَيْسَ بِإِدَامٍ وَ الْمِلْحُ إِدَامٌ وَ هٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ أَبِيْ يُوْسُفَ وَ قَالَ مُحَمَّدٌ كُلُّ مَا يُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ غَالِبًا فَهُوَ إِدَامٌ۔ (ص ٣٩٦۔ رحمانیہ)

شكل العبارة ثم ترجمها ترجمة سلسة . اشرح العبارة حسب بيان صاحب الهداية . ما هو المعتبر فی الفاظ اليمين ، العرف او اللغة. (شرف الہدایہ ج ٦ ص ٨٩)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کا ترجمہ (٣) عبارت کی تشریح (٤) الفاظِ یمین میں عرف یا لغت کے معتبر ہونے کی وضاحت۔

**جواب** ❶ **عبارت پر اعراب:** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:** اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ سالن استعمال نہیں کرے گا۔ تو ہر وہ چیز جو رنگی جائے گی سالن ہے اور بھونا سالن شمار نہ ہوگا۔ اور نمک بھی سالن ہے۔ یہ مسئلہ تو شیخینؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو عموماً روٹی کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے وہ سالن ہے۔

❸ **عبارت کی تشریح:** مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ اگر حالف نے مطلق سالن نہ کھانے کی قسم کھائی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو

یوسفؒ کے نزدیک ہر اس چیز کے کھانے سے حانث ہو جائے گا جو عرف عام میں بطور سالن کے کھائی جاتی ہے۔ چنانچہ ہر وہ
جس سے روٹی کو رنگا گیا ہو وہ ادام ہے چونکہ بھونے ہوئے گوشت میں یہ بات حاصل نہیں ہوتی لیکن نمک سے حاصل ہوتی ہے اس
لئے بھونا ہوا گوشت وغیرہ ادام نہ ہوگا اور نمک ادام ہوگا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ شیٔ جو عموماً روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہے وہ ادام کے زمرے میں داخل ہے چنانچہ مطلقاً روٹی کے ساتھ کھائی جانے والی چیز ادام ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ ادام مدامت سے ماخوذ ہے اور مدامت کا معنی **موافقت** ہے اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جانے والی ہو اس چیز پر ادام کا حکم لگایا جائے گا جس طرح گوشت، انڈا اور اس طرح کی دیگر اشیاء روٹی کے ساتھ کھائی جانے کی وجہ سے روٹی کے موافق ہوتی ہیں۔ لہٰذا مطلق ادام کی قسم کھانے والا ان اشیاء کے کھانے سے حانث ہو جائیگا۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ عرف عام میں ادام اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بالتبع روٹی کے ساتھ کھائی جائے۔ بالتبع کھانے کی دو صورتیں یا دو حکم ہیں ① تبع حقیقی ② تبع حکمی۔ تبع حقیقی میں روٹی کے ساتھ ملانا یہ ہے کہ "ادام اسی کے ساتھ [illegible] جائے اور تبع حکمی کی صورت یہ ہے کہ عام طور پر ادام اس کے بغیر تنہا نہ کھایا جائے۔

④ الفاظ یمین میں عرف بالغت کے معتبر ہونے کی وضاحت:۔ الفاظ یمین میں لغت کی بجائے عرف کا اعتبار ہے لہٰذا جس علاقہ اور شہر میں کوئی کلمہ یمین کی غرض سے بولا جاتا ہے لیکن دوسرے علاقہ میں یمین کے طور پر استعمال نہیں ہوتا یا لغت کے اعتبار سے ایک کلمہ یمین نہیں لیکن عرف میں یمین کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے تو وہ اس کلمہ کے بولنے سے حالف سمجھا جائے گا۔

# ﴿الورقة الثالثة فى الفقه﴾

## ﴿السؤال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

**الشق الاوّل** ...... ومن زوج أمته ثم قتلها قبل أن يدخل بها زوجها فلا مهر لها۔ (ص۳۶۱۔رحمانیہ)

**اشرح صورة المسئلة بوضوح. انكر اختلاف الائمة مستوفيا لأدلتهم. ان قتلت حرة نفسها فما هي صورة المسئلة؟** (اشرف الہدایہ ج۴ ص۱۶۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) صورت مسئلہ کی تشریح (۲) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) آزاد منکوحہ کی خودکشی کی صورت مسئلہ۔

**جواب** ...... ① صورت مسئلہ کی تشریح:۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی باندی کا کسی سے نکاح کر دیا پھر مولیٰ نے اس باندی کو زوج کے دخول سے پہلے قتل کر دیا تو اس صورت میں شوہر پر مہر واجب نہیں ہوگا۔

② ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اس مذکورہ مسئلہ میں امام صاحب اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں باندی کیلئے شوہر پر مہر واجب نہیں ہوگا اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ شوہر پر اسکے مولیٰ کیلئے مہر واجب ہوگا۔

صاحبینؒ کی دلیل: اس کو طبعی موت پر قیاس کرنا ہے یعنی یہ باندی قبل الدخول طبعی موت مرجاتی تو بالاتفاق شوہر پر مہر واجب

Maktaba Tul Ishaat.com

ہونا ہٰذا اس صورت میں بھی شوہر پر مہر واجب ہوگا اور اس قیاس کی علت یہ ہے کہ جس شخص کو قتل کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے مقررہ وقت پر مرا ہے نیز مولیٰ کا اپنی باندی کو قتل کرنا ایسے ہے جیسے کسی اجنبی نے باندی کو قتل کر دیا ہو اور اجنبی کے قتل سے بالاتفاق شوہر پر مہر لازم ہے اسی طرح یہاں پر مولیٰ کے قتل کرنے سے بھی مہر لازم ہوگا۔

امام صاحبؒ کی دلیل: یہ ہے کہ مولیٰ نے باندی کو قتل کر کے مبدل (منافع بضع) کو سپرد کرنے سے روک لیا چنانچہ بدل یعنی مہر کو روک کر مولیٰ کو بدلہ دیا جائے گا۔ اور یہ ایسے ہی جیسے کسی آزاد عورت نے مرتدہ ہو کر مبدل یعنی بضع کو روک لیا تو اس مرتدہ کو بدل یعنی مہر روک کر بدلہ دیا جائے گا، اسی طرح یہاں بھی مولیٰ کو بدل یعنی مہر روک کر بدلہ دیا جائے گا۔

صاحبین کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قتل اگرچہ مقررہ وقت پر موت ہے لیکن احکامِ دنیا میں قتل کو تلف کرنا قرار دیا گیا ہے چنانچہ قتل عمد میں قصاص اور خطا میں دیت لازم ہوتی ہے پس جس طرح قتل کو قصاص و دیت کے حق میں اتلاف قرار دیا گیا ہے اسی طرح مہر کے حق میں بھی اتلاف قرار دیا گیا ہے گویا کہ مولیٰ نے معقود علیہ کو سپرد کرنے سے پہلے تلف کر دیا لہٰذا اس کا بدل یعنی مہر بھی ساقط ہو جائیگا۔

❸ آزاد منکوحہ کی خودکشی کی صورت مسئلہ:۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ آزاد عورت نے اپنے آپ کو قبل الدخول قتل کر ڈالا یعنی خودکشی کر لی تو حنفیہ کے نزدیک اس عورت کے لئے شوہر پر مہر واجب ہوگا لیکن امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ عورت کیلئے شوہر پر مہر واجب نہ ہوگا جیسے مرتدہ ہونے میں مہر ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح خودکشی کی وجہ سے بھی مہر ساقط ہو جائے گا۔

**الشق الثانی** ...... وَلَوْ قَالَ لَهَا طَلِّقِيْ نَفْسَكِ ثَلٰثًا فَطَلَّقَتْ وَاحِدَةً فَهِيَ وَاحِدَةٌ وَلَوْ قَالَ لَهَا طَلِّقِيْ نَفْسَكِ وَاحِدَةً فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلٰثًا لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ قَالَا يَقَعُ وَاحِدَةٌ (ص ۳۹۵۔رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج۳ص ۲۸۷)

**شكل العبارة و اشرح صورة المسئلة . اذكر اختلاف الائمة و أدلتهم . هل يصح ايجاب الطلاق اكثر من الثلاث.**

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) صورتِ مسئلہ کی تشریح (۳) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) تین سے زائد طلاق کے ایجاب کے صحیح ہونے کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فى السوال آنفا۔

❷ صورت مسئلہ کی تشریح:۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کا اختیار دیا مثلاً کہا طلقی نفسك ثلاثا اور بیوی نے اپنے اوپر ایک طلاق واقع کرتے ہوئے طلقت نفسی واحدة کہا تو یہ ایک طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر شوہر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق کا اختیار دیا مثلاً یہ کہا طلقی نفسك واحدة اور اس عورت نے اپنے نفس کو تین طلاقیں دیدیں تو امام صاحبؒ کے نزدیک کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی۔

❸ ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا لیکن عورت نے اختیار سے تجاوز کرتے ہوئے تین کو اختیار کر لیا ہے تو اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام صاحبؒ کے نزدیک اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور یہی مذہب امام زفرؒ اور امام مالکؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی اور اسی کے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی قائل ہیں۔

صاحبینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ شوہر نے عورت کو جس کا مالک بنایا تھا عورت نے اس کو اور اس سے زائد کو واقع کیا ہے چنانچہ

Scanned with CamScanner

جس کا مالک بنایا وہ تو واقع ہو جائیگی اور باقی جس کا مالک نہیں بنایا وہ لغو ہو جائیں گی۔ یہ ایسے ہو گیا جیسے شوہر نے اپنی بیوی کو بذاتِ خود ایک ہزار طلاقیں دیں تو تین طلاقیں جن کا وہ شرعاً مالک ہے وہ واقع ہو جائیں گی اور باقی جن کا وہ مالک نہیں ہے وہ لغو ہو گی۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل: یہ ہے کہ عورت نے وہ کام کیا ہے جو کہ خاوند نے اسکے سپرد ہی نہیں کیا اور جس کو سپرد کیا وہ اس نے نہیں ہے کیونکہ شوہر نے عورت کو ایک طلاق کا مالک بنایا تھا اور عورت نے تین طلاقیں دی ہیں اور تین ایک کا غیر ہے اسلئے کہ تین عدد مرکب مجتمع کا نام ہے اور واحد فرد ہے اس میں ترکیب نہیں لہٰذا ایک اور تین کے درمیان تضاد ہوا اس وجہ سے کہ ایک غیر مرکب ہے اور تین مرکب ہے اور تین عدد ہے اور ایک غیر عدد۔ پس جب عورت نے سپرد کی ہوئی طلاق کا غیر اپنے اوپر واقع کیا تو وہ ابتداءً طلاق دینے والی ہوئی اور عورت جب ابتداءً اپنے اوپر طلاق واقع کرتی ہے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔

❷ تین سے زائد طلاق کے ایجاب کے صحیح ہونے کی وضاحت:۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دینا چاہے تو دے سکتا ہے البتہ ان میں سے صرف تین واقع ہوں گی کیونکہ شوہر مالک ہونے کی حیثیت سے طلاق کا تکلم کرتا ہے۔ پس وہ حسب مرضی تکلم کرے مگر نفاذ بقدر محل ہوں گی اور محل چونکہ صرف تین کا ہے اس لئے تین نافذ ہوں گی باقی لغو جائیں گی۔ اسی کے ضمن میں صاحبین ؒ کی دلیل کا جواب بھی ہو گیا ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

**الشق الاول** ...... وَ مَنْ وَ جَبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَتَا ظِهَارٍ فَأَعْتَقَ رَقَبَتَيْنِ لَا يَنْوِيْ اَحَدَهُمَا جَازَ عَنْهُمَا وَ كَذَا إِذَا صَامَ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ اَوْ اَطْعَمَ مِائَةً وَ عِشْرِيْنَ مِسْكِيْنًا جَازَ وَ إِنْ اَعْتَقَ عَنْهُمَا رَقَبَةً وَاحِدَةً اَوْ صَامَ شَهْرَيْنِ كَانَ لَهُ اَنْ يَجْعَلَ ذَالِكَ عَنْ اَيِّهِمَا شَاءَ وَ إِنْ اَعْتَقَ عَنْ ظِهَارٍ وَ قَتْلٍ لَمْ يُجْزِئْ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا (ص۳۲۲۔رحمانیہ)

شکل العبارة ثم اشرح صورة المسئلتين انكر اختلاف الائمة بأدلتهم بوضوح تام. (اشرف الہدایہ ج۵ص۹۹)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) صورتِ مسئلہ کی تشریح (۳) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ في السوال آنفا۔

❷ صورتِ مسئلہ کی تشریح:۔ اس عبارت میں دو مسئلے ذکر کیے گئے ہیں۔ اول مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص پر ظہار کے دو کفارے لازم ہیں تو اس نے دو غلام آزاد کر دیئے ان دونوں میں سے ایک کو متعین کرنے کی نیت نہیں کی تو یہ کفارہ دونوں کی طرف سے جائز ہو گا۔ اور اسی طرح جب چار ماہ کے روزے رکھے اور دو ماہ کو متعین نہیں کیا یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلایا تو ان تمام صورتوں میں دونوں کی طرف سے یہ کفارہ جائز ہے۔

دوسرے مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص پر ظہار کے دو کفارے واجب ہیں۔ اس نے دونوں کی طرف سے ایک غلام آزاد کیا یا دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے تو اس شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ دونوں کفاروں میں سے جس ایک کی طرف سے چاہے مقرر کر دے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص پر ایک کفارۂ ظہار واجب تھا اور ایک کفارۂ قتل واجب تھا پھر اس شخص نے ایک غلام آزاد کیا یا دو ماہ لگاتار روزے رکھے تو اس صورت میں دونوں کفاروں میں سے کوئی بھی ادا نہیں ہو گا۔

❸ ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ دوسرے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اول صورت (ظہار کے دو

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

کفارے واجب تھے) میں ایک کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اور ثانی صورت (کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل واجب تھا) میں ایک غلام آزاد کرنے سے کسی کی طرف سے بھی ادا نہ ہوگا۔ جبکہ امام زفرؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں کسی ایک سے بھی کفارہ ادا نہ ہوگا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں اس کو اختیار ہے جس کے لئے چاہے کفارہ قرار دے دے۔

امام شافعیؒ کی دلیل: یہ ہے کہ تمام کفارات مقصود (ستر اور گناہ کے اثر کو زائل کرنا) کے متحد ہونے کے اعتبار سے ایک جنس ہیں اور جنس واحد میں نیت غیر مفید ہے اس وجہ سے اصل کفارہ کی نیت باقی رہی اور اگر یہ شخص اصل کفارہ کی نیت کرتا تو اسکو ان دونوں کفاروں میں سے ایک کیلئے مقرر کرنے کا اختیار ہوتا پس اسی طرح یہاں بھی دونوں کفاروں میں سے جس ایک کیلئے چاہے مقرر کردے۔

امام زفرؒ کی دلیل: یہ ہے کہ اس شخص نے صورت اوّل میں ہر ایک کفارۂ ظہار کے لئے اور اسی طرح ثانی صورت میں کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل میں سے ہر ایک کے لئے نصف نصف غلام آزاد کیا ہے اور کفارہ میں آدھا غلام آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا۔ اب یہ آزاد کرنا تبرع شمار ہوگا۔ چونکہ دونوں کفاروں کی طرف سے آزاد کرنے کے بعد اس کے ہاتھ سے معاملہ بھی نکل گیا اس وجہ سے اس کو کسی ایک کے واسطے مقرر کرنے کا بھی اختیار نہ ہوگا۔

احناف کی دلیل: یہ ہے کہ دو کفارے جنس واحد میں ہیں تو متعین کرنے کی نیت کرنا غیر مفید ہے لہٰذا اوّل صورت میں دونوں کفاروں کی نیت سے غلام آزاد کرنے کی نیت لغو ہوگی اور جب نیت لغو ہوگئی تو ایسا ہوگیا گویا کہ اس نے ظہار کے دو کفاروں میں ایک غلام آزاد کرنے میں دونوں کی نیت نہیں کی تو اسے اختیار ہے کہ وہ دونوں ظہار میں سے جسکی طرف چاہے پھیر دے پس ایسے ہی یہاں پہلی صورت میں ہے۔ اور اگر دو کفارے مختلف الاجناس ہیں تو ان میں متعین کرنے کی نیت مفید ہوتی ہے لہٰذا جب اس شخص نے کفارۂ قتل اور کفارۂ ظہار میں بالارادہ ایک غلام آزاد کیا تو یہ غلام کسی ایک کی طرف سے آزاد نہیں ہوگا بلکہ دونوں کی طرف سے ہوگا اور کامل نہ ہونے کی وجہ سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ پس دوسری صورت میں مختلف الجنس کفارے ہیں تو نیت درست ہوگی۔

رہی یہ بات کہ قتل اور ظہار دونوں کا حکم ایک ہے یعنی کفارہ بالاعتاق، پس جب دونوں کا حکم ایک ہے تو مختلف الاجناس کیسے ہوئے؟ تو جواب یہ ہے کہ حکم یعنی کفارے میں جنس کا مختلف ہونا سبب کے اختلاف کی وجہ سے ہے اسلئے کہ قتل یقیناً ظہار سے مختلف ہے اور اختلاف سبب حکم میں اختلاف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حکم ملزوم ہے اور سبب لازم ہے اور اختلاف لوازم سے ملزومات کے اختلاف پر دلالت ہوتی ہے۔

**الشق الثانی** ..... قال و علی المبتوتة والمتوفی عنها زوجها اذا كانت بالغة مسلمة الحداد (ص۴۳۲۔رحمانیہ)

**ما هو معنى الحداد؟ اذكر اختلاف الائمة في مسئلة الحداد و ادلتهم. هل يجوز الحداد فيما سوى المبتوتة والمتوفى عنها زوجها؟** (اشرف الہدایہ ج۵ص۱۶۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حداد کا معنی (۲) مسئلۂ حداد میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) مبتوتہ اور متوفی عنہا زوجہا کے علاوہ کیلئے حداد کا حکم۔

**جواب** ..... ❶ حداد کا معنی:۔ حداد و احداد کا لغوی معنی سوگ ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں حداد یا احداد کا معنی عورت کا سوگ منانا یعنی عورت خوشبو، زینت، سرمہ اور تیل خواہ خوشبودار ہو یا غیر خوشبودار ہو سب کو چھوڑ دے۔

❷ مسئلۂ حداد میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ متوفی عنہا زوجہا کے چار ماہ دس دن تک سوگ کرنے میں اتفاق ہے

Scanned with CamScanner

البتہ مبتوتہ (یعنی وہ عورت جس سے حقِ رجعت منقطع ہو گیا ہو خواہ تین طلاقوں کی وجہ سے یا ایک طلاق بائنہ کے واقع ہونے سے یا اس عورت کے خلع کرنے کی وجہ سے وہ اگر مسلمان اور بالغہ ہے تو اس پر سوگ کرنا احناف کے نزدیک واجب ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل: یہ ہے کہ سوگ ایسے شوہر کے فوت ہونے پر افسوس ظاہر کرنے کیلئے ہوتا ہے جس نے اپنی موت تک اپنی بیوی سے اپنا معاہدہ پورا کیا ہو اور مبتوتہ میں اسکے شوہر نے اس کو بائنہ کرنے کی وجہ سے وحشت میں مبتلا کر دیا ہے چونکہ مبتوتہ کے شوہر نے یہ معاہدہ پورا نہیں کیا اسلئے اسکے فوت (علیحدہ) ہونے پر کوئی افسوس نہیں ہوگا لہٰذا اس کا اظہار بطور احداد لازم نہیں ہے۔

احنافؒ کی دلیل: یہ ہے کہ آپ ﷺ نے معتدہ عورت کو رنگِ حنا استعمال کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ حنا خوشبو ہے۔ اس حدیث میں معتدۂ وفات اور معتدۂ غیرِ وفات کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔

دوسری عقلی دلیل: یہ ہے کہ حداد اس نکاح کی نعمت کے فوت ہونے پر اظہار افسوس کے لئے ہے جو نکاح عورت کی ذات اور ضروریات کی کفایت کا سبب ہے۔ اور بینونت کا واقع ہونا عورت کے اس حق کو شوہر کی موت سے زیادہ قطع کرنے والا ہے کیونکہ نکاح کا حکم وفات کے بعد عدت گزرنے تک باقی رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ عورت اپنے مرد کو غسلِ موت دے سکتی ہے مگر بائنہ کرنے کے بعد اگر شوہر مرا تو غسل نہیں دے سکتی۔ تو جب مبتوتہ اور متوفٰی عنہا زوجہا دونوں نعمت کے زائل ہونے میں مساوی ہیں تو افسوس کے اظہار میں بھی مساوی ہونے چاہئیں لہٰذا جب متوفٰی عنہا زوجہا پر حداد لازم ہے تو مبتوتہ پر بھی حداد واجب ہونا چاہئے۔

❸ مبتوتہ اور متوفٰی عنہا زوجہا کے علاوہ میں حداد کا حکم:۔ مبتوتہ اور متوفٰی عنہا زوجہا جب مسلمہ اور بالغہ ہوں تو ان پر حداد واجب ہے اور ان کے علاوہ پر حداد نہیں ہے لہٰذا کافرہ، صغیرہ، باندی اور امِ ولد جب عدت میں ہو یا عورت نکاح فاسد کی عدت میں ہو تو حداد نہیں اس لئے کہ کافرہ احکام کی مخاطبہ نہیں ہے اور صغیرہ احکام کی مکلف نہیں ہے اسی طرح باندی پر بھی حداد واجب نہیں اس لئے کہ باندی اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کی مخاطبہ ہے جن کی وجہ سے مولیٰ کا حق باطل نہیں ہوتا۔ امِ ولد اور نکاحِ فاسد والی عورت پر نعمت نکاح فوت نہ ہونے کی وجہ سے حداد واجب نہیں ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

**الشق الاوّل** ......و من حلف ليصعدنّ السماء او ليقلبنّ هذا الحجر ذهبا انعقدت يمينه وحنث عقيبها۔ (ص ۴۸۷ ۔رحمانیہ) (اشرف الہدایہ ج ۶ ص ۹۳)

اشرح صورة المسئلة بوضوح انكر اختلاف الائمة بادلتهم ما الفرق بين هذه المسئلة و مسئلة الكوز فی قول القائل "ان لم اشرب الماء الذی فی هذا الكوز اليوم و ليس فی الكوز ماء"؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) صورتِ مسئلہ کی تشریح (۲) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) مذکورہ مسئلہ اور مسئلہ الکوز میں فرق کی وجہ۔

**جواب** ...... ❶ صورتِ مسئلہ کی تشریح:۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے آسمان پر چڑھنے یا پتھر کو سونا بنانے کی قسم

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

کھائی تو اس صورت میں اس حالف پر قسم منعقد ہو جائے گی کیونکہ اس نوعیت کی قسموں کی تکمیل فی نفسہٖ ممکن ہے لیکن ایسی قسموں کی تکمیل سے عاجز ہونے کی بناء پر حنث لازم آئے گا۔ چونکہ یہ امور یعنی آسمان پر چڑھنا وغیرہ اپنے صدور کے حوالے سے بذاتِ خود ممکن ہیں اور انعقادِ یمین کے لئے خود ممکن ہونا کافی ہے۔

**۲ ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** اسمیں احناف اور امام زفرؒ کا اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے آسمان پر چڑھنے یا پتھر کو سونا بنانے کی قسم کھائی تو اس پر قسم منعقد ہوگی یا نہیں؟ احناف کے نزدیک قسم منعقد ہو جائیگی لیکن امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ قسم منعقد نہ ہوگی۔

امام زفرؒ کی دلیل: یہ ہے کہ آسمان پر چڑھنا اور پتھر کو سونا بنانا عادۃً محال ہے اور یہ عادۃً حقیقی محال کے مشابہ ہے لہٰذا سرے سے یمین منعقد ہی نہ ہوگی۔ احنافؒ کی دلیل: یہ ہے کہ قسم سے بَری ہونا حقیقتاً متصور ہے، اسلئے کہ آسمان پر چڑھنا حقیقتاً ممکن ہے کیا یہ بات نہیں دیکھی گئی کہ فرشتے آسمانوں پر چڑھتے ہیں، اسی طرح پتھر کو سونا بنانا بھی ممکن ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ پتھر کو سونا بنادیں جب یہ کام ہو سکتے ہیں تو یمین منعقد ہو جائے گی اور بعد میں یمین اپنے خلیفہ یعنی کفارہ کو واجب کرنے والی ہوگی۔ اور پھر عادۃً عجز ثابت ہونے سے حانث ہو جائیگا جیسا کہ قسم کھانے والا مر جائے تو اس کے حانث ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اگرچہ اس کا دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہو۔

**۳ مذکورہ مسئلہ اور مسئلہ الکوز میں فرق کی وجہ:۔** مذکورہ مسئلہ اور مسئلہ الکوز (اگر آج میں نے وہ پانی جو اس کوزہ میں ہے نہ پیا تو میری بیوی کو تین طلاق حال یہ ہے کہ کوزہ میں پانی نہیں ہے) میں فرق ہے اول مسئلہ میں یمین منعقد ہو جائے گی اور ثانی مسئلہ میں یمین منعقد نہیں ہوگی۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ اول مسئلہ میں قسم کی نوعیت ایسی ہے کہ فی ذاتہٖ اس کی تکمیل ممکن ہے اور ثانی مسئلہ میں قسم کی نوعیت ایسی ہے کہ فی ذاتہٖ اس کی تکمیل ممکن نہیں ہے کیونکہ پانی اس میں موجود ہی نہیں ہے اور قسم شُربِ ماء پر ہے جب کوزہ میں پانی ہی نہیں تو تکمیلِ شرط ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اول صورت میں یمین منعقد ہو جائے گی اور عادۃً محال ہونے کی وجہ سے حنث متحقق ہو جائے گا لیکن ثانی صورت میں یمین ہی منعقد نہیں ہوگی کیونکہ اس قسم کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔

---

**الشق الثانی** ...... قال ویستحب ان یشھد علی الرجعة شاھدین فان لم یشھد صحت الرجعة وقال الشافعی فی احد قولیه لا یصح وھو قول مالك لقوله تعالیٰ واشھدوا ذوی عدل منکم والامر للایجاب ولنا اطلاق النصوص عن قید الاشھاد ولأنه استدامة للنکاح والشھادة لیست شرطًا فیه فی حالة البقاء کما فی الفیئ فی الایلاء الا انھا تستحب لزیادة الاحتیاط کیلا یجری التناکر فیھا وما تلاہ محمول علیه الا انه قرنھا بالمفارقة وھو فیھا مستحب. (ص۴۰۶۔رحمانیہ)

اشرح العبارة بذکر مفھومھا وایضاح ما فیھا. ما معنی اطلاق النصوص؟ ما المراد بالفیئ فی الایلاء؟ وماذا عنی بقوله ...... قرنھا بالمفارقة وھو فیھا مستحب؟ (اشرف الہدایہ ج۵ ص۳۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) اطلاق النصوص کا معنی اور فیئ فی الایلاء کی مراد (۳) قرنھا بالمفارقة وھو فیھا مستحب کا معنی۔

**جواب** ...... **۱ عبارت کی تشریح:۔** حنفیہ کے نزدیک طلاقِ رجعی کے بعد مرد کیلئے رجوع پر دو گواہ بنانا مستحب ہے، اگر کوئی گواہ نہیں بنا تا تب بھی رجوع کرنا صحیح ہے۔ امام شافعی و امام مالک کا ایک ایک قول یہ ہے کہ گواہوں کے بغیر رجوع کرنا صحیح نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

شوافع و مالکیہ کی دلیل: آیت کریمہ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف اوفارقوھن بمعروف واشھدوا ذوی عدل منکم ہے۔ اس آیت میں عدت ختم ہونے کے قریب مطلقہ کو بغیر ضرر پہنچائے روکنے یا چھوڑنے کا حکم ہے اور اس میں گواہ بنانے کا حکم ہے اور اشھدوا امر کا صیغہ ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ رجعت پر گواہ بنانا واجب ہے۔

حنفیہ کی پہلی دلیل: رجعت کے متعلق جتنی نصوص ہیں وہ مطلق ہیں مثلاً فامسکوھن بمعروف، الطلاق مرّتان فامساک بمعروف، وبعولتھن احق بردھن، فلا جناح علیھما ان یتراجعا، ارشادِ نبوی ﷺ مُرابنک فلیراجعھا۔ اگر رجعت میں گواہی کی شرط لگائی جائے تو ان نصوص مطلقہ پر زیادتی لازم آئے گی جو کہ ناجائز ہے۔

دوسری دلیل: عقلی دلیل یہ ہے کہ رجعت بقاءِ نکاح کا نام ہے لہٰذا جیسے بقاءِ نکاح کیلئے شہادت شرط نہیں ہے اسی طرح رجعت کے لئے بھی شہادت شرط نہیں ہونی چاہیے۔ نیز ایلاء میں بھی رجعت بقاءِ نکاح ہے اور اس میں بھی شہادت شرط نہیں ہے لہٰذا رجعت کے لئے بھی شہادت شرط نہیں ہونی چاہیے۔ مگر ہم نے احتیاط کی زیادتی کی وجہ سے شہادت کو مستحب قرار دیا ہے تاکہ عدت کے بعد لاعلمی کی وجہ سے لوگوں میں بدگوئی نہ پھیل جائے کہ فلاں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اور پھر اس کو عدت گزرنے کے بعد اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔

باقی پیش کردہ آیت کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم استحباب پر محمول ہے اور اس کی دلیل و قرینہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہادت کو مفارقت کے ساتھ ملاتے ہوئے اوفارقوھن بمعروف واشھدوا ذوی عدل منکم ذکر کیا ہے اور مفارقت میں بالاتفاق شہادت مستحب ہے، لہٰذا رجعت و امساک میں بھی شہادت مستحب ہی ہونی چاہیے۔ (اشرف الہدایہ ج ۵ ص ۴۳)

۲ اطلاق النصوص کا معنی اور فیئ فی الایلاء کی مراد:۔ اطلاق النصوص کا معنی یہ ہے کہ نصوص رجعت مطلق ہیں، ان میں شہادت کی قید نہیں ہے جیسا کہ عبارت کی تشریح میں گزرا۔

فیئ فی الایلاء کی مراد ایلاء میں رجوع کرنا ہے، اس کی تشریح بھی ابھی گزر چکی ہے۔

۳ قرنھا بالمفارقۃ وھو فیھا مستحب کا معنی:۔ اس جملہ کا معنی ابھی دلیل کے جواب میں گزر چکا ہے۔

## ﴿الورقۃ الثالثۃ فی الفقہ﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

**الشق الاوّل** ...... قال و ان تزوج مسلم ذمیۃ بشھادۃ ذمیین جاز۔ (ص ۳۲۶۔ رحمانیہ)

انکر صورۃ المسئلۃ بوضوح۔ حرر اختلاف الائمۃ مستوفیا لأدلتھم۔ (اشرف الہدایہ ج ۴ ص ۲۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) صورتِ مسئلہ کی وضاحت (۲) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ۱ صورتِ مسئلہ کی وضاحت:۔ ماقبل میں عقدِ نکاح کے گواہوں کے مسلمان ہونے کی شرط ذکر کی گئی ہے اور یہ مسئلہ اسی پر متفرع ہے کہ اگر کسی مسلمان نے ذمیہ کتابیہ سے دو ذمی کتابیوں کی گواہی سے نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ شیخینؒ کے نزدیک یہ نکاح جائز ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔

۲ ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ شیخینؒ کے نزدیک دارالاسلام میں ذمیہ سے کسی

Maktaba Tul Ishaat.com

صورتوں کا نکاح دو ذمی کتابی کی گواہی سے جائز ہے۔ اور امام محمدؒ اور زفرؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔

امام محمدؒ و امام زفرؒ کی دلیل: یہ ہے کہ نکاح میں ایجاب و قبول کے سننے کا نام شہادت ہے اور کافر کی شہادت مسلمان کیخلاف معتبر نہیں ہے۔ گویا کہ ذمیوں نے مسلمان کا کلام سنا ہی نہیں گویا انہوں نے ذمیوں کے سماع کو عدم سماع پر قیاس کیا ہے اور جب انہوں نے ایجاب و قبول کو سنا ہی نہیں تو شہادت بھی نہیں پائی گئی اور جب شہادت نہ پائی گئی تو نکاح بھی منعقد نہیں ہوا۔

شیخینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ نکاح میں دو چیزیں ہیں ① اس میں شوہر کیلئے ملک بضع کو ثابت کیا جاتا ہے ② اس میں عورت کیلئے مال بطور مہر کے واجب ہوتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ شہادت ایسی چیز کیلئے ہوتی ہے جو قابل احترام ہو اور بضع قابل احترام ہے اور لزوم مال میں کوئی احترام و عظمت نہیں ہے حتی کہ اگر عقد نکاح کے وقت مال کا ذکر نہ کیا جائے تب بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ نکاح میں گواہی ملک بضع کو شوہر کے واسطے ثابت کرنے کیلئے ہے۔ نہ کہ شوہر پر مال کو واجب کرنے کیلئے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ گواہی مسلمان شوہر کے حق میں ہے اور ذمیہ کے خلاف ہے اور کافر کی گواہی مسلمان کے حق میں تو قبول ہے اس کے خلاف قبول نہیں ہے۔ لہذا ذمیوں کی گواہی ذمیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول ہوگی اور نکاح منعقد ہو جائے گا۔

باقی امام محمدؒ و امام زفرؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ سماع کو عدم سماع پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس لئے کہ جس صورت پر اس مسئلہ کو قیاس کیا گیا ہے اس میں جب ان دو گواہوں نے زوج کا کلام سنا ہی نہیں تو عقد منعقد نہ ہوا کیونکہ عقد دونوں کی کلام سے منعقد ہوتا ہے اور شہادت عقد پر مشروط ہے جبکہ یہاں کلام سنا گیا ہے اور مسلمان کے حق میں یہ گواہی ہے۔

**الشق الثانی** ......وَاِنْ تَزَوَّجَ حُرٌّ اِمْرَأَةً عَلٰی خِدْمَتِهٖ اِیَّاهَا سَنَةً اَوْ عَلٰی تَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا وَ اِنْ تَزَوَّجَ عَبْدٌ اِمْرَأَةً بِاِذْنِ مَوْلَاهُ عَلٰی خِدْمَتِهٖ سَنَةً جَازَ وَلَهَا خِدْمَتُهٗ. (ص۳۳۹۔رحمانیہ)

شکل العبارة. اذکر اختلاف الحنفیة والامام الشافعی فی المسئلة المکتوبة بالدلائل. حقق الاختلاف بین الامام محمد والشیخین بالأدلة اذا تزوج حرا مرأة علی خدمته. (اشرف الہدایہ ج۳ص۹۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) حنفیہؒ اور شافعیہؒ کا خدمت پر نکاح میں اختلاف مع الدلائل (۳) ائمہ حنفیہؒ کا آزاد کے خدمت کرنے پر نکاح میں اختلاف مع الدلائل۔

**جواب**...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حنفیہؒ اور شافعیہؒ کا خدمت پر نکاح میں اختلاف مع الدلائل:۔ اگر کسی حر نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ اس کے مہر میں ایک سال خدمت کرے گا یا قرآن پاک کی تعلیم دے گا عورت نے اسے قبول کر لیا اب مرد کے ذمہ کیا ہے؟ اس میں احنافؒ اور شوافعؒ کا اختلاف ہے۔ احنافؒ کے نزدیک مرد پر مہرِ مثل واجب ہوگا، خدمت یا تعلیم قرآن خاوند پر لازم نہ ہوگی جبکہ امام شافعیؒ خدمت اور تعلیم قرآن کو خاوند پر لازم قرار دیتے ہیں۔

امام شافعیؒ کی دلیل: یہ ہے کہ عقد نکاح عقدِ معاوضہ ہے لہذا جو چیز معوض بن سکتی ہے یعنی اس کا عوض لیا جا سکتا ہے وہ چیز عقد نکاح میں عوض یعنی مہر بھی بن سکتی ہے تاکہ معاوضہ کے معنی متحقق ہو جائیں اور چونکہ خدمت اور تعلیم قرآن کا عوض لیا جاتا ہے اس لئے یہ دونوں خود عوض بن سکتے ہیں اور یہ ایسا ہے جیسا کہ دوسرے آزاد مرد کی خدمت کو مہر بنانا اور شوہر کا عورت کی بکریاں چرانے کو

Scanned with CamScanner

مہر بنانا چونکہ یہ دونوں صورتیں بالاتفاق جائز ہیں لہٰذا تعلیم قرآن اور خدمت کو بھی مہر بنانا جائز ہوگا۔

احناف کی پہلی دلیل: عقدِ نکاح اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ کی وجہ سے ابتغاء بالمال مشروع ہے اور تعلیم قرآن مال نہیں اور اسی طرح منافع حر بھی مال نہیں ہیں کیونکہ مال ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ دو زمانوں میں باقی رہے اور منافع خدمتِ حر دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے۔ لہٰذا تعلیم قرآن اور خدمتِ حر کے عوض ابتغاء مشروع نہیں ہوگا۔ اس دلیل کی بناء پر خدمتِ حر آخر اور بکریاں چرانے کو مہر بنانا بھی درست نہیں ہوگا کیونکہ یہ بھی منافع ہیں۔ باقی ہمارے نزدیک خدمتِ غلام کو مہر بنانا اسلئے درست ہے کہ خدمتِ غلام ابتغاء بالمال ہے اسلئے غلام جب خدمت کرے گا تو اپنا رقبہ سپرد کر دے گا اور رقبہ مال ہے لہٰذا اس صورت میں مہر مال ہوگا اور آزاد کی خدمت مال نہیں ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ اگر آزاد شوہر کی خدمت کو مہر بنایا گیا تو عورت عقدِ نکاح کی وجہ سے مستحق نہیں ہو سکتی کیونکہ اس استحقاق میں قلبِ موضوع ہے۔ کیونکہ ضابطہ ہے کہ عورت خادمہ اور مرد مخدوم ہو اگر عورت کا مہر شوہر کی خدمت کو بنا لیا جائے تو عورت مخدومہ اور مرد خادم بن جائے گا اور یہ بالاتفاق موضوع نکاح کے خلاف ہے۔

باقی امام شافعیؒ کا دوسرے آزاد کی خدمت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ حرِ آخر اپنے رقبہ کو سپرد کر دے گا جیسے کسی آزاد کو اجارہ پر لے لیا گیا تو وہ حرمت جرا اپنے رقبہ کو سپرد کر دیتا ہے اور اس سے عقدِ نکاح کے موضوع کے خلاف لازم نہیں آئے گا کہ خادمہ مخدومہ اور مخدوم خادم بن جائے۔ لہٰذا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ باقی غلام کی خدمت کو مہر بنانے میں اگرچہ صورۃً قلبِ موضوع ہے۔ لیکن حقیقتاً قلبِ موضوع نہیں کیونکہ وہ غلام درحقیقت اپنے مولیٰ کی خدمت کرتا ہے جس کو مولیٰ نے اپنی اجازت سے اس کی بیوی کے حوالے کیا ہے تو جب اپنے مولیٰ کی خدمت کرتا ہے تو قلبِ موضوع نہ ہوا اور بکریاں چرانے پر قیاس کرنا بھی درست نہیں کیونکہ وہ خانگی امور میں سے ہے۔

ⓑ **<u>ائمہ حنفیہؒ کا آزاد کے خدمت کرنے پر نکاح میں اختلاف مع الدلائل</u>:**۔ امام محمدؒ اور شیخینؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر شوہر نے اپنی خدمت کو مہر مقرر کیا تو شوہر پر خدمت لازم ہوگی یا قیمت یا مہرِ مثل۔ امام محمدؒ کے نزدیک اس خدمت کی قیمت لازم ہوگی جبکہ شیخینؒ کے نزدیک مہرِ مثل لازم ہوگا۔

امام محمدؒ کی دلیل: یہ ہے کہ مسمی یعنی خدمتِ زوج مال تو ہے لیکن اس کو سپرد کرنے سے شوہر عاجز آ گیا ہے کیونکہ خدمت کرنے کی صورت میں قلبِ موضوع لازم آئیگا اور قاعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص مہرِ مسمی کے سپرد کرنے سے عاجز آ جائے تو اسکی قیمت واجب ہوتی ہے جیسے کسی نے عبدِ غیر کو مہر بنایا تو اس صورت میں عبدِ غیر کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ وہ عبدِ غیر کو سپرد کرنے سے عاجز ہے۔

شیخینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ آزاد مرد کی خدمت مال نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نکاح میں خدمت کا عورت کو کسی حال میں استحقاق نہیں ہے اگر حر کی خدمت مال ہوتی تو اس کا استحقاق ضرور ہوتا۔ لہٰذا خدمتِ حر مال نہیں ہے۔ چنانچہ خدمتِ حر کو مہر کے طور پر ذکر کرنا ایسے ہے جیسے کسی مسلمان کا عقد کے وقت خمر اور خنزیر کو مہر کے طور پر ذکر کرنا۔ یعنی جس طرح اس صورت میں مہر مثل واجب ہوتا ہے اسی طرح موجودہ صورت میں بھی مہرِ مثل واجب ہوگا۔ کیونکہ جس طرح مسلمان کے حق میں خمر اور خنزیر مال نہیں اور اس کا سپرد کرنا جائز نہیں اسی طرح بوجہ قلبِ موضوع ہونے کے خدمتِ حر کو بھی مال نہ ہونے کی وجہ سے سپرد کرنا جائز نہیں تو حکم اپنی اصل پر باقی رہے گا اور اصل مہرِ مثل ہے۔ لہٰذا موجودہ صورت میں مہرِ مثل واجب ہوگا۔ اسی دلیل سے امام محمدؒ کا جواب بھی ہو گیا کہ خدمتِ حر مال ہوتا تو آپ کی بات درست تھی جبکہ وہ مال ہی نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

**الشق الاول** ...... و طلاق المکرہ واقع و طلاق السکران واقع . (ص ۳۷۷۔رحمانیہ)

**اذکر اختلاف الفقہاء الکرام فی وقوع طلاق المکرہ فی ضوء الدلائل . اذکر اختلاف الفقہاء الکرام فی وقوع طلاق سکران و عدمہ فی ضوء الدلائل . عرف السکران .** (اشرف الہدایہ ج ۳ ص ۳۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مکرہ کی طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف مع الدلائل (۲) سکران کی طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف (۳) سکران کی تعریف۔

**جواب** ...... ① مکرہ کی طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف مع الدلائل:۔ اگر کسی شخص کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دیدی تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ اکراہ اور اختیار دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور تصرفات شرعیہ اختیار ہی کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں چنانچہ اختیار نہ ہونے کی وجہ سے مکرہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ نیز ائمہ ثلاثہؒ آپ ﷺ کے ارشاد **رفع عن امتی ...... وما استکرھوا علیہ** سے بھی استدلال کرتے ہیں احنافؒ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ خطاء نسیان واکراہ کی وجہ سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔ البتہ دنیا میں خطاء نسیان وغیرہ پر احکام مرتب ہوں گے چنانچہ قتل خطاء میں دیت لازم ہوتی ہے اسی طرح نسیاناً نماز میں واجب ترک ہونے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مکرہ سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔

احنافؒ کی دلیل: مکرہ نے اپنی منکوحہ پر طلاق کو واقع کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس میں طلاق واقع کرنے کی اہلیت بھی ہے اور وہ طلاق محل میں واقع کر رہا ہے۔ لہٰذا قصدِ طلاق اپنے مقتضی اور حکم سے خالی نہ ہوگا تاکہ علت سے حکم کا تخلف لازم آئے نیز مکرہ کی حاجت دفع ہو جائے اور مکرہ کی حاجت یہ ہے کہ جس چیز سے اس کو ڈرایا گیا ہے اس سے چھٹکارا پا جائے۔ اور مکرہ کو طائع پر قیاس کیا گیا ہے یعنی جس طرح اپنی رضا اور اختیار سے طلاق دینے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح مکرہ کے طلاق دینے پر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور مکرہ کا طلاق کا ارادہ کرنا اس طرح سے معلوم ہوا کہ اس کے سامنے دو برائیاں تھیں، ایک جان کا ضائع ہونا دوسرا بیوی کا ضائع ہونا یعنی اگر طلاق دیتا ہے تو بیوی جاتی ہے اور طلاق نہیں دیتا تو جان جاتی ہے۔ تو اس نے دو برائیوں میں سے اھون وآسان جو کہ طلاق کا واقع ہونا ہے اس کو اختیار کیا ہے، لہٰذا دو برائیوں کو پہچاننا اور اھون کو اختیار کرنا یہی قصد اور ارادہ کی علامت ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ مکرہ نے اپنے ارادے سے طلاق دی ہے نہ کہ بلا اختیار۔ البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مکرہ طلاق دینے پر راضی نہیں تھا مگر ہم کہتے ہیں کہ ایقاع طلاق کے حکم پر عدم رضا وقوع طلاق میں مخل نہیں ہے، یعنی بغیر رضامندی کے بھی طلاق واقع ہو سکتی ہے جیسے ہازل کی طلاق عدمِ رضا کے باوجود واقع ہو جاتی ہے۔

② سکران کی طلاق کے وقوع میں فقہاء کا اختلاف مع الدلائل:۔ اگر سکران نے انتہائی نشہ کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی اور امام کرخیؒ وامام طحاویؒ کا پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ قصد وارادہ کا صحیح ہونا عقل کے ساتھ ہے

جو کہ طلاق میں مطلوب ہے اور یہ شخص زائل العقل ہے پس ایسا ہو گیا جیسے بھنگ یا کسی دوا سے عقل زائل ہو گئی تو ان دونوں سے بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی لہٰذا نشہ کی حالت میں بھی طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

احنافؒ کی دلیل: یہ ہے کہ اس شخص کی عقل ایسی چیز سے زائل ہوئی جو معصیت اور گناہ ہے یعنی شراب خمر وغیرہ لہٰذا اس شخص کو زجر و توبیخ کے لئے اس کی عقل کو حکماً باقی قرار دیا گیا ہے۔ جب حکماً عقل باقی ہے تو طلاق کا ارادہ بھی پایا گیا اور جب ارادہ طلاق درست ہوا تو طلاق بھی واقع ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص نے شراب پی لی پھر اس کی وجہ سے سر درد ہو گیا اور اسی درد کی وجہ سے عقل زائل ہو گئی تو اس صورت میں ہم بھی کہتے ہیں کہ اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس جگہ عقل کا زائل ہونا معصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ درد سر کی وجہ سے ہے لہٰذا سکران کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

③ سکران کی تعریف:۔ سکران سے مراد وہ شخص ہے جو انتہائی نشہ کی حالت میں ہو یہاں تک کہ وہ آپس کی گفتگو کو حاصل نہ کر سکے اور مرد و عورت میں تمیز نہ کر سکے۔

**الشق الثاني** ..... فَإِنْ كَانَتِ الْمَبْتُوتَةُ صَغِيرَةً يُجَامَعُ مِثْلُهَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِتِسْعَةِ أَشْهُرٍ لَمْ يَلْزَمْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ تِسْعَةِ أَشْهُرٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَ مُحَمَّدٍ وَ قَالَ أَبُو يُوسُفَ يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ إِلَى سَنَتَيْنِ.

ترجم العبارة ثم شكلها. اذكر اختلاف الفقهاء الحنفية مستوفيا لأدلتهم (ص ۴۳۵ - رحمانیہ) (اشرف الہدایہ ج۵ ص۱۲۸)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) مذکورہ مسئلہ میں حنفیہ کا اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ پس اگر مطلقہ بائنہ ایسی صغیرہ ہے کہ اس کی مثل سے جماع کیا جا سکتا ہے پھر (طلاق کے وقت سے) اس نے نو ماہ پر بچہ جنا تو مرد کے ذمہ اس کا نسب لازم نہ ہوگا حتی کہ اگر نو ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دو سال تک اس سے نسب ثابت ہوگا۔

② عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

③ مذکورہ مسئلہ میں فقہاء حنفیہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اگر وہ عورت جس کو ایک طلاق بائن یا تین طلاقیں دی گئی ہوں اور وہ ایسی نابالغہ ہے جس کے ساتھ جماع کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر طلاق کے وقت سے نو ماہ پر اس نے بچہ جنا اور اس عورت نے عدت گزرنے کا بھی اقرار نہیں کیا تو ایسی صورت میں اسکے شوہر کے ذمہ نسب لازم ہوگا یا نہیں؟ اس میں احنافؒ کا اختلاف ہے۔

طرفینؒ کے نزدیک اس صغیرہ نے طلاق کے وقت سے نو ماہ سے کم میں بچہ جنا تو اس کے شوہر کے ذمہ نسب لازم ہوگا اور اگر نو ماہ کے بعد بچہ جنا تو نسب لازم نہ ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ طلاق کے وقت سے دو سال تک اگر بچہ پیدا ہو تو شوہر کے ذمہ نسب لازم ہو جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل: یہ ہے کہ ہماری کلام مراہقہ مدخول بہا میں ہے اور مراہقہ مدخول بہا حاملہ ہونے کا احتمال رکھتی ہے اور حاملہ ہونے کے وقت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ طلاق کے وقت ہی حاملہ تھی تو اس صورت میں وضع حمل سے اسکی عدت گزر جائیگی اور نسب ثابت ہو جائیگا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ تین ماہ کے ساتھ عدت گزر جانے کے بعد حاملہ ہوئی ہے پس:

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

مراھقہ بالغہ کے مشابہ ہوگی اسلئے کہ اس نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا لہٰذا بالغہ کی طرح دو سال تک اسکے بچے کا نسب ثابت ہو جائیگا۔
طرفین کی دلیل: یہ ہے کہ اس عورت کی عدت گزر جانے کا ایک وقت معین سب کو معلوم ہے اور وہ عدت کے تین ماہ ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ یعنی جن عورتوں کو حیض کا خون نہیں آتا ان کی عدت تین ماہ ہیں پس ان تین ماہ کے گزر جانے پر شریعت اس کی عدت گزرنے کا حکم دیدے گی خواہ یہ عورت عدت گزرنے کا اقرار کرے یا اقرار نہ کرے اور انقضاء عدت پر دلالت کرنے میں شریعت کا حکم عورت کے اقرار سے بڑھ کر ہے کیونکہ حکم شرع خلاف کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور عورت کا اقرار خلاف اور جھوٹ کا احتمال رکھتا ہے۔ پس اگر عورت عدت گزرنے کا اقرار کر لیتی اور اس کے بعد چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوتا تو نسب ثابت نہ ہوتا، اسی طرح جب شریعت نے عدت گزرنے کا حکم دیا اور چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا تو بھی نسب ثابت نہیں ہوگا۔ پس ثابت ہو گیا کہ اگر مراھقہ نے طلاق کے وقت سے نو ماہ پر بچہ جنا تو اس بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

**الشق الاوّل** ......وان امتنعت من تسليم نفسها حتى يعطيها مهرها فلها النفقة لأنه منع بحق فكان فوت الاحتباس بمعنى من قبله فيجعل كلا فائت وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله لان فوت الاحتباس منها واذا عادت جاء الاحتباس فتجب النفقة بخلاف ما اذا امتنعت من التمكين فى بيت الزوج لأن الاحتباس قائم والزوج يقدر على الوطى كرها وان كانت صغيرة لا يستمتع بها فلا نفقة لها لأن امتناع الاستمتاع لمعنى فيها والاحتباس الموجب ما يكون وسيلة الى مقصود مستحق بالنكاح ولم يوجد بخلاف المريضة على ما نبين، وقال الشافعى لها النفقة لانها عوض عن الملك عنده كما فى المملوكة بملك اليمين. (ص۴۳۲۔رحمانیہ) (اشرف الہدایہ ج۵ ص۲۰۵)

المذكور فى العبارة خمس صُوَر للزوجة، مختلف حكمها فى ثبوت النفقة و عدمها، ماهى الصور وماهى احكامها و دليلُ كل حكم؟ اوضح دليل الشافعیؒ لنفقة الصغيرة و دليل الحنفية لعدمها لها۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عبارت میں مذکور صور خمسہ میں ثبوت و عدم ثبوت نفقہ کا حکم مع الوجہ (۲) صغیرہ کے لئے ثبوت و عدم ثبوت نفقہ کے دلائل۔

**جواب** ...... ① عبارت میں مذکور صور خمسہ میں ثبوت و عدم ثبوت نفقہ کا حکم مع الوجہ:۔ ① اگر عورت نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالہ کرنے سے روک لیا یہاں تک کہ شوہر اس کا مہر معجل دیدے تو اس صورت میں عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ شوہر پر واجب ہے۔ دلیل یہ ہے کہ عورت کا اپنے آپ کو روکنا اپنے حق کی وصولی کیلئے ہے اور اس میں احتباس کا فوت ہونا مرد کی جانب سے ہوا، نہ کہ عورت کی جانب سے اور جب عورت کی جانب سے احتباس فوت نہیں ہوا تو اس کا نفقہ بھی ساقط نہیں ہوگا ② اگر عورت نے نافرمانی اور سرکشی کی تو اس کے واسطے نفقہ نہیں ہوگا، یہاں تک کہ وہ سرکشی چھوڑ کر شوہر کے گھر واپس آوے کیونکہ اس نے اپنا محبوس ہونا اپنی طرف سے دور کیا یعنی نفقہ اس کے احتباس پر واجب تھا اور جب اس نے احتباس خود کھویا تو نفقہ بھی ساقط ہو گیا اور جب وہ لوٹ کر شوہر کے گھر آ گئی

تو پھر محبوس ہوئی بنا پھر نفقہ واجب ہو جائیگا ④ اسکے برخلاف اگر عورت شوہر کے گھر رہتے ہوئے اس کو وطی کی قدرت نہ دے تو عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ احتباس موجود ہے اور شوہر اس سے زبردستی کرسکتا ہے ⑤ اگر عورت ایسی صغیرہ ہے کہ اس کے ساتھ جماع نہیں کیا جاسکتا تو اس کیلئے شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہوگا، خواہ یہ شوہر کے مکان میں ہو یا شوہر کے مکان میں نہ ہو، یہاں تک کہ جماع کے قابل ہو جائے۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جماع کا ممتنع ہونا ایسی وجہ سے ہے جو عورت میں موجود ہے یعنی صغیرہ کا اپنے آپ کو شوہر کے سپرد نہ کرنا۔ پس صغیرہ (نافرمان) کی مثل ہوگئی اور جو احتباس نفقہ واجب کرتا ہے وہ ہے جو نکاح کے مقصود (جماع یا دواعی جماع) حاصل ہونے کا وسیلہ ہو اور ایسا احتباس پایا نہیں گیا اس وجہ سے صغیرہ کے لئے اس کے شوہر پر نفقہ بھی واجب نہیں ہوگا ⑥ برخلاف مریضہ کے کہ اس کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔ قیاس یہ ہے کہ مرض کی صورت میں عورت کے واسطے نفقہ واجب نہ ہو جبکہ اسے ایسا مرض ہو جو جماع سے مانع ہو کیونکہ جماع کے لئے احتباس فوت ہوگیا اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ احتباس موجود ہے کیونکہ شوہر اس سے مانوس ہوگا اور اس کو چھوئے گا اور وہ اس کے گھر کی حفاظت کرتی ہے اور مانع وطی ایک عارضہ کی وجہ سے ہے۔ پس یہ بیماری حیض کے مشابہ ہوگئی۔

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ صغیرہ کے واسطے نفقہ واجب ہے۔ دلیل یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک نفقہ شوہر کی ملک کا عوض ہے جیسے اس عورت کا نفقہ جس کی ذات کا مالک ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نفقہ واجب ہونے کا سبب حاجت ہے اور حاجت میں صغیرہ اور کبیرہ سب برابر ہیں۔

ہماری دلیل: یہ ہے کہ ملک کا عوض تو مہر ہے کیونکہ عوض وہ ہے جو داخل عقد ہو کر مذکور ہو اور عقد کے تحت مہر داخل ہوتا ہے نہ کہ نفقہ۔ پس ثابت ہوگیا کہ ملک کا عوض مہر ہے اور جب ملک کا عوض مہر ہے تو نفقہ عوض نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ ایک شی کے کئی عوض جمع نہیں ہوتے ہیں۔ پس صغیرہ کے واسطے مہر ہوگا نہ کہ نفقہ۔ (اشرف الہدایہ ج ۵ ص ۲۰۶، ۲۰۹)

❷ صغیرہ کیلئے ثبوت وعدم ثبوت نفقہ کے دلائل:۔ ابھی مذکورہ مسائلِ خمسہ کی وجہ کے ضمن میں یہ دلائل گزر چکے ہیں۔

**الشق الثانی** ...... وَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهٖ وَ اللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ أَوْ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَهُوَ مُوْلٍ فَإِنْ وَطِيَهَا فِي الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ حَنَثَ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَ لَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ وَسَقَطَ الْإِيْلَاءُ وَ إِنْ لَمْ يَقْرَبْهَا حَتّٰى مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ بَانَتْ مِنْهُ بِتَطْلِيْقَةٍ. (ص ۴۱۱۔ رحمانیہ)

ترجم العبارة و شكلها. عرّف الايلاء لغة و شرعا. هل تقع البينونة بعد مضى اربعة اشهر او يحتاج الى تفريق القاضى اكتب هذه المسئلة بالبسط و التفصيل بالأدلة. (اشرف الہدایہ ج ۵ ص ۵۸)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) ایلاء کی لغوی و شرعی تعریف (۴) مدتِ ایلاء پوری ہونے کے بعد تفریق قاضی کے ضروری ہونے میں اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب مرد (شوہر) نے اپنی بیوی سے کہا کہ بخدا میں تجھ سے قربت نہیں کروں گا یا کہا بخدا میں تجھ سے چار ماہ قربت نہیں کروں گا تو یہ شخص ایلاء کرنے والا ہو جائے گا پس اگر چار ماہ میں عورت کے ساتھ وطی کرلی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر اس عورت سے قربت نہیں کی حتی کہ چار ماہ گزر

Maktaba Tul Ishaat.com

نزدیک اس سے ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔

❷ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❸ ایلاء کی لغوی و شرعی تعریف:۔ ایلاء کا لغوی معنی قسم کھانا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں چار ماہ یا اس سے زائد مدت میں اپنی منکوحہ کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا ایلاء ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اس کی شرط یہ ہے کہ وہ طلاق دینے کا اہل ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ وہ وجوب کفارہ کا اہل ہو۔

❹ مدت ایلاء پوری ہونے کے بعد تفریق قاضی کے ضروری ہونے میں اختلاف مع الدلائل:۔ مدت ایلاء (یعنی چار ماہ کی مدت مرد نے قریب نہ جانے کی قسم کھانے کے بعد قربان نہیں کیا) گزر گئی تو زوجین کے مابین از خود تفریق واقع ہو کر ایک طلاق بائنہ ہوگی یا قاضی کی تفریق ضروری ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

علماء احنافؒ کے نزدیک چار ماہ گزرنے کے بعد یہ عورت ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی اور بینونت کے لئے تفریق قاضی ضروری نہیں ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ عورت مدت ایلاء گزر جانے کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے بائنہ ہوگی یعنی مدت ایلاء (چار ماہ) گزر جانے کے بعد فرقت کا حکم موقوف رہے گا چنانچہ اگر شوہر نے رجوع کرنے اور فرقت کرنے سے انکار کر دیا اور بیوی نے قاضی سے تفریق کا مطالبہ کیا تو قاضی کی تفریق طلاق رجعی ہوگی اور مبسوط میں ہے کہ طلاق بائن ہوگی۔

امام شافعیؒ کی دلیل: یہ ہے کہ شوہر نے چار ماہ یا زائد مدت وطی نہ کرنے کی قسم کھا کر عورت کے حق جماع کو روک لیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے شوہر کا ارادہ عورت کو ضرر پہنچانا اور ضیق میں مبتلا کرنا ہے، پس اضرار کی وجہ سے چونکہ شوہر امساک بالمعروف سے رک گیا ہے، اس لئے قاضی تسریح بالاحسان میں شوہر کے قائم مقام ہو کر دونوں میں تفریق کر دے گا اور قاضی کی یہ تفریق طلاق بائن ہوگی۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ شوہر اگر مقطوع الذکر یا عنین ہو تو قاضی شوہر کے قائم مقام ہو کر دونوں میں تفریق کر دیتا ہے اور ان دونوں میں علت مشترکہ امساک بالمعروف کا فوت ہونا اور عورت سے ضرر کو دور کرنا ہے۔

احنافؒ کی دلیل: یہ ہے کہ شوہر نے عورت کے حق جماع کو روک کر اس پر ظلم کیا ہے۔ پس شریعت نے شوہر کو اس ظلم کا بدلہ اس طرح دیا کہ مدت ایلاء گزر جانے کے بعد نعمت نکاح کو زائل کر دیا تاکہ عورت متعلقہ ضرر سے چھٹکارا پا سکے۔ اور ظاہر بات ہے کہ طلاق رجعی کے ذریعہ سے عورت چھٹکارا نہیں پا سکتی اس لئے یہ طلاق بائن ہوگی۔ اور یہ مذہب حضرت عثمان، حضرت علی، عبادلہ ثلاثہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ان کا پیشوا ہونا ہمارے لئے کافی ہے۔

نیز زمانہ جاہلیت میں ایلاء طلاق بائن علی الفور تھی یعنی ایلاء کے فوراً بعد شوہر دائمی طور پر اپنی بیوی سے وطی نہیں کر سکتا تھا پس شریعت نے اس حکم کو مدت ایلاء گزر جانے تک مؤجل و مؤخر کر دیا ہے لہٰذا اس حکم میں تاجیل کے علاوہ کوئی تصرف نہیں ہوگا۔ پس جس طرح ایلاء کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں طلاق بائن واقع ہوتی تھی اسی طرح اس وقت بھی طلاق بائن ہوگی البتہ فی الفور نہیں بلکہ علی التراخی ہوگی اور جیسے زمانہ جاہلیت میں بینونت تفریق قاضی پر موقوف نہیں تھی اسی طرح اسلام کے بعد بھی بینونت تفریق قاضی پر موقوف نہیں رہے گی۔

## الورقة الثالثة فی الفقه

## السوال الاوّل ۱۴۳۳ھ

Scanned with CamScanner

**السؤال الثاني** ...... وَلَا حَقَّ لَهُنَّ فِي الْقَسْمِ حَالَةَ السَّفَرِ فَيُسَافِرُ الزَّوْجُ بِمَنْ شَاءَ مِنْهُنَّ وَ الْأَوْلَى أَنْ يُقْرِعَ بَيْنَهُنَّ فَيُسَافِرُ بِمَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهَا۔ (ص ۳۱۸ ۔رحمانیہ) (اشرف الہدایہ ج ۳ ص ۱۲۵)

ترجم العبارة جميلة و شكلها جميلا۔ اشرح العبارة بالادلة الواضحة حسب شرح صاحب الهداية بحيث يتضح به اختلاف الامام الشافعيؒ هل يجوز للمرأة ان تهب قسمها للاخرى و هل يجوز لها الرجوع بعد الهبة۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح مع اختلاف والدلائل (۴) عورت کے اپنی باری سوکن کو ہبہ کرنے اور اس سے رجوع کرنے کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ سفر کی حالت میں منکوحات کا تقسیم میں کوئی حق نہیں ہے۔ پس شوہر ان میں سے جس کے ساتھ چاہے سفر کرے اور بہتر یہ ہے کہ ان میں قرعہ ڈالے پس جس کا قرعہ نکلے اس کے ساتھ سفر کرے۔

❷ عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ السوال آنفا۔

❸ عبارت کی تشریح مع الاختلاف والدلائل:۔ ایک شخص کی اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو حالت سفر میں تقسیم اور باری کا ان کے لئے کوئی حق نہیں ہے، خاوند جس بیوی کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا چاہے لے جا سکتا ہے بہتر یہ ہے کہ ان میں قرعہ اندازی کرے جس کا نام قرعہ میں نکلے اس کو ساتھ لے کر جائے۔ اور یہ ایام دوسری بیویوں کے حق میں محسوب بھی نہ ہوں گے البتہ قرعہ اندازی کے اولی یا واجب ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حالت سفر میں خاوند کے لئے اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرنا اولی ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک قرعہ اندازی واجب ہے حتیٰ کہ اگر بغیر قرعہ اندازی کے کسی ایک کے ساتھ سفر کیا تو مدت سفر محسوب ہوگی یعنی اتنی مدت دوسری بیوی کے ساتھ قیام کرے گا۔

امام شافعیؒ کی دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو اپنی عورتوں میں قرعہ اندازی فرماتے تھے، پس جس کے نام قرعہ نکل آتا اسی کے ساتھ سفر کرتے۔ تو یہ فعل نبی ﷺ وجوب پر دال ہے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل ازواج مطہرات کی خوش دلی کے لئے تھا لہٰذا یہ فعل قرعہ اندازی استحباباً ہوگا نہ کہ وجوباً۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ پر تقسیم (باری مقرر کرنا) واجب ہی نہ تھا جب تقسیم واجب نہیں تو قرعہ اندازی کیسے واجب ہو سکتی ہے۔

امام صاحب کی قرعہ اندازی کے استحباب پر پہلی دلیل ابھی امام شافعیؒ کی دلیل کے جواب میں گزر چکی ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ مسافرت میں عورت کے لئے کوئی حق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر وہ کسی کو بھی اپنے ساتھ سفر میں نہ لے جائے تو اس کو اس کا اختیار ہے، اسی طرح یہ بھی اختیار ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ سفر کرے، جب اختیار ہوا تو قرعہ اندازی کرنا مستحب ہوا نہ کہ واجب۔

❹ عورت کے اپنی باری سوکن کو ہبہ کرنے اور اس سے رجوع کرنے کا حکم:۔ اگر منکوحات میں سے کسی ایک نے اپنی باری کسی سوکن کو ہبہ کر دی تو یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو جب آپ ﷺ نماز کیلئے نکلے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور کہنے لگیں کہ بخدا مجھ کو مردوں کی کوئی

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ثابت نہیں رہی لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میرا حشر آپ کی ازواج مطہرات میں ہو اور درخواست کی کہ اللہ کے رسول آپ مجھ سے رجوع فرمائیں اور سودہ نے اپنی باری کا دن عائشہ کیلئے مقرر کر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی باری سوکن کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

جس عورت نے اپنی باری کا دن اپنی سوکن کو دے دیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے اس حق کو واپس لے لے کیونکہ اس نے ایسا حق ساقط کیا جو ابھی تک واجب ہی نہیں ہوا۔ لہٰذا وہ ساقط بھی نہیں ہوگا۔ پس یہ رجوع اپنی باری دینے سے رکنا ہے، نہ کہ کسی ساقط شدہ چیز کو واپس لینا ہے پس معلوم ہوا کہ اپنی باری سے رجوع کرنا جائز ہے۔

**الشق الثانی** ...... **و اذا اختلط اللبن بلبن الشاة و اللبن هو الغالب تعلق به التحريم و ان غلب لبن الشاة لم يتعلق به التحريم و اذا اختلط لبن امرأتين تعلق التحريم باغلبهما عند ابى يوسف".** (ص۳۵۱۔رحمانیہ)

**ترجم العبارة واضحة . اختلف ساداتنا الحنفية فى المسئلة المكتوبة فعليك ذكر أقوالهم و أدلتهم (اذا نزل للبكر لبن فارضعت صبيًا) هل تعلق به الحرمة ام لا؟ اكتبها بالدليل** (اشرف الہدایہ ج۲ ص۱۹۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مذکورہ مسئلہ میں حنفیہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) باکرہ کے دودھ سے حرمت رضاعت کے ثابت ہونے کی وضاحت مع الدلیل۔

**جواب** ...... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور جب عورت کا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ مل گیا اور عورت کا دودھ غالب ہے تو اس کے ساتھ تحریم متعلق ہوگی اور اگر بکری کا دودھ غالب ہے تو اس کے ساتھ تحریم متعلق نہیں ہوگی اور جب دو عورتوں کا دودھ مل گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان دونوں میں سے اغلب کے ساتھ تحریم متعلق ہوگی۔

❷ **مذکورہ مسئلہ میں حنفیہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** اس عبارت میں مذکور پہلے مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بکری کے دودھ پر عورت کا دودھ غالب تھا اور اس کو کسی بچے نے پی لیا تو اس سے بالاتفاق حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر دو عورتوں کا دودھ مل گیا اور اس کو ایک بچے نے مدت رضاعت کے اندر پی لیا تو کیا حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں۔ اس مسئلہ میں احناف کا آپس میں اختلاف ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ غالب کا اعتبار ہے جس عورت کا دودھ غالب تھا اسکے ساتھ حرمت رضاعت ثابت ہوگی اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام محمدؒ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے ساتھ حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہؒ سے اسکے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں۔ دوسری روایت میں امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے ساتھ ہیں۔

**امام ابو یوسفؒ کی دلیل:** یہ ہے کہ دونوں عورتوں کا دودھ مل کر ایک چیز بن گیا ہے۔ اور اس پر رضاعت کا حکم تب لگائیں گے جب اقل کو اکثر کے تابع کریں گے چنانچہ جس کا دودھ اکثر ہے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی دوسری سے نہیں۔

**امام محمدؒ اور زفرؒ کی دلیل:** یہ ہے کہ جنس اپنی جنس پر غالب نہیں آتی کیونکہ غلبہ اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ شئی مغلوب معدوم ہو جائے اور شئی اپنی جنس میں ملکر معدوم نہیں ہوتی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے اس لئے کہ دونوں کا مقصود متحد ہے پس جب ایک شئی اپنی جنس میں ملکر معدوم نہیں ہوتی تو ان میں سے کوئی کسی کے تابع نہیں ہوگا اور جب ایک دوسرے کے تابع نہیں تو تحریم دونوں کے ساتھ مستقلاً متعلق ہوگی، نہ کہ ایک کے ساتھ۔

② باکرہ کے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہونے کی وضاحت مع الدلیل :- اگر باکرہ عورت کے پستان سے دودھ نکلا پھر وہ دودھ باکرہ نے کسی بچہ کو پلا دیا تو باتفاق ائمہ اربعہ اس دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

پہلی دلیل: یہ ہے کہ "وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ" مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ باکرہ کا دودھ بھی نشو ونما کا سبب ہے لہٰذا اس سے بعضیت کا شبہ ثابت ہو جائے گا اور اسی جزئیت و بعضیت کے شبہ کی وجہ سے احتیاطاً حرمت رضاعت ثابت کر دی جائے گی۔ البتہ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ باکرہ کا دودھ نادر ہونے کی وجہ سے مرد کے دودھ کے مشابہ ہے لہٰذا اس دودھ سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

## ﴿السوال الثاني﴾ ۱۴۳۳ھ

**الشق الأول** ...... وَلَوْ قَالَ لَهَا إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ وَ احِدَةٌ وَ وَاحِدَةٌ فَدَخَلَتْ وَقَعَتْ عَلَيْهَا وَاحِدَةٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا تَقَعُ ثِنْتَانِ وَلَوْ قَالَ لَهَا أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ وَ وَاحِدَةٌ إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَدَخَلَتْ طُلِّقَتْ ثِنْتَيْنِ بِالْإِجْمَاعِ. (ص ۳۸۸۔ رحمانیہ)

شكل العبارة. الضمير في قوله "ولو قال لها" يرجع الى المدخولة او غير المدخولة؟ زين القرطاس بكتابة المسئلة الاختلافية المشهورة بالأدلة كما زينه المصنف. (اشرف الہدایہ ج ۳ ص ۹۱ د)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) ضمیر کے مرجع کی تعیین (۳) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ① عبارت پر اعراب :- كما مرّ في السوال آنفا۔

② ضمیر کے مرجع کی تعیین :- مصنفؒ کی عبارت ولو قال لها میں ها ضمیر کا مرجع غیر مدخول بہا ہے یعنی اگر غیر مدخولہ کو یہ کلام کہی تو کتنی طلاقیں واقع ہوں گی۔

③ مذکورہ مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل :- صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر متعدد طلاقیں شرط پر معلق کی گئی ہیں اور ایک کا دوسری پر واؤ کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں ① شرط مقدم ہوگی ② شرط مؤخر ہوگی۔ اگر شرط مؤخر ہے مثلاً یوں کہا انت طالق واحدة و واحدة ان دخلت الدار پھر عورت گھر میں داخل ہوگئی تو بالاتفاق دونوں واقع ہو جائینگی اور اگر شرط مقدم ہے مثلاً یوں کہا ان دخلت الدار فانت طالق واحدة و واحدة اور غیر مدخول بہا گھر میں داخل ہوگئی تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں دو طلاق واقع ہونگی اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی۔

صاحبینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ کلمہ واؤ مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا شرط کے مقدم ہونے کی صورت میں دونوں طلاقیں جمع ہوکر شرط کے ساتھ معلق ہوں گی اور یکبارگی واقع ہوں گی جیسا کہ ان دخلت الدار فانت طالق ثنتين کہنے کی صورت میں دونوں طلاقیں یکبارگی واقع ہوتی ہیں، جیسا کہ شرط کے مؤخر ہونے کی صورت میں دو طلاق واقع ہوتی ہیں اسی طرح شرط کے مقدم ہونے کی صورت میں بھی دو طلاق واقع ہوں گی۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ واؤ مطلقاً جمع کیلئے آتی ہے اور یہ اتصال و ترتیب دونوں کا احتمال رکھتی ہے پس اگر اتصال کے معنی کی رعایت کی جائے تو دو طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر ترتیب

Maktaba Tul Ishaat.com

کے معنی کا لحاظ کیا جائے تو ایک واقع ہوگی جیسا کہ انت طالق واحدة و واحدة طلاق منجز میں صرف ایک واقع ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ ایک طلاق سے زائد میں شک ہے اور شک کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی لہٰذا ایک سے زائد واقع نہ ہوگی۔

صاحبینؒ کے تقدم شرط کی صورت کو تاخیر شرط کی صورت پر قیاس کرنے کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ تاخیر کی صورت میں شرط اول کلام کو بدل دینے والی ہے۔ لہٰذا اول کلام شرط پر موقوف رہے گی پس وجود شرط کے بعد دونوں طلاقیں دفعۃً واقع ہو جائیں گی اور تقدم کی صورت میں اول کلام کو بدلنے والی کوئی چیز موجود نہیں ہے اسلئے اول کلام آخر کلام پر موقوف نہیں ہوگی۔ دونوں طلاقیں علی الترتیب واقع ہوں گی۔ نیز انت طالق ثنتین پر قیاس کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ ثنتین کی تصریح کے وقت ترتیب کا احتمال ہی نہیں رہا اور حرف واؤ کے ساتھ ترتیب کا احتمال ہے پس اس فرق کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

اور اگر حرف فاء کے ساتھ عطف کیا مثلاً انت طالق واحدة فواحدة کہا تو امام کرخیؒ کے بیان کے مطابق یہ بھی مختلف فیہ ہے یعنی امام صاحبؒ کے نزدیک ایک اور صاحبینؒ کے نزدیک دو واقع ہوں گی گویا کہ امام کرخیؒ نے عطف بواؤ اور عطف بالفاء کو برابر کردیا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور فقیہ ابولیثؒ کہتے ہیں کہ فاء کی صورت میں بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اور یہی درست ہے کیونکہ فاء تعقیب یعنی ترتیب حکم پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے۔

**الشق الثانی** ......**فصل قال و من حلف لایکلم حینا اوزمانا او الحین او الزمان فهو علی ستة اشهر و کذالك الدهر عندهما. اشرح العبارة من قوله و من حلف...... الی قوله فهو علی ستة اشهر کما شرحها صاحب الهدایة. اکتب اختلاف الامام ابی حنیفةؒ و صاحبیه فی لفظ الدهر. هذا الاختلاف فی لفظ الدهر المنکّر او المعرّف أو فی کلیهما.** (ص ۴۸۹۔ رحمانیہ) (اشرف الہدایہ ج ۶ ص ۱۰۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔ (۱) عبارت کی تشریح (۲) لفظ الدھر میں امام صاحب اور صاحبینؒ کا اختلاف (۳) تعریف و تنکیر کے اعتبار سے لفظ دھر میں فرق۔

**جواب** ...... ① __عبارت کی تشریح:__ اگر حالف نے لفظ حین یا زمان کے ساتھ قسم کھائی خواہ ان لفظوں کو نکرہ (حینا، زمانا) استعمال کیا ہو یا معرفہ (الحین، الزمان) استعمال کیا ہو بہر صورت قسم کا اطلاق چھ ماہ کی قلیل مدت پر مبنی ہوگا کیونکہ یہ دونوں لفظ (حین وزمان) قلیل اور کثیر دونوں طرح کی مدت کیلئے مستعمل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ﴾ (کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں) اس آیت میں لفظ حین طویل مدت کیلئے استعمال ہوا ہے۔

قرآن کریم ہی میں دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا﴾ اس میں حین کا لفظ قلیل مدت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر وَ ذَالِكَ سِتَّةُ أَشْهُرٍ سے کی ہے کیونکہ حین تازہ کھجور کا وہ وقت ہے جو خشک ہونے تک درکار ہوتا ہے اور وہ چھ ماہ ہے۔ اور چھ ماہ چونکہ اوسط اور درمیانی مدت ہے اس وجہ سے صورت مذکورہ میں حین سے مراد چھ ماہ ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب حالف کی کوئی نیت نہیں تھی۔ کیونکہ تھوڑی مدت میں تکلم سے انکار مقصود نہیں ہوتا اس لئے کہ اتنے تھوڑے سے وقت میں ترک کلام کا سلسلہ رکھنا عادۃً پایا جاتا ہے۔ اور حین سے اکثر زمان مؤخر بھی مقصود نہیں ہوتا کیونکہ وہ بمنزل ابد کے ہوتا ہے اور اگر اس سے خاموش ہو جائے۔ یعنی اگر حالف نے ترک کلام پر مبنی قسم کو حین یا زمان کے

Scanned with CamScanner

اختیار کرنے سے خاموشی اختیار کر لی تو اس سے ترک کلام کا دائمی سلسلہ متحقق ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ درمیانی مدت جو کہ چھ ماہ ہے اس کا تعین ہوگا۔ اور اگر اس نے کسی وقت معین کی نیت کی ہے تو پھر اسی نیت کے مطابق قسم کا اعتبار ہوگا۔

❷ لفظ الدھر میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف:۔ اگر حالف نے اپنی قسم میں لفظ دھــر نکرہ بولا تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس کا کوئی معنی نہیں ہے۔ البتہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ لفظ دھر حین اور زمان کی مانند ہے یعنی جس طرح حین اور زمان چھ ماہ پر بولا جاتا ہے، اسی طرح لفظ دھر بھی چھ ماہ پر بولا جاتا ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ لفظ دھر بھی حین اور زمان کی طرح مستعمل ہے چنانچہ مـا رأيتك منذ حين اور ما رأيتك منذ دهر دونوں کا معنی ایک ہے۔ اہل عرب کے نزدیک ان دونوں متولوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امام صاحبؒ کی دلیل: یہ ہے کہ جب لفظ دہر نکرہ استعمال کیا جائے تو اس صورت میں لفظ دھر کی تقدیر میں توقف ہے اس لئے کہ لغات کا ادراک قیاس سے نہیں کیا جاتا بلکہ اسماء اور الفاظ کی لغوی مقدار نقل پر موقوف ہے اور لفظ دھر بصورت نکرہ کی مقدار کے حوالہ سے کوئی نص موجود نہیں ہے۔

❸ تعریف و تنکیر کے اعتبار سے لفظ دھر میں فرق:۔ استعمال کے لحاظ سے لفظ دھر دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے (بغیر الف لام کے یعنی نکرہ بھی اور الف لام کیساتھ یعنی معرفہ بھی)۔ صاحبینؒ کے نزدیک خواہ معرفہ استعمال ہو یا نکرہ معنی میں کوئی توقف نہیں البتہ اگر نکرہ ہے تو اس سے چھ ماہ کی مدت مراد ہوتی ہے اور معرفہ کی صورت میں دوام مراد ہوتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک فرق ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر دھر کو معرفہ لایا تو عرفاً بالاتفاق دوام مراد ہوگا اور اگر نکرہ بولا تو اس کے معنی میں توقف ہوگا۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱٤٢٣ھ

**الشق الاوّل** ......قال ولو حلف لا يأكل لحمًا فاكل لحم السمك لايحنث والقياس ان يحنث لانه يسمى لحمًا فى القرآن ، وجه الاستحسان ان التسمية مجازية لان اللحم منشاه من الدم ولا دم فيه لسكونه فى الماء وان اكل لحم خنزير او لحم انسان يحنث لانـه لحم حقيقى الا انه حرام واليمين قد يعقد للمنع من الحرام . (ص۴۸۵۔رحمانیہ)

تـرجم العبارة المذكورة . كيف يحنث بأكل السمك من حلف انه لا يأكل لحمًا مع ان السمك سماه الله تعالى بلحم طرى ، وكيف يحنث بأكل لحم الخنزير والانسان مع انه حرام اكله ؟ بيّن الامر وشأنه . من حلف لا يأكل رأسا ماذا يكون المراد به ؟ (اشرف الہدایہ ج٦ص۸۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے والے کے مچھلی، خنزیر و انسان کا گوشت کھانے سے حانث ہونے کی وجہ (۳) من حلف لا يأكل رأسا کی مراد۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا مگر اس نے مچھلی کا گوشت کھالیا تو حانث نہیں ہوگا، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حانث ہو جائے کیونکہ قرآن پاک میں مچھلی کے گوشت کو بھی گوشت کہا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ومن کل تاکلون لحما طریا (یعنی مچھلی کا تازہ گوشت) اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نام گوشت رکھنا مجازی ہے کیونکہ گوشت کی پیدائش خون سے ہوتی ہے اور مچھلی میں خون نہیں ہوتا کیونکہ وہ پانی میں رہتی ہے اور اگر خنزیر یا انسان کا گوشت کھالیا تو بھی حانث نہیں ہوگا اسلئے کہ ان دونوں کے گوشت اگر چہ حقیقتاً گوشت ہیں مگر یہ حرام قطعی ہے اور کبھی قسم قطعاً حرام سے باز رکھنے کیلئے ہوتی ہے۔

❷ **گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے والے کے مچھلی، خنزیر وانسان کا گوشت کھانے سے حانث ہونے کی وجہ:۔** نص قرآنی کے اعتبار سے مچھلی کے گوشت کو بھی گوشت ہی کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ومن کل تاکلون لحما طریا** (تازہ گوشت)۔ مگر اسے مجازاً گوشت کہا گیا ہے کیونکہ حقیقۃً گوشت وہ ہے جو خون سے پیدا ہوا اور مچھلی میں خون نہیں ہوتا کیونکہ وہ پانی میں رہتی ہے۔ نیز عرف میں مطلق گوشت خریدنے میں مچھلی کی طرف ذہن نہیں جاتا اسلئے مچھلی کا گوشت کھانے سے حالف حانث نہ ہوگا۔

باقی خنزیر وانسان کا گوشت کھانے سے حانث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گوشت اگر چہ حرام قطعی ہے مگر بعض اوقات قطعی حرام چیز سے باز رکھنے کے لئے بھی قسم کھائی جاتی ہے، لہٰذا یہ قسم بھی صحیح ہوگی اور گوشت نہ کھانے کی قسم کھانے والا انسان یا خنزیر کا گوشت کھانے سے حانث ہو جائے گا۔

❸ **من حلف لایأکل رأسًا کی مراد:۔** اگر کسی نے رأس (سری) نہ کھانے کی قسم کھائی تو اس کی اس قسم سے وہ سریاں مراد ہوں گی جو عرف عام میں تنور میں پکائی جاتی ہیں اور شہروں میں فروخت کی جاتی ہیں، پس اس صورت میں اگر وہ بکری و بھیڑ کی سری کھائے گا تو حانث ہوگا، ورنہ نہیں۔

**الشق الثانی** ...... وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ بَاطِلٌ وَهُوَ اَنْ يَقُوْلَ لِامْرَأَةٍ اَتَمَتَّعُ بِكِ كَذَا مُدَّةً بِكَذَا مِنَ الْمَالِ قَالَ مَالِكٌ هُوَ جَائِزٌ لِاَنَّهُ كَانَ مُبَاحًا فَيَبْقَى اِلَى اَنْ يَظْهَرَ نَاسِخُهُ ...... وَالنِّكَاحُ الْمُوَقَّتُ بَاطِلٌ۔ (ص۳۳۳۔رحمانیہ)

**شکّل العبارة ثم ترجمها. اشرح مسألة نكاح المتعة بوضوح مع ذكر اختلاف الائمة وادلتهم. ما هو الفرق بين نكاح المتعة والنكاح الموقت؟** (اشرف الہدایہ ج۳ ص۴۵)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) نکاح متعہ میں اختلاف مع الدلائل (۴) متعہ و نکاح مؤقت میں فرق۔

**جواب** ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** نکاح متعہ باطل ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تجھ سے اتنی مدت تک اتنے مال کے بدلہ میں نفع اٹھاؤں گا۔ امام مالکؒ نے کہا کہ نکاح متعہ جائز ہے اس لئے کہ متعہ مباح تھا پس وہ باقی رہے گا جب تک کہ کوئی ناسخ ظاہر نہ ہو جائے اور نکاح مؤقت باطل ہے۔

❸ **نکاح متعہ میں اختلاف مع الدلائل:۔** اہل تشیع کے نزدیک متعہ نہ صرف حلال ہے بلکہ عظیم ترین عبادت ہے جبکہ اس کے بالمقابل پوری امت مسلمہ متعہ کی حرمت پر متفق ہے۔

روافض کے ہاں جو متعہ رائج ہے یہ خالص زنا ہے، ان کے متعہ میں گواہ نہیں ہوتے، ولی نہیں ہوتا، نفقہ واجب نہیں ہوتا، سکنی، عدت، میراث اور نسب نام کی کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی، بس ایک مرد ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کے لئے اجرت کے عوض

Scanned with CamScanner

معاہدہ کرلیتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس باہمی رضامندی سے عام طور پر زنا بھی ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ زنا میں اجرت کا طے ہونا کوئی ضروری نہیں، زنا بغیر اجرت کے بھی ہوتا ہے اور اجرت کے ساتھ بھی اور متعہ میں اجرت ہوتی ہے، کسی بھی دین سماوی میں کبھی بھی جس طرح زنا حلال نہیں ہوا اسی طرح روافض کا مذکورہ متعہ بھی حلال نہیں ہوا۔

متعہ کی حلت پر روافض قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں فما استمتعتم به منهن فأتوهن اجورهن فريضة ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة ان الله كان عليما حكيما۔ روافض کہتے ہیں کہ اس آیت میں متعہ کا بھی ذکر ہے اور اجرت کا بھی، نیز حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت میں الى اجل مسمى کا اضافہ بھی ہے۔ اجل، متعہ اور اجرت تینوں چیزوں کا ذکر ہے اور اسی کا نام متعہ ہے لہٰذا متعہ کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔

لیکن یہ تلبیس ہے۔ اس آیت سے پہلی آیت میں اللہ جل شانہ نے محرمات کی تفصیل بیان فرمائی ہے حرمت عليكم امهاتكم وبنٰتكم الخ، اسکے بعد متصل دوسری آیت میں واحل لكم ماوراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين میں ان عورتوں کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جن سے نکاح حلال اور جائز ہے یعنی محرمات کے علاوہ باقی عورتوں سے نکاح جائز ہے پھر واحل لكم پر تفریع قائم کرتے ہوئے فرمایا گیا فما استمتعتم به الخ یعنی جب تم نے ان حلال عورتوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرلیا اور اس سے استمتاع بھی کرلیا تو اس کا پورا مہر اس کو دو۔ اس سیاق وسباق کو دیکھنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ فما استمتعتم به الخ سے کسی مستقل چیز کا حکم نہیں دیا جارہا ہے بلکہ یہ ماقبل کی کلام پر تفریع اور اسکا تتمہ ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس میں اجورهن لفظ آیا ہے تو اطلاعاً عرض ہے کہ یہاں اجورهن بالاتفاق مهورهن کے معنی میں ہے، مہر کے لئے قرآن نے دوسری آیات میں بھی اجر کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے فانكحوهن باذن اهلهن وآتوهن اجورهن اور ولا جناح عليكم ان تنكحوهن اذا اتيتموهن اجورهن الخ، ان دونوں آیات میں اجورهن بالاتفاق مهورهن کے معنی میں ہے۔ مہر کیلئے لفظ "اجرت" کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ مہر عورت کے منافع کا عوض ہوتا ہے اسکی ذات کا عوض نہیں ہوتا اور جو چیز منافع کے عوض میں ہوتی ہے اس کو اجرت کہتے ہیں۔ جہاں تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کا تعلق ہے تو ان کی وہ قرأت شاذہ ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

"فما استمتعتم به....." سے اگر روافض کا متعہ مراد لیا جائے تو اس سے ایک اور خرابی یہ لازم آئے گی کہ آیت میں تعارض پیدا ہوجائے گا کیونکہ آیت کے ابتدائی حصہ میں کہا گیا کہ محرمات کے علاوہ جن عورتوں سے بھی تم نکاح کرو اس نکاح سے عفت اور پاکدامنی کے طلبگار رہو، نکاح سے شہوت رانی مقصد نہیں ہونی چاہیے چنانچہ فرمایا گیا محصنين غير مسافحين اب اگر فما استمتعتم به الخ سے روافض کا متعہ مراد لیا جائے تو وہ تو ہوتا ہی شہوت رانی کے لئے ہے جس کی پہلے ممانعت کی گئی ہے، اس طرح اوّل اور آخر کلام میں تعارض پیدا ہوگا۔

حدیث کے علاوہ قرآن مجید کی بھی کئی آیات متعہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ والذين هم لفروجهم حافظون، الا على ازواجهم او ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين، فمن ابتغى وراء ذلك فاولئك هم العادون میں دو قسم کی عورتوں کے ساتھ ہمبستری کی اجازت دی گئی ہے، ایک ازواج یعنی وہ عورتیں جن سے عقدِ نکاح کے ذریعہ انسان تمتع حاصل کرسکتا ہے اور دوسری

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ملک یمین کے ذریعہ سے انسان کی ملکیت میں آنے والی باندیاں، ان دو قسموں کے علاوہ کسی اور سے اپنی شہوت پوری کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا کہ ایسے لوگ سرکش اور باغی ہیں اور ظاہر ہے جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ ان دو قسموں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہے۔ اس کو آپ زوجہ نہیں کہہ سکتے کہ زوجہ کیلئے میراث، سکنٰی، عدت اور اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب ثابت ہوتا ہے جبکہ متعہ میں عورت کیلئے ان میں سے کسی چیز کا ثبوت روافض نہیں مانتے، اسی طرح اس پر باندی کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا کہ باندی فروخت کی جاسکتی ہے لیکن جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے اس کو فروخت نہیں کر سکتے اسلئے متعہ کرنے والے لوگ فمن ابتغی وراء ذلك فاولئك هم العادون میں داخل ہیں اور اس آیت سے حرمت متعہ بالکل صاف طور پر ثابت ہو رہی ہے۔

اسی طرح دوسری آیت وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ماطاب لکم من النسلء مثنی وثلاث ورباع، فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدة او ماملکت ایمانکم سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے (نساء)۔ یہاں بھی نکاح کی اجازت ہے یا ملک یمین کی اور متعہ نہ نکاح ہے اور نہ اس میں ملک یمین کی شکل پائی جاتی ہے، نیز یہاں یہ قید ہے کہ نکاح بیک وقت صرف چار عورتوں کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، عدد مقرر ہے جبکہ متعہ بیک وقت روافض کے ہاں دس عورتوں سے بھی کیا جاسکتا ہے بلکہ ہزار عورتوں سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیهم الله من فضله (نور) (اور جن لوگوں کو نکاح پر قدرت نہیں وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھیں حتی کہ جب اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے) (تب نکاح کرلیں)۔ یہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ اگر کسی شخص کی مالی استطاعت اتنی نہیں ہے کہ وہ نکاح اور نفقہ وغیرہ کے اخراجات برداشت کر سکے تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ عفیف رہنے کی کوشش کرے اور اپنے نفس کو ضبط و قابو میں رکھے، جب اللہ تعالیٰ اس کی مالی حالت مستحکم فرمادیں گے تب وہ نکاح کرے اگر متعہ کے جواز کی کوئی صورت اسلام میں جائز ہوتی تو آیت میں اس اسلوب کو اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، غناء سے قبل اس کو عفیف اور قابو میں رہنے کے بجائے متعہ کا حکم دے دیا جاتا۔

اسی طرح قرآن کی سورۃ فرقان کی آیت "هو الذی خلق لکم من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا" میں نسب اور مصاہرت کے سلسلہ کو اللہ کی نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ نسب اور مصاہرت کا ترتب نکاح پر ہوتا ہے متعہ پر نہیں ہوتا پھر اگر متعہ بقول روافض عظیم عبادت ہے تو جس طرح نکاح میں اظہار اور اعلان ہوتا ہے، تہنیت و مبارکباد پیش کی جاتی ہے تو یہ لوگ متعہ میں ایسا کیوں نہیں کرتے، آج تک کسی رافضی کو فخر سے یہ کہتے کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ اس نے اپنی مادر محترمہ یا بہن کے متعہ کا ذکر کیا ہو اور اس عظیم عبادت کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل خود اندر سے اس پر مطمئن نہیں ہیں لیکن شہوت رانی اور دین اسلام سے برگشتگی اور انحراف کی وجہ سے انہوں نے خالص زنا کو متعہ کا نام دے کر اس کے جواز کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا، اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور شیطان کے ہتھکنڈوں سے ہمیں بچائیں۔ (آمین)

ابتدائے اسلام میں جو متعہ حلال تھا وہ درحقیقت نکاحِ موقت تھا، یہاں روایت میں جس متعہ کی حرمت کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے ممانعت فرمائی اس متعہ سے رافضیوں کا متعہ مراد نہیں جیسا کہ بتا دیا گیا کہ متعۂ روافض زنا ہے اور زنا کی اجازت اسلام میں کبھی بھی نہیں دی گئی، ابتدائے اسلام میں جس متعہ کی اجازت تھی وہ درحقیقت نکاح موقت تھا، نکاح موقت، زنا اور نکاح صحیح کے

درمیان کی چیز ہے، نکاح موقت پر نہ نکاح صحیح کا اطلاق درست ہے اور نہ اسکو زنا کہہ سکتے ہیں، نکاح صحیح اس کو اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ نکاح صحیح میں میراث اور فرقت کے بعد عدت ہوتی ہے جبکہ نکاح موقت میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں، تاہم اسکو زنا بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ منعقد گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے اور اسمیں استبراء بھی ہوتا ہے۔

نیز ولی کی اجازت بھی ہوتی ہے اسلئے اس کو زنا نہیں کہہ سکتے۔ (کشف الباری مغازی ص ۳۳۵ ت ۳۴۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات بعض روایات میں منسوب ہے کہ وہ جواز متعہ کے قائل تھے لیکن ان کی طرف یہ نسبت اکثے اقوال شاذہ کی بنیاد پر ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رجوع بھی ثابت ہے۔

۴ متعہ و نکاح مؤقت میں فرق:۔ متعہ اور نکاح موقت میں عموماً دو فرق بیان کئے جاتے ہیں۔

① متعہ میں عند العقد ایسا کلمہ بولنا ضروری ہوتا ہے جسکے مادہ میں میم، تاء اور عین ہو اور نکاح موقت میں یہ شرط نہیں ہے۔

② نکاح مؤقت میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے جبکہ متعہ میں گواہی لازم نہیں ہے۔

## ﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

**الشق الاوّل** ......و اذا تزوجها علی حیوان غیر موصوف صحت التسمیة ولها الوسط منه والزوج مخیر ان شاء اعطاها ذلك و ان شاء اعطاها قیمته. قال: معنی هذه المسئلة أن یسمی جنس الحیوان دون الوسط بأن یتزوجها علی فرس أوحمار، أما إذا لم یسم الجنس بأن یتزوجها علی دابة لاتجوز التسمیة ویجب مهر المثل. (ص ۳۲۵، رحمانیہ / اشرف الہدایہ ج ۳ ص ۱۰۷)

ترجم العبارة ثم اشرح صورة المسئلة بوضوح انکر اختلاف الائمة مستوفیا لأدلتهم. متی یجب مهر المثل

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) صورت مسئلہ کی تشریح (۳) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) مہر مثل کے وجوب کا وقت۔

**جواب** ...... ۱ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب کسی شخص نے کسی عورت سے ایسے حیوان پر نکاح کیا جس کی صفت بیان نہیں کی گئی ہے تو یہ تسمیہ صحیح ہے اور اس عورت کے لئے اس حیوان میں سے اوسط درجہ کا حیوان ہوگا اور شوہر کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو عورت کو یہ وسط نام دے اور اگر چاہے تو اس کو اس کی قیمت دیدے۔

۲ صورۃ مسئلہ کی تشریح:۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور مہر ایسے حیوان کو بنایا جس کی صفت بیان نہیں کی گئی تو ہمارے نزدیک مہر کا تسمیہ درست ہے اور شوہر پر یہ بات واجب ہوگی کہ وہ عورت کو اس جنس کا متوسط حیوان دے اور شوہر کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ متوسط درجہ کے حیوان کی قیمت دیدے کیونکہ متوسط کا اندازہ قیمت سے ہوتا ہے اور وہ اصل ہے مطلب یہ ہے کہ شوہر نے جنس حیوان بیان کردی مثلاً یہ کہا کہ میں نے گھوڑے پر یا گدھے پر نکاح کیا لیکن یہ بیان نہیں کیا کہ گھوڑا یا گدھا ادنی درجہ کا ہوگا یا اعلی یا اوسط درجہ کا اور اگر جنس بیان نہیں کی مثلاً دابہ کا لفظ بول دیا جو گدھا یا گھوڑا وغیرہ سب پر بولا جاتا ہے تو یہ تسمیہ صحیح نہیں ہوگا اس صورت میں عورت کو مہر مثل واجب ہوگا۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

③ **ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** احناف اور شوافع کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر مہر میں جنس حیوان کو ذکر کیا لیکن صفت بیان نہیں کی آیا خاوند پر مہر مثل واجب ہوگا یا مسمّی کا اوسط لازم ہوگا؟ احناف کے نزدیک تسمیہ درست ہے البتہ صفت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مسمّی حیوان کا اوسط لازم ہوگا اور شوافع کے نزدیک تسمیہ درست نہیں ہے اسلئے خاوند پر مہر مثل لازم ہوگا۔

امام شافعیؒ کی دلیل: یہ ہے کہ جو چیز عقد بیع میں ثمن نہیں بن سکتی وہ عقد نکاح میں مہر مسمّی بھی نہیں بن سکتی چونکہ غیر موصوف حیوان عقد بیع میں ثمن نہیں بن سکتا لہٰذا عقد نکاح میں حیوان غیر موصوف مہر مسمّی بھی نہیں بن سکتا اور ان دونوں یعنی مقیس علیہ اور مقیس میں علت مشترکہ یہ ہے کہ دونوں عقد معاوضہ ہیں۔

احناف کی دلیل سے قبل دو باتیں بطور تمہید سمجھیں۔ ① ضابطہ یہ ہے کہ ایک التزام مال ہوتا ہے اور دوسرا معاوضہ ولزوم مال التزام مال کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اوپر بغیر کسی عوض کے مال لازم کردے جیسے اقرار جب کوئی شخص کسی شئی کا اقرار کر لیتا ہے تو یہ جائز ہے لیکن اس پر تعیین لازم ہے اور وہ شئی اس پر ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے لیکن اس کے عوض اسے کچھ نہیں دیا جاتا ہے اور معاوضہ ولزوم مال کا مطلب یہ ہے کہ کسی پر کسی شئی کے عوض اور بدل میں مال لازم ہو جائے ② التزام مال اصل جہالت سے بھی فاسد نہیں ہوتا جیسے شریعت نے دیت میں سو اونٹ غیر موصوف مقرر کئے۔ جبکہ معاوضہ ولزوم مال مطلقاً جہالت کو برداشت نہیں کرتا اصل جہالت سے بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ اب امام صاحب کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ نکاح ابتداءً التزام مال ہے اور انتہاءً معاوضہ ہے یعنی شوہر اپنے اوپر کسی عوض کے بغیر مال لازم کرتا ہے اور التزام مال اصل جہالت سے بھی فاسد نہیں ہوتا لہٰذا غیر موصوف حیوان کو مہر بنانا درست ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ہم نے یہ شرط لگائی کہ مسمّی مال معلوم الوسط ہو تا کہ زوجین میں سے ہر ایک کی رعایت ہو سکے اور مسمّی معلوم الوسط اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ جنس یعنی نوع بیان کر دی گئی ہو کیونکہ جنس یعنی نوع حیوان جید ردی اور متوسط پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور متوسط کا تعلق دونوں سے ہے اس لئے کہ وسط جید کے لحاظ سے ردی ہے اور ردی کی طرف نسبت کرتے ہوئے جید ہے۔

الغرض نکاح ابتداءً التزام مال ہے اور انتہاءً معاوضہ ہے التزام مال کا تقاضا تو یہ ہے کہ اصل جہالت سے بھی نکاح فاسد نہ ہو جیسے اقرار التزام مال ہے یہ اصل جہالت کو بھی برداشت کر لیتا ہے اور معاوضہ کا تقاضا یہ ہے کہ نکاح مطلقاً جہالت کو برداشت نہ کرے، نہ جہالت فاحشہ اور نہ ہی جہالت یسیرہ جیسے بیع عقد معاوضہ ہے یہ بالکل جہالت کو برداشت نہیں کرتی تو ہم نے دونوں مشابہتوں کی رعایت کرتے ہوئے کہا کہ نکاح جہالت فاحشہ یعنی اصل جہالت کو تو برداشت نہیں کرتا البتہ جہالت یسیرہ اور خفیفہ کو برداشت کرے گا۔ اس لئے احناف نے کہا کہ مہر میں بیان جنس ضروری ہے، بیان وصف ضروری نہیں۔ لہٰذا حیوان غیر موصوف پر نکاح درست ہے اور دابہ مطلقہ پر نکاح صحیح نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ نکاح کو بیع پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بیع کی بنیاد سختی پر ہے اور نکاح کی بنیاد نرمی ومصالحت پر ہے۔

④ **مہر مثل کے وجوب کا وقت:۔** مصنفؒ نے مہر مثل کے وجوب کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ ① نکاح کیا مگر مہر کے متعلق سکوت اختیار کیا گیا، نہ مہر کو ذکر کیا اور نہ نفی کی گئی۔ ② نکاح کیا اور مہر نہ ہونے کی شرط لگا دی تو ان دونوں صورتوں میں مہر مثل لازم ہوگا بشرطیکہ بیوی سے دخول کیا ہو یا زوج کا انتقال ہو جائے۔ (اشرف الہدایہ)

**متن:** ...... و ینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها و ان لم یعقد علیها ولی بکرا کانت او ثیبا

ترجم العبارة ثم اذكر فوائد القيود في العبارة . عرّف الولي . حرر اقوال الفقهاء الكرام في النكاح بعبارات النساء بيّن ادلتهم. (ص ۳۲۵۔رحمانیہ) (اشرف الہدایہ ج ۴ص ۴۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت میں مذکور قیود کے فوائد (۳) ولی کی تعریف (۴) نکاح بعبارۃ النساء میں فقہاء کا اختلاف۔

**جواب**...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ حرہ عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ کسی ولی نے اس کا عقد نہ کیا ہو، وہ حرہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔

❷ عبارت میں مذکور قیود کے فوائد:۔ اس عبارت میں آزاد عورت کے انعقادِ نکاح کے لئے چار قیود ذکر کی گئی ہیں۔

① حرہ ② عاقلہ ③ بالغہ ④ رضاء۔ پہلی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر عورت باندی ہے تو اس کا نکاح مولیٰ کی اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوگا۔ دوسری قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر حرہ بالغہ تو ہے لیکن عاقلہ نہیں بلکہ مجنونہ ہے تو بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوگا۔

تیسری قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر عورت حرہ عاقلہ تو ہے لیکن بالغہ نہیں ہے تب بھی ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔

چوتھی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی فضولی نے کسی حرہ بالغہ عاقلہ کا نکاح اس کی رضاء کے بغیر کرادیا تو صحیح نہ ہوگا۔

❸ ولی کی تعریف:۔ ولی کا لفظ ولایۃ سے مشتق ہے اور ولایۃ کا معنی تَنْفِيْذُ الْاَمْرِ عَلَى الْغَيْرِ (دوسرے پر کسی کام کو نافذ کرنا) ہے چنانچہ ولی کی تعریف یہ ہوئی اَلْوَلِيُّ مَنْ يُّنَفِّذُ الْاَمْرَ عَلَى الْغَيْرِ (ولی وہ شخص ہے جو غیر پر کسی کام کو نافذ کرے)

❹ نکاح بعبارۃ النساء میں فقہاء کا اختلاف مع الدلائل:۔ حرہ عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح از خود اس کی رضامندی سے ولی کے بغیر منعقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ظاہر الروایہ کے مطابق شیخینؒ کے ہاں یہ نکاح معتبر ہے لہٰذا اس کی رضاء سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور غیر ظاہر الراویہ میں امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ یہ نکاح معتبر نہیں جبکہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر ولی اجازت دیدے گا تو معتبر، وگرنہ نہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تعبیرِ مرأۃ معتبر نہیں لہٰذا عورت کا بغیر ولی کے کیا ہوا نکاح نافذ نہ ہوگا۔

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی دلیل: یہ ہے کہ نکاح سے مطلوب مقاصدِ نکاح (توالد و تناسل اور عورت کا فراش) ہیں اور ان مقاصد کو عورتوں کے سپرد کرنے میں ان مقاصد میں خلل ڈالنا ہے اس لئے کہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں لہٰذا عورتوں کو نکاح کا اختیار دینا درست نہیں ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات تو درست ہے کہ نکاح سے مقصود مقاصدِ نکاح ہیں اور عورت کے ناقصات العقل ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سپرد کرنا ان مقاصد کو خلل پر پیش کرنا ہے۔ لیکن خلل اور ضرر موہوم ہے جو ولی کی اجازت سے مرتفع ہو جائے گا اس لئے عورت کی تعبیر موقوفاً معتبر ہوگی۔

شیخینؒ کی دلیل: یہ ہے عورت حرہ عاقلہ بالغہ نے اپنا نکاح خود کر کے اپنے خالص حق میں تصرف کیا ہے اسی وجہ سے بضع کا بدل یعنی مہر اسی کے لئے ہوگا اور یہ عورت بالغہ اور عاقلہ ہونے کی وجہ سے ولایت علی نفسہا رکھتی ہے لہٰذا اہل تصرف میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ذاتی مال میں تصرف کا اختیار رکھتی ہے (ایک روایت کے مطابق امام محمدؒ نے بھی شیخینؒ کے قول کی طرف رجوع کیا تھا) لہٰذا عورت کا از خود نکاح درست ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

# ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

**الشق الاول** ...... قال الطلاق على ثلثة اوجه حسن واحسن وبدعى فالا حسن ان يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة فى طهر لم يجامعها فيه و يتركها حتى تنقضى عدتها. (ص ۳۴۳۔رحمانیہ)

عرّف الطلاق لغة و اصطلاحا. اذكر أقسام الطلاق الثلثة حسب طرز المصنفؒ. بين اختلاف الامام مالكؒ و الامام الشافعیؒ فى بعضها. واذكر حكم الطلاق الثلاثة بكلمة واحدة. (اشرف الہدایہ ج ۴ ص ۱۹۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) طلاق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۲) طلاق کی اقسامِ ثلاثہ کی وضاحت (۳) طلاق کی بعض اقسام میں امام مالکؒ وامام شافعیؒ کا اختلاف (۴) ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق کا مسئلہ۔

**جواب** ...... ① طلاق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ طلاق مصدر ہے جو تطلیق کے معنی میں جیسے سلام تسلیم کے معنی میں اور کلام تکلیم کے معنی میں ہے۔ اور طلاق کا لغوی معنی رَفْعُ الْقَيْدِ (قید کو اٹھانا) ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں اَلطَّلَاقُ هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ بِرَفْعِ الْقَيْدِ النِّكَاحِيِّ بِاَلْفَاظٍ مَخْصُوْصَةٍ یعنی (فقہاء کے نزدیک طلاق اس حکمِ شرعی کا نام ہے جو قیدِ نکاح کو مخصوص الفاظ کے ساتھ ختم کردے)۔

② طلاق کی اقسامِ ثلاثہ کی وضاحت:۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ ① طلاقِ احسن یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو ایک طلاق ایسے طہر میں دے جس طہر میں وطی نہ کی ہو اور اس کو چھوڑ دے (رجوع نہ کرے) یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے ② طلاقِ حسن (طلاقِ سنی) یہ ہے کہ مرد اپنی مدخول بہا بیوی کو تین طلاق تین طہروں میں دے یعنی ہر طہر میں ایک طلاق دے ③ طلاقِ بدعی یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک کلمہ کے ساتھ یا ایک ہی طہر میں علیحدہ کلمات کے ساتھ تین طلاق دے۔

③ طلاق کی بعض اقسام میں امام مالکؒ وامام شافعیؒ کا اختلاف:۔

حنفیہ ومالکیہ کا اختلاف: امام مالکؒ احناف سے طلاق کی قسم ثانی (طلاقِ حسن) میں اختلاف کرتے ہیں۔

احنافؒ کے نزدیک مرد کا اپنی بیوی کو تین طلاق تین طہروں میں دینا جائز ہے بلکہ سنت ہے جبکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ طلاق بدعت ہے۔ امام مالکؒ کی دلیل: یہ ہے کہ طلاق میں اصل ممانعت ہے کہ طلاق نہ دو جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے تَزَوَّجُوْا وَلَا تُطَلِّقُوْا یعنی نکاح کرو اور طلاق نہ دو اور اباحتِ طلاق عورت سے چھٹکارا پانے کی حاجت کی وجہ سے ہے اور حاجت ایک طلاق سے پوری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دوسری طلاق مباح نہ ہوگی۔

احنافؒ کی پہلی دلیل: حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ پھر ارادہ کیا کہ دوسری دو طلاق دو طہر میں دیں لیکن جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن عمر! ایسا کرنے کا تو اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم نہیں دیا بلکہ تو سنت سے چوک گیا ہے۔ سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کرے پھر ہر طہر میں ایک طلاق دے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ متفرق طور پر تین طہر میں تین طلاقیں دینا سنت ہے۔

دوسری عقلی دلیل: کا حاصل یہ ہے کہ اباحتِ طلاق کا مدار حاجت ہے اور حاجت یہ امرِ باطن ہے اور امرِ باطن پر مطلع ہونا ناممکن ہے لہٰذا اباحتِ طلاق کا حکم اس کی حاجت کی دلیل پر ہے۔ اور اس کی دلیل تجدد اور رغبت ہے جو کہ طہر کے زمانہ میں ہوتی ہے

Scanned with CamScanner

لہٰذا طہر کے زمانہ میں طلاق دینے کا اقدام کرتا ہے اور جب بھی دلیلِ حاجت میں تکرار ہوگا یعنی جب بھی طہر آئے گا تو جواز فی الطلاق میں تکرار ہوگا اور جب حاجت الی الطلاق میں تکرار ہے تو طلاق میں تکرار بھی مباح ہوگا، اس لئے ہمارے نزدیک متفرق طہر پر تین طلاق واقع کرنا مباح ہے، بدعت نہیں ہے۔

**حنفیہ وشافعیہ کا اختلاف:** ایک لفظ سے تین طلاق یا ایک طہر میں تین طلاق کے حرام یا مباح ہونے میں حنفیہ وشافعیہ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ حرام ہے البتہ طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق دینے والا گنہگار ہوگا لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر طلاق مباح ہے۔ **امام شافعیؒ کی دلیل:** یہ ہے کہ طلاق تصرف مشروع ہے اور طلاق سے حکمِ طلاق یعنی وقوعِ طلاق حاصل ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ طلاق پر اثرِ شرعی (وقوعِ طلاق) مرتب ہوتا ہے اور جس چیز پر اثرِ شرعی مرتب ہو جائے وہ امر مشروع کہلائے گا۔ لہٰذا طلاق امرِ مشروع ہوئی اور جو چیز مشروع ہو وہ ممنوع نہیں ہو سکتی کیونکہ مشروعیت ممانعت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

امام شافعیؒ پر اعتراض ہوتا ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے لیکن اگر کوئی شخص اس حالت میں طلاق دے دیتا ہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہاں پر ممانعت اور مشروعیت جمع ہو رہے ہیں؟

امام شافعیؒ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ حالتِ حیض میں نفسِ طلاق حرام نہیں بلکہ عورت پر عدت کو طول دینا حرام ہے کیونکہ جب حیض میں طلاق دی تو یہ حیض بالا جماع عدت میں شمار نہیں ہوگا۔ اسی لئے جس طہر میں جماع کیا اس طہر میں نفسِ طلاق حرام نہیں بلکہ عدت کے معاملہ کا مشتبہ ہونا حرام ہے کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ حاملہ ہے تاکہ وضعِ حمل کے ساتھ عدت گزارے یا غیر حاملہ ہے تاکہ ہمارے نزدیک حیض کیساتھ اور امام شافعیؒ کے نزدیک طہر کے ساتھ عدت گزارے۔

**احنافؒ کی دلیل:** یہ ہے کہ طلاق میں اصل ممانعت ہے طلاق کی وجہ سے وہ نکاح منقطع ہو جائے گا جس کے ساتھ مصالح دینیہ اور مصالح دنیویہ وابستہ ہیں۔ مصالح دینی تو یہ ہیں کہ نکاح کے ذریعہ شرمگاہ اس زنا سے محفوظ ہو جاتی ہے جو تمام ادیان میں حرام ہے اور مصالح دنیویہ یہ ہیں کہ نکاح کے بعد عورت کیلئے نفقہ اور سکنی ہوگا اور مرد کیلئے اکتسابِ ولد ہوگا اور جس چیز سے دینی اور دنیاوی مصالح فوت ہو جائیں شریعت میں اس کا وقوع جائز نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ طلاق مطلقاً جائز نہ ہو مگر ہم نے عورت سے چھٹکارا پانے کی ضرورت کو مباح کر دیا اور تین طلاق کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے کہ تین سے کم کے ذریعہ بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے اس وجہ سے ہمارے نزدیک تین طلاق جمع کرنا حرام ہے۔

(۲) **<u>ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق کا مسئلہ:</u>** ایک کلمہ سے یا ایک ہی مجلس میں دفعۃً واحدۃً دی جانے والی تین طلاقیں ائمہ اربعہ کے نزدیک تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مسلک ہے، ابن العربی اور ابو بکر رازی نے تین طلاق کے وقوع پر اجماع نقل کیا ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ کے نزدیک یہ مکروہِ تحریمی و بدعت ہے اور امام شافعی وامام احمدؒ کے نزدیک یہ خلافِ اولیٰ ہے۔ ابن تیمیہؒ، بعض اہلِ ظواہر اور آج کل کے لامذہب لوگوں کے نزدیک اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے اور روافض کے نزدیک ایک بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

**اہلِ ظواہر وغیرہ کی پہلی دلیل:** واقعہ عبد یزید یا واقعہ رکانہ ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے اس کو ترجیح دی کہ یہ واقعہ رکانہ کا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ان کو رجوع کا حکم دیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

دی جانے والی تین طلاقیں تین شمار نہیں ہوتیں ورنہ رجوع کا حکم نہ دیتے۔

قول ابوداؤد وحدیث نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے امام ابوداؤدؒ نے اس کا جواب دیا کہ عبد یزید یارکانہ نے طلاق بتہ دی تھی اور استدلال تب ہوتا جب تین طلاقیں دیتے۔ وجہ ترجیح یہ ہے کہ طلاق بتہ کا ذکر کرنے والے گھر کے آدمی ہیں اور ضابطہ ہے صاحب البیت ادری مافیہ۔ دوسری دلیل: واقعۂ ابوالصہباء ہے جو حدیث الباب کے ترجمہ سے واضح ہے۔

جوابات: ① یہ حدیث ابوالصہباء خاص صورت (غیر مدخول بہا عورت) پر محمول ہے اور غیر مدخول بہا تو ایک طلاق سے بائنہ ہوجاتی ہے۔ دوسری اور تیسری طلاق دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی ② حدیث ابوالصہباء کا مصداق ایک خاص صورت ہے وہ یہ کہ جب کوئی یوں طلاق دیتا انت طالق، طالق، طالق تو ثانی ثالث سے اول کی تاکید مقصود ہوتی تھی نہ کہ تاسیس اور وہ زمانہ خیر القرون کا تھا۔ اس لئے بقول ان کے ثانی وثالث کو اول کی تاکید پر محمول کرتے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ اس میں غور کرنے لگ گئے تو فرمایا اب جو تین دفعہ لفظ طلاق کہے گا تو اب ہم اس کو تاسیس پر محمول کریں گے تاکید پر محمول نہیں کریں گے ③ نیز حدیث ابوالصہباء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کی گئی حالانکہ ان کا فتویٰ تو تین طلاق کا ہے۔ تو ان کا اس روایت کیخلاف فتویٰ دینا، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ منسوخ ہے یا معروف عن الظاہر ہے یا غیر مدخول بہا عورت پر محمول ہے یا اس خاص صورت پر محمول ہے جس کا اوپر بیان ہوا ④ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ذکر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کا کوئی ذکر نہیں ⑤ یہ حدیث سنداً بھی کوئی وزنی نہیں کہ اس کی بناء پر نصوص کثیرہ کو چھوڑا جائے۔

جمہور کے دلائل: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دی، بعد میں ان کو افسوس ہوا اور فرمانے لگے لولا انی سمعت جدی أو حدثنی أبی أنه سمع جدی یقول :أیما رجل طلق امرأته ثلاثا عند الأقراء أوثلاثا مبهة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره، لراجعتها۔ سنن دارقطنی میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں، اس کے بیٹے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، ہمارے باپ نے ہماری والدہ کو ہزار طلاقیں دی ہیں تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان أبـاکم لـم یتق الله تعالی فیجعل له من أمره مخرجا، بانت منه بثلاث علی غیر السنة وتسعمائة وسبعة وتسعون اثم فی عنقه۔

پھر اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں تین طلاقیں بنیت تاکید ایک شمار ہوتی تھیں اور قضاءً اس سلسلے میں طلاق دینے والے کے قول کا اعتبار کیا جاتا تھا تاہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مطلقاً تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع منعقد ہوگیا، انہوں نے یہ فیصلہ فرمایا کہ تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اگرچہ وہ بنیت تاکید ہوں اور تمام صحابہ نے اس کو تسلیم کرلیا کسی نے مخالفت نہیں کی چنانچہ امام طحاویؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ، ابن العربیؒ، حافظ ابن حجرؒ اور علامہ ابن الہمامؒ نے طلقات ثلاث کے وقوع پر اجماع نقل کیا ہے۔ (کشف الباری کتاب الطلاق ص ۲۳۳، السبیل والدلائل ص ۵۲۷)

**المتن** ...... "بـاب طـلاق الـمـریض" اذا طلق الرجل امرأته فی مرض موته طلاقا بائنا فمات و هی فی العـدة ورثتـه و ان مـات بـعـد انقضاء العدة فلا میراث لها. و ان طلقها ثلثا بأمرها او قال لها اختاری فاختارت نفسها او اختلعت منه ثم مات و هی فی العدة لم ترثه۔ (ص ۴۰۲۔ رحمانیہ)

ترجم العبارة. أی المریض مراد فی قوله باب طلاق المریض. اذکر وجه توریث المرأة من زوجها فی المسئلة الأولی و عدم توریث المرأة من زوجها فی العدة فی المسئلة الثانیة. ما هو قول الامام الشافعیؒ فی المسئلة الأولی. (اشرف الہدایہ: ج۵ ص۱۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں۔(۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مریض کا مصداق (۳) پہلے مسئلہ میں عورت کے وارث ہونے اور دوسرے مسئلہ میں وارث نہ ہونے کی وجہ (۴) پہلے مسئلہ میں امام شافعیؒ کا قول۔

**جواب**..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ یہ باب مریض کی طلاق کے بارے میں ہے اور جب مرد نے اپنی بیوی کو اپنی مرض وفات میں طلاق بائن دی اور پھر مر گیا اس حال میں کہ اس کی عورت عدت میں ہے تو (عورت) اس کی وارث ہوگی اور اگر (عورت کی) عدت گزرنے کے بعد مرا تو عورت کے لئے میراث نہیں ہوگی۔ اور اگر (شوہر نے) عورت کے کہنے سے اس کو تین طلاقیں دیدیں، یا اپنی عورت سے کہا تو اپنے آپ کو اختیار کر لے، پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا یا عورت نے مرد سے خلع کیا تو پھر شوہر مر گیا اس حال میں کہ وہ عورت عدت میں ہے تو وہ عورت شوہر کی وارث نہ ہوگی۔

❷ مریض کا مصداق:۔ اس باب میں جو مریض کا لفظ آیا ہے اس سے مراد وہ مریض ہے جس نے حالتِ مرض میں اپنی بیوی کو طلاق دی ہو اور اسی مرض میں اس کا انتقال ہوا ہو بالفاظِ دیگر اس سے مریضِ وفات (مرض الوفاۃ والا مریض) مراد ہے۔

❸ پہلے مسئلہ میں عورت کے وارث ہونے اور دوسرے مسئلہ میں وارث نہ ہونے کی وجہ:۔ پہلے مسئلہ میں عورت کے خاوند کی میراث کے وارث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کے مرضِ وفات میں عورت کا بیوی ہونا عورت کے وارث ہونے کا سبب ہے کیونکہ شوہر کے مرضِ وفات میں بیوی کا حق اس کے مال کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے، پس اس حالت میں شوہر نے طلاق بائن دے کر اس کے حقِ وراثت کو باطل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ لہٰذا اس کے اس غلط ارادے کو اسی پر لوٹا دیا جائے گا بایں طور کہ طلاق کے عمل کو عدت گزرنے کے زمانے تک کیلئے مؤخر کر دیا تاکہ عورت سے حرمانِ وراثت کا ضرر دور ہو۔

دوسرے مسئلہ کی تینوں صورتوں میں عورت اپنے حق کو باطل کرنے پر خود راضی ہوگئی (اسلئے کہ پہلی صورت میں عورت نے خود تین طلاقوں کی درخواست کی ہے اور دوسری صورت میں خود اپنے نفس کو اختیار کر کے فرقت کا ارتکاب کیا ہے جو دلیلِ رضا ہے اور تیسری صورت میں خلع کے ذریعہ اپنے اوپر مال لازم کیا ہے تاکہ فرقت حاصل ہو جائے، یہ بھی رضامندی کی دلیل ہے) اور طلاق کے عمل کو عورت کے حق کی وجہ سے مؤخر کیا گیا تھا، جب عورت خود اپنے حق کو باطل کرنے پر راضی ہوگئی تو دوسروں پر اسکے حق کی حفاظت لازم نہیں رہی۔ البتہ اگر عورت نے اپنے شوہر سے طلاق رجعی مانگی مگر شوہر نے اسکو اپنی مرضِ وفات میں تین طلاقیں دیں تو یہ عورت اسکی وارث ہوگی کیونکہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی، لہٰذا یہ نہیں کہا جائیگا کہ عورت طلاق رجعی کا سوال کر کے اپنے حق کو باطل کرنے پر راضی ہوگئی ہے۔

❹ پہلے مسئلہ میں امام شافعیؒ کا قول:۔ ابھی اوپر ذکر کئے گئے پہلے مسئلہ میں امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اگر شوہر نے مرضِ وفات میں طلاق دے دی اور اس کے بعد وہ مر گیا عام ہے کہ عورت عدت میں تھی یا عدت گزار چکی تھی دونوں صورتوں میں عورت خاوند کی میراث میں وارث نہ ہوگی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ زوجین کے درمیان وراثت کا سبب زوجیت کا رشتہ ہے اور طلاق بائن کی وجہ سے یہ رشتہ باطل ہو گیا ہے لہٰذا وراثت کا حکم بغیر سبب کے ثابت نہ ہوگا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

منیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ شوہر کے مرض وفات میں اس کا شوہر ہونا عورت سے میراث پانے کا سبب نہیں ہے کیونکہ شوہر کے مرض وفات میں عورت کا حق اس کے مال کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، نہ کہ مرد کا حق عورت کے مال کے ساتھ۔ لہٰذا مرد کے حق میں سبب میراث باطل ہو جائے گا خاص طور پر جب شوہر اس کو طلاق دے کر سبب میراث باطل کرنے پر راضی بھی ہو گیا ہے۔

## السوال الثالث ۱۴۲۴ھ

**الشق الاول** ...... قَالَ وَ إِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ فَاكِهَةً فَأَكَلَ عِنَبًا أَوْ رُمَّانًا أَوْ رُطَبًا أَوْ قِثَّاءً أَوْ خِيَارًا لَمْ يَحْنَثْ وَ إِنْ أَكَلَ تُفَّاحًا أَوْ بِطِّيخًا أَوْ مِشْمِشًا حَنِثَ وَ هٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَ قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٌ حَنِثَ فِي الْعِنَبِ وَ الرُّطَبِ وَ الرُّمَّانِ أَيْضًا۔ ترجم العبارة سلسة ثم شكلها. الكر اختلاف سادتنا الحنفية بادلتهم بوضوح تام. عرف اليمين لغة و شرعا. (ص ۶۲-رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج ۶ ص ۸۹)

**﴿خلاصۂ سوال﴾** ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل (۴) یمین کی لغوی و اصطلاحی تعریف۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ فاکہہ نہیں کھائے گا پھر اس نے انگور یا انار یا کھجور یا ککڑی یا کھیرا کھایا تو وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے سیب یا خربوزہ یا مشمش کھائی تو حانث ہو جائے گا اور یہ حکم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عنب، کھجور اور انار کھانے سے بھی حانث ہو جائے گا۔

❷ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❸ مذکورہ مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل:۔ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فاکہہ نہیں کھائے گا، پھر اس نے انگور یا تر کھجور یا انار کھایا تو حانث ہوگا یا نہیں تو اس میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مذکورہ تین اشیاء (انگور، تر کھجور، انار) میں سے کسی ایک کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا۔ اصل اختلاف کا مدار اس بات پر ہے کہ یہ تینوں چیزیں پھل اور فاکہہ ہیں یا نہیں۔ صاحبینؒ کے نزدیک انگور، انار اور تر کھجور پھل ہی ہیں۔ لہٰذا ان کے کھانے سے حانث ہو جائے گا۔ اور امام صاحبؒ کے نزدیک یہ پھل نہیں بلکہ غذا و دوا ہیں اس وجہ سے ان کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ صاحبینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ انگور، انار اور تازہ کھجور میں تفکہ کے معنی موجود ہیں اور ان کا شمار پھلوں میں ہے بلکہ یہ دوسرے فواکہ کی بنسبت عمدہ ہیں اور ان کے ساتھ تلذذ و تعیش حاصل کیا جاتا ہے۔

امام صاحبؒ کی دلیل: یہ ہے کہ ان تینوں اشیاء میں غذا اور دوا والا معنی موجود ہے یعنی یہ دوا اور غذا کے زمرے میں آتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں تلذذ والے معنی کی کمی ہوئی جس کی وجہ سے پھل کے زمرے میں یہ اشیاء نہ آئیں گی بلکہ یہ تینوں اشیاء انسانی زندگی کی ضرورت کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اشیاء اگر خشک ہو جائیں تو بطور مصالحہ جات کے اشیاء خوردنی میں کشمش، انار دانہ چھوہارے کے نام سے استعمال ہوتی ہیں۔ لہٰذا صاحبینؒ کا ان کو فاکہہ کہنا درست نہیں ہے۔

❹ یمین کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔ یمین لغت میں القوت (مضبوطی) کو کہتے ہیں اور فقہاء کی اصطلاح میں بعض نے یوں

تعریف کی ہے عقد قوی به عزم الحالف على الفعل او الترك (یعنی ایسا قوی عقد جسکے ساتھ حالف نے فعل کے کرنے یا چھوڑنے پر پختہ عزم وارادہ کرلیا ہو) اور بعض نے یوں تعریف کی ہے تقوية احد طرفي الخبر بذكر الله تعالى او التعليق

**الشق الثانی** ...... قال ولا حق لهن في القسم حالة السفر فيسافر الزوج بمن شاء منهن والأولى ان يقرع بينهن فيسافر بمن خرجت قرعتها وقال الشافعي القرعة مستحقة لما روى ان النبي ﷺ كان اذا اراد سفرًا اقرع بين نسائه الا انا نقول ان القرعة لتطييب قلوبهن فيكون من باب الاستحباب وهذا لأنه لاحق للمرأة عند مسافرة الزوج الا يرى ان له ان لا يستصحب واحدة منهن. (ص ۳۴۸ ـ رحمانیہ)

عليك بالترجمة الواضحة للعبارة. اشرح المسئلة بدلائل الطرفين و ترجيح ما هو الراجح. بيّن الامور التى لابد من رعاية القسم فيها بين الزوجات وما لاتلزم رعايتها. (اشرف الہدایہ ج ۳ ص ۱۷۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسئلہ کی تشریح مع الدلائل والترجیح (۳) متعدد زوجات میں امور لزوم رعایت وعدم رعایت کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ سفر کی حالت میں منکوحات کا تقسیم میں کوئی حق نہیں ہے، پس شوہر ان میں سے جس کے ساتھ چاہے سفر کرے اور بہتر یہ ہے کہ ان میں قرعہ ڈالے، پھر جس کا قرعہ نکلے اس کے ساتھ سفر کرے، اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قرعہ حق واجب ہے کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی عورتوں میں قرعہ ڈالتے، مگر ہم کہتے ہیں کہ قرعہ عورتوں کی دلجوئی کے لئے تھا بذا وہ استحباب کے قبیل سے ہوگا یہ اس لئے کہ شوہر کے سفر کرنے کے وقت عورت کا کوئی حق نہیں ہے، کیا نہیں دیکھتا کہ شوہر کے لئے جائز ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی سفر میں اپنے ساتھ نہ لے۔

❷ مسئلہ کی تشریح مع الدلائل والترجیح:۔ کمامرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۳ھ۔

❸ متعدد زوجات میں امور لزوم رعایت وعدم رعایت کی وضاحت:۔ شب باشی یعنی رات گزارنے میں، دیگر حوائج ضروریہ واخراجات، نان نفقہ وغیرہ میں تقسیم میں برابری ضروری ہے، باکرہ وثیبہ، جدیدہ وقدیمہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ جماع ومباشرت میں برابری ضروری نہیں ہے کیونکہ جماع ومباشرت کا مدار نشاط وطبیعت کی شگفتگی پر ہے اور یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ اسی طرح طبعی میلان ومحبت کی زیادتی میں بھی تقسیم نہیں ہے۔ الغرض ان امور میں تقسیم وارد ہے جو آدمی کے اختیار میں تھا اور جو امور آدمی کے اختیار میں نہیں ہیں ان میں تقسیم بھی نہیں ہے۔ (اشرف الہدایہ ج ۳ ص ۱۷۲)

## ﴿الورقة الثالثة فى الفقه﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۵ھ

**الشق الاول** ...... ولا يجوز للولي اجبار البكر البالغة على النكاح فاذا استأذنها الولي فسكتت او ضحكت فهو اذن. (ص ۳۳۵ ـ رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج ۲ ص ۵۰)

ماهي علة ولاية الاجبار عند الأحناف والشوافع انكرها كم صورًا لهذه المسئلة انقلبها

Maktaba Tul Ishaat.com

والمختلافیة نظرًا الی علة ولایة الاجبار. اکتب الفرق بین استیذان الولی وغیر الولی بالدلیل.

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) احناف وشوافع کے نزدیک ولایت اجبار کی علت کی وضاحت (۲) مسئلہ مذکورہ کی اتفاقی واختلافی صورتیں (۳) ولی اور غیر ولی کے استیذان میں فرق مع الدلیل۔

﴿جواب﴾...... ❶ احناف وشوافع کے نزدیک ولایت اجبار کی علت کی وضاحت:۔ احناف کے نزدیک باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا چنانچہ اگر اس کی رضامندی کے بغیر نکاح کیا گیا تو وہ اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اس نے اجازت دیدی تو ٹھیک ہے اور اگر اس نے ردّ کر دیا تو یہ نکاح باطل ہوگا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور کرنا جائز ہے۔ ان کی دلیل باکرہ بالغہ کو صغیرہ پر قیاس کرنا ہے کہ جیسے صغیرہ اگر باکرہ ہو تو اس کو نکاح پر مجبور کرنا جائز ہے اسی طرح بالغہ بھی اگر باکرہ ہو تو اس کو نکاح پر مجبور کرنا جائز ہے اور دونوں میں علت مشترکہ تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کے معاملات سے ناواقف ہونا ہے چونکہ وہ باکرہ نکاح کے معاملات سے ناواقف ہے اسی وجہ سے اسکا باپ اس کے مہر پر اس کے حکم کے بغیر قبضہ کر سکتا ہے۔

احناف کی طرف سے مہر پر قبضہ کرنے کا جواب یہ ہے کہ جب باپ نے مہر پر قبضہ کیا تو لڑکی کے سکوت کی وجہ سے دلالۃً رضامندی پائی گئی ہے چنانچہ اگر لڑکی نے صراحۃً منع کر دیا تو باپ مہر پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

احناف کی دلیل: یہ ہے کہ باکرہ بالغہ آزاد ہے اور آزاد پر کسی کو ولایت اجبار نہیں ہوتی لہٰذا باکرہ بالغہ پر بھی کسی کو ولایت اجبار نہیں ہوگی۔ باقی صغیرہ کے آزاد ہونے کے باوجود اس پر ولایت اجبار کا حاصل ہونا عقل کے قصور کی وجہ سے ہے اور بالغ ہونے سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور بالغہ کی عقل کے کامل ہونے کی دلیل شریعت کے احکام (نماز روزہ وغیرہ) کا اس پر نافذ و جاری ہونا ہے۔

نیز بالغہ لڑکی بالغ لڑکے کی مثل ہے جیسے بالغ لڑکے پر ولی کو ولایت اجبار نہیں ہے اسی طرح لڑکی پر بھی نہیں ہے۔

نیز جیسے باکرہ بالغہ اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے اور ولی کو اس کے مال میں تصرف کی اجازت وگنجائش نہیں ہے اسی طرح نکاح کے معاملہ میں بھی ولی کو باکرہ بالغہ پر ولایت اجبار نہیں ہوگی۔

الغرض احناف کے نزدیک ولایت اجبار کی علت صغیرہ ہونا اور شوافع کے نزدیک باکرہ ہونا ہے۔

❷ مسئلہ مذکورہ کی اتفاقی واختلافی صورتیں:۔ اگر لڑکی صغیرہ و باکرہ ہے تو بالاتفاق اس پر ولایت اجبار حاصل ہے اور اگر صرف صغیرہ ہے تو احناف کے نزدیک اس پر ولایتِ اجبار حاصل ہے اور اگر صرف باکرہ ہے صغیرہ نہیں ہے تو پھر شوافع کے نزدیک اس پر ولایت اجبار حاصل ہے اور اگر صغیرہ بھی نہیں ہے اور باکرہ بھی نہیں ہے تو بالاتفاق ولایت اجبار حاصل نہیں ہے۔

الغرض اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ دو صورتیں اتفاقی اور دو صورتیں اختلافی ہیں۔

❸ ولی اور غیر ولی کے استیذان میں فرق مع الدلیل:۔ اگر ولی نے باکرہ بالغہ سے نکاح کی اجازت مانگی اور وہ سن کر خاموش ہوگئی یا ہنس پڑی یا تبسم کیا تو یہ خاموش رہنا یا ہنسنا یا تبسم کرنا اس کی طرف سے اجازت ہوگا اور رضامندی کی علامت ہوگا اس کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد: البکر تستأمر فی نفسها فان سکتت فقد رضیت (باکرہ سے اس کی ذات کے

متعلق اجازت لی جائے اگر وہ خاموش رہے تو یہ رضامندی ہے) ہے۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ چپ رہنے اور ہنسنے میں رضامندی کی جہت غالب ہے کیونکہ باکرہ اظہار رغبت سے تو شرماتی ہے لیکن انکار سے نہیں شرماتی ،لہٰذا اگر وہ راضی نہ ہوتی تو صاف صاف انکار کر دیتی۔

اگر باکرہ بالغہ سے غیر ولی نے اجازت طلب کی یا ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے نکاح کی اجازت طلب کی تو ان دونوں صورتوں میں سکوت یا ہنسنا رضامندی کی دلیل نہیں ہے بلکہ اجازت کے لئے زبان سے کلام کرنا ضروری ہے کیونکہ اجنبی یا ولی ابعد کی بات کے جواب میں خاموشی اختیار کرنا التفات نہ کرنے کی وجہ سے ہے اس عدم التفات کو رضا کی دلیل نہیں کہا جا سکتا۔

البتہ اگر اجازت طلب کرنے والا ولی کا قاصد ہو تو وہ ولی کے قائم مقام ہو کر ولی کے حکم میں ہوگا۔

**الشق الثانی** ......فان تزوجها علی هذین العبدین فاذا احدهما حرفلیس لها الا الباقی اذا ساوی عشرة دراهم عند ابی حنیفة". (ص۳۵۳۔رحمانیہ)

انکر أقوال ساداتنا الحنفیة فی المسئلة المذکورة . حرر دلائلهم . اذا کانت قیمة الباقی منهما اقل من عشرة دراهم فماذاحکمه . عرّف النکاح لغةً وشرعًا .(اشرف الہدایہ ج۴ص۱۱۳)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل (۲) مسئلہ ثانیہ کا حکم (۳) نکاح کا لغوی وشرعی معنی۔

**جواب** ...... ❶ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف مع الدلائل:۔ کسی شخص نے دو غلاموں کی جانب اشارہ کر کے ان کو مہر بنایا۔ اتفاق سے ان میں ایک آزاد تھا اور ایک غلام تو اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ ان دونوں میں جو غلام ہے اگر اس کی مالیت دس درہم کے برابر ہے تو صرف وہ غلام واجب ہوگا اور اگر دس درہم سے کم مالیت ہے تو دس درہم پورے کر دیئے جائیں۔ امام ابو یوسفؒ کا مسلک یہ ہے کہ غلام واجب ہوگا اور آزاد کو غلام فرض کر کے اس کی قیمت کا اندازہ کر لیا جائے جو قیمت ہوگی وہ بھی شوہر پر واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک تمام مہر مثل تک غلام واجب ہوگا یعنی اگر مہر مثل غلام کی قیمت سے زائد ہے تو مہر مثل مکمل کیا جائے مثلاً غلام کی قیمت ایک ہزار درہم ہے اور عورت کا مہر مثل دو ہزار درہم ہیں تو عورت کو غلام کے ساتھ مزید ایک ہزار درہم دے دیئے جائیں تاکہ مہر مثل مکمل ہو سکے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ تسمیہ اور اشارہ اگر جمع ہو جائیں تو اشارہ معتبر ہوتا ہے اور آزاد کی طرف اشارہ اس کو عقد سے خارج کر دے گا کیونکہ آزاد مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے تو گویا ایک ہی غلام پر نکاح منعقد ہوا اور یہی ایک غلام مہر مسمّٰی ہے اور مہر مسمّٰی کا وجوب مہر مثل کے وجوب کے لئے مانع ہے اگرچہ مسمّٰی کم ہی کیوں نہ ہو اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ غلام باقی اور مہر مثل دونوں کو واجب کر دیں کیونکہ یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل: یہ ہے کہ شوہر نے دو غلاموں کو ذکر کر کے عورت کو دو غلاموں کی سلامتی کا لالچ دیا ہے اور ان دونوں میں سے ایک کی تسلیم سے عاجز آ گیا ہے لہٰذا اس کی قیمت واجب ہوگی۔

امام محمدؒ کی دلیل: یہ ہے کہ اگر یہ دونوں آزاد ہوتے تو مہر مثل واجب ہوتا پس جب ایک غلام ہے تو غلام واجب ہوگا تمام مہر مثل تک یعنی اگر غلام کی قیمت مہر مثل سے کم ہے تو اس کمی کو پورا کر دیا جائے۔ امام محمدؒ کی دلیل کی بنیاد اس پر ہے کہ دو آزادوں کی

Maktaba Tul Ishaat.com

صورت میں اشارہ کا اعتبار کرتے ہیں۔

❷ مسئلہ ثانیہ کا حکم:۔ ابھی مذکورہ اختلاف کی وضاحت میں اس کا حکم گزر چکا ہے۔

❸ نکاح کا لغوی و شرعی معنی:۔ نکاح کا لغوی معنی "ضم" (ملانا) ہے پھر وطی کے ضم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یہ وطی کے معنی میں منقول ہے پھر نکاح کے سبب ضم ہونے کی وجہ سے یہ عقد نکاح کی طرف منقول ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں النکاح هو عقد يرد على ملك المتعة قصدًا (نکاح ایسے عقد کا نام ہے جو من حیث القصد ملک متعہ کو ثابت کرے۔

## السوال الثانی ۱۴۳۵ھ

**الشق الاول**...... ولو قال انت طالق من واحدة الى ثنتين أو مابين واحدة الى ثنتين فهى واحدة وان قال من واحدة الى ثلث او مابين واحدة الى ثلث فهى ثنتان وهذا عند ابى حنيفة وقالا فى الأولى هى ثنتان وفى الثانية ثلث. (ص ۳۸۰۔رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج ۴ ص ۲۲۷)

ترجم العبارة. اكتب قول الامام ابى حنيفة وصاحبيه والامام زفرؒ فى المسئلة المذكوره مع سَرْدِ ادلتهم. حرر حكم المسئلة التالية: ولو قال انت طالق واحدة فى ثنتين و نوى الضرب والحساب.

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حل چار امور ہیں۔(۱) عبارت کا ترجمہ (۲) انت طالق من واحدة الى ثنتين الخ میں اختلاف (۳) ائمہ کے دلائل (۴) مسئلہ تالیہ کا حکم۔

**جواب**...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو ایک سے دو تک طلاق والی ہے یا ایک سے دو تک کے مابین طلاق والی ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا ایک سے تین تک یا ایک سے تین تک کے مابین طلاق والی ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی، یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ پہلی میں دو اور دوسری میں تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

❷ انت طالق من واحدة الى ثنتين الخ میں اختلاف:۔ اس عبارت میں مصنف ؒ نے دو مسئلے ذکر کیے ہیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلے مسئلہ انت طالق من واحدة الى ثنتين یا انت طالق ما بين واحدة الى ثنتين میں ایک طلاق واقع ہوگی اور دوسرے مسئلہ انت طالق من واحدة الى ثلاث یا انت طالق ما بين واحدة الى ثلاث میں دو طلاق واقع ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلے مسئلہ میں دو اور دوسرے مسئلہ میں تین واقع ہوں گی اور امام زفرؒ کے نزدیک پہلے مسئلہ میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور دوسرے مسئلہ میں ایک طلاق واقع ہوگی۔

دراصل یہ اختلاف اس بات پر متفرع ہے کہ غایت ابتداء و غایت انتہاء مغیا میں داخل ہوں گی یا نہیں ہونگی۔ صاحبینؒ کے نزدیک دونوں غایتیں مغیا میں داخل ہونگی۔ امام صاحبؒ کے نزدیک دونوں داخل نہیں ہونگی۔ امام زفرؒ کے نزدیک صرف غایت ابتداء مغیا میں داخل ہوگی۔

❸ ائمہ کے دلائل:۔ امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی کیونکہ اگر غایت مغیا میں داخل ہو تو غایت غایت ہی نہ بنے گی جیسا کہ کسی نے کہا بعت منك من هذا الحائط الى هذا الحائط اس صورت میں دونوں دیواریں بیع میں داخل نہیں ہونگی۔

صاحبینؒ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ عرف عام میں اس قسم کی کلام سے کل مراد ہوتا ہے مثلاً کسی نے کسی دوسرے سے کہا خذ من مالی من درهم الی مائة تو یہاں اس شخص کو سو کے سو لینے کا اختیار ہے، ایسا نہیں کہ دونوں غایتیں خارج کر کے (۹۸) اٹھانوے درہم لینے کا اختیار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں غایتیں مغیا میں داخل ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ اگر غایتیں دو عدد ذکر کی جائیں تو اس کی دو صورتیں ہیں، ان دونوں کے درمیان کوئی عدد ہو گا یا نہیں ہو گا۔ اگر درمیان میں کوئی عدد ہے تو اس سے مراد الاکثر من الاقل ہو گا یعنی اقل عدد سے اوپر والا عدد، ہو گا مثلاً من واحدة الی ثلاث میں غایتین کے درمیان ایک عدد ہے اور اس میں اقل عدد واحد ہے اور اس سے اکثر یعنی اس سے اوپر دو ہے تو یہ تخمین الاکثر من الاقل ہوا، لہٰذا اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر درمیان میں کوئی عدد نہیں ہے تو مراد الاقل من الاکثر ہو گا یعنی اکثر سے کم مراد ہو گا مثلاً من واحدة الی ثنتين میں دونوں غایتوں کے درمیان کوئی عدد نہیں ہے تو اس صورت میں الاقل من الاکثر مراد ہو گا اور اکثر ثنتین کا عدد ہے اور اس سے کم ایک ہے لہٰذا ایک کا عدد مراد ہو گا۔

۴ مسئلہ ثالثہ کا حکم:۔ مرد نے اپنی منکوحہ سے کہا انت طالق واحدة فی ثنتين اور ضرب وحساب کی نیت کی یا کوئی نیت نہیں کی دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہو گی جبکہ امام زفرؒ کے نزدیک دو طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ اس طرح کی کلام سے عموماً ضرب کا ہی ارادہ ہوتا ہے اور ضرب کی صورت میں دو طلاقیں بنتی ہیں۔

**الشق الثانی** ......وَإِذَا طَلَّقَ الْحُرَّةَ تَطْلِيقَةً أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَتَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ آخَرَ ثُمَّ عَادَتْ إِلَى الزَّوْجِ الْأَوَّلِ عَادَتْ بِثَلْثِ تَطْلِيقَاتٍ وَيَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي مَادُونَ الثَّلْثِ كَمَا يَهْدِمُ الثَّلْثَ (ص۳۶۰-ج۲)

ترجم العبارة ثم شكلها۔ اشرح العبارة حسب بيان صاحب الهداية۔ (اشرف الہدایہ ج۵ ص۵۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح۔

**جواب** ...... ۱ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب کسی مرد نے آزاد عورت کو ایک یا دو طلاقیں دیں اور اس کی عدت گزر گئی اور اس عورت نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا پھر یہ پہلے شوہر کے پاس لوٹ آئی تو یہ عورت تین طلاقوں کے ساتھ لوٹے گی اور زوج ثانی تین سے کم طلاقوں کو منہدم کر دے گا جس طرح کہ تین طلاقوں کو منہدم کر دیتا ہے۔

۲ عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا۔

۳ عبارت کی تشریح:۔ اگر کسی مرد نے اپنی آزاد بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیں پھر اس عورت نے دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کر لیا اور پھر دوسرے شوہر کی طلاق اور عدت کے بعد پہلے شوہر کے پاس دوبارہ آ گئی تو یہ عورت مکمل تین طلاقوں کے ساتھ واپس آئے گی یعنی زوج اول از سر نو تین طلاقوں کا مالک ہو گا اور زوج ثانی تین طلاقوں سے کم یعنی (ایک اور دو) کو اسی طرح منہدم کر دیتا ہے جس طرح تین کو منہدم کر دیتا ہے۔ یہ مسئلہ شیخینؒ کے نزدیک ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زوج ثانی تین طلاقوں سے کم کو منہدم نہیں کرتا بلکہ زوج اول تین میں سے بقیہ طلاقوں کا مالک رہے گا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دے چکا ہے تو اب دو کا مالک ہو گا اور اگر پہلے نکاح میں دو طلاقیں دے چکا ہے تو اب ایک طلاق کا مالک ہو گا، امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کا بھی یہی قول ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

# ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

**الشق الاول**......من حلف لایشرب من دجلة فشرب منها باناء لم یحنث حتی یکرع منها کرعا عند ابی حنیفة وقالا اذا شرب منها باناء یحنث ولن حلف لایشرب من ماء دجلة فشرب منها باناء حنث (ص ۲۸۷، رحمانیہ)

ترجم العبارة وانکر تفسیر الکرع ۔ اکتب أقوال فقهاء الحنفیة فی ضوء الدلائل ۔ هل یحنث الحالف اذا شرب من ماء النهر الذی یخرج من دجلة ۔ (اشرف الہدایہ ج ۶ ص ۱۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کرع کی تفسیر (۳) مسئلہ مذکورہ میں فقہاء کے اقوال مع الدلائل (۴) مسئلہ ثانیہ کا حکم۔

**جواب**...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص نے قسم کھائی کہ دریائے دجلہ سے پانی نہیں پیئوں گا پھر اس نے کسی برتن سے اسکا پانی پی لیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا حتیٰ کہ دریا سے منہ لگا کر پیئے (تو پھر حانث ہوگا) اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب اس نے کسی برتن سے پیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ دریائے دجلہ کے پانی سے نہیں پیئے گا تو پھر اس نے کسی برتن سے بھی پی لیا تو حانث ہو جائے گا۔

❷ کرع کی تفسیر:۔ کرع کا معنی بغیر کسی برتن اور ہاتھ، چلو وغیرہ کے بلاواسطہ براہ راست منہ کے ذریعہ (جانوروں کی مثل) پانی پینا ہے۔

❸ مسئلہ مذکورہ میں فقہاء کے اقوال مع الدلائل:۔ اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میں دریائے دجلہ سے نہیں پیئوں گا پھر اس نے کسی برتن کے ذریعہ اس کا پانی پی لیا تو اس کے حانث ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک یہ شخص جب تک بلاواسطہ دریا سے منہ لگا کر پانی نہیں پیئے گا اس وقت تک یہ حانث نہیں ہوگا جبکہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ برتن کے ذریعہ پانی پینے کی صورت میں بھی یہ شخص حانث ہو جائے گا۔ صاحبینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ عرف میں اس طرح کی قسم سے مطلقاً پانی پینا ہی مراد ہوتا ہے لہٰذا مطلقاً کسی برتن کے ذریعہ پانی پینے سے بھی یہ شخص حانث ہو جائے گا۔

امام صاحبؒ کی دلیل: یہ ہے کہ اس متکلم کی کلام میں منها (اس دریا سے) کا لفظ ہے اور اسکا حقیقی معنی منہ لگا کر پینا ہے اور اس طرح پینا لوگوں میں مروج بھی ہے اور اس سے منہ لگا کر پینے کی صورت میں سب کے نزدیک حانث بھی ہو جاتا ہے پس جب تک معنی حقیقی مراد لینا ممکن ہو مجازی معنی مراد لینا ممنوع ہوتا ہے اگرچہ مجازی معنی عرف میں رائج ہوں اور اگر اس نے قسم کھا کر یہ کہا کہ میں دجلہ کے پانی سے نہیں پیئوں گا پھر اگر اس نے برتن کے ذریعہ پانی پی لیا تو پھر امام صاحبؒ کے نزدیک بھی حانث ہو جائے گا اسلئے کہ برتن میں لینے کے بعد بھی وہ دجلہ کا ہی پانی ہے اسلئے کسی بھی صورت میں اس کا پانی پینے سے حانث ہو جائے گا۔

❹ مسئلہ ثانیہ کا حکم:۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ دجلہ سے نہیں پیئوں گا یا دجلہ کے پانی سے نہیں پیئوں گا پھر اگر اس نے دجلہ سے نکلنے والی چھوٹی نہر سے پانی پی لیا تو پھر بھی یہی اوپر والی تفصیل ہی ہے کہ اگر اس نے دجلہ سے نہ پینے کی قسم کھائی تو حانث نہیں ہوگا اور اگر دجلہ کا پانی نہ پینے کی قسم کھائی تو پھر حانث ہو جائے گا۔

**الشق الثانی**......واذا زوّجت المرأة نفسها من غیر کف ء فللأولیاء ان یفرقوا بینهما دفعًا للضرر

Scanned with CamScanner

العار من انفسهم ثم الكفاءة تعتبر فی ............ (ص۳۲۴، رحمانیہ)

ماهی الكفاءة؟ فی ای شیئ تعتبر الكفاءة؟ اشرح المسألة مستوفيًا لاختلاف الائمة واللّٰه اعلم۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) کفاءت کا مفہوم وامور معتبرہ فی الکفاءۃ (۲) مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل

**جواب** ...... ① کفاءت کا مفہوم اور امور معتبرہ فی الکفاءۃ:۔ کما مرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱۴۳۰ھ۔

مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل:۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ دین میں کفاءت ضروری ہے، کسی مسلمان مرد کا کافر عورت سے اور کافر مرد کا مسلمان عورت سے نکاح جائز نہیں ہے البتہ کتابیہ عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

دین کے علاوہ کسی اور چیز میں بھی کفاءت ضروری ہے یا نہیں؟ تو اس میں اختلاف ہے امام مالک کا مذہب اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ صرف دین میں کفاءت ضروری ہے اسکے علاوہ باقی کسی چیز میں کفو ہونا ضروری نہیں ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک چار چیزوں میں کفاءت کی رعایت کی جائے گی۔ ① دین ② نسب ③ حرفت وصنعت ④ حریت۔

دلائل: قال عليه السلام الا لايزوج النساء الا الاولياء ولا يزوجن الا من الاكفاء۔

دلیل عقلی: چونکہ عام طور پر متناکحین (جن دو میں کفو ہو) ہی ایک دوسرے کی انتظامی مصلحتوں کو سمجھ سکتے ہیں غیر متناکحین ان مصلحتوں کی رعایت نہیں کر سکتے اس لئے کفو کی شرط لگائی گئی۔

دین: دین یعنی دیانت میں کفاءت اس لئے ضروری ہے کہ اس کے ذریعہ سے لوگ فخر کرتے ہیں اور نسب کے فخر سے زیادہ فخر والی چیز ہے جب چھوٹے یا بُرے نسب والا ہونا عیب ہے تو فاسق ہونا بطریق اولیٰ عیب ہے۔

نسب: نسب میں کفاءت اس لئے ضروری ہے کہ نسب وخاندان کے ذریعہ سے ہی لوگ فخر کرتے ہیں۔

حرفت: حرفت وصنعت وپیشہ میں کفاءت اس لئے ضروری ہے کہ چھوٹے پیشہ والے کو ذلیل وحقیر سمجھا جاتا ہے۔

مال: مال ومتاع میں کفاءت اس لئے ضروری ہے کہ زوج نے مہر اور نان ونفقہ کی ادائیگی کرنی ہے اگر وہ کم درجہ کا مالدار ہو تو اس کے لئے یہ ادائیگی مشکل ہو جائے گی لہٰذا ان تمام چیزوں میں کفاءت وبرابری ضروری ہے، کمی زیادتی کی صورت میں آپس میں زندگی کی گاڑی چلنا مشکل ہو سکتی ہے اور شادی کا مقصد پورا نہ ہوگا۔

## ﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاوّل** ...... و ان تزوجها ولم يسم لها مهرا ثم تراضيا على تسميته فهو لها ان دخل بها او مات عنها وان طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة فان زادها فی المهر بعد العقد لزمته الزيادة خلافا لزفر. (ص۳۲۷، رحمانیہ)

ترجم العبارة جميلة . و ان طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة فی هذه المسئلة اختلاف لابی يوسف و الامام الشافعی فبينه بالدليل . اكتب اختلاف زفر فی عدم لزوم الزيادة فی ضوء الدليل العقلی . ما هو مقدار الثياب فی المتعة و هل يعتبر حاله او حالها فی المتعة. (اشرف الہدایہ ج۴ ص۸۴)

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) دخول سے پہلے طلاق کی صورت میں متعہ کے لزوم میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) مہر پر زیادتی کے عدم لزوم میں امام زفرؒ کا اختلاف مع الدلائل (۴) متعہ میں کپڑوں کی مقدار اور متعہ کے کپڑوں میں مرد یا عورت کا حال معتبر ہونے کی وضاحت۔

﴿جواب﴾ ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر مرد نے عورت سے نکاح کیا اور اس کے لئے مہر کو ذکر نہیں کیا۔ پھر وہ دونوں اس مہر کے تسمیہ پر رضامند ہو گئے تو یہ متعین کردہ مقدار اس عورت کے لئے ہو گی اگر مرد نے اس کے ساتھ دخول کیا یا اس کو چھوڑ کر مر گیا۔ اور اگر اس کو قبل الدخول طلاق دی تو اس کے لئے متعہ ہوگا۔ پس اگر اس عورت کے لئے عقد کے بعد مہر میں زیادتی کر دی تو مرد پر زیادتی لازم ہوگی۔ یہ مسئلہ امام زفرؒ کے خلاف ہے۔

② دخول سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں متعہ کے لزوم میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ عقدِ نکاح کے وقت زوجین نے مہر کا ذکر نہیں کیا پھر عقد کے بعد ایک مقدار پر دونوں رضامند ہو گئے اور اس کے بعد شوہر نے دخول سے پہلے طلاق دے دی تو طرفینؒ کے نزدیک متعہ لازم ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ متعین کردہ مہر کا نصف لازم ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول طرفینؒ کے ساتھ ہی ہے۔

امام شافعیؒ کے مذہب اور امام ابو یوسفؒ کے قولِ اول کی دلیل یہ ہے کہ زوجین نے باہمی اتفاق سے مہر کی جو مقدار مقرر کی ہے یہ مقدار مفروض و متعین ہے اور آیت **فنصف ما فرضتم** سے مفروض کی تنصیف ثابت ہے۔ خواہ مفروض حالتِ عقد میں ہو یا عقد کے بعد ہو۔ لہٰذا جس صورت میں بھی طلاق قبل الدخول پائی گئی نصفِ مفروض واجب ہوگا، متعہ واجب نہیں ہوگا۔

طرفینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ عقدِ نکاح کے وقت اگر مہر ذکر نہ کیا جائے تو مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔ پس مذکورہ صورت میں بھی نکاح کے وقت مہر مذکور نہ ہونے کی وجہ سے مہرِ مثل واجب ہو گیا۔ بعد میں زوجین نے ایک مقدار پر اتفاق کر لیا تو یہ بعد میں متعین کردہ مقدار درحقیقت تعیین ہے اس کی جو عقد کی وجہ سے واجب ہوا تھا اور عقد کی وجہ سے مہرِ مثل واجب ہوا تھا اور مہرِ مثل کی تنصیف نہیں ہوتی۔ لہٰذا جو اس کے مرتبہ میں ہے اس کی بھی تنصیف نہیں ہوگی۔ اور جب تنصیف نہیں ہو سکتی تو متعہ ہی واجب ہوگا۔

③ مہر پر زیادتی کے عدمِ لزوم میں امام زفرؒ کا اختلاف مع الدلیل العقلی:۔ عقدِ نکاح کے بعد مقررہ مہر پر اگر شوہر نے زیادتی کر دی اور عورت نے اسی مجلس میں قبول کر لیا تو ہمارے نزدیک شوہر پر یہ زیادتی لازم ہوگی۔ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی صحیح نہیں ہے۔

امام زفرؒ کی دلیل: یہ ہے کہ مہر پر زیادتی مستقل ہبہ ہے، لہٰذا یہ ہبہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا، پس اگر بیوی نے قبضہ کر لیا تو مالک ہو گی ورنہ نہیں۔ (اگر عورت نے مہر میں کچھ کمی کر دی تو یہ درست ہے، اسلئے کہ مہر عورت کا حق ہے اور کمی حالتِ بقاء میں لاحق ہو رہی ہے جو کہ عورت کے اختیار کی حدود میں ہے)

④ متعہ میں کپڑوں کی مقدار اور متعہ کے کپڑوں میں مرد یا عورت کا حال معتبر ہونے کی وضاحت:۔ متعہ کی مقدار تین کپڑے ہیں ① کرتہ ② اوڑھنی ③ چادر۔ اور ان کی تعیین و تقدیر حضرت عائشہ وابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ یہ متعہ مالکیہ کے نزدیک مستحب ہے اور حنفیہ اسکے وجوب و لزوم کے قائل ہیں۔

صاحبِ قدوریؒ کی عبارت میں **من کسوۃ مثلها** سے اس طرف اشارہ ہے کہ متعہ میں عورت کے حال کا اعتبار ہوگا۔ متعہ واجبہ میں امام کرخیؒ کا یہی قول ہے۔ دلیل یہ ہے کہ متعہ مہر مثل کے قائم مقام ہے۔ اور مہرِ مثل میں عورتوں کا حال معتبر ہوتا ہے۔ لہذا اسکے

Scanned with CamScanner

قائمقام ہے اس میں بھی عورت ہی کا حال معتبر ہوگا۔

صحیح قول یہ ہے کہ متعہ میں مرد کے حال کا اعتبار ہوگا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے مرد کے حال کا اعتبار کیا ہے نہ کہ عورت کے حال کا۔ پس معلوم ہوا کہ مرد کا حال معتبر ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ بہر صورت متعہ نصف مہر مثل سے زائد نہ ہو اور پانچ درہم سے کم نہیں ہونا چاہئے۔

**الشق الثانی** ......ثم مدة الرضاع ثلثون شهرا عند ابی حنيفة. (ص ۳۶۹۔ رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج ۴ ص ۱۲۸)

عرف الرضاع لغةً و شرعًا. اكتب قول الامام ابی حنيفة و صاحبيه والامام الشافعی و زفر فی مدة الرضاع. حرّر دلائلهم العقلية والنقلية هل يتعلق بالرضاع تحريم اذا مضت مدة الرضاع.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) رضاعت کی لغوی و شرعی تعریف (۲) مدت رضاعت میں ائمہ کے اقوال (۳) ائمہ کے عقلی نقلی دلائل (۴) مدت رضاعت کے بعد حرمت رضاعت کا حکم۔

**جواب** ......① رضاعت کی لغوی اور شرعی تعریف:۔ رضاعت کا لغوی معنی ہے مص اللبن من الثدی (پستان سے دودھ کا پینا) ہے اور شریعت کی اصطلاح میں ھو مص مخصوص من ثدی مخصوص فی وقت مخصوص مخصوص انسان (دودھ پیتے بچہ) کا مخصوص پستان (انسان کے پستان) سے مخصوص وقت (مدت رضاعت) میں دودھ پینا۔

② و ③ مدت رضاعت میں ائمہ کے اقوال و دلائل:۔ مدت رضاعت میں ائمہ کا اختلاف ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدت رضاعت اڑھائی سال ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو سال ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک تین سال ہے اور امام مالکؒ سے ایک روایت دو سال ایک ماہ اور ایک روایت دو سال دو ماہ کی بھی مروی ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ مدت رضاعت کی کوئی حد نہیں ہے اور بعض نے پندرہ سال مدت رضاعت بیان کی ہے۔

امام زفرؒ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ دو سال کے بعد ایسی مدت کا ہونا ضروری ہے جس میں بچہ دودھ کے علاوہ دوسری غذا کا عادی بن جائے تاکہ دودھ کے ذریعے جو نشوونما ہو رہی تھی وہ منقطع ہو جائے اور ایک سال کی مدت ایسی ہے جس میں بچہ کا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ممکن ہے کیونکہ سال بھر کی مدت چاروں فصلوں (موسموں) پر مشتمل ہے اس وجہ سے مدت رضاعت تین سال مقرر کی گئی ہے۔

صاحبینؒ وائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا قول وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ بیان فرمائی ہے اور ادنیٰ مدت حمل چھ ماہ ہے لہٰذا مدت فصال چوبیس ماہ یعنی دو سال باقی رہی اسلئے وہ کہتے ہیں کہ رضاعت دو سال تک ہے اسکے بعد دودھ چھڑا دیا جائے اور انکی تائید ارشاد باری تعالیٰ وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ سے اور اسی طرح وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ سے بھی ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ہی ہے طریق استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں (حمل اور فصال) کو ذکر فرما کر ان دونوں کے لئے ایک مدت بیان کی ہے۔ پس یہ مدت ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے پوری پوری ہوگی، نہ یہ کہ دونوں پر تقسیم کی جائے گی اور اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک شخص کا زید پر ہزار روپیہ اور دس

Maktaba Tul Ishaat.com

من مقدم ہے اور قرض خواہ نے کہا میں نے زید کو دونوں قرضوں میں ایک سال کی مہلت دی تو یہ ایک سال کی مدت کو دونوں قرضوں پر تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر ایک کیلئے ایک سال کی مہلت ہوگی۔ پس یہاں بھی اسی طرح ہے البتہ ان دونوں میں سے ایک میں مدت کم کر دینے والی دلیل موجود ہے اور وہ دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول الولد لایبقی فی بطن امه اکثر من سنتین (بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں دو سال سے زائد نہیں رہتا) ہے اور دوسرے (فصال) میں مدت کم کرنے والی دلیل کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مدت اپنے حال پر باقی رہے گی۔ امام صاحبؒ کی دوسری دلیل: یہ ہے کہ رضیع کے لئے تغیر غذاء ضروری ہے تاکہ دودھ کے ذریعہ نشو ونما منقطع ہو کر دوسری چیز سے نشو ونما حاصل کر سکے پس اس تغیر غذاء کیلئے اتنی مدت درکار ہوگی جس میں بچہ دودھ کے علاوہ دوسری چیز کا عادی ہو جائے کیونکہ یک وقت دودھ چھڑانا بچہ کے لئے مہلک ہے اور امام صاحبؒ نے اس کو ادنیٰ مدت حمل کے ساتھ مقرر کیا ہے اس لئے کہ یہ مدت غذاء کو بدل دینے والی ہے کیونکہ جنین کی غذاء اور رضیع کی غذاء کے مغایر ہے اس لئے کہ جنین کی غذاء ماں والی غذاء تھی پھر پیدا ہونے کے بعد اس کی غذاء دودھ ہوگئی پھر فطیم کی غذاء کبھی دودھ اور کبھی طعام ہے۔

صاحبینؒ وائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: لارضاع بعد الحولین وغیرہ کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں دو سال کے بعد دودھ پینے کی نفی نہیں ہے بلکہ استحقاق اجرت کی نفی ہے یعنی اگر مطلقہ اپنے بچہ کو اجرت پر دودھ پلائے تو بچہ کے باپ پر صرف دو سال کی اجرت ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ آیت میں حولین کے بعد فان ارادا فصالا عن تراض منهما کے الفاظ ہیں ان میں دودھ چھڑانے کو تراضی پر معلق کیا گیا ہے اگر دو سال کے بعد دودھ پینا حرام ہوتا تو اسے تراضی کے ساتھ مقید نہ کیا جاتا۔

الحاصل تغیر غذاء چھ ماہ میں ہوتا ہے لہٰذا بچہ کو دو سال کے بعد دوسری غذاء کا عادی بنانے کیلئے مزید چھ ماہ ہونا ضروری ہیں۔

❹ مدت رضاعت کے بعد حرمت رضاعت کا حکم: اگر مدت رضاعت کے گزرنے کے بعد بچہ کو دودھ پلایا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ پہلی دلیل: آپ ﷺ کا ارشاد ہے لارضاع بعد الفصال (دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت نہیں ہے) دوسری دلیل: یہ ہے کہ حرمت رضاعت اس لئے ہے کہ دودھ کے ذریعہ نشو ونما ہوتی ہے اور یہ نشو ونما مدت کے اندر ہوگی مدت کے بعد نہیں ہوگی کیونکہ بڑا بچہ دودھ کے ذریعہ نشو ونما نہیں پاتا بلکہ اس کی پرورش کا ذریعہ دوسری غذائیں ہوتی ہیں پس جب حرمت کا تعلق نشو ونما کی وجہ سے تھا اور مدت کے بعد نشو ونما نہیں ہے اس لئے مدت کے بعد حرمت کا تحقق بھی نہیں ہوگا۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاول** ...... و طلاق السكران واقع و طلاق الأخرس واقع بالاشارة و طلاق الأمة ثنتان حراكان زوجها او عبدا و طلاق الحرّة ثلاث حراكان زوجها او عبدا (ص۳۷۷۔رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج۴ ص۲۱۵)

ترجم العبارة و عرّف السكران۔اذكر اختلاف الائمة المتبوعين فی وقوع طلاق السكران و عدمه بدليل۔ حرر مسئلة عدد الطلاق هل هو معتبر بحال الرجال او بحال النساء مع ذكر الأدلة۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) سکران کی تعریف (۳) سکران کی طلاق کے وقوع و عدم وقوع میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) طلاق کی تعداد میں مرد یا عورت کے حال کے معتبر ہونے میں اختلاف مع الدلائل۔

Scanned with CamScanner

ہدایہ دوم

**خلاصہ** ...... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور نشہ سے مست آدمی کی طلاق واقع ہے اور گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہوگی اور باندی کی طلاقیں دو ہیں اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام اور حرہ کی طلاقیں تین ہیں اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔

❷ و ❸ **سکران کی تعریف اور اس کی طلاق کے وقوع وعدم وقوع میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۲ھ:۔

❹ **طلاق کی تعداد میں مرد یا عورت کے حال کے معتبر ہونے میں اختلاف مع الدلائل:۔** طلاق مغلظہ کی تعداد میں (جو کہ تین یا دو ہے) اعتبار مرد کا ہے، یا عورت کا اس بارے میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عدد طلاق میں عورت کا اعتبار ہے (یعنی اگر عورت آزاد ہے تو تین اور باندی ہے تو دو طلاقیں ہیں) اور امام شافعیؒ کے نزدیک مرد کا اعتبار ہے۔ (یعنی اگر مرد آزاد ہے عورت خواہ باندی ہے یا آزاد تو تین اور اگر مرد غلام ہے عورت خواہ آزاد ہے یا باندی ہے تو دو طلاقیں ہیں)۔ امام شافعیؒ کی پہلی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد الطلاق بالرجال والعدة بالنساء ہے طلاق مردوں کیساتھ ہے اور عدت عورتوں کیساتھ ہے طریق استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں طلاق کو عدت کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ جنس کیساتھ مختص ہے اور عدت بحسب المقدار بالاتفاق عورتوں کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ اگر باندی ہے تو اس کی عدت دو حیض اور اگر آزاد ہے تو اسکی عدت تین حیض ہیں۔ لہٰذا طلاق بحسب المقدار مردوں کیساتھ مختص ہوگی تاکہ مقابلہ صحیح ہوجائے۔ لہٰذا آزاد مرد تین طلاقوں کا اور غلام مرد دو طلاقوں کا مالک ہوگا خواہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو۔

امام شافعیؒ کی دوسری دلیل: یہ ہے کہ مالک ہونے کی صفت کرامت ہے اور ہر وہ چیز جو کرامت ہو آدمیت اس کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ آدمی اللہ تعالیٰ کے مکرم کرنے سے مکرم ہے، اللہ تعالیٰ کے قول وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ کی وجہ سے اور آدمیت والا معنی آزاد میں اکمل ہے کیونکہ آزاد ان چیزوں کی صلاحیت رکھتا ہے جن کی غلام صلاحیت نہیں رکھتا۔ مثلاً قضاء، ولایت، شہادت پس جب آدمیت والا معنی آزاد میں زیادہ کامل ہے تو اس کا مالک ہونا بھی مملوک کے مقابلہ میں زیادہ ابلغ ہوگا۔ لہٰذا آزاد تین طلاقوں کا مالک ہوگا خواہ اس کی بیوی آزاد ہو یا باندی اور غلام دو طلاقوں کا مالک ہوگا خواہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو۔

احنافؒ کے دلائل: ① آپ ﷺ کا ارشاد ہے طلاق الامة ثنتان و عدتها حيضتان طریق استدلال یہ ہے کہ الامۃ پر الف لام جنس کا ہے عہد کا نہیں ہے، کیونکہ یہاں معہود موجود نہیں، تو معنی یہ ہوگا کہ جنسِ امۃ کی طلاق دو ہیں اب اگر عدد طلاق میں مردوں کا اعتبار ہو جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے، تو اگر لونڈی آزاد آدمی کے نکاح میں ہو تو پھر اسکی طلاق تین ہوں گی تو جنسِ امۃ کی طلاقیں دو نہ رہیں، اسلئے ہم کہتے ہیں کہ عدد طلاق میں عورت کا اعتبار ہے، نہ کہ مردوں کا ② عورت کا حلال ہوکر محل نکاح ہونا عورت کے حق میں نعمت ہے کیونکہ اس کی وجہ سے وہ نفقہ، کسوہ اور سکنیٰ وغیرہ کی مستحق ہوگی۔ اور ہر وہ چیز جو عورت کے حق میں نعمت ہو تو وہ چیز عورت کی رقیت کی وجہ سے آدھی ہوجاتی ہے، تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ لونڈی کی ڈیڑھ طلاق ہوتی لیکن چونکہ طلاق تجزی کو قبول نہیں کرتی اس لئے دوسری طلاق کو مکمل کرکے لونڈی کی طلاق دو کردی گئیں۔

صاحب ہدایہ نے امام شافعیؒ کی ذکر کردہ حدیث کا جواب دیا ہے کہ الطلاق بالرجال کے معنی ایقاع الطلاق

Maktaba Tul Ishaat.com

مسلہ جمال ہیں یعنی طلاق واقع کرنا مردوں کے اختیار میں ہے لہٰذا اس سے امام شافعیؒ کا استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ نیز یہ حدیث موقوف ہے اور شوافع کے نزدیک حدیث موقوف قابل استدلال نہیں ہے۔

**الشق الثانی** ..... وَإِذَا ارْتَدَّ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ عَنِ الْإِسْلَامِ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بِغَيْرِ طَلَاقٍ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ إِنْ كَانَتِ الرِّدَّةُ مِنَ الزَّوْجِ فَهِيَ فُرْقَةٌ بِطَلَاقٍ هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِالْإِبَاءِ وَأَبُو حَنِيفَةَ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا (ص۳۶۲ ج۲ رحمانیہ)

شکّل العبارة ثم ترجمها. اشرح المسألة مع اختلاف الائمة و توجیه اقوالهم حسب بیان صاحب الهدایة (اشرف الہدایہ ج۴ ص۱۲۹)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسئلہ کی تشریح مع الاختلاف والتوجیہ۔

**جواب** ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب زوجین میں سے کوئی ایک اسلام سے مرتد ہو جائے تو بغیر طلاق کے فرقت واقع ہو جائے گی یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرتد ہونا شوہر کی طرف سے ہو تو یہ طلاق کے ذریعے فرقت ہے، وہ قیاس کرتے ہیں اسے اسلام سے انکار کرنے پر اور امام ابوحنیفہؒ نے دونوں میں فرق کیا ہے۔

❸ مسئلہ کی تشریح مع الاختلاف والتوجیہ:۔ اگر احد الزوجین اسلام سے مرتد ہو گیا العیاذ باللہ تو دونوں میں فی الحال فرقت واقع ہو جائے گی خواہ شوہر نے بیوی کے ساتھ دخول کیا یا نہیں۔

شیخینؒ کے نزدیک یہ فرقت طلاق نہیں ہے بلکہ فسخ ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر ردت شوہر کی جانب سے ہے تو یہ فرقت طلاق ہے ورنہ نہیں۔ امام محمدؒ مرتد ہونے کو شوہر کے انکار عن الاسلام پر قیاس کرتے ہیں، یعنی اگر عورت مسلمان ہوگئی اور شوہر نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تو یہ شوہر کی طرف سے طلاق ہے۔ اسی طرح شوہر کا مرتد ہونا شوہر کی طرف سے طلاق ہے اور مقیس و مقیس علیہ کے درمیان مماثلت یہ ہے کہ جس طرح شوہر اسلام لانے سے انکار کر دینے کی وجہ سے امساک بالمعروف سے رُک گیا حالانکہ وہ اس پر قادر تھا تو قاضی تسریح بالاحسان میں اس کے قائم مقام ہو کر تفریق کر دے گا اور یہ تفریق طلاق ہوگی۔ اسی طرح ردت کی وجہ سے شوہر امساک بالمعروف سے رُک گیا، پس قاضی تسریح بالاحسان میں اسکے قائم مقام ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل: یہ ہے کہ فرقت ایسے سبب سے واقع ہوئی جس میں زوجین شریک ہیں اور طلاق صرف شوہر کی طرف سے ہوتی ہے، بیوی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا لہٰذا ارتداد کی وجہ سے جو تفریق ہوگی وہ طلاق نہیں ہوگی بلکہ فسخ نکاح ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ نے انکار عن الاسلام میں اور ارتداد میں فرق کیا ہے، چنانچہ شوہر کے انکار عن الاسلام کی وجہ سے جو فرقت ہے اس کو طلاق قرار دیا اور ارتداد کی وجہ سے جو فرقت ہے اس کو طلاق قرار نہیں دیا۔ ان دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ ردت نکاح کے منافی ہے کیونکہ ردت عصمت جان اور عصمت مال کے منافی ہے، چنانچہ مرتد کی جان اور مال مباح ہیں اس کو اگر کوئی قتل کر دے تو قاتل پر قصاص یا دیت واجب نہیں ہوتی اور مرتد کی ملک اور نکاح باطل ہو جاتے ہیں اور رہی طلاق سو وہ نکاح کے منافی نہیں ہے کیونکہ طلاق تحقق نکاح کے بعد نکاح کو اٹھانے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر طلاق کے بعد نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتا ہے پس

Scanned with CamScanner

حاصل یہ کہ طلاق منافی نکاح نہیں ہے اور مرتد ہونا منافی نکاح ہے لہٰذا ردت کو طلاق قرار دینا محال ہے۔

اسکے برخلاف اسلام لانے سے انکار کرنا تو وہ اپنی اصلی حالت کفر پر رہنا چاہتا ہے اسلئے وہ اسی بنا پر اسلئے اس کا خون مباح نہیں ہوا۔ اسکا انکار من الاسلام منافی نکاح نہیں ہے اور ردت منافی نکاح ہے۔ پس ردت کو انکار من الاسلام پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ انکار من الاسلام کی وجہ سے شوہر امساک بالمعروف سے ترک کیا پس تسریح بالاحسان واجب ہوا اور تسریح بالاحسان نام ہے طلاق کا، اس وجہ سے انکار من الاسلام کی وجہ سے تفریق کو طلاق قرار دیا گیا اور چونکہ ردت منافی نکاح ہے اور انکار من الاسلام منافی نکاح نہیں ہے اسی وجہ سے انکار من الاسلام کی وجہ سے فرقت قضاء قاضی پر موقوف رہے گی کیونکہ انکار من الاسلام منافی نکاح نہیں ہے اور ارتداد کی وجہ سے فرقت قضاء قاضی پر موقوف نہیں رہے گی کیونکہ منافی نکاح کا حکم قضاء پر موقوف نہیں رہتا جیسے محرمیت کی وجہ سے فرقت قضاء پر موقوف نہیں ہوتی۔ (اشرف الہدایہ ج۰ ص۱۷۰)

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الأول** ...... وإذا أسلمت المرأة وزوجها كافر عرض القاضي عليه الإسلام فإن أسلم فهي امرأته وإن أبى فرق بينهما، وكان ذلك طلاقا عند أبي حنيفة ومحمد، وإن أسلم الزوج وتحته مجوسية عرض عليها الإسلام فإن أسلمت فهي امرأته وإن أبت فرق القاضي بينهما، ولم تكن الفرقة بينهما طلاقا، وقال أبو يوسف: لاتكون الفرقة طلاقا في الوجهين، أما العرض فمذهبنا.

اشرح المسألتين المذكورتين في العبارة، اذكر اختلاف الأئمة الحنفية مع ذكر أدلتهم. العرض مذهب الحنفية فما هو رأي الشافعية؟ وما الدليل على ذلك من الفريقين. (اشرف الہدایہ ج۰ ص۱۶۲)

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔ (۱) عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح (۲) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) عرض اسلام میں اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ① عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح:۔ مسئلہ یہ ہے کہ کوئی کافر عورت مسلمان ہوگئی اور اس کا شوہر کافر ہے خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی تو اب قاضی شوہر پر اسلام پیش کرے گا اگر قاضی کے اسلام پیش کرنے پر شوہر مسلمان ہوگیا تو وہ عورت اس کی بیوی ہے اور نکاح بدستور رہے گا اور اگر شوہر نے اسلام لانے سے انکار کردیا تو قاضی دونوں میں تفریق کردے گا اور یہ تفریق طرفین کے نزدیک طلاق ہے، فسخ نکاح نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر مسلمان ہوگیا اور اس کے تحت مجوسیہ ہے تو قاضی مجوسیہ عورت پر اسلام پیش کرے گا اگر وہ اسلام لے آئی تو یہ اس کی بیوی ہے، نکاح بدستور باقی ہے اور اگر اسلام لانے سے انکار کردیا تو قاضی دونوں میں تفریق کردے گا اور یہ فرقت طلاق نہیں ہوگی بلکہ فسخ نکاح ہوگا۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں تفریق طلاق نہیں ہوگی خواہ شوہر اسلام لانے سے انکار کرے یا عورت انکار کرے بلکہ فسخ نکاح ہوگا۔

② ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابو یوسف کے قول کی دلیل یہ ہے کہ فرقت ایسے سبب سے واقع ہوئی جس میں زوجین دونوں شریک ہیں یعنی سبب ان دونوں میں سے ہر ایک کی طرف سے متحقق ہے کہ ایک مسلمان ہوا اور دوسرے نے اسلام لانے سے

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

انکار کیا تب فرقت واقع ہوگی اور ہر وہ فرقت جو ایسے سبب سے ہو جس میں عورت و مرد دونوں شریک ہوں وہ طلاق نہیں ہوگی مثلاً احد الزوجین دوسرے کا مالک ہوگیا تو اس کی وجہ سے جو فرقت ہوگی وہ طلاق نہیں ہوگی بلکہ فسخ نکاح ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں فرق ہے اور وجہ فرق یہ ہے کہ اسلام سے انکار کی وجہ سے شوہر امساک بالمعروف سے رک گیا حالانکہ وہ اسلام قبول کر کے امساک بالمعروف پر قادر تھا اور شریعت کا اصول ہے کہ اگر شوہر امساک بالمعروف سے رک جائے تو قاضی تسریح بالاحسان میں شوہر کے قائم مقام ہوگا اور تسریح نام ہے طلاق کا لہٰذا قاضی کی یہ تفریق طلاق کہلائے گی جیسا کہ مقطوع الذکر اور عنین کی صورت میں عورت کے مطالبہ پر قاضی تفریق کر دے گا اور یہ تفریق طلاق ہوگی۔ اسی طرح یہاں مرد کی جانب سے تفریق طلاق ہے اور بہر حال عورت تو وہ طلاق کی اہلیت ہی نہیں رکھتی لہٰذا اس کے انکار عن الاسلام کے وقت قاضی تسریح بالاحسان میں اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا کیونکہ تسریح (طلاق) عورت کی طرف سے متصور ہی نہیں ہے۔

❷ **عرض اسلام میں اختلاف مع الدلائل:** صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ زوجین میں سے ہر ایک کے اسلام لانے کی صورت میں دوسرے پر اسلام پیش کرنا ہمارا مذہب ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے پر اسلام پیش نہیں کیا جائیگا۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اسلام پیش کرنے میں ذمیوں کے ساتھ تعرض کرنا ہے حالانکہ عقد ذمہ کے ذریعہ ہم نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ ہم ان کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کریں گے مگر چونکہ ملکِ نکاح دخول سے پہلے غیر مؤکد ہے اسلئے اسلام لاتے ہی نکاح منقطع ہوجائے گا اور دخول کے بعد ملکِ نکاح مؤکد ہو جاتی ہے اس لئے وقوعِ فرقت تین حیض کے گزرنے تک مؤخر ہوجائے گا۔ جیسا کہ طلاق میں یعنی طلاق دخول سے پہلے نفسِ نکاح کو منقطع کر دیتی ہے اور دخول کے بعد نکاح انقضاءِ عدت کے بعد منقطع ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ عورت کے مسلمان ہونے یا مجوسیہ کے شوہر کے مسلمان ہونے سے مقاصدِ نکاح فوت ہوگئے اور افوات امر حادث ہے اس لئے اس کے واسطے ایسے سبب کا ہونا ضروری ہے جس پر اس کی بنیاد قائم ہوسکے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں: مقاصد نکاح کے فوات کا سبب اسلام کو قرار دیں یا اس شخص کے کفر کو جو ابھی تک کفر پر باقی ہے، صورتِ اوّل تو ممکن نہیں کیونکہ اسلام طاعت اور فرمانبرداری ہے وہ مقاصد نکاح جیسی نعمتوں کے فوت ہونے کا سبب نہیں ہوسکتا۔ اور صورت ثانیہ بھی ممکن نہیں کیونکہ **من بقی علی کفرہ** کا کفر پہلے سے موجود ہے اور اس کفر نے نہ تو ابتداءً نکاح کو منع کیا اور نہ بقاءً مقاصدِ نکاح (نعمتوں) کو فوت کیا۔ پس ان دونوں کے علاوہ کسی تیسری چیز کا ہونا ضروری ہے جس کو سبب قرار دیا جاسکے اس وجہ سے قاضی **من بقی علی کفرہ** پر اسلام پیش کرے پس اگر وہ مسلمان ہوگیا تو الحمدللہ مقاصدِ نکاح ہی حاصل ہوجائیں گے فرقت کی ضرورت ہی نہیں۔ اور اگر اسلام لانے سے انکار کر دیا تو فرقت ثابت ہوجائے گی۔ پس یہ اسلام سے انکار، مقاصدِ نکاح کے فوت ہونے کا سبب ہوگا کیونکہ اسلام سے انکار سلبِ نعمت کا سبب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور چونکہ فواتِ مقاصدِ نکاح کے لئے فرقت لازم ہے لہٰذا جو فوات کا سبب ہوگا وہی اس کے لازم یعنی فرقت کا سبب ہوگا۔ اس لئے احناف کہتے ہیں کہ **من بقی علی کفرہ** پر اسلام پیش کیا جائے گا تاکہ اس کے اسلام سے انکار کو تفریق کا سبب بنایا جاسکے۔ رہا امام شافعیؒ کا یہ کہنا کہ ذمیوں کے ساتھ تعرض ممتنع ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جبری تعرض ممتنع ہے لیکن اس کے ساتھ اختیاری طور پر نصیحت بات چیت کرنا ممتنع نہیں ہے۔ ہمارے مذہب کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی

Scanned with CamScanner

ہے جو موطا میں ابن شہاب الزہری سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ کی بیٹی صفوان ابن امیہ کے نکاح میں تھی، فتح کے دن وہ مسلمان ہوگئی اور اس کا شوہر صفوان ابن امیہ اسلام سے بھاگ گیا تو حضور ﷺ نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی یہاں تک کہ صفوان مسلمان ہوگیا اور اسکے پاس اس کی بیوی اسی نکاح سے باقی رہی۔

طحاوی اور ابن العربی نے ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانی اور اس کی امراۃ کے درمیان نصرانی کے اسلام سے انکار کردینے کی وجہ سے تفریق کی۔

**السؤال الثانی** ...... وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ طَلِّقِيْ نَفْسَكِ وَلَانِيَّةَ لَهُ أَوْنَوَى وَاحِدَةً فَقَالَتْ طَلَّقْتُ نَفْسِيْ فَهِيَ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ وَإِنْ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا وَقَدْ أَرَادَ الزَّوْجُ ذٰلِكَ وَقَعْنَ عَلَيْهَا وَلَوْ نَوَى اثْنَتَيْنِ لَايَصِحُّ وَإِنْ قَالَ لَهَا طَلِّقِيْ نَفْسَكِ فَقَالَتْ أَبَنْتُ نَفْسِيْ طَلُقَتْ، وَلَوْ قَالَتْ قَدِاخْتَرْتُ نَفْسِيْ لَمْ تُطَلَّقْ۔

شکل العبارۃ۔ اشرح وقوع الواحد فی الصورۃ الاولی والثلاث فی الصورۃ الثانیۃ، ولماذا لاتصح نیۃ الثنتین۔ وضح الفرق بین قولها: ابنت نفسی وبین قولها: قداخترت نفسی، اذکر رأی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی قولها: أبنت نفسی۔ (اشرف الہدایہ ج۳ ص۲۹۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) مذکورہ مسئلہ میں دو طلاق کی نیت کے صحیح نہ ہونے کی وجہ (۳) ابنت نفسی اور قد اخترت نفسی میں فرق (۴) اَبَنْتُ نفسی میں امام ابوحنیفہ کا قول۔

**جواب** ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ مذکورہ مسئلہ میں دو طلاق کی نیت کے صحیح نہ ہونے کی وجہ:۔ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا طَلِّقِيْ نَفْسَكِ، عورت نے کہا طَلَّقْتُ نَفْسِيْ تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسلئے کہ یہ اسم جنس کا فرد حقیقی ہے اور اگر زوجہ نے کہا کہ طلقت نفسی ثلاثا اور زوج نے تین طلاق کی نیت بھی کی تھی تو پھر تین طلاق واقع ہوجائیں گی اس لئے کہ یہ فرد حکمی ہے، البتہ اگر زوج نے دو طلاق کی نیت کی تو پھر یہ نیت صحیح نہیں ہے اور دو طلاق واقع نہ ہوگی، اسلئے کہ دو عدد ہے اور مصدر میں عدد کی نیت درست نہیں، البتہ اگر منکوحہ باندی ولونڈی ہو تو پھر دو کی نیت بھی صحیح ہے اسلئے کہ دو طلاق اسکے حق میں جنس یعنی فرد حکمی ہے۔

❸ ابنت نفسی اور قد اخترت نفسی میں فرق:۔ ان دونوں کے درمیان وجہ فرق یہ ہے کہ ابانت الفاظ طلاق میں سے ہے چنانچہ شوہر نے اگر اپنی بیوی سے بعوض طلاق اَبَنْتُكِ کہا یا عورت نے ابنت نفسی کہا اور شوہر نے اجزت ذالك کہہ دیا تو عورت مطلقہ بائنہ ہوجائے گی۔ پس اس صورت میں عورت کا کلام ابنت نفسی شوہر کے کلام طلقی نفسك کے اصل طلاق میں موافق ہوگیا مگر عورت نے جواب میں وصف بینونت کا اضافہ کردیا پس اصل طلاق ثابت ہوجائے گی اور وصف زائد لغو ہوجائے گا اور یہ ایسا ہے جیسا کہ طلقی نفسك کے جواب میں عورت نے طلقت نفسی تطلیقۃ بائنۃ کہا ہو۔ برخلاف لفظ اختیار کے کیونکہ اختیار الفاظ طلاق میں سے نہیں ہے، چنانچہ اگر مرد نے اپنی بیوی سے بہ نیت طلاق اختر تك کہا یا اختاری کہا یا عورت نے ابتداءً اخترت نفسی کہا اور مرد نے جواب میں اجزت کہا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

❹ اَبَنْتُ نفسی میں امام ابوحنیفہ کا قول:۔ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ مرد کے قول طلقی نفسك کے جواب میں

Maktaba Tul Ishaat.com

اگر عورت نے اھنست نفسی کہا تو اس سے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔اس صورت میں بھی عورت کا کلام مرد کے کلام کے موافق نہیں ہے۔اس وجہ سے کہ مرد نے طلاق کو سپرد کیا ہے اور عورت نے ابانت کو واقع کیا ہے اور ابانت طلاق کے مغایر ہے۔

# ﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاوّل**......وینعقد بلفظ النکاح والتزویج والهبة والتملیک والصدقة وقال الشافعی لاینعقد الابلفظ النکاح والتزویج۔ حرّر اختلاف الامام ابی حنیفة والامام الشافعی بسرد الادلة .هل ینعقد النکاح بلفظ البیع والاجارة والاحلال والاعارة والوصیة .(ص۳۰۵۔رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج۳ص۱۸)

**﴿خلاصہ سوال﴾**......اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) الفاظ نکاح میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف مع الدلائل (۲) بیع، اجارہ، احلال، اعارہ اور وصیت کے الفاظ سے انعقاد نکاح کا حکم۔

**جواب**......① الفاظ نکاح میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف مع الدلائل:۔ الفاظ نکاح میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لفظ نکاح، تزویج، ہبہ، تملیک اور صدقہ کے الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے بلکہ صاحب شرح الوقایہؒ نے احنافؒ کے قول کی روشنی میں ایک ضابطہ وضع کیا ہے کہ ہر وہ لفظ جو تملیک عین فی الحال کیلئے وضع کیا گیا ہو اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح صرف لفظ نکاح و تزویج سے منعقد ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ لفظ جس معنی میں مستعمل ہوگا حقیقت ہوگا یا مجاز اور لفظ تملیک، ہبہ اور صدقہ نکاح کے معنی میں نہ حقیقت ہیں اور نہ مجاز۔ حقیقت تو اس لئے نہیں کہ نکاح کا معنی الضم ہے اور تزویج کے حقیقی معنی تلفیق کے ہیں اور تملیک وغیرہ میں یہ معنی (الضم) نہیں پائے جاتے اور مجاز اس لئے نہیں کہ مالک اور مملوک کے درمیان تباین ہوتا ہے اور احد المتباینین علاقہ کے نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے کے لئے مجاز نہیں بن سکتا۔

احنافؒ کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ تملیک وغیرہ کے الفاظ نکاح کے معنی میں مجازاً مستعمل ہیں اور ان کے درمیان علاقہ سببیت ہے کیونکہ تملیک ملک رقبہ کے واسطہ سے ملک متعہ کا سبب ہے جیسے محل متعہ میں مثلاً اگر کوئی شخص کسی باندی کے رقبہ کا مالک بن گیا تو رقبہ یعنی ذات کے ضمن میں اس کے متعہ کا بھی مالک بن جائے گا اور ملک متعہ لفظ نکاح سے حاصل ہو جاتا ہے تو گویا لفظ تملیک سبب اور نکاح مسبب ہے۔اور اصول ہے کہ سبب بول کر مسبب مراد لینا مجاز درست ہے۔اگرچہ اس کا برعکس درست نہیں ہے۔لہٰذا تملیک وغیرہ الفاظ سے نکاح مراد لیا جا سکتا ہے۔

② بیع، اجارہ، اعارہ، احلال اور وصیت کے الفاظ سے انعقاد نکاح کا حکم:۔ لفظ بیع سے اصح قول کے مطابق بطریق مجاز نکاح منعقد ہو جاتا ہے اسلئے کہ بیع ایسی ملک کا موجب ہے جو ملک متعہ کا سبب ہے کیونکہ جب کسی نے باندی کو فروخت کیا تو مشتری رقبہ کے ضمن میں اس باندی کے متعہ کا بھی مالک ہو جائیگا اور اس باندی سے خدمت لینے کے علاوہ وطی بھی حلال ہوگی بشرطیکہ کوئی حرمت کی وجہ نہ پائی جائے اور اجارہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا کیونکہ اجارہ، اعارہ اور احلال ملک متعہ کا سبب نہیں

ہیں۔ لہٰذا طلاق سرایت نہ ہونے کی وجہ سے طریق مجازنہ پایا گیا۔ اسی طرح لفظ وصیت سے بھی نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ وصیت کا لفظ اگرچہ موجب ملک ہے لیکن اس ملک کا موجب ہے جو بعد الموت ہو اور انعقاد نکاح کیلئے ایسی ملک درکار ہے جو فی الحال موجود ہو۔

**الشق الثانی** ...... **و یجوز للمحرم والمحرمة ان یتزوجا فی حالة الاحرام و قال الشافعیؒ لا یجوز** (ص ۳۲۳ سلطانیہ)

**انت تعرف ان مسئلة نکاح المحرم وانکاحه مسئلة اختلافیة شهیرة بین الفقهاء فعلیک بیانها مع دلائلها. اذکر حکم تزوج الکتابیات والمجوسیات والوثنیات والصابیات فی ضوء الأدلة۔** (اشرف الہدایہ ج ص ۴۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) **نکاح المحرم و انکاحه** میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۲) کتابیات مجوسیات وغیرہ کے نکاح کا حکم مع الدلائل۔

**جواب** ...... ① **نکاح المحرم و انکاحه میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح کرنا ناجائز اور باطل ہے اور ایسے ہی انکاح (نکاح کرانا) بھی ناجائز ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے ہاں نکاح اور انکاح دونوں جائز ہیں البتہ جماع اور دواعی جماع حلال ہونے کے وقت تک جائز نہیں۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث **ان المحرم لاینکح ولا ینکح** (کہ محرم نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کرائے) ہے اسی طرح ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں یہ بات مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا اس وقت بھی حلال تھے اور جب رخصتی ہوئی اس وقت بھی حلال تھے اور آخر میں ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ہی آپ ﷺ کا قاصد تھا۔ احناف کی دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے **ان النبی ﷺ تزوج میمونة وهو محرم** کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت آپ ﷺ محرم تھے۔ احنافؒ کی طرف سے ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم کراہت پر محمول ہے اور کراہت بھی اس کے لئے جو اپنے اوپر قابو نہ پاسکے اور وطی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔

دونوں حدیثوں میں تطبیق: ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ حلال ہونے کی حالت میں نکاح والی روایت اپنی حقیقت پر محمول ہے اور **تزوج وهو محرم** (حالت احرام میں نکاح) یہ مؤول ہے اور تاویل یہ ہے کہ نکاح کا چرچا اور ظہور اس وقت ہوا جب آپ ﷺ محرم تھے۔ احنافؒ کے ہاں تطبیق بین الروایتین یہ ہے کہ **تزوج وهو محرم** یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے اور **تزوج وهو حلال** والی روایت مؤول ہے یعنی جب آپ ﷺ مدینہ سے سرف (جگہ کا نام ہے) پہنچے تو آپ ﷺ محرم تھے اسی وقت آپ ﷺ نے حالت احرام میں نکاح کیا پھر تین دن مکہ میں رہے اور عمرہ کر کے حلال ہو کر واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے (سرف) مقام میں رخصتی اور ولیمہ کیا اب نکاح کا ظہور اور چرچا ہوا چونکہ نکاح کا ظہور حلال ہونے کی حالت میں تھا اسی لئے بعض نے کہہ دیا **تزوج وهو حلال** یعنی آپ ﷺ کے نکاح کا معاملہ حلال ہونے کی حالت میں ہوا۔

حنفیہؒ کی وجوہ ترجیح: ① حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اصح مافی الباب ہے اور اس موضوع کی کوئی روایت اسکے مقابلہ کی نہیں ہے ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت تواتر کے ساتھ مروی ہے چنانچہ بیس سے زائد فقہاء اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعدد شواہد موجود ہیں مثلاً نسائی، طحاوی اور مسند بزار وغیرہ میں حضرت

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ہوئے بھی یہی مروی ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح حالتِ احرام میں ہوا۔ اصحاب سیر و تواریخ کی تحریرات سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید ہوتی ہے مثلاً ابن ہشام، محمد بن اسحٰق اور ابن اسعد رحمہم اللہ وغیرہ نے جس طرح یہ واقعہ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء کے سفر میں سرف کے مقام پر پہنچ کر یہ نکاح کیا تھا جبکہ آپ ﷺ محرم تھے (کیونکہ میقات ذوالحلیفہ تھی اور سرف داخل حل ہے جہاں حاجی یا معتمر کا بغیر احرام کے گزرنا ممنوع ہے) اور پھر عمرہ سے واپس آتے ہوئے سرف مقام ہی میں آپ ﷺ نے بنا (رخصتی) فرمائی اور ولیمہ کیا جبکہ آپ ﷺ حلال تھے۔

② **کتابیات، مجوسیات وغیرہ کے نکاح کا حکم مع الدلائل:۔** آزاد کتابیہ عورت کے ساتھ بالاتفاق نکاح کرنا جائز ہے اور احناف کے نزدیک کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (یعنی تمہارے واسطے اہل کتاب میں سے پاک دامن عورتیں حلال کی گئی ہیں)

"مجوسیات" یعنی آتش پرست عورتوں سے بالاتفاق نکاح جائز نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل کتاب سے جو معاملہ کرتے ہو مجوس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرو۔ سوائے اس کے کہ مجوس کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کرو اور ان کا ذبیحہ بھی نہ کھاؤ۔ معلوم ہوا کہ مجوسیہ عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔ "وثنیات" یعنی بت پرست عورتوں سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد **ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن** ہے (کہ شرک کرنے والی عورتوں سے نکاح نہ کرو)۔

"صابیات" کے ساتھ نکاح کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ جواز کے قائل ہیں اور صاحبینؒ عدمِ جواز کے قائل ہیں۔ دراصل اس اختلاف کا سبب صابی کی تعریف ہے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صابی وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی پر ایمان رکھتا ہو اور کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرتا ہو، پس اس وقت صابی اہل کتاب ہے اور اہل کتاب سے نکاح جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا ہے تو صابیہ سے بھی نکاح جائز ہوا۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ صابی ستاروں کی پرستش کرتا ہے اور کسی آسمانی کتاب کا اقرار نہیں کرتا، پس یہ بت پرستوں کے حکم میں ہوگا جس طرح بت پرستوں سے نکاح جائز نہیں اسی طرح صابیات سے بھی نکاح جائز نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ اختلاف لفظی ہے، خارج میں اگر صابی اہل کتاب میں سے ہے تو پھر بالاتفاق نکاح جائز ہے اور اگر صابی مشرک ہے تو پھر بالاتفاق نکاح ناجائز ہے۔

## ﴿السؤال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول** ...... **ولو قال انت طالق اذا لم اطلقك لم تطلق حتى يموت عند ابى حنيفة وقالا تطلق حين سكت.** (ص۳۶۳، رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج۳ ص۲۲۷)

**انكر اختلاف ابى حنيفة و صاحبيه فى المسئلة المذكورة مبرهنا و مدللا. هذا الاختلاف بين الامام الاعظم و صاحبيه اذا لم تكن للزوج نية اما اذا نوى الزوج النية فاذكر حكم هذه المسئلة. ولو قال انت طالق ان لم اطلقك لم تطلق حتى يموت الزوج و بين حكم طلاقها اذا ماتت هى قبل موته.**

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۲) مذکورہ مسئلہ

Scanned with CamScanner

میں زوج کی نیت ہونے کی صورت میں حکم (۳) انت طالق ان لم اطلقك کے بعد عورت کے مرنے پر طلاق کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ مسئلہ مذکورہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اگر کسی مرد نے اپنی منکوحہ سے انت طالق اذا لم اطلقك یا اذا مالم اطلقك کہا تو ان الفاظ سے طلاق کے وقوع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ موت سے کچھ دیر پہلے یاس (ناامیدی و مایوسی) کے وقت طلاق واقع ہوگی اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ خاموش ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

صاحبینؒ کی دلیل: یہ ہے کہ لفظ اذا اور اذا ما وقت کے معنی میں مستعمل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (جس وقت آفتاب بے نور ہو جائے گا) میں لفظ اذا وقت کے لئے ہے۔ اسی طرح شاعر کے شعر اذا تکون کریهة ادعی لها و اذا یحاس الحیس یدعی جندب (جس وقت کوئی ناگوار چیز پائی جائے تو اس کے لئے میں بلایا جاتا ہوں اور جب حلوا تیار کیا جاتا ہے تو جندب کو بلایا جاتا ہے) میں بھی اذا وقت کے لئے مستعمل ہے۔ اس شعر میں لفظ اذا دو جگہ ہے اور دونوں جگہ وقت کیلئے ہے کیونکہ اگر شرط کے لئے ہوتا تو تکون اور یحاس دونوں لفظ شرط کی وجہ سے مجزوم ہوتے یعنی تکن اور یحس ہوتے مگر شاعر نے دونوں افعال کو غیر مجزوم استعمال کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اذا دونوں جگہ شرط کے لئے نہیں بلکہ وقت کے لئے ہے۔ پس جب لفظ اذا وقت کے لئے ہے تو یہ لفظ اذا متی اور متی ما کے مرتبہ میں ہو گیا۔ لہٰذا جو حکم متی کا ہے وہی حکم لفظ اذا کا ہوگا اور جو حکم متی ما کا ہے وہی حکم اذاما کا ہوگا۔ اور متی، متی ما کا حکم یہ ہے کہ سکوت کے فوراً بعد طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا اذا اور اذاما کی صورت میں بھی سکوت کے فوراً بعد طلاق واقع ہو جائے گی نہ کہ عمر کے آخری لحہ میں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ لفظ اذا وقت کے علاوہ شرط کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ صاحب ہدایہ نے استدلال میں ایک شعر پیش کیا۔ واستغن ما اغناك ربك بالغنى، و اذا تصبك خصاصة فتجمل (بے پرواہی رکھ جب تک تجھے رب نے غنی بنایا ہے مالداری کے ساتھ۔ اور اگر تجھے تنگدستی لاحق ہو تو تو صبرِ جمیل اختیار کر)۔ اس شعر میں اذا شرط کے لئے ہے اس لئے کہ اس شعر میں تصبك مجزوم ہے، اگر اذا شرط کے لئے نہ ہوتا پھر یہ تصیبك ہوتا۔

الغرض اذا شرط کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور ظرف کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ صاحبینؒ کی دلیل میں گزرا ہے۔ اب اگر اذا کو شرط کے معنی میں لیں تو فی الحال طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ لفظ ان کی صورت میں فی الحال واقع نہیں ہوتی اور اگر اذا کو ظرف کے لئے مانیں تو فی الحال طلاق واقع ہونی چاہئے جیسا کہ لفظ متی کی صورت میں فی الحال واقع ہوتی ہے تو وقوع طلاق میں شک ہو گیا اور شک کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اس لئے یہاں فی الحال طلاق واقع نہ ہوگی۔

❷ مسئلہ مذکورہ میں زوج کی نیت ہونے کی صورت میں حکم:۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ مسئلہ میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف اس وقت ہے جب زوج نے اپنے کلام سے کوئی نیت نہ کی ہو اور اگر اس نے لفظ اذا سے وقت کی نیت کی ہے تو طلاق فی الحال واقع ہو جائے گی اور اگر شرط کی نیت کی ہے تو آخر عمر میں طلاق واقع ہوگی کیونکہ لفظ اذا دونوں معنوں کا احتمال رکھتا ہے۔ اور محتمل نیت سے مراد ہو سکتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

❺ انت طالق ان لم اطلقك کے بعد عورت کے مرنے پر طلاق کا حکم:۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق ان لم اطلقك اور اسکے بعد بیوی شوہر کے مرنے سے پہلے مرگئی تو اس کی موت سے کچھ پہلے طلاق واقع ہوجائے گی جس طرح زوج کے مرنے سے پہلے اس کی بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور یہی صحیح ہے۔ نوادر میں اسکے خلاف بھی روایت نقل کی گئی ہے۔

﴿الشق الثانی﴾ ..... باب الظهار و اذا قال الرجل لامرأته انت علی کظهر امی فقد حرمت علیه لا یحل له وطیها ولا مسها ولا تقبیلها حتی یکفر عن ظهاره. (ص۳۶۷۔ رحمانیہ)

ترجم العبارة واضحة عرف الظهار لغة و اصطلاحا. اشرح العبارة حسب شرح صاحب الهداية. بین کفارة الظهار مرتبة. (اشرف الہدایہ ج۵ ص۹۳)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) ظہار کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۳) عبارت کی تشریح (۴) کفارۂ ظہار کی ترتیب کے ساتھ وضاحت۔

﴿جواب﴾ ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ یہ باب ظہار کے بیان میں ہے۔ اور جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا انت علیّ کظهر امی تو یہ عورت اس پر حرام ہوگئی اس مرد کے لئے اس عورت کے ساتھ وطی کرنا حلال نہیں ہے اور نہ اس کو چھونا اور نہ اس کا بوسہ لینا حلال ہے یہاں تک کہ اپنے ظہار کا کفارہ دے۔

❷ ظہار کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ ظہار لغت میں مرد کا اپنی منکوحہ کو اَنتِ عَلَیَّ کَظَهرِ اُمِّی کہنا ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں مرد کا اپنی بیوی کو یا اسکے کسی ایسے جزو شائع کو جس سے سارے جسم کو یا ذات کو تعبیر کیا جا سکتا ہو اپنی محرمات ابدیہ (ماں، بہن، بیٹی وغیرہا) کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کو دیکھنا اس کیلئے جائز نہیں (ماں کی پشت بھی اسکی ایک مثال ہے) ظہار ہے۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ عبارت میں مذکور مسئلہ کی تشریح یہ ہے کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے انت علیّ کظهر امی کہا تو بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ نہ اسکے ساتھ وطی کرنا حلال رہا اور نہ اس کو چھونا اور بوسہ لینا حلال رہا۔ حتیٰ کہ شوہر اپنے ظہار کا کفارہ ادا کرے۔ اس مسئلہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَالَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ الخ ہے۔ اس آیت میں تصریح کی گئی ہے کہ اگر ظہار کے بعد رجوع کا ارادہ ہو تو پہلے کفارۂ ظہار ادا کرے پھر جماع اور اسکے متعلقات حلال ہونگے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ظہار طلاق شمار ہوتی تھی، یعنی جس طرح طلاق سے نکاح زائل ہوکر حرمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح ظہار سے نکاح زائل ہوجاتا تھا اور حرمت ثابت ہوجاتی تھی۔ پس شریعت اسلام نے اصلیت تو برقرار رکھی مگر اس کا حکم بدل دیا۔ چنانچہ فرمایا کہ ظہار سے نکاح تو زائل نہیں ہوتا البتہ کفارہ دینے تک بیوی سے وطی کرنا حرام ہے۔

ظہار کی وجہ سے حرمت اس لئے ہے کہ ظہار کرنا جرم ہے اور جرم اس وجہ سے ہے کہ ظہار کرنا نازیبا اور جھوٹ بات ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا پس جب ظہار کرنا فحش اور جھوٹ بات ہے تو ایسا کہنے والے کو یہ سزا دینا مناسب ہوگا کہ اس کی بیوی کو اس پر حرام کر دیا جائے تاوقتیکہ کفارہ ادا کرے اور وہ جرم کفارہ سے دور ہوجاتا ہے چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ اور حضور ﷺ نے فرمایا اتبع السيئة الحسنة

Scanned with CamScanner

سمجھا پس جب کفارہ سے جنایت دور ہوگئی تو حرمت بھی ختم ہو جائے گی۔

پھر جب ظہار کی وجہ سے وطی کرنا حرام ہوا تو وہ تمام چیزیں حرام ہو جائیں گی جو دواعی الی الوطی ہیں مثلاً عورت کو چھونا اس کا بوسہ لینا تا کہ یہ چیزیں اس کو وطی میں مبتلا نہ کر دیں جیسا کہ حالت احرام میں وطی اور دواعی سب حرام ہیں۔ اس کے برخلاف حائضہ اور روزہ دار عورت کے ساتھ صرف وطی حرام ہے نہ کہ دواعی وطی۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حیض اور روزہ کا وجود کثرت سے ہوتا ہے پس اگر بوسہ وغیرہ کو حرام کیا گیا تو یہ مفضی الی الحرج ہوگا اور رہا ظہار اور احرام ان کا وقوع کبھی کبھار شاذ و نادر ہوتا ہے اسلئے ظہار اور احرام کی حالت میں وطی کے ساتھ دواعی بھی حرام کئے گئے ہیں اور حیض و روزہ میں دواعی وطی کو حرام نہیں کیا گیا۔

❷ کفارۂ ظہار کی ترتیب کے ساتھ وضاحت:۔ اگر مظاہر اپنی بیوی سے اختلاط رکھنا چاہتا ہے تو اس پر کفارہ لازم ہے اور وہ کفارہ عندالاحناف یہ ہے کہ ایک قابل المنفعت غلام یا باندی آزاد کرے خواہ کافر ہو یا مؤمن، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک مسلمان رقبہ آزاد کرنا شرط ہے اور اگر اس کی طاقت نہیں تو پھر مسلسل ساٹھ روزے رکھے اگر روزوں کی طاقت نہیں تو ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ہر ایک مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت دیدے۔ تحریر رقبہ اور روزوں والا کفارہ قبل المباشرت ادا کرنا ضروری ہے۔ اور طعام والے کفارہ کے درمیان اگر مباشرت کر لی تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول** ...... ومن قال وهو فی الكعبة أو فی غيرها: علی المشی إلی بيت الله تعالی أو إلی الكعبة فعليه حجة أو عمرة ماشيًا وان شاء ركب وأهرق دما، ولو قال: علی الخروج أو الذهاب إلی بيت الله تعالی فلاشیئ عليه ولو قال: علی المشی إلی الحرم أو إلی الصفا والمروة فلاشیئ عليه وهذا عند أبی حنيفة. (اشرف الہدایہ ج۳ ص۱۰۰)

اشرح المسائل المذكورة. وضح الفرق بينها. اذكر اختلاف الأئمة فی المسئلة الأخيرة مع أدلتهم.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) مسائل کی تشریح (۲) مسائل میں فرق (۳) علی المشی الی الحرم الخ میں اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ مسائل کی تشریح:۔ پہلے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے بیت اللہ کی طرف یا کعبہ کی طرف چلنا اپنے اوپر لازم کیا تو اس کو استحساناً پیدل ہی حج یا عمرہ کرنا چاہیے مگر سوار ہو کر بھی حج یا عمرہ جائز ہے البتہ اس صورت میں دم (قربانی) لازم ہوگا۔ اگرچہ قیاس یہ ہے کہ دم لازم نہ ہو کیونکہ پیدل چلنا کوئی عبادت مقصودہ نہیں ہے مگر حضرت علیؓ کے ارشاد کی وجہ سے ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے بیت اللہ کی طرف چلنا یا جانا اپنے اوپر لازم کیا تو اس پر حج یا عمرہ میں سے کچھ لازم نہیں ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے حرم یا صفا و مروہ کی طرف چلنا یا جانا اپنے اوپر لازم کیا تو اس صورت میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر کچھ لازم نہیں ہے البتہ صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں حج یا عمرہ لازم ہے۔

❷ مسائل میں فرق:۔ پہلے مسئلہ والی کلام (جب اس نے علی المشی الی بیت اللہ اوالی الکعبۃ کہا) تو لوگوں کے عرف میں ایسے کلام سے مقصود یہ ہے کہ حج یا عمرہ ادا کرتا ہے اور دوسرے مسئلہ والی کلام یعنی علی الخروج او الذہاب الی

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

بیت اللہ کہا تو ایسے کلام سے اپنے اوپر حج یا عمرہ لازم کرنا متعارف نہیں ہے لہٰذا حکم قیاس کے موافق ہی ہوگا یعنی کچھ لازم نہ ہوگا۔

② **علیّ المشی الی الحرم الخ میں اختلاف مع الدلائل:۔** اگر کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر حرم یا مسجد حرام یا صفا و مروہ کی طرف چلنا لازم ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب اس نے حرم یا مسجد حرام کی طرف چلنا اپنے اوپر لازم کیا تو اس پر حج یا عمرہ لازم ہوگا۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حرم کہنے سے بیت اللہ بھی شامل ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے متصل ہیں اسی طرح مسجد حرام کہنا بھی بیت اللہ کو شامل ہوگا اس لئے کہ حرم یا مسجد حرام کا ذکر مثل بیت اللہ کے ذکر کے ہے، لہٰذا اس صورت میں بھی **علی المشی الی بیت اللہ** کہنے کی مثل حج یا عمرہ لازم ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ایسے الفاظ سے احرام باندھنے کا التزام لوگوں کے محاورہ میں مشہور نہیں ہے اور لفظ کے حقیقی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے احرام واجب کرنا ممکن نہیں ہے، پس جب چلنے کا لفظ احرام باندھنے کے معنی میں موضوع بھی نہیں ہے اور عرف میں بھی اس سے احرام باندھنا مراد نہیں ہوتا تو گویا دونوں طرح سے اس لفظ کی احرام پر دلالت نہ ہوئی لہٰذا اس لفظ سے احرام واجب کرنا ممتنع ہوگیا اور قیاس کے موافق کچھ لازم نہ ہوگا۔

# ﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

**الشق الاوّل**...... **و من ادعت علیه امرأة انه تزوجها و اقامت بینة فجعلها القاضی امرأته و لم یکن تزوجها وسعها المقام معه وان تدعه یجامعها و هذا عند ابی حنیفة۔** (ص ۳۳۲۔رحمانیہ)(اشرف الہدایہ ج ۳ ص ۴۷)

**ترجم العبارة المسطورة۔ هذه المسئلة الاختلافية شهيرة بين الامام ابی حنيفة والجمهور و نعرف بقضاء القاضی فی العقود و الفسوخ أينفذ ظاهرًا وباطنًا ام ينفذ ظاهرًا فقط فعليك بيانها بالأدلة۔ انكر حكم الأملاك المرسلة كما اشار اليها صاحب الهداية بقوله بخلاف الأملاك المرسلة۔**

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) قضاءِ قاضی کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) املاکِ مرسلہ کا حکم۔

**جواب**...... ① **عبارت کا ترجمہ:۔** وہ شخص جس پر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور اس عورت نے گواہ بھی قائم کردیئے پس قاضی نے اس عورت کو اس شخص کی بیوی بنادیا حالانکہ اس مرد نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا تھا؟ تو اس عورت کے لئے اس مرد کے ساتھ قیام کرنے اور اس مرد کو اس عورت سے جماع کرنے کے لئے چھوڑ دینے کی گنجائش ہے۔ (یہ مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے)

② **قضاءِ قاضی کے ظاہراً و باطناً نافذ ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** جھوٹی گواہی سے قاضی کے فیصلۂ عقود و فسوخ میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب و امام ابو یوسفؒ کا قولِ اوّل یہ ہے کہ یہ فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہوگا۔

البتہ قضاءِ قاضی کے ظاہراً و باطناً نافذ ہونے کے لئے پانچ شرائط ہیں، اگر وہ تمام شرائط موجود ہوں گی تو پھر قضاءِ قاضی ظاہراً و

باطناً نافذ ہے، ورنہ صرف ظاہراً نافذ ہے، باطناً نافذ نہیں ہے۔

① قاضی کا وہ فیصلہ عقود یا فسوخ کے متعلق ہو مثلاً میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تھا، یا عورت کہے کہ مجھے خاوند نے طلاق دیدی تھی ② وہ دعاوی املاک مرسلہ کے متعلق نہ ہو، املاک مرسلہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ملکیت کا دعوی کرے مگر ملکیت میں آنے کا سبب بیان نہ کرے، مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ کتاب جو مدعی علیہ کے پاس ہے یہ میری ہے اور گواہ پیش کردے، مگر ملکیت میں آنے کی وجہ بیان نہ کرے تو مدعی کے حق میں قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا، باطناً نافذ نہیں ہوگا ③ وہ معاملہ انشاء کا احتمال رکھتا ہو یعنی اس بات کا احتمال رکھتا ہو کہ وہ عقد اب قائم کردیا جائے مثلاً نکاح وطلاق، اگر وہ معاملہ انشاء کا احتمال نہ رکھتا ہو مثلاً میراث کا مسئلہ (میراث ایک مرتبہ ہی ورثاء کی طرف منتقل ہوجاتی ہے، اسکے بعد اس میں انشاء کا احتمال نہیں ہے) تو ایسی صورت میں بھی قضاء قاضی باطناً نافذ نہیں ہے ④ وہ محل قابل للعقد بھی ہو مثلاً کوئی آدمی اپنی محرم عورت کے متعلق منکوحہ ہونے کا دعوی کرے اور بینہ سے نکاح ثابت بھی کردے تو قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا، باطناً نافذ نہیں ہوگا ⑤ قاضی نے بینہ کی بنیاد پر یا مدعی علیہ کے قسم سے انکار کی بنیاد پر فیصلہ کیا ہو، اگر قاضی نے مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا تو پھر بھی یہ فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا، باطناً نافذ نہیں ہوگا۔ (تقریر ترمذی ج ۲ ص ۲۰)

امام محمدؒ وامام شافعیؒ کا مذہب اور امام ابو یوسفؒ کا قول ثانی یہ ہے کہ یہ فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا باطناً نافذ نہ ہوگا۔

مذہب ثانی کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ گواہ جھوٹے ہیں اس لئے قاضی نے حجت میں غلطی کی اور **خطا فی الحجۃ** نفوذ باطنی کو منع کرتا ہے لہٰذا قاضی کا یہ فیصلہ ظاہراً تو نافذ ہوگا جس کے نتیجہ میں شوہر پر نفقہ اور کسوہ واجب ہوگا لیکن باطناً نافذ نہیں ہوگا جس کی وجہ سے شوہر کے لئے اس عورت سے وطی حلال نہیں ہوگی اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر شہادت کے بعد شاہدین کا غلام ہونا یا کافر ہونا ظاہر ہو تو قاضی نے اگر فیصلہ دیا تھا تو وہ ظاہراً نافذ ہوگا باطناً نہیں۔ امام صاحبؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ کافر وغلام پر واقف ہونا آسان ہے اسلئے کہ کفار وغلاموں کو مخصوص علامتوں سے پہچانا جاسکتا ہے اور گواہ کے سچے وجھوٹے ہونے پر مطلع ہونا مشکل ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ چونکہ قاضی کا حقیقۃً صدق پر مطلع ہونا متعذر ہے البتہ تعدیل وغیرہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ گواہ قاضی کے نزدیک صادق ہیں اور گواہوں کا صادق ہونا ہی حجت ہے اور جب حجت قائم ہوگئی تو قاضی پر فیصلہ کرنا لازم ہے حتی کہ اگر ایسی صورت میں قاضی یہ سمجھے کہ فیصلہ دینا لازم نہیں تو کافر ہوگا اور اگر لازم سمجھے اور تاخیر کرے تو فاسق ہوگا۔

نیز اس قول کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ جب اسی طرح کا مقدمہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے نکاح کا فیصلہ کردیا پس عورت نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ہمارا نکاح نہیں ہوا تھا اگر آپ نے فیصلہ کر ہی دیا ہے تو ہمارا نکاح بھی کردیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ **شاهداك زوجاك** (تیرے گواہوں نے تیرا نکاح کردیا ہے) پس معلوم ہوا کہ قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہے۔

② **املاک مرسلہ کا حکم:** املاک مرسلہ میں چونکہ سبب ملک مذکور نہیں ہوتا ہے اس لئے قاضی اسباب کثیرہ اور ترجیح بلا مرجح کے ایک سبب کو متعین نہیں کرسکتا اس لئے نفوذ باطنی ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا بالاتفاق یہ فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوگا باطناً نافذ نہیں ہوگا۔

[illegible] ......**و من تزوج امرأة ثم اختلفا فی المهر فالقول قول المرأة الی تمام مهر مثلها و القول قول الزوج فیما زاد علی مهر المثل و ان طلقها قبل الدخول بها فالقول قوله فی نصف المهر و هذا عند**

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ابی حنیفۃ و محمد (ص ۳۵۵۔ رحمانیہ)

ترجم العبارۃ جمیلۃ۔ اذکر اختلاف ابی حنیفۃ و محمد و ابی یوسف فی المسئلۃ المذکورۃ بالتفصیل بسرد الأدلۃ۔ اکتب حکم اختلاف الزوجین فی أصل المھر المسمی وما ذاحکم الاختلاف فی المھر بعد موت احدھما۔ (اشرف الہدایہ ج ۳ص ۱۲۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾…… اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مہر کی مقدار میں زوجین کے اختلاف کے متعلق ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) اصل مہر مسمی میں زوجین کے اختلاف کا حکم (۴) موت احدہما کے بعد مہر میں اختلاف کا حکم۔

جواب …… ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا پھر دونوں نے مہر (کی مقدار) میں اختلاف کیا۔ تو عورت کا قول معتبر ہوگا اس کے تمام مہر مثل تک اور شوہر کا قول اس صورت میں (معتبر) ہوگا جب مہر مثل پر مقدار زائد ہو اور اگر اس کو قبل الدخول طلاق دی تو شوہر کا قول (معتبر) ہوگا نصف مہر میں یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔

② مہر کی مقدار کے متعلق زوجین کے اختلاف کے متعلق ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ مرد اور عورت کے درمیان مہر کی مقدار میں اختلاف ہو گیا خواہ یہ اختلاف قیام نکاح کے وقت ہوا یا فرقت بعد الدخول کے وقت ہوا یا احد الزوجین کی وفات کے بعد ہوا، اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ کس کی بات معتبر ہوگی؟ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تینوں صورتوں میں مہر مثل کی مقدار تک عورت کا قول معتبر ہوگا اور مہر مثل کی مقدار سے زائد میں شوہر کا قول معتبر ہوگا اور اگر دخول سے پہلے ہی طلاق کی صورت میں اختلاف ہوا تو نصف مہر کے سلسلہ میں صرف شوہر کا قول معتبر ہوگا عورت کا نہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر شوہر نے معمولی چیز (دس درہم سے کم) کا قول نہیں کیا تو خواہ اختلاف قبل الطلاق ہو یا بعد الطلاق دونوں صورتوں میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل: یہ ہے کہ عورت مہر میں زیادتی کی مدعیہ ہے اور شوہر زیادتی کا منکر ہے اور قاعدہ ہے کہ مدعی کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں منکر کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے لہٰذا ذکر کردہ چاروں صورتوں میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ باقی منافع بضع مال نہ ہونے کی وجہ سے غیر متقوم ہیں لیکن ضرورۃً بضع کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے یا توالد و تناسل کے پیش نظر منافع بضع کو متقوم بنایا گیا ہے پس مہر مسمی میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

طرفین کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ مدعی کے پاس بینہ اگر موجود نہ ہوں تو مدعی علیہ کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے اور مدعی علیہ وہ شخص کہلاتا ہے جس کا قول ظاہر حال کے موافق ہو اور چونکہ نکاح میں موجب اصلی مہر مثل ہے۔ لہٰذا جس کا قول مہر مثل کے موافق ہوگا اس کا قول ظاہر حال کے موافق کہلائے گا اور وہی مدعی علیہ ہوگا اور اس کی بات معتبر ہوگی۔ چنانچہ مہر مثل اگر شوہر کے قول سے کم یا اس کے مساوی ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور اگر مہر مثل عورت کے قول کے مساوی یا اس سے زائد ہے تو عورت کا قول معتبر ہوگا۔

③ اصل مہر مسمی میں زوجین کے اختلاف کا حکم:۔ اگر زوجین کے مابین اصل مسمی میں اختلاف ہو گیا ایک کہتا ہے کہ عقد نکاح کے وقت ذکر کیا گیا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ مہر ذکر نہیں کیا گیا تھا تو اس صورت میں بالاتفاق زوج پر مہر مثل واجب ہوگا۔ طرفینؒ کے نزدیک تو اسلئے کہ مہر مثل ہی اصل ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس لئے کہ مہر مسمی میں اختلاف کی وجہ سے فیصلہ

Scanned with CamScanner

متعذر ہے لہٰذا مہر مثل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔
④ موت احدھما کے بعد مہر میں اختلاف کا حکم:۔ اگر زوجین میں سے کسی ایک کی موت کے بعد مہر میں اختلاف ہو تو اصل مہر و مقدار مسمی دونوں صورتوں میں وہی حکم ہوگا جو زوجین کی زندگی میں اختلاف کی صورت میں تھا یعنی اگر مقدار میں اختلاف ہے تو طرفین کے نزدیک مہر مثل حکم ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ اور اگر اصل مسمی میں اختلاف ہے تو دخول کے بعد بالاتفاق مہر مثل واجب ہوگا اور دخول سے پہلے متعہ واجب ہوگا۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

**الشق الاول** ...... ويصح النكاح وان لم يسم فيه مهر وكذا اذا تزوجها بشرط ان لا مهر لها واقل المهر عشرة دراهم ولوسمى اقل من عشرة فلها العشرة. (ص ۳۴۳۔ رحمانیہ)

عرّف المهر. بين المسائل الثلاث الاختلافية الآتية بالادلة العقلية والنقلية (۱) وكذا اذا تزوجها بشرط ان لا مهر لها (۲) واقل المهر عشرة دراهم (۳) ولوسمى اقل من عشرة فلها العشرة. (اشرف الہدایہ ج ۴ ص ۱۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) مہر کی تعریف (۲) مذکورہ مسائل میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ① مہر کی تعریف:۔ مرد و عورت کے درمیان انعقادِ نکاح کے نتیجہ میں مرد پر جو مال لازم ہوتا ہے اسکو مہر کہتے ہیں۔

② مذکورہ مسائل میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ ① مہر نہ ہونے کی شرط پہ نکاح کا حکم: اگر کسی شخص نے کسی عورت سے مہر نہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تو ہمارے نزدیک نکاح درست ہو جائے گا جبکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مہر نہ ہونے کی شرط پر نکاح درست نہیں ہے۔

ہمارے دلائل: ① آیت کریمہ فانکحوا ماطاب لکم ہے کہ اگر ہم نے ذکرِ مہر کی شرط لگا دی تو نص پر زیادتی کرنا لازم آئے گا جو کہ صحیح نہیں ہے ② لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة ہے اس آیت میں بغیر تسمیہ مہر کے صحت طلاق کا حکم لگایا گیا ہے اور طلاق نکاح صحیح کے بعد واقع ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تسمیہ مہر کے بغیر نکاح درست ہے ③ یہ ہے کہ نکاح لغوی طور پر عقد انضمام اور عقد ازدواج کو کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ نکاح فقط عقد کا نام ہے۔ صحت نکاح کیلئے مہر کا ذکر ضروری نہیں ہے اور یہ تینوں دلائل مہر کے عدم ذکر کے ہیں اور عدم ذکر و نفی ذکر میں حکم مختلف نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ نفی مہر کی شرط پر نکاح درست ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل: یہ ہے کہ نکاح عقدِ معاوضہ ہے اور جس طرح عقدِ بیع میں ثمن نہ ہونے کی شرط لگا دی تو بیع باطل ہے اسی طرح عدمِ مہر کی شرط پر نکاح بھی درست نہیں ہے۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ اگر مہر کا ذکر ترک کر دیا جائے اور صراحتاً نفی نہ کی جائے تو نکاح درست ہے لہٰذا اسی طرح اگر مہر کی نفی کر دی جائے تب بھی نکاح درست ہونا چاہیے کیونکہ ترک ذکر اور نفی ذکر میں حکم مختلف نہیں ہوتا مثلاً بیع میں ثمن کی نفی کی جائے یا ثمن کا ذکر ترک کیا جائے دونوں صورتوں میں عقدِ بیع باطل ہوگا۔

② اقلِ مہر کی مقدار میں اختلاف مع الدلائل: مہر کی اکثر مقدار کی کوئی حد نہیں، البتہ مہر کی اقل مقدار میں اختلاف ہے۔ احنافؒ کے نزدیک اقل مہر دس درہم ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ اقل مقدار مہر ربع دینار یا تین درہم ہیں۔ ابن شبرمہؒ نے کہا

Maktaba Tul Ishaat.com

کم از کم پانچ درہم ہیں اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اقل مہر چالیس درہم ہے اور سعید ابن جبیرؒ کے نزدیک کم از کم پچاس درہم ہونے چاہئیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس کو عقد بیع میں ثمن بنایا جاسکتا ہے اس کو عقد نکاح میں مہر بھی بنا سکتے ہیں۔

امام شافعیؒ کی دلیل: یہ ہے کہ مہر عورت کا حق ہے چنانچہ وصول کرنے اور ساقط کرنے میں عورت خود مختار ہے معلوم ہوا کہ مہر عورت ہی کا حق ہے لہٰذا اس کی مقدار متعین کرنے کا حق بھی عورت ہی کو ہوگا۔

ہماری دلیل: حدیث رسول اللہ ﷺ ہے کہ دس درہم سے کم مہر ہی نہیں ہے۔ دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ مہر بضع کی شرافت کو ظاہر کرنے کیلئے شریعت کا حق ہے لہٰذا اتنی مقدار معین کی جائے جس سے شرافت محل اور شرافت بضع ظاہر ہو سکے۔ ہم نے دیکھا کہ نصاب سرقہ دس درہم ہے تو گویا دس درہم چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کے ایک عضو یعنی ہاتھ کی کم از کم قیمت دس درہم ہے چنانچہ اسی پر قیاس کر کے نکاح میں بھی ملک بضع کی قیمت کم از کم دس درہم مقرر کی گئی ہے۔

③ دس درہم سے کم مہر مقرر کرنے کا حکم: اگر انعقاد نکاح کے وقت دس درہم سے کم مہر مقرر کیا گیا تو اس صورت میں ہمارے نزدیک عورت کیلئے دس درہم لازم ہوں گے اور امام زفرؒ کے نزدیک مہر مثل واجب ہوگا۔

امام زفرؒ کی دلیل: قیاس ہے۔ حاصل قیاس یہ ہے کہ ایسی چیز کو مہر بنانا جو مہر بننے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو وہ عدم تسمیہ کے مانند ہے اور عدم تسمیہ کی صورت میں مہر مثل واجب ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں بھی مہر مثل واجب ہوگا۔

حنفیہ کی دلیل: یہ ہے کہ دس درہم سے کم کے تسمیہ کا فساد حق شرع کی وجہ سے ہے اور حق شرع دس درہم سے پورا ہو جاتا ہے لہٰذا دس درہم پورے کر دیئے جائیں، زیادہ کی ضرورت نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ دس درہم پر عورت بھی راضی ہے یا نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جب وہ محل مالس دس سے کم پر راضی ہوگئی تو دس درہم پر بدرجہ اولی راضی ہوگی۔ حاصل یہ کہ مہر میں شارع اور زوجہ دونوں کا حق ہے لہٰذا ان دونوں کی رعایت ضروری ہوگی اور دس درہم میں دونوں کی رعایت ہو جاتی ہے کیونکہ شارع کا تو حق ہی دس درہم تک ہے اور زائد میں اگرچہ عورت کا حق ہے لیکن وہ دس درہم سے کم پر راضی ہونے کی وجہ سے زائد میں اپنا حق ساقط کر چکی ہے جس کا اسکو پورا پورا اختیار ہے۔

امام زفرؒ کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ دس سے کم کے تسمیہ کو عدم تسمیہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ انسان کبھی تکرما اور تفضلا تحصیل جمیل کو طلب کرنے کیلئے اپنے پورے حق کو ساقط کر دینے پر راضی ہو جاتا ہے اور شئی قلیل پر راضی نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں ہے کہ عورت اپنے تکرم اور تفضل کو ظاہر کرنے کیلئے بلا عوض تملیک پر راضی ہوسکتی ہے لیکن ترفعاً عوض قلیل اور معمولی چیز پر راضی نہیں ہوسکتی پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر عورت بالکل مہر نہ لینے پر راضی ہو جائے تو وہ دس سے کم پر بھی راضی ہو جائیگی لہٰذا یہ قیاس غلط ہے۔

**الشق الثانی** ...... ویجوز للمحرم والمحرمة ان یتزوجا فی حالة الاحرام : ویجوز تزوج الامة مسلمة كانت او كتابية . (ص۳۲۰۔ رحمانیہ)

اكتب اختلاف الفقهاء الكرام فى نكاح المحرم فى ضوء الدلائل . المسئلة الثانية اختلافية ايضًا فعليك بيانها بالدليل . هل يجوز للرجل ان يتزوج امة على حرة .(اشرف الہدایہ ج۴ ص۳۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) محرم کے نکاح میں فقہاء کا اختلاف مع الدلائل (۲) باندی سے نکاح کرنے میں اختلاف مع الدلائل (۳) آزاد عورت کی موجودگی میں باندی سے نکاح کا حکم۔

Scanned with CamScanner

**السؤال** ...... ❶ محرم کے نکاح میں فقہاء کا اختلاف مع الدلائل:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۷ھ

❷ باندی سے نکاح کرنے میں اختلاف مع الدلائل:۔ احناف کے نزدیک مطلق باندی سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کتابیہ باندی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ امام مالکؒ کا مذہب اور امام احمدؒ کی ایک روایت بھی یہ ہے

امام شافعیؒ کی دلیل: یہ ہے کہ باندی کے ساتھ نکاح کا جواز ضرورۃً ثابت ہے کیونکہ باندی سے نکاح کا مطلب اپنے جزء یعنی اولاد کو غلام بنانا ہے اسلئے کہ غیر کی باندی سے پیدا شدہ اولاد غیر کی مملوک ہوگی اور رقیق بنانا درحقیقت ہلاک کرنا ہے گویا وہ باندی سے نکاح کر کے اپنے جزء کو ہلاک کرنا چاہتا ہے جو کہ ممنوع ہے لہٰذا باندی کے ساتھ نکاح ناجائز ہونا چاہیے مگر شدید حاجت، ضرورت کی وجہ سے شریعت نے جائز قرار دیا ہے اور جو چیز ضرورۃً ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ثابت ہوتی ہے اور ضرورت صرف مسلمان باندی سے نکاح کی صورت میں پوری ہوگئی لہٰذا کتابیہ سے نکاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے قدرت علی الحرۃ کو باندی کے ساتھ نکاح کرنے سے مانع قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ باندی سے نکاح کرنے سے مقصود اپنے جزء کو غلام بنانا نہیں ہے بلکہ آزاد جزء کو حاصل کرنے سے رکنا ہے اور شریعت نے اصل جزء کو ہی حاصل نہ کرنے (عزل) کی اجازت دی ہے تاکہ اصل بچہ ہی پیدا نہ ہو لہٰذا وصف حریت کو حاصل نہ کرنے کی اجازت بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

احنافؒ کی دلیل: یہ ہے کہ باندی کے ساتھ نکاح کی اجازت و جواز مطلق ہے آیت کریمہ **فانكحوا ما طاب لكم من النساء، احل لكم ماوراء ذالكم** میں مطلقاً عورت سے نکاح کے جواز کو عام رکھا گیا ہے خواہ آزاد ہو یا باندی ہو۔

❸ آزاد عورت کی موجودگی میں باندی سے نکاح کا حکم:۔ اگر پہلے سے ہی آزاد عورت نکاح میں موجود ہے تو احناف کے نزدیک بعد میں باندی سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک آزاد مرد کیلئے یہ صورت جائز نہیں ہے مگر غلام کے لئے یہ جائز ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد عورت راضی ہے تو پھر باندی سے نکاح درست ہے ورنہ درست نہیں ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

**الشق الاول** ...... وان قال لها ان كلمت ابا عمرو وابا يوسف فانت طالق ثلاثا ثم طلقها واحدة فبانت وانقضت عدتها فكلمت اباعمرو ثم تزوجها فكلمت ابايوسف فهى طالق ثلاثا مع الواحدة الاولى وقال زفرؒ لايقع: وهذه على وجوه. (ص۴۰۰۔ رحمانیہ) (اشرف الہدایہ ج ۴ ص ۳۱۰)

ترجم العبارة ثم وضح أربعة وجوه للمسئلة المذكورة. اذكراختلاف ائمتنا الحنفية مبرهنا ومدللا.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسئلہ مذکورہ کی وجوہ اربعہ (۳) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اگر مرد نے اپنی منکوحہ سے کہا کہ اگر تو نے ابوعمرو اور ابو یوسف سے کلام کیا تو تجھے تین طلاق ہیں پھر اس نے اس کو ایک طلاق دی سو وہ بائنہ ہوگئی اور اس کی عدت گزر گئی پھر اس نے ابوعمرو سے کلام کیا (اس کے بعد) پھر اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا اور پھر ابو یوسف سے کلام کیا تو یہ عورت مطلقہ ثلاثہ ہے پہلی ایک طلاق کے ساتھ، اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

۲ مسئلہ مذکورہ کی وجوہ اربعہ:۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی متعدد وجوہ ہیں ① دونوں شرطیں (ابو عمرو سے کلام، بوحنیفہ سے کلام) ملک میں پائی جائیں تو بالاتفاق طلاق واقع ہوگی کیونکہ طلاق کی شرط ملک میں پائی گئی ہے ② دونوں شرطیں غیر ملک میں پائی جائیں تو بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوگی اسلئے کہ طلاق کی شرط ملک میں نہیں پائی گئی ③ شرط اوّل ملک میں اور شرط ثانی غیر ملک میں پائی جائے تو اس صورت میں بھی بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوگی اسلئے کہ طلاق غیر ملک میں واقع نہیں ہوتی ④ شرط اوّل غیر ملک میں اور شرط ثانی ملک میں پائی جائے تو اس صورت میں ہمارے اور امام زفرؒ کے درمیان اختلاف ہے جو کہ متن میں مذکور ہے۔

۳ ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام زفرؒ کی دلیل شرط اوّل کا شرط ثانی پر قیاس ہے۔ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ شرط ثانی اگر غیر ملک میں پائی جائے تو جزاء یعنی طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح جب شرط اوّل غیر ملک میں پائی جائے تو طلاق واقع نہ ہونی چاہیے۔ دوسرا مطلب اوّل کو ثانی پر قیاس کرنے کا یہ ہے کہ جس طرح شرط ثانی کے وقت وقوع طلاق کے لئے ملک شرط ہے ایسے ہی شرط اوّل کے پائے جانے کے وقت بھی وقوع طلاق کے لئے ملک شرط ہونی چاہیے اس لئے کہ یہ دونوں شرطیں طلاق کے حکم میں (یعنی طلاق ان دونوں کے ساتھ واقع ہوگی) شرط واحد کے مرتبہ میں ہیں اور اگر شرط واحد ہوتی تو بغیر ملک کے طلاق واقع نہ ہوتی، پس ایسے ہی یہاں بھی بغیر ملک کے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ہماری دلیل: یہ ہے کہ کلامِ یمین کا صحیح ہونا متکلم کی لیاقت اور اہلیت سے ہے اور متکلم عاقل بالغ ہونے کی وجہ سے اہلیتِ یمین کا حامل ہے اس وجہ سے کلامِ یمین درست ہوگیا اور اس یمین کا محل حالف کا ذمہ ہے۔

یہاں سوال ہوتا ہے کہ جب صحتِ کلام کیلئے اہلیتِ متکلم کافی ہے اور محلِ یمین حالف کا ذمہ ہے تو پھر تعلیق کے وقت ملک کی شرط کیوں لگائی گئی؟ جواب یہ ہے کہ تعلیق کے وقت ملک کی شرط اسلئے لگائی ہے تا کہ جزاء استصحاب حال کی وجہ سے غالب الوجود ہوسکے۔ استصحاب حال کہتے ہیں ابقاء ماکان علی ماکان لعدم الدلیل المزیل یعنی دلیلِ مزیل کے نہ ہونے کی وجہ سے جو چیز جیسی تھی اس کو ویسی ہی باقی رکھنا۔ حاصل یہ ہے کہ جب تعلیق کے وقت ملک موجود ہے تو غالب گمان یہی ہے کہ وجودِ شرط کے وقت تک موجود رہے گی استصحاب حال کی وجہ سے اگرچہ ملک کے زائل ہونے کا امکان اس وقت بھی ہے بہرحال جب جزاء غالب الوجود ہے تو یمین درست ہوگئی اور تمامِ شرط کے وقت بقاءِ ملک کی شرط اسلئے لگائی گئی ہے تا کہ جزاء اتر سکے یعنی متحقق ہوسکے کیونکہ وجودِ جزاء ملک میں متحقق ہوسکتا ہے، نہ کہ غیر ملک میں اور ان دو حالتوں کے درمیان بقاءِ یمین کی حالت ہے اور بقاءِ یمین ملک کی محتاج نہیں ہوتی کیونکہ یمین کی بقاءِ محل کے ساتھ ہوتی ہے اور محل حالف کا ذمہ ہے جو ہر وقت موجود ہے، اسلئے درمیان کے زمانہ میں ملک کا ہونا لازم قرار نہیں دیا گیا۔

**الشق الثانی** ......الایمان ثلاثة اضرب الیمین الغموس ویمین منعقدة ویمین لغو. (ص۴۸۶۔رحمانیہ)

عرّف الاقسام الثلاثة من الایمان . اذکر احکامها مع ذکر اختلاف الامام الشافعیؒ فی حکم الیمین الغموس بالدلیل . ماذا حکم المکره والناسی والقاصد فی الیمین .(اشرف الہدایہ ج۶ص۱۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) یمین کی اقسامِ ثلاثہ کی تعریف مع الحکم (۲) یمینِ غموس کے حکم میں امام شافعیؒ کا اختلاف مع الدلیل (۳) مکرہ، ناسی اور قاصد کی یمین کا حکم۔

**الجواب** ...... ① **یمین کی اقسام ثلاثہ کی تعریف مع الحکم:۔** یمین (قسم) کی تین اقسام ہیں، غموس، منعقدہ، لغو۔

یمینِ غموس: کسی امر ماضی پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، مثلاً زید کو معلوم ہے کہ رات کو بکر نہیں آیا مگر وہ جان بوجھ کر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم رات کو بکر آیا ہے۔ یمین منعقدہ: کسی امر مستقبل کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا، مثلاً اللہ کی قسم میں تجھے ضرور ملوں گا۔

یمین لغو: کسی امر ماضی پر اپنے گمان میں سچی قسم کھانا حالانکہ حقیقت میں وہ جھوٹی قسم ہو مثلاً زید نے رات کو بکر کے آنے کا انتظار کیا مگر بکر نہ آیا تو زید سو گیا، اس کے بعد بکر آیا مگر زید کو اس کا علم نہ ہوا، چنانچہ زید سے کسی نے صبح کو بکر کے بارے میں معلوم کیا تو زید نے کہا کہ اللہ کی قسم بکر نہیں آیا، حالانکہ وہ حقیقت میں آیا ہوا ہے مگر زید کو اس کا علم نہیں ہے۔

یمین کا حکم: صرف یمین منعقدہ میں کفارہ واجب ہے باقی میں صرف توبہ واستغفار ہے۔

② **یمینِ غموس کے حکم میں امام شافعیؒ کا اختلاف مع الدلیل:۔** جمہور کے نزدیک یمین غموس کبیرہ گناہ ہے جو توبہ واستغفار کے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ پس جب یہ کبیرہ گناہ ہے تو قسم کا کفارہ اس سے کفایت نہیں کرے گا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یمینِ غموس میں بھی یمینِ منعقدہ کی طرح کفارہ لازم ہے کیونکہ کفارہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی دور کرنے کے لئے ہے اور یہ بے حرمتی یمینِ غموس میں موجود ہے اس لئے کہ اس نے جھوٹ اور غلط طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے نام کی گواہی دی ہے لہٰذا یمینِ منعقدہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کفارہ لازم ہے۔ جمہور کی دلیل: یہ ہے کہ یمینِ غموس گناہ کبیرہ ہے اور کفارہ ایک عبادت ہے جو روزہ کے ذریعہ نیت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے لہٰذا گناہ کبیرہ ایک عبادت کا سبب نہیں ہوسکتا۔ باقی یمینِ منعقدہ پر قیاس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس کرنا درست نہیں ہے اسلئے کہ یمینِ منعقدہ بذاتہ مباح ہے اور اس میں گناہ والا کام نہیں ہے جبکہ یمینِ غموس میں بوقتِ یمین ہی وہ جھوٹ بول رہا ہے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔ پس یمینِ منعقدہ میں حانث ہونے کی تلافی کفارہ کے ذریعہ ہوسکتی ہے مگر یمینِ غموس کی تلافی کفارہ کے ذریعہ نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہ سراسر گناہ ہی ہے۔

③ **مکرہ، ناسی اور قاصد کی یمین کا حکم:۔** جان بوجھ کر، بھول کر اور جبر کی حالت میں قسم کھانا ان تمام صورتوں کا حکم برابر ہے یعنی قسم منعقد ہو جائیگی اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اُن کا عمداً کہنا بھی عمد ہے اور ان کا مذاق بھی عمد ہی ہے یعنی نکاح، طلاق اور قسم۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھول کر ہو یا جان بوجھ کر ہو یا جبر کی حالت ہو بہر صورت قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

﴿وصلی اللہ علی النبی الامی الکریم﴾

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

# الورقة الرابعة

# طحاوی

## کتاب الصلوٰۃ تا کتاب الجنائز

Scanned with CamScanner

# ﴿الورقة الرابعة : طحاوی شریف﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

**الشق الاوّل** ...... عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن انس بن مالك قال امر بلال ان يشفع الاذان ويوتر الاقامة . (ص ۱۰۰۔حقانیہ)

کلمات اقامت کے ایتار و تکرار میں علماء کے اقوال تحریر کریں۔ائمہ کا اختلاف دلائل کی روشنی میں تحریر کریں۔نیز نظرِ طحاوی کی وضاحت کریں۔

**﴿خلاصہ سوال﴾** ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) الفاظ اقامت کے ایتار و تکرار میں اختلاف مع الدلائل (۲) نظرِ طحاوی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ **الفاظ اقامت کے ایتار و تکرار میں اختلاف مع الدلائل:۔** مذہب نمبر ①: امام مالکؒ، ربیعہ الرائیؒ اور اہل مدینہ کے نزدیک کلمات اقامت دس ہیں۔ لفظ اللہ اکبر دو مرتبہ، شہادتین دو مرتبہ، حیعلتین دو مرتبہ، قد قامت الصلوٰۃ ایک مرتبہ، پھر لفظ اللہ اکبر دو مرتبہ پھر کلمہ توحید ایک مرتبہ۔ یہ کل دس کلمات ہوئے۔ یہی لوگ کتاب کے اندر فذهب قوم کے مصداق ہیں۔

مذہب نمبر ②: امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اسحٰق ابن راہویہؒ، امام اوزاعیؒ، حسن بصریؒ، اہل مصر، اہل یمن، اہل شام اور اہل حجاز کے نزدیک کلمات اقامت گیارہ ہیں یعنی مذہب نمبر ① کے نزدیک جس طریقے پر اقامت ہے ان کے نزدیک بھی اسی طریقے پر ہے البتہ قد قامت الصلوٰۃ فریق اوّل کے نزدیک ایک مرتبہ ہے اور فریق ثانی کے نزدیک دو مرتبہ ہے۔ یہی لوگ خالفهم آخرون فی حرف واحد من ذالك کے مصداق ہیں۔

مذہب نمبر ③: امام ابو حنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور اہل کوفہ کے نزدیک کلمات اقامت سترہ ہیں، یعنی اقامت میں وہ تمام کلمات ہوتے ہیں جو اذان میں کہے جاتے ہیں اور ساتھ دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ بھی ہے، یہی لوگ و خالفهم فی ذالك آخرون کے مصداق ہیں۔

مذہب اوّل کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کلمات اذان جفت (دو مرتبہ) اور کلمات اقامت طاق (ایک مرتبہ) کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حدیث سات اسناد سے مروی ہے۔

مذہب ثانی کے دلائل: ① حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ کلمات اذان جفت طریقہ سے اور کلمات اقامت طاق طریقے سے کہیں مگر قد قامت الصلوٰۃ میں جفت کریں۔ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دو سندوں کے ساتھ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک سند کے ساتھ منقول ہے ② کلمات اذان دو قسم پر ہیں ایک وہ کلمات جو صرف ایک مقام میں کہے جاتے ہیں دوسرے وہ کلمات جو دو مقام میں کہے جاتے ہیں جیسے کہ کلمہ تکبیر اور کلمہ شہادت یہ دوسرے قسم کے کلمات جو دو مقام میں ذکر کئے جاتے ہیں وہ مقام نمبر دو میں مقام نمبر ایک کے مقابلہ میں نصف ذکر کئے جاتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جو بعد میں ذکر کئے جاتے ہیں وہ نصف ہو جاتے ہیں اور اقامت فی نفسہ ابتداء اور شروع میں نہیں ہوا کرتی ہے بلکہ اذان کے بعد ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا وہ کلمات اقامت جو اذان میں مذکور ہوتے ہیں وہ اقامت میں اذان کے مقابلہ میں آدھے ہو جائیں گے اور وہ کلمات اقامت جو اذان میں مذکور نہیں ہوتے وہ اقامت میں دو دو مرتبہ ہوا کریں گے جیسا کہ قد قامت الصلوٰۃ ہے۔ لہٰذا اقامت کے اندر نو کلمات اذان میں سے لئے گئے اور دو کلمات قد قامت الصلوٰۃ ہوں گے تو کل گیارہ کلمات ہو جائیں گے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

مذہب ثالث کے دلائل: ① حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی واضح روایت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسی طریقہ پر اقامت سکھلائی تھی جس طریقہ پر اذان سکھلائی تھی چنانچہ جب انہوں نے اذان سکھلائی تو دو دو مرتبہ اذان دی اور جب اقامت سکھلائی تو وہ بھی دو دو مرتبہ کہی۔ پس یہ مفصل روایت تمہاری مجمل روایت کے مقابلہ میں راجح ہے اور یہ روایت تین سندوں کے ساتھ منقول ہے ② زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دو مرتبہ اذان دیا کرتے تھے اور دو دو مرتبہ ہی اقامت کہا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل اس روایت کے مخالف ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے متعلق نقل فرمائی ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل سید المؤذنین ہونے کی وجہ سے دوسروں کی روایت کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہوگا، لہذا عمل بلال رضی اللہ عنہ کو ترجیح حاصل ہوگی اور اذان و اقامت میں صرف اتنا فرق ہے کہ اقامت میں دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ ہوگا ③ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی طرح اقامت بھی دو دو مرتبہ سکھلائی ہے اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں کلمات اقامت سب کے سب موجود ہیں، لہذا کہنا ہوگا کہ اذان میں پندرہ کلمات ہیں اور دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کر کے اقامت میں سترہ کلمات ہونگے ④ زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے اقامت دو دو مرتبہ منقول ہے، یہاں تین صحابہ (حضرت سلمہ بن اکوع، ثوبان، ابومحذورہ رضی اللہ عنہم) کا عمل منقول ہے ⑤ امام مجاہد کا فتویٰ ہے کہ اصل اقامت دو مرتبہ ہے۔ امراء نے اپنی تخفیف کیلئے ایک مرتبہ کا رواج ڈالا ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج۱ ص۲۷۷)

❷ **نظر طحاوی کی وضاحت:۔** نظر طحاوی کا حاصل یہ ہے کہ حی علی الفلاح کے بعد لفظ اللہ اکبر کے دو مرتبہ کہے جانے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اس میں تنصیف ممکن ہے، تو ہم نے غور کر کے دیکھا کہ جس طرح اذان کے اندر حی علی الفلاح کے بعد کلمہ تکبیر دو مرتبہ کہا جاتا ہے اسی طرح اقامت میں بھی کلمہ تکبیر دو مرتبہ کہا جاتا ہے، لہذا اقامت کے بقیہ کلمات بھی اذان کے بقیہ کلمات کی طرح مستعمل ہونگے، اسلئے کہ یہاں پر تنصیف ممکن ہونے کے باوجود اقامت میں تنصیف نہیں کی گئی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں کا حکم برابر ہے تو جس طرح اذان دو دو مرتبہ دی جاتی ہے اسی طرح اقامت بھی دو دو مرتبہ ہی کہی جائے گی۔ (ایضاً)

**الشق الثانی** ...... **عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ ان بلالا ينادى بليل فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن ام مكتوم قال ابن شهاب وكان رجلا اعمى لا ينادى حتى يقال له اصبحت اصبحت.** (ص۱۰۲، ج۱)

فجر کی اذان صبح صادق سے پہلے دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ علماء کا اختلاف بیان کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رات کو اذان کیوں دی جاتی تھی؟ نیز اس مسئلہ کو نظر طحاوی کی روشنی میں بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں علماء کا اختلاف (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رات کو اذان دینے کی وجہ (۳) نظر طحاوی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ **فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں علماء کا اختلاف:۔** ائمہ ثلاثہ، امام ابویوسف، اسحاق بن راہویہ اور ابن مبارک کے نزدیک وقت سے پہلے صرف فجر کی اذان دینا جائز ہے، اور اعادہ بھی واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام محمد اور سفیان ثوری کے نزدیک کوئی بھی اذان وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے، وقت سے پہلے اذان دینے کی صورت میں اعادہ واجب ہے۔

ائمہ ثلاثہ وغیرہم کی دلیل حدیث الباب ہے کہ رات کو اذان دی جاتی تھی۔

Scanned with CamScanner

حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس واقعہ حدیث سے استدلال تام نہیں ہے کیونکہ ان کا استدلال اس وقت درست ہوتا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان پر اکتفاء کیا گیا ہوتا حالانکہ انہی روایات میں موجود ہے کہ فجر کے طلوع ہونے کے بعد دوسری اذان بھی دی جاتی تھی۔

حنفیہ کی پہلی دلیل ابوداؤد میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "ان رسول الله ﷺ قال لـه لا تؤذن حتى يستبين لك الفجر و مد يديه عرضا۔ دوسری دلیل طحاوی میں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، ان رسول الله ﷺ كان اذا اذن المؤذن بالفجر قام فصلى ركعتى الفجر ثم خرج الى المسجد و حرم الطعام وكان لا يؤذن حتى يصبح تیسری دلیل حافظ ابن عبدالبر نے التمہید میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ "قالت ما كانوا يؤذنون حتى ينفجر الفجر"۔

**❶ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رات کو اذان دینے کی وجہ:۔** رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رات کو اذان کیوں دی جاتی تھی؟ بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ تہجد کے لیے اذان ہوتی تھی، مگر حنفیہ کے نزدیک نوافل کیلئے اذان دینا درست نہیں ہے، اس لئے حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ سحری کیلئے اذان ہوتی تھی تاکہ سونے والے سحری کیلئے بیدار ہو جائیں اور عبادت کرنے والے عبادت جلد از جلد مکمل کر کے وہ بھی سحری کا انتظام کریں۔

**❷ امام طحاوی کی وضاحت:۔** ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ فجر کے علاوہ بقیہ تمام نمازوں کی اذان وقت پر دینا لازم ہے، وقت سے پہلے جائز نہیں ہے اور فجر کی اذان میں علماء نے اختلاف کیا لہذا فجر کی اذان کو بھی بقیہ نمازوں کی اذانوں پر قیاس کرتے ہوئے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہونا چاہیے اور یہی نظر و فکر کا تقاضا ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

**الشق الاول** ..... عن عروة عن عائشة قالت كن نساء من المؤمنات يصلين مع رسول الله ﷺ صلوة الصبح متلفعات بمروطهن ثم يرجعن الى اهلهن ومايعرفهن احد. (ص۱۳۰۔تقریب)

صلوۃ الفجر کا مستحب وقت تحریر کریں ائمہ کے اقوال کی وضاحت کریں۔ نیز مستدلین کی تعیین کرتے ہوئے اس کا جواب بھی تحریر کریں۔

**﴿خلاصہ سوال﴾** ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) صلوۃ الصبح کا مستحب وقت (۲) ائمہ کے دلائل (۳) مستدلین کی تعیین اور جواب۔

**جواب** **❶ صلوۃ الصبح کا مستحب وقت:۔** حنفیہ کے نزدیک صلوۃ الفجر میں ابتداءً و انتہاءً اسفار افضل ہے بایں طور کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر معلوم ہو تو سورج نکلنے سے پہلے پہلے۔ جبکہ امام طحاوی کے نزدیک ابتداء غلس اور انتہاءً اسفار افضل ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فجر میں بدایۃً و نہایۃً غلس افضل ہے۔

**❷ ائمہ کے دلائل:۔** احناف کی پہلی دلیل صحاح میں حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ہے اس میں ہے اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر جو وقت اجر کی زیادتی کا ذریعہ ہے وہی وقت افضل ہوگا۔ دوسری دلیل: بخاری میں حدیث ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ ہے كان النبى ﷺ يصلى الصبح ويعرف احدنا جليسه اگرچہ ابوداؤد کی روایت معروف ہے لیکن بخاری کی روایت یعرف جلیسہ سے ظاہر ہے کہ یہ پہچان تب ہو سکتی ہے جب اسفار میں نماز پڑھی جائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

تیسری دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مزدلفہ میں نماز فجر ادا کرنیوالی حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتها اسکا یہ مطلب نہیں کہ وقت شروع ہونے سے پہلے نماز پڑھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ وقت معتاد سے پہلے پڑھی تو اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ ایام کے اندر آپ ﷺ کی عادت مبارکہ اسفار میں صبح کی نماز پڑھنے کی تھی یعنی وقت معتاد اسفار میں نماز پڑھنے کا صرف مزدلفہ میں غلس میں پڑھی ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی جو عادت مبارکہ اور معمول تھا وہی وقت افضل ہوگا اور وہ وقت اسفار ہے

چوتھی دلیل: اوفقیت بالقرآن ہے اس لئے کہ ارشاد باری وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس سے قبلیت اسفار میں پڑھنے کا قرینہ ہے نہ کہ غلس میں۔ پانچویں دلیل: جماعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد تکثیر جماعت ہے اور یہ تکثیر رمضان کے ماسوا اسفار میں ہے تو جس وقت میں تکثیر جماعت کا فائدہ ہوگا وہی وقت افضل ہوگا اور وہ وقت اسفار ہے

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: احادیث غلس ہیں جن میں سے ایک دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے اس میں فينصرف النساء متلففات بمروطهن مايعرفن من الغلس کہ عورتیں نماز سے واپسی میں غلس کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع بھی غلس میں کرتے اور ختم بھی غلس میں کرتے تھے۔ دوسری دلیل حدیث اسامہ بن زید لیثی جو پیچھے گزر چکی ہے ثم كانت صلوته بعد ذالك التغليس حتى مات ولم يعد الى ان يسفر۔

اس کا جواب خود امام ابوداؤدؒ نے دیا کہ یہ شاذ ہے اس کو ذکر کرنے والے صرف اسامہ بن زید لیثی ہیں اور زہری کے خاص تلامذہ اس کو نقل نہیں کر رہے۔ دوسرا جواب کہ اسفار اشد کی نفی ہے مطلق اسفار کی نفی نہیں۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب: مايعرفن من الغلس ہم تسلیم نہیں کرتے کہ عدم معرفت کی علت غلس تھی بلکہ عدم معرفت کی علت پردہ کا ہونا تھا کہ عورتیں پردہ کا اتنا اہتمام کرتی تھیں کہ پردہ کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں جس کا وزنی قرینہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے مايعرفن تعني من الغلس تو تعنی کا لفظ ذکر کر کے یہ بتلاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ مراد ہوگی لیکن یہ راوی کا اپنا اجتہاد ہے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صحابیات کی کمال احتیاط کو بیان کر رہی ہیں تلفف عام ہے مطلق چادر پہننا اور ایک نسخہ ہے متلفعات، تلفع کہتے ہیں کہ چادر کو اس طور پر پہنے کہ جسم مکمل طور پر چھپ جائے اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ عدم معرفت کی علت غلس تھی پھر ہم کہتے ہیں کہ کونسا غلس مراد ہے داخل مسجد کا یا فضاء کا غلس مراد ہے، اگر کہو کہ فضاء کا غلس مراد ہے تو پھر بیشک یہ اسفار کے منافی ہے لیکن یہ مسلم نہیں ہے کیونکہ واقعہ اس پر منطبق نہیں ہوتا۔ تفصیل اس طرح ہے کہ صبح صادق کے بعد نبی کریم ﷺ سنتیں پڑھتے پھر اگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بیدار ہوتیں تو ان سے بات چیت کرتے وگرنہ آرام کرتے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آکر نماز کی اطلاع دیتے پھر آپ ﷺ تشریف لے جاتے اور ۴۰ سے ۶۰ یا ۱۰۰ تک آیات کی قرأت کرتے اور ترتیل سے پڑھتے تھے تو اتنے امور ہو جائیں اور پھر بھی غلس باقی ہو یہ انتہائی مستبعد ہے۔ لہٰذا داخل مسجد کا غلس مراد ہے اور یہ مسلم تو ہے لیکن اسفار کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ میں روشنی کا انتظام نہیں ہوتا تھا اور چھت بھی قریب تھی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے بھی مشرقی جانب تھے ہوسکتا ہے کہ باہر اسفار ہو اور اندر غلس ہو ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

جوابات مشترکہ: ① احادیث اسفار میں سے حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قولی ہے اور احادیث غلس تمام فعلی ہیں اور تعارض کے وقت قولی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے ② غلس کی جانب عمل ہی عمل ہے اور اسفار کی جانب عمل بھی ہے قول بھی ہے، ظاہر ہے کہ

Scanned with CamScanner

تعارض کے وقت قول و عمل کے مجموعہ کو ترجیح ہوگی ③ احادیث غلس اس زمانہ کی ہیں جب عورتیں بھی مسجد میں نماز کیلئے آتی تھیں اور لدن لهن بیوتکن کا حکم نازل نہیں ہوا تھا جب یہ حکم ہوا تو پھر نماز فجر میں اسفار پر عمل ہونے لگا۔

② **مستدلین کی تعیین اور جواب:۔** اس حدیث سے ائمہ ثلاثہؒ نے استدلال کیا ہے اور اس کا جواب ابھی دلائل کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ (درس ترمذی ج۱ص۴۰۱، المسائل والدلائل ص۲۱۵، الدر المنضود ج۲ص۳۷، ایضاح الطحاوی ج۱ص۲۹۱)

**الشق الثانی**...... عن علی بن ابی طالب عن رسول الله ﷺ انه کان اذا قام الی الصلٰوة المکتوبة کبر ورفع یدیه حذو منکبیه ویصنع مثل ذلك اذا قضی قراء ته اذا اراد ان یرکع ویصنعه اذا فرغ ورفع من الرکوع ولا یرفع یدیه فی شیئ من صلٰوته وهو قاعد واذا قام من السجدتین رفع یدیه کذٰلك وکبر۔

حدیث کا ترجمہ تحریر کریں۔ رفع یدین عند الرکوع میں ائمہ کا اختلاف دلائل کی روشنی میں تحریر کرتے ہوئے راجح کی وجہ ترجیح بیان کریں نیز قرطحاوی کی وضاحت بھی تحریر کریں۔ (ص۱۶۱۔حقانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) رفع یدین عند الرکوع میں اختلاف مع الدلائل (۳) راجح کی وجہ ترجیح (۴) قر طحاوی کی وضاحت۔

**جواب**...... ① **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب فرض نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں تک اٹھاتے اور اسی طرح کرتے جب اپنی قراءت کو مکمل کرتے جبکہ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے اور اسی طرح کرتے جب فارغ ہوتے اور رکوع سے اٹھتے اور نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھوں کو نماز میں جبکہ آپ بیٹھے ہوئے ہوں اور جب دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے تھے تو پھر اپنے ہاتھوں کو اسی طرح اٹھاتے تھے اور تکبیر کہتے تھے۔

② **رفع یدین عند الرکوع میں اختلاف مع الدلائل:۔** امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کے ہاں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں ہے۔ امام مالکؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ مالکیہ حضرات نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعیؒ وامام احمدؒ رفع یدین کے قائل ہیں۔

حنفیہ و مالکیہ کی دلیل: ① قوله قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلٰوتهم خاشعون حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاشعون کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں مخبتون متواضعون لایلتفتون یمینا ولا شمالا ولایرفعون ایدیهم ② قال ابن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول الله ﷺ فصلی ولم یرفع الافی اول مرة وقال الترمذی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وصححه ابن حزم فی المحلی ③ عن جابر قال خرج علینا رسول الله ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوة، یہ قولی صحیح مرفوع حدیث ہے جس میں رفع یدین سے روکا گیا ہے اور سکون کا حکم دیا گیا ہے، گویا یہ فی صلٰوتهم خاشعون کی تفسیر ہے ④ عن البراء بن عازب قال کان النبی ﷺ اذا کبر لافتتاح الصلوة رفع یدیه...... ثم لایعود ⑤ عن ابن مسعود قال صلیت مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند استفتاح الصلوة۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

شوافعؒ وحنابلہؒ کی دلیل: عن ابن عمر قال رایت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة یرفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع۔ اس مضمون کی حدیث حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں، حضرت ابوحمید الساعدی فی عشرۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ابوداؤد میں، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مسلم میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنن اربعہ میں، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ میں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ میں موجود ہے۔

جواب: اختلاف ثبوت میں نہیں بلکہ دوام وبقاء میں ہے جو ان احادیث سے ثابت نہیں۔ مذکورہ ترک رفع کے دلائل کے قرینہ سے یہ احادیث ابتداء پر محمول ہیں بعد میں رفع یدین متروک ہوگئی اور اس کی سنیت منسوخ ہوگئی۔ خصوصاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع کا ثبوت تین روایات سے اور بعض خلفاء راشدین حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما سے ترک رفع اس پر بہت قوی قرینہ ہے۔

نیز جیسے دیگر مختلف مقامات کی رفع یدین باتفاق ائمہ وجمہور علماء دوسری صحیح احادیث کی وجہ سے متروک ومنسوخ ہے اسی طرح مختلف فیہ رفع یدین بھی صحیح احادیث کی وجہ سے حنفیہ ومالکیہ کے ہاں متروک ومنسوخ ہے۔ واضح رہے سنیت منسوخ ہے جواز باقی ہے۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کی حدیث اگرچہ صحیحین میں مروی ہے مگر مضطرب ہے اور چھ وجوہ سے مروی ہے ① صرف تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر ہے ② تحریمہ اور بعد الرکوع رفع یدین کا ذکر ہے عند الرکوع رفع کا ذکر نہیں ہے ③ مواضع ثلاثہ کی رفع کا ذکر ہے ④ مواضع ثلاثہ کیساتھ بعد الرکعتین کی رفع کا ذکر بھی ہے ⑤ مواضع اربعہ کے ساتھ رفع السجود کا ذکر بھی ہے ⑥ فی کل خفض ورفع و رکوع و سجود و قیام وقعود و بین السجدتین کی رفع کا ذکر ہے۔ لہٰذا ایسی مضطرب حدیث کو مدار حکم بنانا مشکل ہے۔

③ **راجح کی وجہ ترجیح:۔** ترک رفع یدین راجح ہے اور اس کی متعدد وجوہ ہیں۔ ① اوفق بالقرآن ہے ② اسکنوا فی الصلوٰۃ قولی حدیث ہے جو فعلی سے راجح ہے ③ فعلی احادیث متعارض ہیں جبکہ قولی احادیث تعارض سے سالم ہیں ④ ترک رفع کے راوی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو لیلینی منکم اولو الاحلام والنھی کے تحت صف اول میں تھے جیسے حضرت عمر، علی، ابن مسعود رضی اللہ عنہم بخلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وہ صغار صحابہ میں سے ہیں ⑤ ترک کے راوی افقہ ہیں۔ (المسائل والدلائل ص ۲۶۶)

④ **نظر طحاوی کی وضاحت:۔** رکوع کے وقت تکبیر تحریمہ کی طرح رفع یدین ہونے کے متعلق ہم نے غور وخوض کیا کہ تکبیر رکوع وغیرہ کو کس کے ساتھ مشابہت ہے تو معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ صلب صلوٰۃ میں سے ہے اس کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی اور رکوع سے اٹھتے اور سجدے میں جاتے وقت تکبیر صلب صلوٰۃ میں سے نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور اس کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور تکبیر رکوع کو تکبیر بین السجدتین کے ساتھ مشابہت ہے، تو جس طرح تکبیر بین السجدتین کے وقت رفع یدین مشروع نہیں ہے اسی طرح تکبیر عند الرکوع میں بھی رفع یدین مشروع نہیں ہونا چاہیے۔

## السوال الثالث ۱۴۳۵ھ

**الشق الاول** ...... عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا سجد احدکم فلا یبرک کما یبرک البعیر ولکن یضع یدیه ثم رکبتیه۔ (ص ۱۸۰۔ حقانیہ)

سجدہ میں جانے کی کیفیت ائمہ کے اختلاف کی روشنی میں بیان کریں، ائمہ کے دلائل بھی تحریر کریں نیز نظر طحاوی کی وضاحت بھی کریں۔

Scanned with CamScanner

﴿خلاصہ سوال﴾ ... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) سجدہ میں جانے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل (۲) قول طحاوی کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ سجدہ میں جانے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ زمین پر رکھے پھر گھٹنوں کو۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں کو پھر ہاتھوں کو رکھیں گے اور اٹھتے وقت اس کا برعکس۔

امام مالک کی دلیل عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا سجد احدكم فلا يبرك كما يبرك البعير کہ اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھو اور اونٹ بیٹھتے وقت پہلے گھٹنے رکھتا ہے پھر ہاتھ، اس سے نہی آئی ہے۔

امام صاحبؒ کے دلائل: ① حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث رأيت رسول الله ﷺ اذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه ہے۔ ② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اذا سجد احدكم فليبدء ركبتيه قبل يديه۔ ③ طحاوی شریف میں حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ اور ابراہیم تیمی کا اثر ہے کہ آپ ﷺ رکبتین قبل یدین رکھتے تھے۔

امام مالک کی دلیل کے مختلف جوابات ہیں۔ ① حافظ ابن قیمؒ نے کہا کہ اس حدیث کا اول حصہ آخر حصہ کے خلاف ہے کیونکہ پہلے حصہ میں کہا گیا کہ اونٹ کے بیٹھنے کی مانند نہ بیٹھو اور دوسرے حصہ میں کہتے ہیں کہ ہاتھ پہلے رکھو اور یہی بعینہٖ بروک بعیر ہے لہٰذا اول حصہ ثانی کے معارض ہے لہٰذا قابل استدلال نہیں ② یہ بیان جواز کے لئے ایک مرتبہ کہا ③ مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ منسوخ ہے كنا نضع اليدين قبل الركبتين فامرنا بوضع الركبتين قبل اليدين ④ اصل میں یہاں بعض رواۃ سے الٹ ہو گئی ہے عبارت یوں تھی وليضع ركبتيه قبل يديه جیسا کہ طحاوی شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ⑤ یہ حدیث سنداً منقطع ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ⑥ بعض نے کہا کہ متن میں اضطراب ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ متن میں اضطراب یہ ہے کہ بعض حضرات وليضع ركبتيه قبل يديه اور بعض اس کا برعکس وليضع يديه قبل ركبتيه اور بعض وليضع يديه على ركبتيه نقل کر رہے ہیں ⑦ یہ حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں اور حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ زیادہ اثبت ہے۔ (خیر التوضیح ج ۱ ص ۵۳۶)

❷ قول طحاوی کی وضاحت:۔ ہمیں جن اعضاء سے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ کل سات اعضاء ہیں۔ قدمین، رکبتین، یدین، جبہہ۔ ان اعضاء کے اٹھانے اور رکھنے میں کیا ترتیب ہے؟ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدمین پہلے ہی سے زمین سے لگے رہتے ہیں اور پیشانی رکھنے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے بالاتفاق پیشانی سب سے آخر میں رکھی جاتی ہے یدین اور رکبتین کے اٹھانے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اولاً پیشانی اٹھائی جائے گی اس کے بعد دونوں ہاتھ اور پھر دونوں گھٹنے، البتہ یدین اور رکبتین کے رکھنے میں اختلاف ہے اور مذکورہ ساری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اعضاء سب سے آخر میں رکھے جاتے ہیں وہ سب سے پہلے اٹھائے جاتے ہیں لہٰذا یدین اور رکبتین میں بھی یہی ترتیب ہونی چاہیے کہ یدین بالاتفاق رکبتین سے پہلے اٹھائے جاتے ہیں لہٰذا رکھنے میں ان کو رکبتین کے بعد رکھنا چاہیے۔ اور یہی ہمارے ائمہ ثلاثہؒ کا قول ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج ۲ ص ۸۵)

**الشق الثانی** ..... عن سالم بن عبدالله عن ابيه قال كان رسول الله ﷺ يصلى على الراحلة قبل اى وجه توجه ويوتر عليها غيرانه لايصلى عليها المكتوبة۔ (ص ۲۸۴۔ حقانیہ)

فذهب قوم الى هذا وخالفهم فى ذلك سواری پر وتر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

اخرون کا مصداق تحریر کریں نیز مذکورہ مسئلہ کو امام طحاویؒ کی ذکر کردہ عقلی دلیل سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) سواری پر وتر پڑھنے میں ائمہ کے مذاہب مع الدلائل (۲) فسلهم قوم وخالفهم اٰخرون کا مصداق (۳) نظر طحاویؒ کی وضاحت۔

**جواب**..... ❶ سواری پر وتر پڑھنے میں ائمہ کے مذاہب مع الدلائل:۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، حسن بصریؒ، سالم بن عبداللہؒ وغیرہ کے نزدیک وتر کی نماز حالت سفر میں سواری پر اشارہ سے پڑھنا جائز ہے۔ اسلئے کہ وتر بھی نفل ہے اور نفل نماز سواری پر اشارہ سے پڑھنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، محمد بن حسن شیبانیؒ، محمد بن سیرینؒ، ابراہیم نخعیؒ، عروہ بن زبیرؒ کے نزدیک وتر کی نماز سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وتر کی نماز واجب ہے۔

قائلین جواز کی دلیل باب کی شروع کی روایات ہیں جن میں سواری پر وتر کی مشروعیت ثابت ہے اور جدھر سواری متوجہ ہو اُدھر اشارہ سے پڑھنا ثابت ہے اور اس مضمون کی روایات کو مصنفؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے چار سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ائمہ حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حنظلہ بن ابی سفیان نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے زمین پر وتر پڑھ کر فرمایا کہ حضور ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ نیز امام مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سواری پر نماز پڑھا کرتے تھے اور جب رات کا آخری حصہ ہو جاتا تو سواری سے اتر کر وتر ادا کیا کرتے تھے۔ پس ابن عمر رضی اللہ عنہ کی عملی روایات میں تعارض ہے اس لئے یہ حجت نہیں ہے۔ ائمہ حنفیہ کی دلیل میں امام طحاویؒ نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں اور واجب نماز سواری پر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج ۲ ص ۵۳۶)

❷ فسلهم قوم وخالفهم اٰخرون کا مصداق:۔ فذهب قوم کا مصداق ائمہ ثلاثہ وغیرہ ہیں اور خالفهم اٰخرون کا مصداق ائمہ حنفیہ وغیرہ ہیں جیسا کہ ابھی تفصیل میں گزرا ہے۔

❸ نظر طحاویؒ کی وضاحت:۔ متفق علیہ ضابطہ ہے کہ فرض نماز وہ ہے جس کو قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اُس کو حالت سفر میں سواری پر اشارہ سے پڑھنا جائز ہے اور نفل نماز وہ ہے جس کو قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھنا، اسی طرح حالت سفر میں سواری پر اشارہ سے پڑھنا جائز ہے، جب ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وتر نماز قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے اور جو نماز قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہ ہو اُس کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اس قاعدہ کی رُو سے وتر نماز سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے اور یہی ہمارے ائمہ ثلاثہؒ کا قول ہے۔

## ﴿الورقة الرابعة : طحاوی شریف﴾

### ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاوّل**.....عن ابی محذورة قال علمنی رسول الله ﷺ الاذان کما تؤذنون الآن الله اکبر الله اکبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد انّ محمد رسول الله اشهد انّ محمد رسول الله حیّ علی الصلوة حیّ علی الصلوة حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله۔ (ص ۹۰، ج ۱)

Scanned with CamScanner

کلمات اذان میں شہادتین کی ترجیع کے متعلق ائمہ کا اختلاف اور دلائل ذکر کریں۔ فذهب قوم الى الترجيع وتركه آخرون کا مصداق متعین کریں نیز اس مسئلہ کو امام طحاویؒ کی ذکر کردہ عقلی دلیل کی روشنی میں بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) شہادتین کی ترجیع میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۲) فذهب قوم الى الترجيع وتركه آخرون کا مصداق (۳) نظر طحاوی کی وضاحت۔

﴿جواب﴾ ...... ① شہادتین کی ترجیع میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، حسن بصریؒ، محمد ابن سیرینؒ اور اہل مدینہ کے نزدیک شہادتین میں ترجیع ہے اور یہی لوگ فذهب قوم الى الترجيع کا مصداق ہے۔

حنفیہؒ و حنابلہؒ کے نزدیک شہادتین میں ترجیع نہیں ہے، یہی لوگ وتركه آخرون کے مصداق ہیں۔

فریق اول کی دلیل حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں شہادتین کی ترجیع کی صراحت ہے۔

فریق ثانی کی دلیل یہ ہے کہ ملكٍ منزل من السماء نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جو اذان سکھائی اس میں شہادتین کی ترجیع نہیں ہے اور یہی اذان آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائی تھی۔

نیز آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بڑی بڑی مسجدوں کے جتنے بھی مؤذن تھے مثلاً حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وغیرہ اُن میں سے کسی کی اذان میں بھی ترجیع نہیں ہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ واقعہ کی تاویل یہ ہے کہ جس وقت آپ ﷺ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان سکھائی تھی اس وقت یہ خاص واقعہ پیش آیا تھا کہ انہوں نے مؤذنِ رسول کی نقل اتاری تھی، آپ ﷺ کے حکم سے اُن کو پکڑ کر خدمتِ نبوی ﷺ میں پیش کیا گیا تو انہیں دوبارہ نقل اتارنے کا حکم دیا گیا، تو انہوں نے ڈرتے ڈرتے، دبے دبے شہادتین کا تلفظ کیا کیونکہ اس وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے اُن کو بلند آواز میں شہادتین کے تلفظ کرنے کا حکم دیا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو شہادتین کی ترجیع ہے وہ ایک علت کے ساتھ معلول ہے۔ چونکہ یہی واقعہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنا تھا اس لئے انہوں نے اس واقعہ کو مستقل اپنی اذان کا حصہ بنالیا تھا کہ جب بھی وہ اذان دیتے تھے اس میں ترجیع کرتے تھے۔ پس ترجیع کا حکم عام نہیں ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج ۱ ص ۳۷۵)

② فذهب قوم الى الترجيع وتركه آخرون کا مصداق:۔ اسکی تفصیل ابھی اختلاف کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

③ نظر طحاوی کی وضاحت:۔ شہادتین کی ترجیع کے سلسلے میں دونوں طرح کی روایات واقوال موجود ہیں۔ ہم نے غور وخوض کیا کہ کونسا قول زیادہ صحیح ہے تو معلوم ہوا کہ اذان کے اندر جتنے بھی کلمات ہیں اُن میں سے کسی میں ترجیع نہیں ہے۔ صرف شہادتین کی ترجیع میں اختلاف ہے، اس میں بھی ایک قول ترجیع کا ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اور دوسرا قول عدم ترجیع ہے جس کیلئے اذان کے دیگر کلمات نظیر ہیں کہ اُن میں بالاجماع ترجیع نہیں ہے۔ پس اُن پر قیاس کرتے ہوئے شہادتین میں بھی ترجیع نہیں ہونی چاہیے۔

**الشق الثانی** ...... عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ كان يصلي العصر ثم يذهب الذاهب الى قباء فيأتيهم وهم يصلون وقال الآخر والشمس مرتفعة۔ (ص ۱۴۰ ـ حقانیہ)

عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟ اس سلسلہ میں ائمہ کے مذاہب تحریر کیجئے۔ عصر کا وقت مستحب کیا ہے؟

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ائمہ کے مذاہب نقل کیجئے۔ حضرات ائمہ کے دلائل تفصیل سے لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عصر کے وقت کے شروع وختم ہونے میں ائمہ کے مذاہب (۲) عصر کے مستحب وقت میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ..... ❶ عصر کے وقت کے شروع وختم ہونے میں ائمہ کے مذاہب:۔ جو اختلاف ظہر کے آخری وقت میں ہے وہی اختلاف عصر کی ابتداء میں ہے چنانچہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، صاحبینؒ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جب سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کی اس مسئلہ میں کئی روایتیں ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ ظہر کا وقت مثلین تک ہے جب سایہ دو مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے امام صاحبؒ کا مشہور قول یہی ہے۔ دوسری روایت امام صاحبؒ کی جمہور کے مطابق یعنی مثل اول پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ تیسری روایت امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ مثل اول پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے البتہ عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوگا مثلین کے درمیان وقت مہمل ہے یہ نہ ظہر کا وقت ہے اور نہ عصر کا۔

عصر کے انتہائی وقت کے بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عصر کا وقت غروب آفتاب سے ختم ہوتا ہے جبکہ بعض کے نزدیک عصر کا وقت مثلین تک رہتا ہے اور بعض کے نزدیک اصفرار شمس تک رہتا ہے۔

❷ عصر کے مستحب وقت میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام شافعیؒ کے نزدیک عصر کی نماز میں تعجیل افضل ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک بھی یہی ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں تغیر شمس سے پہلے پہلے تاخیر عصر افضل ہے۔

تاخیر عصر کے استحباب پر حنفیہ کی دلیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جو کہ ترمذی میں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر میں تاخیر کیا کرتے تھے۔ دوسری دلیل حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس سے تاخیر کا استحباب معلوم ہوتا ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بتاخیر صلوۃ العصر۔

تیسری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر ہے کہ وہ نماز عصر کو تاخیر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل یہی حدیث مذکورہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز جب پڑھتے تھے تو اس وقت سورج کی دھوپ آپ کے صحن میں ہوتی تھی اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ عصر کو جلدی پڑھا جائے۔

دوسری دلیل اسی مضمون کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورج کے بلند اور روشن ہونے کی حالت میں عصر کی نماز پڑھتے تھے جبکہ عصر پڑھ کر لوگ عوالی مدینہ میں چلے جاتے تھے اس وقت بھی سورج روشن اور بلند ہوتا تھا۔

اسی مضمون کی تیسری روایت حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد اونٹ ذبح کرنا گوشت بنانا پکانا اور کھانا مغرب سے پہلے ہوتا تھا یہ بھی تعجیل عصر پر دال ہے۔ اس حدیث کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ بیان جواز پر محمول ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ماہر طباخ مختصر وقت میں یہ سارے کام کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ گرمی کے زمانہ پر محمول ہے اور تیز رفتار آدمی اتنی مسافت اتنی دیر میں طے کر سکتا ہے۔

نیز اس حدیث میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ وہ پیدل ہی جاتے تھے ممکن ہے کہ وہ سواری پر جاتے ہوں۔

Scanned with CamScanner

پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ دیواروں کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے دیر تک دھوپ باقی رہتی تھی۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ دروازہ مغرب کی طرف تھا غروب تک دھوپ کا رہنا تعجیل عصر پر دلالت نہیں کرتا۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاول** ...... عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ انصرف من صلوة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ منكم معى احد انفًا فقال رجل نعم يا رسول الله فقال رسول الله ﷺ انى اقول مالى انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر به رسول الله ﷺ بالقراءة من الصلوات حين سمعوا ذلك منه. (ص۱۵۸۔حقانیہ)

قرات خلف الامام کے متعلق ائمہ کا کیا اختلاف ہے؟ ائمہ کے دلائل کی روشنی میں مسئلہ کی مکمل تفصیل تحریر کریں۔قرات خلف الامام کے عدم جواز پر امام طحاویؒ کی ذکر کردہ دلیل کو بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) قرات خلف الامام کے متعلق ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۲) نظرِ طحاوی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ **قرات خلف الامام کے متعلق ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** قرات خلف الامام کے متعلق چار مذاہب ہیں۔ ① امام مالکؒ کے نزدیک سری نماز میں مستحب اور جہری نماز میں مباح ہے۔ ② امام احمدؒ کے نزدیک سری نماز میں مستحب اور جہری نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔ ③ امام شافعیؒ، داؤد ظاہریؒ، اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک سری و جہری دونوں نمازوں میں قرات خلف الامام واجب ہے اور یہی لوگ **فذهب الى هذا الآثار قوم و اوجبوا بها القراءة خلف الامام الخ** کے مصداق ہے۔ چونکہ پہلے دونوں مذہب بھی فی الجملہ قرات کے قائل ہیں اس لئے وہ بھی اِن کے ساتھ شریک ہو کر یہ فریق اوّل ہیں۔ ④ امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، ابراہیم نخعیؒ، عامر شعبیؒ، حسن بن صالحؒ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، عبدالرحمٰن بن وہبؒ، اشہب مالکیؒ اور جمہور علماءؒ کے نزدیک قرات خلف الامام جائز نہیں ہے اور یہی لوگ **وخالفهم فى ذلك آخرون** کے مصداق ہیں۔

فریق اول کے دلائل: ① حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو آپ پر قرات دشوار ہوگئی، سلام کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ میرے پیچھے قرات کررہے تھے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کیا کرو بلکہ صرف سورۃ فاتحہ پڑھا کرو۔ ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ کامل نہیں ہوتی بلکہ وہ ناقص ہوتی ہے۔ ③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص رہتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابوسائب نے کہا کیا مقتدی کیلئے قرات جائز ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ اپنے دل میں آہستہ آہستہ پڑھا کرو۔

جوابات: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ اُن کی روایت کی سند میں تین راوی متکلم فیہ ہیں۔ محمد بن اسحاق، امام مکحولؒ، محمود بن ربیعؒ، اس لئے ان کی روایت قابلِ استدلال نہیں ہے۔ نیز اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے، کسی طریق میں مکحول عن محمود عن عبادہ، کسی میں مکحول عن نافع عن عبادہ، کسی میں مکحول عن نافع عن محمود عن عبادہ، کسی میں مکحول عن عبادہ، کسی میں مکحول عن نافع عن ابی نعیم عن عبادہ ہے۔ نیز متن میں بھی اضطراب ہے، چار قسم کے الفاظ کے ساتھ متن مروی ہے لہٰذا اتنے اضطرابات کی موجودگی میں یہ حدیث قابلِ استدلال نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کے کامل نہ ہونے میں دو احتمال ہیں۔ ① امام، مقتدی، منفرد سب کی نماز اس میں داخل ہے کہ کسی کی نماز بھی سورۃ فاتحہ کے بغیر کامل نہ ہوگی۔ ② امام و منفرد کی نماز مراد ہے یعنی وہ شخص جس کا کوئی امام نہ ہو خواہ وہ منفرد ہو یا خود امام ہو۔ اسکی نماز بلا کراہت درست نہیں ہو سکتی اور مقتدی کا چونکہ امام ہوتا ہے اور امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی ہے لہٰذا مقتدی کی نماز مراد نہیں ہے۔ پس جب اس حدیث میں دو احتمال پیدا ہو گئے تو شرعی دلیل کے بغیر کسی ایک احتمال کو ترجیح نہ ہوگی، چنانچہ ہم نے غور کیا تو ہمیں حدیث مل گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا **من كان له امام فقراءة الامام قراءة له**، لہٰذا اس حدیث سے بھی مقتدی کے لئے قراءت خلف الامام ثابت نہیں ہے۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بھی اسی مضمون کی روایت کی مگر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب امام کسی قوم کی امامت کرے تو اس امام کی قراءت قوم کے لئے کافی ہو جاتی ہے، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام نبوی میں مقتدی مستثنیٰ ہے۔ قراءت کرنا صرف امام و منفرد پر لازم ہے۔ اب دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے اور قیاس میں تعارض واقع ہوا، ترجیح کے لئے غور کیا تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے قیاس کے لئے سابقہ **من كان له امام الخ** والی دلیل مل گئی۔ پس اس دلیل کی وجہ سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی رائے راجح ہوگی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے مرجوح ہوگی۔

فریق ثانی کے دلائل: ① آیت کریمہ **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون** ہے اس آیت میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خوب توجہ کے ساتھ سنو اور خاموشی اختیار کرو اسلئے امام کے پیچھے قراءت جائز نہیں ہے۔ ② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھے خلجان میں ڈالتے ہو؟ معلوم ہوا کہ قراءت خلف الامام جائز نہیں ہے۔ ③ آپ ﷺ نے فرمایا **من كان له امام فقراءة الامام قراءة له** اس حدیث میں واضح طور پر آپ ﷺ نے امام کی قراءت کو مقتدیوں کے لئے کافی قرار دیا۔

❷ نظر طحاوی کی وضاحت:۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ جب امام رکوع کی حالت میں ہو اور کوئی نماز میں شامل ہونے والا شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہو جائے اور قراءت نہ کرے تو آنے والے شخص کے حق میں یہ رکعت صحیح ہے۔ اس رکعت کا صحیح ہونا اور اس سے قراءت کا ساقط ہونا دو احتمال رکھتا ہے۔ ① رکعت کے فوت ہونے کے خوف سے اور ضرورت کی بناء پر قراءت ساقط ہوگئی۔ ② امام کے پیچھے قراءت لازم ہی نہیں ہے۔ دونوں احتمالوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لئے ہم نے جب تلاش کی تو معلوم ہوا کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امام رکوع کی حالت میں ہو تو آنے والا بحالت قیام تکبیر تحریمہ کے بغیر رکوع میں چلا جائے تو اس کی نماز نہیں ہوتی ہے نہ وہ رکعت ہوتی ہے حالانکہ قیام اور تکبیر کو رکعت کے فوت ہونے کے خوف اور ضرورت کی وجہ سے اس نے ترک کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ اور قیام بحالت ضرورت اور غیر ضرورت دونوں صورتوں میں لازم ہیں اور یہ نماز کے فرائض میں سے ہیں جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اگر قراءت کرنا بھی دیگر فرائض کی طرح امام کے پیچھے لازم ہوتا تو کسی بھی حالت میں اس کو ترک کرنے کی اجازت نہ ہوتی معلوم ہوا کہ اس کا حکم فرائض کے علاوہ ہے اور یہ مقتدی پر لازم نہ ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج۱ ص۲۰۰)

**الشق الثانی** ...... **عن نافع عن ابن عمر ان رجلا سأل النبی ﷺ عن صلوة اللیل فقال مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فصل رکعة توتر لك صلوتك.** (ص۱۹۶۔ حقانیہ)

وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے

Scanned with CamScanner

کریں، وتر کی رکعت کی تعداد کو ائمہ کے اقوال و دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ نیز ایک رکعت وتر والی احادیث کا جواب بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) وتر کا حکم مع الدلائل (۲) وتر کی رکعت کی تعداد میں اختلاف مع الدلائل (۳) ایک رکعت وتر والی احادیث کا جواب۔

جواب ...... ❶ **وتر کا حکم مع الدلائل:۔** امام ابوحنیفہؒ کے ہاں وتر واجب ہیں، ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ کے ہاں وتر سنت ہیں۔

وجوب کے دلائل: ① عن خارجة بن حذيفة قال قال النبى ﷺ ان الله امدكم بصلوة هي خيرلكم من حمرالنعم (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)۔ مزید مزید علیہ کی جنس سے ہوتی ہے، مزید علیہ فرض نماز ہے جو محدود ہے زیادتی محدود میں ہوتی ہے نوافل مراد نہیں کیونکہ وہ محدود نہیں، چونکہ دلیل ظنی ہے اسلئے وتر واجب ہے ورنہ فرض ہوتے ② عن ابى ايوب قال قال النبى ﷺ الوتر حق واجب على كل مسلم (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) یہ حدیث وجوب پر نص ہے ③ عن ابى بريده قال قال رسول الله الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا (ابوداؤد) وتروں کے ترک پر وعید وجوب کی دلیل ہے ④ عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ من لم يوتر فليس منا (مسند احمد) ⑤ عن ابى سعيد الخدرى ان النبى ﷺ قال اوتروا قبل ان تصبحوا (مسلم) اس میں امر کا صیغہ مستعمل ہے، مطلق امر وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ ⑥ حسن بصریؒ و امام طحاویؒ نے وتر کے واجب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے نیز دیگر ائمہ کے نزدیک وتر سنت ہونے کے باوجود انکا ترک جائز نہیں ہے۔

دلائلِ عدم وجوب: ① عن على قال الوتر ليس بحتم كصلوتكم المكتوبة ولكن سن رسول الله ﷺ قال ان الله وتر يحب الوتر فاوتروا يااهل القرآن. (ترمذی)

امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس میں وجوب کی نہیں بلکہ فرضیت کی نفی ہے اور كصلوتكم المكتوبة کے الفاظ اس پر دال ہیں چنانچہ ہم بھی صلواتِ خمسہ کی طرح انکی فرضیت کے قائل نہیں اور اسکے منکر کو کافر نہیں کہتے۔

② عن طلحة بن عبيدالله مرفوعا خمس صلوات كتبهن الله عليك قال هل علىّ غيرهن قال لاالا ان تطوع (بخاری، مسلم) ③ عن جابر مرفوعا ان الله فرض عليكم خمس صلوات فى اليوم والليلة (بخاری، مسلم)

④ عن جابر مرفوعا خشيت ان يكتب عليكم الوتر. (صحیح ابن حبان)

امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ وتر عشاء کے تابع ہیں اس لئے ان کو مستقل شمار نہیں کیا گیا۔ نیز پانچ کا عدد فرض نمازوں کیلئے ہے اور وتر فرض نہیں بلکہ واجب ہیں۔ نیز پہلی حدیث وجوب سے پہلے کا واقعہ ہے۔

❷ **وتر کی رکعت کی تعداد میں اختلاف:۔** امام ابوحنیفہؒ و صاحبینؒ کے ہاں نماز وتر تین رکعت دو تشہد اور ایک سلام کیساتھ ہے ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں ایک رکعت سے گیارہ رکعت تک درست ہے البتہ تین رکعت دو سلام کے ساتھ افضل ہے۔

حنفیہ کے دلائل: ① عن ابى بن كعب كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث يقرء فى الاولى بسبح اسم ربك الاعلى وفى الثانية بقل ياايها الكفرون وفى الثالثة بقل هوالله احد ولا يسلم الّا فى آخرهن. (نسائی) ② عن عائشة ان رسول الله ﷺ كان لايسلم فى ركعتى الوتر (نسائی) ③ عن عائشة كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث لايسلم الافى آخرهن (الحاکم) ④ عن عائشة مرفوعا ثم اوتر بثلاث لايفصل بينهن (مسند احمد) ⑤ عن ابى عباس مرفوعا ثم اوتر بثلاث. (مسلم)

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ائمہ ثلاثہ کے دلائل (۱) عن ابن عمر كان النبي ﷺ يصلي من الليل مثنى مثنى ويوتر بواحدة (متفق علیہ) (۲) عن ابن عمر مرفوعا الوتر ركعة من آخر الليل (مسلم) (۳) قيل لابن عباس هل لك في أمير المؤمنين معاوية ما أوتر إلا بواحدة قال أصاب إنه فقيه وفي رواية دعه فإنه قد صحب النبي ﷺ (بخاری)

❸ ایک رکعت وتر والی احادیث کا جواب۔ ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ ایک رکعت ماقبل والے شفع کے ساتھ مل کر وتر بنتی تھی جس پر قرینہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع حدیث ہے کہ رات کو دو دو رکعت پڑھو صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت ملا کر دو گانے کے ساتھ اسکو وتر بنا دے گا کیونکہ صرف ایک رکعت اکیلا پڑھنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔

**فائدہ** وتر کا اطلاق صلوٰۃ اللیل اور وتر اصطلاحی دونوں پر ہوتا ہے۔ (الدلیل واحد الاول ص ۳۲۱)

# السوال الثالث ۱۴۳٦ھ

**الشق الاول** ...... **عن علقمة والاسود انهما دخلا على عبدالله فقال اصلى هؤلاء خلفكم فقالا نعم فقام بينهما وجعل احدهما عن يمينه والاخر عن شماله ثم ركعنا فوضعنا ايدينا على ركبنا فضرب ايدينا فطبق ثم طبق بيديه فجعلهما بين فخذيه فلما صلى قال هكذا فعل النبي ﷺ.** (ص ۱۲۵ ۔ حقانیہ)

دو مقتدیوں کی موجودگی میں امام کہاں کھڑا ہوگا؟ ائمہ کے مذاہب و دلائل تحریر کریں نیز اس مسئلہ کو امام طحاوی کی ذکر کردہ عقلی دلیل سے ثابت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں دو امور توجہ طلب ہیں (۱) دو مقتدیوں کی موجودگی میں امام کے کھڑا ہونے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل (۲) نظر طحاوی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ دو مقتدیوں کی موجودگی میں امام کے کھڑا ہونے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل:۔ اگر مقتدی ایک ہو تو جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہوگا اور اگر دو سے زائد مقتدی ہوں تو وہ بالاتفاق امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے اور اگر دو مقتدی ہوں تو امام کہاں پر کھڑا ہوگا؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ، ابراہیم نخعیؒ، علقمہؒ اور اسود بن یزیدؒ کے نزدیک وہ دونوں مقتدیوں کے درمیان میں کھڑا ہوگا جبکہ ائمہ اربعہؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک امام کا آگے الگ کھڑا ہونا مسنون ہے۔ فریق اول کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اور ان کا عمل ہے کہ انہوں نے حضرت علقمہؒ اور حضرت اسود بن یزیدؒ کو دائیں بائیں کھڑا کر کے خود درمیان میں کھڑا ہو کر امامت کروائی۔ جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جگہ تنگ ہونے یا کسی خاص عذر کی وجہ سے یہ کیا ہو اور آپ ﷺ بھی کسی خاص عذر یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایسا کیا کرتے تھے، نہ اس لئے کہ یہی سنت ہے اور جگہ تنگ ہونے کی صورت میں ہمارے نزدیک بھی امام درمیان میں کھڑا ہو سکتا ہے۔

جمہور کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میری دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی تو آپ ﷺ نے کھانا تناول فرما کر باجماعت نماز ادا فرمائی اور میں اور ضمیرہ بن ابی ضمیرہ دونوں حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ مقتدی جب دو ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا مسنون ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج ۲ ص ۲۳٦)

❷ نظر طحاویؒ کی وضاحت:۔ اکیلے مقتدی اور دو سے زائد مقتدی ہونے کی صورت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، مقتدی دو ہونے کی صورت میں اختلاف ہے تو بعض لوگوں نے ان پر واحد کا حکم لگایا اور بعض نے جمع کا حکم لگا کر ان کو پیچھے کھڑے ہونے

Scanned with CamScanner

تو ہم نے ترجیح دینے کے لئے وجہ ترجیح تلاش کی تو ہمیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت مل گئی کہ حضور ﷺ نے دو کو جماعت کا حکم دیا ہے جب دو مقتدی جماعت کے حکم میں ہیں تو اُن پر جماعت (تین یا تین سے زائد افراد) والا حکم جاری ہوگا اور دو افراد کا بھی پیچھے کھڑا ہونا مسنون ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسائل میراث کو بیان کرتے ہوئے ہر جگہ دو کو تین اور جماعت والا ہی حکم دیا ہے چنانچہ اخیافی بھائی ایک ہو تو اُس کے لئے سدس اور دو ہوں یا دو سے زائد ہوں تو اُن کے لئے ثلث مقرر فرمایا اسی طرح ایک لڑکی کے لئے نصف اور دو یا دو سے زائد کے لئے دو ثلث مقرر فرمائے۔ پس معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ میں دو کو بھی تین اور جماعت والا حکم حاصل ہے پس باب الامامۃ میں بھی دو کو تین والا حکم حاصل ہوگا اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

**الشق الثانی** ...... **عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ ركب فرسًا فصرع عنه فجحش شقه الايمن فصلى صلوٰة من الصلوات وهو قاعد وصلينا وراءه قعودا فلما انصرف قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا صلى قائما فصلوا قياما واذا صلى جالسًا فصلوا جلوسا اجمعين.** (ص۲۷۱۔حقانیہ)

اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کی نماز پڑھنے کی کیفیت تحریر کریں، ائمہ دلائل ذکر کریں نیز مذہب راجح کی وجہ ترجیح اور مخالفین کے شبہات کا جواب بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) امام قاعد کے پیچھے مقتدی کی نماز کی کیفیت (۲) ائمہ کے دلائل (۳) راجح کی ترجیح اور مخالفین کے شبہات کا جواب۔

**جواب** ...... ① **امام قاعد کے پیچھے مقتدی کی نماز کی کیفیت:۔** اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ امام اور منفرد کیلئے بغیر عذر کے فرض نماز قاعداً ادا کرنا درست نہیں اور ایسا کرنے کی صورت میں اُنکی نماز نہ ہوگی البتہ اگر امام عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز ادا کر رہا ہو تو مقتدیوں کی اقتداء اور اسکے طریقہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس بارے میں تین قول مشہور ہیں۔

① امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ امام قاعد کی اقتداء کسی بھی حال میں جائز نہیں نہ بیٹھ کر اور نہ کھڑے ہو کر البتہ اگر مقتدی بھی معذور ہوں اور کھڑے نہ ہو سکتے ہوں تو وہ ایسے امام کی اقتداء کر سکتے ہیں یہی مسلک امام محمد کی طرف بھی منسوب ہے پھر امام محمد ابن القاسم اور اکثر مالکیہ نے تو مقتدیوں کی معذوری کی صورت میں بھی اقتداء بالمریض القاعد کو مکروہ کہا ہے بلکہ بعض مالکیہ تو اس کے بھی عدم جواز کے قائل ہیں اور امام مالک حدیث باب کے واقعہ کو منسوخ مانتے ہیں ② امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاقؒ اور ظاہریہ کا ہے ان کے نزدیک اگر امام مریض ہو اور بیٹھ کر امامت کرے تو اس کی اقتداء جائز ہے لیکن مقتدیوں کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں ③ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ، سفیان ثوریؒ، ابوثورؒ اور امام بخاریؒ کا ہے ان حضرات کے نزدیک امام قاعد کے پیچھے اقتداء درست ہے لیکن غیر معذور مقتدیوں کا ایسی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے بیٹھ کر اقتداء درست نہیں امام حازمیؒ نے اس کو اکثر اہل علم کا مسلک قرار دیا ہے۔

② **ائمہ کے دلائل:۔** امام مالکؒ امام شعبیؒ کی مرفوع روایت سے استدلال کرتے ہیں جو مرسلاً مروی ہے **لايؤمن رجل بعدي جالسا** لیکن جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مدار جابر جعفی پر ہے جو متفق علیہ طور پر ضعیف ہے امام دار قطنی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں **لم يروه غير جابر الجعفي عن الشعبي وهو متروك والحديث مرسل لاتقوم به**

Maktaba Tul Ishaat.com

امام احمدؒ وغیرہ کا استدلال حدیث باب سے ہے جس میں
حجۃ لہٰذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔
صرف آپ ﷺ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھائی بلکہ دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا کہ واذا صلی قاعدا فصلوا قعودا اجمعون

جمہور کی طرف سے پہلا جواب یہ ہے کہ مرض الوفات کے واقعہ سے یہ حدیث منسوخ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت نوافل سے متعلق ہے فرض نماز کے متعلق نہیں چنانچہ نفل نماز میں یہ ہوسکتا ہے کہ مقتدی بھی امام قاعد کی اقتداء بیٹھ کر کرے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں نماز کے فرض ہونے کی تصریح ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رکب رسول الله ﷺ فرسا بالمدينة فصرعه على جذم نخلة فانفكت قدمه فاتيناه نعوده فوجدناه فى مشربة لعائشة يسبح جالسا قال فقمنا خلفه فسكت عنا ثم اتيناه مرة اخرى نعوده فصلى المكتوبة جالسا فقمنا خلفه فاشار الينا فقعد ناقال فلما قضى الصلوة قال اذا صلى الامام جالسا فصلوا جلوسا الخ اس طرح تصریح ہوگئی کہ آپ کی دوسری نماز فرض تھی۔

حنفیہ وشافعیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کی تو اگرچہ فرض نماز تھی لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں بطور نفل شریک ہوئے تھے جسکی دلیل یہ ہے کہ سقوط عن الفرس کے واقعہ میں آنحضرت ﷺ کئی روز تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مقیم رہے اور مسجد میں نہ آسکے اور یہ بات بعید ہے کہ ان تمام ایام میں مسجد نبوی جماعت سے خالی رہی ہو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ اتنا وسیع بھی نہ تھا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں آنحضرت ﷺ کے پیچھے اقتداء کرتے، اسلئے ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں اپنے وقت سے باجماعت نماز پڑھنے کے بعد آنحضرت ﷺ کی عیادت کیلئے حاضر ہوئے تھے اور جب آپ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کی اقتداء کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے بطور نفل آپ ﷺ کیساتھ شریک ہوگئے۔

امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کا استدلال آیت قرآنی وقوموا الله قنتين سے ہے جس میں قیام کو مطلقاً فرض صلوۃ قرار دیا گیا ہے اس سے معذور لوگ بحکم لايكلف الله نفسا الا وسعها مستثنیٰ ہونگے لیکن غیر معذور کو مستثنیٰ کرنے کی کوئی وجہ نہیں، پھر احادیث بھی جمہور کی دلیل ہیں جن میں قادر علی القیام کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں كان بى الناصور فسالت النبى ﷺ فقال صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلى جنب پھر جمہور کی ایک اہم دلیل آنحضرت ﷺ کے مرض وفات کا واقعہ ہے جس میں آپ ﷺ نے بیٹھ کر امامت فرمائی اور یہ واقعہ سابقہ تمام احادیث کے لئے ناسخ ہے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۱۳۱)

❸ **راجح کی ترجیح اور مخالفین کے شبہات کا جواب:-** حنابلہ کی طرف سے اس مرض وفات کے واقعہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بیٹھ کر امامت فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہوکر اقتداء کی اور آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا لو استقبلت من امرى ما استدبرت ما صليت الا قعودا بصلوة امامكم ما كان يصلى قائما فصلوا قياما وان صلى قاعدا فصلوا قعودا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی آخری رائے یہی تھی کہ ایسی صورت میں مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں کہ یہ مرض وفات ہی کا واقعہ ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی

Scanned with CamScanner

سقوط من الفرس ہی کے واقعہ سے متعلق ہے اس لئے کہ اس واقعہ میں آپ ﷺ ... بیٹھ کر
علم ہے اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ شروع میں آپ ﷺ نے بیٹھ کر اقتداء کا حکم ...
کرانے کی ہو پھر بعد میں آپ ﷺ کی رائے بدلی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام ...
وفات کے واقعہ نے اسے منسوخ کردیا پھر یہ روایت مرسل ہے اور عطاء بن ابی رباح کی مراسیل ...
مرسل ضعیف بھی جاتی ہیں چنانچہ ان دونوں حضرات کی مراسیل کے بارے میں مشہور ہے **لیس فی المرسلات أضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابی رباح** نیز یہ ممکن ہے کہ عطاء کی اس روایت میں کسی راوی کو مغالطہ ہوگیا ہو اور اس نے واقعہ سقوط من الفرس اور واقعہ مرض وفات کو باہم مشاکلت کی وجہ سے خلط کرکے روایت کردیا ہو۔

دلیل دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں **اذا صلی الامام جالسًا فصلوا جلوسا واذا صلی قائمًا فصلوا قیامًا** کے حکم کے ساتھ یہ تصریح بھی موجود ہے **ولا تفعلوا کما یفعل اهل فارس بعظمائها** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کے بیٹھ کر اقتداء کرنے کی علت اہل فارس کے تشبہ سے بچنا ہے اور یہ علت اب بھی باقی ہے اس لئے اس حکم کے منسوخ ہونے کا کیا سوال ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب شاہ ولی اللہ نے دیا ہے کہ دراصل ابتداء میں جب لوگ اسلامی طرز زندگی کے پورے عادی نہیں ہوئے تھے اور ان کے اذہان میں اسلامی عقائد و اسلامی معاشرت کی پختگی پیدا نہیں ہوئی تھی اس وقت غیر مسلموں کے ساتھ معمولی مشابہت سے بھی منع کیا گیا تھا اور جب ان کے اذہان میں اسلامی عقائد و اسلامی معاشرت کا رسوخ ہوگیا تو پھر اس کی ضرورت نہ رہی چنانچہ مرض وفات کے واقعہ نے اسے منسوخ کردیا۔ (ایضاً)

# ﴿الورقة الرابعة : طحاوی شریف﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاوّل** ...... **عن علقمة والاسود انهما دخلا على عبد اللهؓ فقال اصلى هؤلاء خلفكم فقالا نعم فقام بينهما وجعل احدهما عن يمينه والآخر عن شماله ثم ركعنا فوضعنا ايدينا على ركبنا فضرب ايدينا ثم طبق بيديه فجعلهما بين فخذيه فلما صلى قال هكذا فعل النبى ﷺ.** (ص ۱۶۵۔ حقانیہ)

رکوع کا وظیفہ تطبیق ہے یا گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا ہے۔ امام طحاوی کے طرز پر مسئلہ کو واضح کریں۔ **فذهب قوم وخالفهم فى ذلك آخرون** کا مصداق تحریر کریں۔ نیز اگر تطبیق منسوخ ہے تو پھر حضرت ابن مسعود ؓ پر تطبیق کے مخفی رہنے کی وجہ تحریر کریں۔

**﴿خلاصۂ سوال﴾** ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) رکوع کا وظیفہ مع الاختلاف والدلائل (۲) **فذهب قوم وخالفهم فى ذلك آخرون** کا مصداق (۳) حضرت ابن مسعود ؓ پر نسخِ تطبیق کے مخفی رہنے کی وجہ۔

**جواب** ...... ❶ **رکوع کا وظیفہ مع الاختلاف والدلائل:۔** حضرت عبد اللہ بن مسعود، اسود بن یزید ؓ، علقمہ اور ابراہیم نخعی وغیرہ کے نزدیک یہ تطبیق مسنون ہے، یہی لوگ کتاب میں **فذهب قوم** کے مصداق ہیں۔ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک یہ تطبیق مسنون نہیں ہے بلکہ مسنون یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قدرے کشادہ کرکے گھٹنوں پر رکھ دیا جائے اور

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

وخالفھم فی ذلک اٰخرون" کے مصداق ہیں۔ ایسا معلوم ہو کہ جیسے گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہے، یہی لوگ کتاب کے اندر "وخالفھم فی ذلک اٰخرون" کے مصداق ہیں۔

فریق اول کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تین سندوں کیساتھ مروی دو روایات ہیں جن سے تطبیق کی شروعیت ثابت ہوتی ہے۔

فریق ثانی کی پہلی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تطبیق نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھتے تھے اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہے۔ اس مضمون کی حدیث امام طحاوی نے پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چھ اسناد سے نقل کی ہے اور یہ روایات تو اتر سند کے ساتھ ثابت ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جب روایات میں تعارض ہے یعنی بعض سے تطبیق کا جواز اور بعض سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے تو ہم نے نسخ کو جاننے کیلئے جستجو کی تو ہمیں حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت مل گئی وہ فرماتے ہیں کہ شروع اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکوع میں تطبیق کیا کرتے تھے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی اس روایت سے معلوم ہوا کہ تطبیق والی روایات منسوخ ہیں۔

تیسری دلیل (نظر طحاوی) کا ماحصل یہ ہے کہ تطبیق کے اندر دونوں ہاتھوں کو ملا کر رکھنا پایا جاتا ہے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کی صورت میں دونوں ہاتھوں کو دور دور رکھنا پایا جاتا ہے اور ہم نے نماز کے اندر ارکان صلوٰۃ کی ہیئت کے سلسلہ میں غور کر کے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارکان صلوٰۃ میں اپنے اعضاء کو کس ہیئت پر رکھا کرتے تھے تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود کے اندر اعضاء کے درمیان تجافی اور تفریق اختیار کرتے تھے اور تمام علماء کا اس طرح اعضاء کا کشادہ اور دور دور رکھنے پر اجماع ہے۔

نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو ثبوت تطبیق کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی کو حکم دیا گیا اپنے قدمین کے درمیان مراوحہ کریں یعنی دونوں قدموں کو قدرے فاصلہ پر رکھ کر تھوڑی دیر ایک ایک قدم پر ٹیک لگا کر آرام کیا جائے اور دونوں قدموں کو دور رکھنے کی صورت میں تطبیق ممکن نہیں ہے بلکہ تفریق لازم آتی ہے اور اس طرح بعض اعضاء کو بعض سے تجافی اور دور دور رکھنا بالاتفاق جائز اور اولیٰ ہے اور رکوع کے بارے میں الصاق اور تفریق کے سلسلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے لہٰذا مسئلہ اختلافی کو مسئلہ اجماعیہ پر قیاس کرنا لازم ہوگا کہ جس طرح دیگر ارکان کے اندر تطبیق درست نہیں ہے بلکہ تجافی اور تفریق لازم ہے اسی طرح رکوع میں بھی تفریق لازم ہوگی یعنی دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے اور یہی مطلوب اور مسنون ہوگا۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو پہلوؤں سے اس طرح دور رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل کی سفیدی نظر آجاتی تھی تو جس طرح سجدے کی حالت میں مبالغہ کے ساتھ اعضاء کو دور دور رکھنا ثابت ہے اسی طرح رکوع میں بھی اپنے اعضاء کو دور دور رکھنا فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضا اور دلالت سے ثابت ہے۔ لہٰذا تطبیق درست نہیں ہوگی بلکہ دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا لازم و ثابت ہوگا۔

❷ **فذهب قوم وخالفهم في ذلك اٰخرون کا مصداق:** اس کی وضاحت اختلاف کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

❸ **حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر نسخ تطبیق کے مخفی رہنے کی وجہ:** شاید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تطبیق کو عزیمت کہتے ہوں۔ کیونکہ تطبیق میں عاجزی اور ذلت کا اظہار ہوتا ہے اور ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنے کا جو طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس کو شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ اباحت اور جواز پر محمول کرتے ہوں گے اور ان کو تطبیق کے نسخ کی قولی روایت نہ پہنچی ہوگی۔ (بذل المجہود بحوالہ اکمال)

**الشق الثاني** ...... عن ابن عباس قال صلى بنا رسول الله ﷺ الظهر والعصر جميعًا والمغرب والعشاء جميعًا عن غير خوف ولا سفر. (ص ۱۹۰ حقانیہ)

جمع بین الصلوتین کے بارے میں علماء کے مذاہب مع الدلائل

Scanned with CamScanner

تحریر کریں۔ راجح کی وجہ ترجیح بیان کریں۔ جمع بین الصلوٰتین حقیقی کے عدم جواز پر امام طحاویؒ کی ذکر کردہ عقلی دلیل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) جمع بین الصلوٰتین میں ائمہ کے مذاہب و دلائل (۲) راجح کی ترجیح (۳) نظر طحاوی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ جمع بین الصلوٰتین میں ائمہ کے مذاہب و دلائل:۔ اس پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ بغیر کسی شرعی عذر کے جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں البتہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک عذر کی صورت میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے۔

پھر عذر کی تفصیل میں یہ اختلاف ہے کہ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک سفر اور مطر عذر ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک مرض بھی عذر ہے پھر سفر میں بھی امام شافعیؒ پوری مقدار سفر کو عذر قرار دیتے ہیں جبکہ امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ جمع بین الصلوٰتین صرف اس وقت جائز ہوگی جب مسافر حالت سیر میں ہو اور اگر کہیں ٹھہر گیا خواہ ایک ہی دن کیلئے تو وہاں جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں بلکہ امام مالکؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ مطلق حالت سیر بھی کافی نہیں بلکہ جب کسی وجہ سے تیز رفتاری ضروری ہو تب جمع بین الصلوٰتین جائز ہوگی ورنہ نہیں۔

پھر ان سب حضرات کے نزدیک جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ عذر کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کا بھی کوئی اعتبار نہیں البتہ جمع صوری جائز ہے جسے جمع فعلی بھی کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہوگی کہ ظہر کی نماز بالکل آخر وقت میں اور عصر کی نماز بالکل شروع وقت میں ادا کی جائے اس طرح دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ہونگی البتہ ایک ساتھ ہونے کی بناء پر صورۃً اسے جمع بین الصلوٰتین کہہ دیا گیا ہے۔

استدلال ائمہ ثلاثہ: ائمہ ثلاثہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کے درمیان جمع فرمایا اس مفہوم کی روایات تقریباً تمام صحاح میں موجود ہیں نیز ابوداؤد وغیرہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے جس سے جمع تقدیم کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

دلائل حنفیہ: ① قولہ تعالیٰ **ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتٰبا موقوتا** (سورۂ نساء)۔ **وقولہ تعالیٰ فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون**۔ (سورۂ ماعون)۔ **وقولہ تعالیٰ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ** (سورۂ بقرہ)۔ ان تمام آیات میں یہ بات واضح ہے کہ نماز کے اوقات مقرر ہیں اور ان کی محافظت واجب ہے اور ان اوقات کی خلاف ورزی باعث عذاب ہے ظاہر ہے کہ یہ آیات قطعی الثبوت والدلالۃ ہیں اور اخبار آحاد ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں بالخصوص جبکہ اخبار آحاد میں توجیہ کی گنجائش بھی موجود ہو ② بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے **قال ما رأیت النبی ﷺ صلّی صلوۃ لغیر میقاتہا الا صلوتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتہا** (الحدیث) ③ اصحاب سنن نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مروی ہے **لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ بان یؤخر صلوۃ الی وقت اخری** ④ اوقات صلوٰۃ کی تحدید تواتر سے ثابت ہے اور اخبار آحاد کے ذریعہ ان میں تغیر نہیں ہوسکتا۔

ائمہ ثلاثہ کے مستدلات کا جواب: یہ ہے کہ جمع بین الصلوٰتین کے وہ تمام واقعات جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں ان میں جمع حقیقی مراد نہیں بلکہ جمع صوری مراد ہے اور جمع صوری مراد ہونے پر مندرجہ ذیل دلائل شاہد ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

① صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السیر یؤخر صلوۃ المغرب حتی یجمع بینھا وبین العشاء قال سالم وکان عبداللہ بن عمر یفعلہ اذا اعجلہ السیر یقیم المغرب یصلیھا ثلاثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء الخ، اس میں صراحت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مغرب سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر انتظار فرماتے تھے اور اسکے بعد نماز عشاء پڑھتے تھے اس انتظار کا کوئی محمل نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ وہ وقت عشاء کے دخول کا تیقن چاہتے تھے خود حافظ ابن حجرؒ نے بھی اعتراف کیا ہے کہ اس میں جمع صوری پر دلیل ملتی ہے۔

② اس سے زیادہ صریح روایت ابوداؤد میں نافع عن عبداللہ بن واقد کے طریق سے مروی ہے ان مؤذن ابن عمر قال الصلوۃ قال سِرْ سِرْ حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ کان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی صنعت، امام ابوداؤدؒ نے اس پر سکوت کیا ہے بلکہ اس کا ایک متابع بھی ساتھ ہی ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں عبداللہ بن العلاء عن نافع قال حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل مجمع بینھما، نیز امام دار قطنیؒ نے بھی اپنی سنن میں یہ روایت متعدد طرق سے نقل کی ہے اور سکوت کیا ہے ③ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا قلت یا ابا الشعثاء اظنہ اخر الظھر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء قال وانا اظن ذلک، اس روایت میں حدیث کے دو راویوں کا گمان حنفیہ کے عین مطابق ہے یہ تمام روایات جمع صوری پر بالکل صریح ہیں

④ بعض صورتوں میں قائلین جمع حقیقی بھی جمع کو جمع صوری پر ہی محمول کرنے پر مجبور ہیں مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث باب قال جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء بالمدینۃ من غیر خوف ولا مطر، ائمہ دوسرے ائمہ بھی جمع فعلی مراد لینے پر مجبور ہیں صرف امام احمدؒ نے اسے حالت مرض پر محمول فرمایا ہے لیکن یہ بات بھی بہت بعید ہے کہ ساری کی ساری آبادی اس وقت بیمار ہوگئی ہو نیز جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس جمع سے آپ کا مقصد کیا ہے تو انہوں نے صرف اتنا فرمایا ان لا تحرج امتہ اگر اس کا سبب مرض ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اسے ضرور بیان فرماتے اسی لئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اعتراف کیا ہے کہ اس روایت میں جمع صوری مراد لینا بہتر ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ حدیث باب کی توجیہ کا اسکے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں اور جب اس روایت میں جمع صوری مراد لی جائیگی تو دوسری روایات کو بھی لامحالہ جمع صوری پر ہی محمول کیا جائیگا۔

⑤ اگر جمع سے جمع صوری مراد لی جائے تو تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے اس کے برخلاف اگر جمع حقیقی مراد لی جائے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث باب اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ماصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ لغیر میقاتھا کو بالکل چھوڑنا پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہی توجیہ راجح ہوگی جس میں تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

⑥ علامہ عثمانی نے فتح الملہم میں جمع صوری مراد ہونے پر ایک بہت لطیف وجہ بیان فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں جہاں کہیں جمع بین الصلوتین کا ذکر آیا ہے وہاں جمع بین الظھر والعصر ہوا ہے یا جمع بین المغرب والعشاء، انکے علاوہ کسی بھی دو نمازوں میں جمع ثابت ہے اور نہ کوئی اسکے جواز کا قائل ہے چنانچہ ائمہ ثلاثہ بھی انہی دو نمازوں کے درمیان جمع کے قائل ہیں فجر اور ظہر یا عصر اور مغرب یا عشاء اور فجر کے درمیان جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں اور نہ ہی کسی روایت سے ثابت ہے اب اگر جمع حقیقی مراد لی جائے تو اس تفریق

نہ کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ ظہر اور عصر کو جمع کرنا جائز ہو لیکن عصر اور مغرب کو جمع کرنا جائز نہ ہو البتہ اگر جمع صوری مراد لی جائے تو ایک معقول وجہ سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ فجر اور ظہر میں جمع صوری اسلئے ممکن نہیں کہ بیچ میں ایک طویل وقت مہمل حائل ہے اور عصر مغرب اور عشاء اور فجر میں جمع صوری اسلئے ممکن نہیں کہ عصر اور عشاء کے آخری اوقات مکروہ ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس جمع بین الصلوتین پر عمل فرمایا ہے وہ جمع صوری تھی، نہ کہ جمع حقیقی ورنہ وہ تمام نمازوں میں ہوتی۔ (درس ترمذی ج ص ٤٤٠)

❷ راجح کی ترجیح:۔ ① حنفیہ کا مذہب نص قرآنی ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا کے موافق ہے ② ائمہ ثلاثہ کے مذہب کے مطابق تمام روایات جمع پر عمل ممکن نہیں ہے جبکہ حنفیہ کے مذہب کے مطابق تمام روایات جمع پر عمل ممکن ہے۔

❸ نظر طحاویؒ کی وضاحت:۔ فجر کی نماز کے متعلق تمام علماء کا اتفاق ہے کہ فجر کی نماز کو وقت پر مقدم کرنا یا وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا وقت اسی کیلئے خاص ہے، اس کو اسی وقت میں ادا کرنا لازم ہے لہٰذا اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہو کہ ان کو اپنے اپنے وقت پر ادا کرنا لازم ہو اور اپنے وقت سے مقدم اور مؤخر کرنا جائز نہ ہو لہٰذا کہنا ہوگا کہ جمع حقیقی جائز نہیں ہے بلکہ جمع صوری کی شکل جائز ہو سکتی ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج ١ ص ٣٦٦)

## السوال الثانی ١٤٣٧ھ

**الشق الاول**...... عن ابن عمر عن بلال ان رسول الله ﷺ صلى في الكعبة۔ (ص ٢٦٣۔حقانیہ)

کعبہ میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ کے اقوال و دلائل تحریر کریں۔ فذهب قوم وخالفهم في ذلك آخرون کا مصداق تحریر کریں۔ امام طحاویؒ کی ذکر کردہ عقلی دلیل لکھیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (١) کعبہ میں نماز پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل (٢) فذهب قوم وخالفهم في ذلك آخرون کا مصداق (٣) نظر طحاوی کی وضاحت۔

**جواب**...... ❶ کعبہ میں نماز پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام احمدؒ اور بعض اہل ظواہر کے نزدیک بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے کہ فرض، وتر، صلوٰۃ الطواف اور سنت فجر جائز نہیں ہیں دیگر نوافل جائز ہیں۔ فذهب قوم کا مصداق یہی حضرات ہیں۔

ائمہ حنفیہ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک کعبۃ اللہ میں ہر طرح کی نماز جائز ہے اور یہی لوگ وخالفهم في ذلك آخرون کے مصداق ہے۔

فریق اول کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے امت کو کعبۃ اللہ کے طواف کا حکم دیا، اس میں دخول کا حکم نہیں دیا اور آنحضرت ﷺ جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے تو اس کے ہر کونے میں جا کر دعائیں مانگی تھیں، کوئی نماز اس میں ادا نہیں کی گئی اور جب باہر تشریف لائے تو دو نفل ادا کر کے فرمایا کہ یہی قبلہ ہے۔ یعنی یہ پورا قبلہ بوقت صلوٰۃ سامنے ہونا چاہیے۔ جب آپ ﷺ نے خود وہاں نماز نہیں پڑھی تو معلوم ہوا کہ جائز نہیں ہے۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ بوقت صلوٰۃ پورا کعبۃ اللہ سامنے ہونا چاہیے اور بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنے کی صورت میں اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔

فریق ثانی کی پہلی دلیل طویل روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ خانہ کعبہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان

Maktaba Tul Ishaat.com

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دیوار سے تین ...
بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی داخل ہوئے تھے اور تین کو اپنے پیچھے کر کے خانہ کعبہ میں نماز ادا ...
کے فاصلے پر ایک ستون کو اپنی دائیں طرف کیا اور دو کو اپنی بائیں طرف اور ... نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں ...
بیت اللہ میں آپ ﷺ کے نماز پڑھنے کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔
نیز بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تواتر طریقے سے یہ روایات مروی ہیں ...
آپ ﷺ نے بیت اللہ میں نماز پڑھی ہے۔

جواب: فریق اول کی پیش کردہ پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ **هذه القبلة** میں متعدد احتمال ہیں۔ ① وہی مراد ہے جو فرمایا
کہ ② یہ فرمان باجماعت نماز پڑھنے پر محمول ہے کہ امام پر ضروری ہے کہ وہ پورا قبلہ اپنے سامنے رکھے ③ تا قیامت یہی قبلہ رہے گا
اور یہ حکم قیامت تک منسوخ نہ ہوگا۔ یہ بطور تعلیم فرمایا: اس صورت میں کل کعبہ کا رخ کرنا لازم نہیں ہے بلکہ بعض کعبہ کا رخ کرنا
بھی کافی ہے، اتنے احتمالات والی روایت کو مستدل بنانا صحیح نہیں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت تن تنہا ہے اور اس کے مخالف بہت سی روایات موجود ہیں جبکہ ہماری روایات کی موافقت
میں متعدد روایات موجود ہیں اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی۔ (ایضاح الطحاوی ج ۲ ص ۲۵۲)

❷ **فذهب قوم وخالفهم في ذلك اخرون** کا مصداق:۔ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

❸ **قول طحاوی کی وضاحت:۔** جو شخص قبلہ کو پیچھے کی طرف کرے یا دائیں بائیں کرے تو بالاتفاق اس کی نماز نہیں ہوتی اور اگر
کوئی شخص کعبہ سے خارج میں قبلہ کے بعض حصہ کی طرف نماز پڑھے اور پورے قبلے کا استقبال نہ کرے اور دائیں بائیں کچھ حصہ
جائے اور پیچھے کوئی حصہ نہ رہے تو بالاتفاق اس کی نماز صحیح ہے اور شریعت نے قبلہ کے ہر حصے کے استقبال کا مکلف نہیں بنایا بلکہ بعض
حصہ کا استقبال ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ اس پر نظر کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص بیت اللہ کے اندر بعض قبلے کا استقبال کرے اور بعض
حصہ پیچھے کی جانب رہ جائے تو اس کی نماز بھی اس شخص کی طرح صحیح ہو جائے گی جو خارج قبلہ نماز پڑھتا ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

**الشق الثانی** ......**عن ابی وائل عن ابن مسعود قال كنا اذا صلينا خلف النبی ﷺ قلنا السلام على الله السلام على جبرائيل السلام على ميكائيل فالتفت الينا رسول الله ﷺ فقال لاتقولوا السلام على الله فان الله هو السلام ولكن قولوا التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله.** (ص ۱۸۱۔ تقریباً)
حدیث کا ترجمہ کریں۔ تشہد کے کلمات کے متعلق علماء کے اقوال تحریر کریں نیز افضل کلمات کی نشاندہی کرتے ہوئے حنفیہ کی وجہ ترجیح بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) افضل کلمات تشہد میں اختلاف (۳) حنفیہ کی وجہ ترجیح۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابو وائل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو ہم "**السلام على الله السلام على جبرائيل السلام على ميكائيل**" کہا کرتے تھے پس ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم **السلام على الله** نہ کہا کرو اس لئے کہ سلام تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور لیکن تم یہ الفاظ کہا کرو "**التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله.**"

❷ افضل کلمات تشہد میں اختلاف:۔ تشہد کے الفاظ چوبیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور ان سب کے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے جو صیغہ بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔

حنفیہ و حنابلہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے معروف تشہد کو ترجیح دی ہے عن عبداللہ بن مسعود قال: علمنا رسول اللہ ﷺ اذا قعدنا فی الرکعتین ان نقول "التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات الخ۔

امام مالکؒ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے التحیات للّٰہ الزاکیات للّٰہ الطیبات الصلوات للّٰہ السلام علیک الخ۔

امام شافعیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا التشہد کما یعلمنا القرآن فکان یقول التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للّٰہ سلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام علینا الخ۔ (درس ترمذی ج۲ ص۵۸)

❷ حنفیہ کی وجوہ ترجیح:۔ ① حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اصح ما فی الباب ہے کما صرح بہ الترمذی۔ ② یہ ان چند روایات میں سے ہے جو تمام صحاح ستہ میں مروی ہیں اور کمال یہ ہے کہ اس تشہد کے الفاظ میں کہیں معمولی اختلاف نہیں ہے جبکہ دوسرے تمام تشہد کے الفاظ میں اختلاف موجود ہے وذلک نادر جدا ③ اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے اس تشہد کی تعلیم میرا ہاتھ پکڑ کر دی تھی جو شدت اہتمام پر دال ہے بلکہ یہ روایت مسلسل باخذ الید بھی ہے۔ ④ امام محمدؒ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ کان عبداللہ بن مسعود یکرہ ان یزداد فیہ حرف او ینقص منہ حرف اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس تشہد کو کتنے اہتمام سے یاد کیا تھا اور ان کی نظروں میں اسکی کتنی اہمیت تھی۔ ⑤ اس کا ثبوت صیغۂ امر کے ساتھ ہوا ہے چنانچہ احادیث میں اس کیلئے فلیقل، قولوا اور فقولوا کے الفاظ آئے ہیں جبکہ دیگر روایات محض حکایت واقعہ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی وجوہ ترجیح موجود ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ (ایضاً)

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول** ......عن عبداللہ بن بحینۃ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلوۃ نظن انھا العصر فقام فی الثانیۃ ولم یجلس فلما کان قبل ان یسلم سجد سجدتین وھو جالس۔ (ص۲۸۹۔حقانیہ)

سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہے یا سلام کے بعد ہے؟ اس بارے میں دلائل کی روشنی میں ائمہ کے اقوال تحریر کریں نیز مذہب راجح کی تعیین بھی کریں۔ مذکورہ مسئلہ میں نظر طحاوی کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) سجدۂ سہو قبل السلام و بعد السلام میں اختلاف (۲) ائمہ کے دلائل اور راجح کی تعیین (۳) نظر طحاوی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ و ❷ سجدۂ سہو قبل السلام و بعد السلام میں اختلاف، ائمہ کے دلائل اور راجح کی تعیین:۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہو یا بعد میں ہونا چاہیے، حنفیہ کے نزدیک سجدۂ سہو مطلقاً سلام کے بعد ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً سلام سے پہلے ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر سجدۂ سہو نماز میں کسی

Maktaba Tul Ishaat.com

نقصان کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو سجدۂ سہو قبل السلام ہوگا اور اگر کسی زیادتی کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو بعد السلام ہوگا۔

امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ جن صورتوں میں آپ ﷺ سے سجدۂ سہو قبل السلام ثابت ہے وہاں قبل السلام پر عمل کیا جائے گا اور جہاں آپ ﷺ سے بعد السلام ثابت ہے وہاں بعد السلام پر عمل کیا جائے گا۔

الحاصل امام شافعیؒ کی طرح سجدۂ سہو قبل السلام کے قائل ہیں جبکہ حنفیہ ہر صورت بعد السلام پر عمل کرتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل حدیث الباب ہے جس میں آپ ﷺ نے قعدہ اولیٰ چھوٹ جانے کی وجہ سے قبل السلام سجدہ فرمایا۔

حنفیہ کے دلائل (۱) ابن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعتیں پڑھیں اور آخر میں سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کیے (۲) عبداللہ بن جعفرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا من شك في صلوته فليسجد سجدتين وهذا بعد ما يسلم (کہ سلام کے بعد سجدہ کرے) (۳) ذوالیدین کی حدیث کا واقعہ ہے اس میں بھی آپ ﷺ نے سجدۂ سہو بعد السلام کیا۔

حنفیہ کی طرف سے حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ قبل السلام سے مراد آخری سلام ہے کہ آخری سلام سے پہلے آپ ﷺ نے دو سجدے کیے۔ علاوہ ازیں مذہب راجح ہے اس لئے کہ حنفیہ کے دلائل میں قولی فعلی دونوں طرح کی احادیث ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے پاس صرف فعلی احادیث ہیں جو کہ جواز پر محمول ہیں۔ (درس ترمذی ج۲ ص ۱۰۳)

❸ نظر طحاویؒ کی وضاحت: جب نماز میں کسی کو سہو ہو جائے تو علی الفور سجدے کا حکم نہیں ہے بلکہ تاخیر کا حکم ہے لیکن کب تک تاخیر کی جائے اس میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک سلام کے بعد تک تاخیر کی جائے جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک سلام سے پہلے تک تاخیر کی جائے۔ پھر ہم نے سجدۂ تلاوت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ موضع تلاوت سے تاخیر جائز نہیں ہے بلکہ اسی وقت سجدے کا حکم ہے اور اگر بھول جائے تو نماز کے درمیان میں جب بھی یاد آئے فوراً سجدہ کرنے کا حکم ہے اور سجدۂ سہو کے بارے میں اتفاق ہے کہ علی الفور جائز نہیں ہے بلکہ تمام افعال صلوٰۃ سے مؤخر ہے البتہ افعال صلوٰۃ میں سے سلام پر تاخیر کی جائے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ اور سلام کے علاوہ بقیہ تمام افعال کو سجدہ پر مقدم کرنا متفق علیہ ہے لہٰذا جس طرح بقیہ تمام افعال صلوٰۃ کو سجدہ پر مقدم کرنا لازم ہے اسی طرح سلام کو بھی سجدۂ سہو پر مقدم کرنا لازم ہوگا۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

**الشق الثانی** عن الحسن عن عبدالله بن المغفل ان رسول الله ﷺ قال يقطع الصلوة الكلب والحمار والمرأة. (ص ۲۲۹، مکتبہ)

ترجمہ کریں، گدھا اور عورت کے گزرنے سے نماز کے باطل ہونے کی تفصیل لکھیں، ائمہ کے دلائل کی روشنی میں مذہب راجح کی تعیین کریں۔ امام طحاویؒ کی ذکر کردہ عقلی دلیل بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) مذکورہ اشیاء کے گزرنے سے نماز کے بطلان کی تفصیل (۲) ائمہ کے دلائل اور راجح کی تعیین (۳) نظر طحاویؒ کی وضاحت۔

**جواب** ❶ کتا، گدھا اور عورت کے گزرنے سے نماز کے بطلان کی تفصیل: نمازی کے سامنے سے کسی چیز کا گزرنا قاطع صلوٰۃ ہے یا نہیں، جمہور کے ہاں کسی چیز کا گزرنا قاطع صلوٰۃ نہیں اور اہل ظواہر کے نزدیک تین چیزوں کا گزرنا قاطع صلوٰۃ ہے (۱) کلب کا گزرنا (۲) حمار کا گزرنا (۳) عورت کا گزرنا۔ امام احمدؒ کے نزدیک صرف کلب اسود کا گزرنا قاطع صلوٰۃ ہے۔

Scanned with CamScanner

❷ **ائمہ کے دلائل اور راجح کی تعیین:۔** اہل ظواہر حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلب کے بارے میں تو قاطع صلوٰۃ ہونا یقینی ہے لیکن حمار وامرأۃ کے بارے میں حدیث عائشہ وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہم کی وجہ سے مجھے تردد ہے۔
اس مسئلہ سے متعلق احادیث میں تعارض ہے بعض احادیث قطع صلوٰۃ پر دال ہیں اور بعض عدم قطع صلوٰۃ پر دال ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ جب آثار مرفوعہ میں تعارض ہو جائے تو پھر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا جاتا ہے اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر دال ہیں کہ یہ قاطع صلوٰۃ نہیں ہیں فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کا احادیث قطع الصلوٰۃ پر کوئی عمل نہیں ہے ان کا فتویٰ یہی ہے کہ کسی چیز کا مرور قاطع صلوٰۃ نہیں ہے۔
جمہورؒ کا استدلال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منیٰ میں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جبکہ اتان (گدھی) آپ ﷺ کے سامنے سے گزرتی رہی لیکن اس کے گزرنے کے باوجود آپ ﷺ کی نماز نہیں ٹوٹی تو اگر مرور قاطع صلوٰۃ ہوتا تو آپ ﷺ دوبارہ نماز پڑھتے۔ جمہورؒ کی دوسری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے سامنے جنازے کی طرح لیٹی ہوئی ہوتی تھی اور آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے، ان دونوں سے ثابت ہوا کہ حمار اور عورت کا مصلی کے سامنے ہونا یا مرور مفسد صلوٰۃ نہیں البتہ کلب اسود کے سلسلہ میں کوئی روایت جمہور کے پاس نہیں لیکن کلب اسود کو بھی انہی دونوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ حدیث الباب میں تینوں کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے۔
جمہورؒ کی طرف سے امام احمد بن حنبل اور اہل ظواہرؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ احادیث دالہ علی قطع الصلوٰۃ مؤول ہیں کہ یہ اشیاء قطع صلوٰۃ کے لئے قاطع نہیں ہیں بلکہ خشوع صلوٰۃ کے لئے قاطع ہیں باقی ان تینوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان اشیاء ثلاثہ میں شیطانی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔
نیز وہ احادیث جو قطع صلوٰۃ پر دال ہیں وہ منسوخ ہیں اور ناسخ حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ ہے اس میں ہے **لا یقطع الصلوٰۃ شیئ** لی مدد شیئ۔ نیز قطع کے منسوخ ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قطع صلوٰۃ کے راوی ہیں مگر ان کا فتویٰ عدم قطع کا ہے۔
الحاصل عند الجمہور کسی بھی چیز کا نمازی کے آگے سے گزرنا قاطع صلوٰۃ نہیں۔ مذہب جمہور کے راجح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر احادیث فعلیہ مؤید باقوال صحابہ ہوں تو ان کو بعض اوقات احادیث قولیہ پر بھی ترجیح حاصل ہو جاتی ہے اور یہاں بھی ایسے ہی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بکثرت اس بارے میں مروی ہیں کہ عورت کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (درس ترمذی، المسائل والدلائل)
❸ **نظر طحاویؒ کی وضاحت:۔** ہم نے کلب غیر اسود کے بارے میں دیکھا کہ اسکی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور کلب اسود وغیر اسود سب یکساں طور پر حرام ہیں اور حرمت کی علت انکا لون ورنگ نہیں ہے بلکہ انکی ماہیت میں حرمت کی علت موجود ہے اسی طرح تمام غیر ماکول اللحم کا حکم ہے کہ ان میں الوان کی وجہ سے حرمت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے نیز اسی طرح اہلی گدھوں کے بارے میں حکم ہے الوان کی وجہ سے کسی حکم میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو جس طرح کلب اسود وغیر اسود سب کا حکم باب حرمت میں یکساں ہے اسی طرح **مرور بین یدی المصلی** میں بھی یکساں حکم ہونا چاہیے کہ جس طرح کلب غیر اسود کے مرور سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اسی طرح کلب اسود کے مرور سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی نیز جب مرور کلب کی وجہ سے فساد نماز نہیں ہے تو مرور حمار کی وجہ سے بھی فساد نماز نہ ہوگا۔ (ایضاح الطحاوی ج ۲ ص ۲۰۸)

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

# ﴿الورقۃ الرابعۃ طحاوی شریف﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ۱٤۳۸ھ

**الشق الاول** ...... باب الصلوۃ الوسطی ای الصلوات؟ عن زید بن ثابتؓ قال: کان النبی ﷺ یصلی الظہر بالہجیر او قال بالہاجر وکانت اثقل الصلوات علی اصحابہ فنزلت حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی قال ابو جعفر فذہب قوم الی ما ذکرنا فقالوا ہی الظہر وخالفہم آخرون

عبارت کا ترجمہ کریں، نیز صلوۃ وسطی سے کیا مراد ہے؟ اس میں مشہور اقوال لکھیں، ترجیح کس کو ہے؟ وجہ ترجیح کیا ہے؟ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) صلوۃ وسطی کی مراد (۳) راجح قول مع وجہ ترجیح

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ: یہ باب صلوۃ وسطی کے بیان میں ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز ظہر دوپہر کو سخت گرمی میں پڑھتے تھے اور یہ نماز آپ ﷺ کے اصحاب پر تمام نمازوں سے زیادہ ثقیل تھی۔ اس دوران یہ آیت نازل ہوئی "حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی" امام ابوجعفر طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک قوم اس حدیث کی طرف گئی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے اور انہوں نے کہا کہ وہ نماز ظہر ہے۔ اور دوسری ایک جماعت نے انکی مخالفت کی ہے۔

❷ صلوۃ وسطی کی مراد: اس کے مصداق میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے مشہور آٹھ اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

① حضرت زید بن ثابت، اسامہ بن زید، عبداللہ بن شداد، عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر وغیرہ کے نزدیک اس کا مصداق ظہر کی نماز ہے۔ ② حضرت حسن بصری، عوف بن ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک اس کا مصداق جمعہ کی نماز ہے۔ ③ امام ابو حنیفہ، امام احمد، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاءؒ کے نزدیک اس کا مصداق عصر کی نماز ہے۔ ④ حضرت ابن عباسؓ اور امام قتادہؒ کے نزدیک اس کا مصداق مغرب کی نماز ہے۔ ⑤ علامہ واحدی اور امامیہ کے نزدیک اس کا مصداق عشاء کی نماز ہے۔ ⑥ علامہ ابوالحسن علی بن محمد سخاوی کے نزدیک اس کا مصداق وتر کی نماز ہے۔ ⑦ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور اہل مدینہ کے نزدیک اس کا مصداق فجر کی نماز ہے۔ ⑧ علامہ ابوالحسن ماوردیؒ کے نزدیک اس کا مصداق جماعت کی نماز ہے۔

کتاب میں ذہب قوم کا مصداق پہلے قول کے حضرات ہیں۔ اور خالفہم آخرون کا مصداق بقیہ تمام اقوال والے ائمہ ہیں۔

❸ راجح قول مع وجہ ترجیح: ان تمام اقوال میں سے تیسرا قول راجح ہے جو کہ جمہور ائمہ اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے کہ صلوۃ وسطی کا مصداق عصر کی نماز ہے۔ وجہ ترجیح یہ ہے کہ بقیہ تمام اقوال کو ثابت کرنے والی روایات مضبوطی کے ساتھ کسی ایک دعوی کا بھی ثابت نہیں کرتیں بلکہ ہر ایک میں دیگر احتمالات موجود ہیں۔ اس لئے وہ روایات صلوۃ وسطی کی تعیین میں حجت نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ ہم اس سلسلہ میں ایسی روایات تلاش کرتے ہیں جن میں آپ ﷺ سے صراحت کے ساتھ تعیین ثابت ہو چنانچہ ہم نے تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ غزوۂ خندق کے زمانہ میں جنگ کی مصروفیت کی وجہ سے عصر کی نماز میں تاخیر ہوگئی حتی کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہوگیا تو آپ ﷺ نے خندق کے کنارے ڈھال پر بیٹھ کر فرمایا کہ اے اللہ! جن لوگوں نے ہمیں صلوۃ وسطی سے محروم کردیا ہے ان کے قبور، ان کے بیوت اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ معلوم ہوا کہ صلوۃ وسطی کا مصداق عصر ہی ہے چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم

Scanned with CamScanner

غزوۂ احزاب سے پہلے صبح کی نماز کو صلوٰۃ وسطی سمجھتے تھے مگر جب غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ ﷺ نے قبائل عرب اور دشمنان اسلام کو بدعا دیتے ہوئے صلوٰۃ وسطی کی صراحت فرمادی تو پھر ہم عصر کو ہی صلوٰۃ وسطی سمجھنے لگے۔ اس مضمون کی روایت پانچ صحابہؓ سے مروی ہے گیارہ سندوں کے ساتھ منقول ہے تو ان متواتر سندوں کے ساتھ مرفوع حدیث سے ثابت ہو گیا کہ صلوٰۃ وسطی عصر کی نماز ہی ہے۔ نیز دورِ نبوت کے بعد جلیل القدر صحابہ کرام ؓ نے اس بات پر فتویٰ دیا ہے کہ صلوٰۃ وسطی عصر کی نماز ہی ہے۔ (ایضاح الطحاوی)

**الشق الثانی** ......باب ما ینبغی ان یقال فی الرکوع والسجود عن علی قال قال رسول الله ﷺ نهیت ان اقرا وانا راکع او ساجد اما الرکوع فعظموا فیه الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعا.

ترجمہ کر کے بتائیں کہ کیا رکوع اور سجدہ میں پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ متعین ہے یا نہیں؟ نیز فذهب قوم الی انه لاباس ان یدعو الرجل فی رکوعه الخ کا مصداق کون ہیں؟ وخالف فی ذلك آخرون کو متعین کر کے ان کی دلیل ذکر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) رکوع اور سجدے کا وظیفہ (۳) فذهب قوم اور وخالف فی ذلك آخرون کا مصداق مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ **عبارت کا ترجمہ:**۔ باب اُس وظیفہ کے بیان میں جو رکوع اور سجدوں میں کہا جانا مناسب ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے رکوع یا سجدے کی حالت میں قراءت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بارہ رکوع میں اپنے رب کی تعظیم بیان کرو اور سجدوں میں دعا کی سعی و کوشش کرو۔

❷ **رکوع اور سجدے کا وظیفہ:**۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ اور داؤد ظاہریؒ کے نزدیک رکوع و سجدہ میں ما احب من الدعاء مسنون ہے، کوئی مخصوص دعا متعین نہیں ہے۔ فذهب قوم کا مصداق یہی لوگ ہیں۔ ائمہ ثلاثہ حنفیہ اور حسن بصریؒ کے نزدیک رکوع میں تسبیح تعظیم اور سجدہ میں تسبیح اعلیٰ مسنون ہے اور یہی لوگ وخالفهم فی ذلك آخرون کا مصداق ہیں۔

❸ **فذهب قوم اور وخالف فی ذلك آخرون کا مصداق مع الدلائل:**۔ فذهب قوم اور وخالفهم آخرون کا مصداق اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔ جبکہ دلائل درج ذیل ہیں۔

فریق اوّل کی دلیل یہی حدیث السؤال ہے جو امام طحاویؒ نے چار صحابہ ؓ سے روایت کی ہے۔

فریق ثانی کے دلائل: ① حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث ہے کہ جب آیت کریمہ فسبح باسم ربك العظیم نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت کو رکوع میں پڑھا کرو اور جب سورۂ اعلیٰ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی پہلی آیت سجدہ میں پڑھا کرو۔ ② حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے رکوع و سجدہ میں یہی تسبیح تعظیم و تسبیح اعلیٰ پڑھتے تھے۔ ③ تسبیح کی عمومیت کی تمام روایات منسوخ ہیں۔ پہلے عمومیت کی اجازت تھی مگر مذکورہ آیات کے نزول کے بعد خصوصیت کا حکم ثابت ہوا اور عمومیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ ④ عقلی دلیل و نظر طحاوی یہ ہے کہ نماز میں متعدد مقامات پر خاص خاص اذکار مسنون ہیں تو ان مقامات میں مخصوص اذکار کے علاوہ کوئی ذکر و دعا غیر موضوع سمجھے جاتے ہیں لہٰذا رکوع و سجدہ بھی وہ ارکان و مکان ہیں جن میں ذکر ہوتا ہے پس ان میں بھی دیگر مقامات کی طرح مخصوص ذکر ہونا چاہیے۔ (ایضاح الطحاوی ج ۲ ص ۳۴)

Maktaba Tul Ishaat.com

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

**الشق الاوّل** ......باب القراءة ببسم الله الرحمن الرحيم فی الصلوة عن نعيم بن المجمر قال صليت وراء ابی هريرةؓ فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ...... ثم يقول اذا سلم اما والذی نفسی بيده انی لاشبهكم صلوة برسول الله ﷺ.

بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں؟ نماز میں اگر پڑھی جائے گی تو سراً ہوگی یا جہراً۔ ائمہ کے مذاہب ودلائل بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) تسمیہ کے سورۃ فاتحہ کا جز ہونے کی وضاحت (۲) نماز میں تسمیہ کے سراً وجہراً پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ تسمیہ کے سورۃ فاتحہ کا جز ہونے کی وضاحت:۔ حضرات حنفیہ، داؤد ظاہریؒ، امام اوزاعیؒ وغیرہ کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔ امام عطاءؒ، مجاہدؒ، طاؤسؒ، امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے۔ (یضن سمی بذرمہ شیر)

❷ نماز میں تسمیہ کے سراً وجہراً پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام مالکؒ کے نزدیک نماز میں تسمیہ بالکل مشروع نہیں ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک نماز میں تسمیہ مسنون ہے اور اسے سری نمازوں میں سراً اور جہری نمازوں میں جہراً پڑھا جائیگا، امام ابوحنیفہؒ وامام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک تسمیہ مسنون ہے، اور ہر حال میں سراً پڑھنا ہی افضل ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جس میں انہوں نے اپنے بیٹے کو "بسم اللہ" پڑھنے سے روکا اور اسے بدعت قرار دیا "قد صليت مع النبی ﷺ و مع ابی بكر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منهم يقولها فلا تقلها اذا انت صليت فقل الحمد لله رب العالمين"۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "قال كان رسول الله ﷺ و ابوبكر و عمر و عثمان يفتتحون القراءة بالحمدلله رب العالمين"

حنفیہ کی طرف سے ان دونوں روایتوں کا جواب یہ ہے کہ یہاں مطلقاً تسمیہ کی نفی نہیں ہے، بلکہ تسمیہ بالجہر کی نفی ہے، اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ نے جہر کے ساتھ تسمیہ کو پڑھنے پر "سمعنی ابی و انا فی الصلوة اقول بسم الله الخ" کے الفاظ دال ہیں، لہٰذا حدیث الباب میں "فلا تقل، فلا تجهر" کے معنی پر محمول ہے اور اس روایت کے بعض طرق میں قول کی جگہ جہر کے الفاظ موجود ہیں۔

امام شافعیؒ نے تسمیہ بالجہر کی تائید میں متعدد روایات پیش کی ہیں مگر ان میں سے کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے کہ جو صحیح بھی ہو اور صریح بھی ہو۔ امام شافعیؒ کی سب سے مضبوط دلیل سنن نسائی میں حضرت نعیم المجمرؒ کی روایت ہے کہ "صليت وراء ابی هريرة فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ...... و انا سلم قال والذی نفسی بيده انی لا شبهكم صلوة برسول الله ﷺ"

حافظ زیلعیؒ نے اس کا جواب دیا کہ یہ روایت شاذ و معلول ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعدد شاگردوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے مگر ابونعیم المجمرؒ کے علاوہ کوئی بھی یہ قراءۃ تسمیہ کا جملہ نقل نہیں کرتا۔

نیز یہ روایت صریح نہیں ہے کیونکہ اس سے نفسِ قراءت ثابت ہورہی ہے، نہ کہ قراءت بالجہر، اس لیے کہ قراءت کے لفظ میں قراءت بالسر کا بھی احتمال ہے۔ شافعیہؒ کی دوسری دلیل مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "قال کان رسول اللہ ﷺ یجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم" حافظ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف بلکہ قریب قریب موضوع ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس حدیث کے صحیح ہونے کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے، اس لیے کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ثابت ہے "الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم قراءة الاعراب"

شافعیہؒ کی تیسری دلیل یہی حدیث ہے "قال کان النبی ﷺ یفتتح صلوته ببسم اللہ الخ"

اس کا ایک جواب تو امام ترمذیؒ نے دیدیا کہ لیس اسنادہ بذاک۔ نیز اس میں جہر کی تصریح نہیں ہے۔

حنفیہؒ و حنابلہؒ کے دلائل: ① مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ و ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منھم یقرأ ببسم اللہ الرحمن الرحیم" اور نسائی میں "یقرأ" کی جگہ "یجھر" کے الفاظ آئے ہیں کہ میں نے ان حضرات میں سے کسی کو بھی تسمیہ بالجہر پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ ② حضرت ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث الباب ہے جو ماقبل میں مالکیہ کی دلیل میں گزری ہے، اس میں "لا تقلھا" سے مراد "لا تجھر ھا" ہے اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر حسن صحیح کا حکم لگایا ہوا ہے۔ ③ طحاوی کی روایت ہے "عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم قال ذلک فعل الاعراب" ④ طحاوی میں حضرت ابووائل کی روایت ہے "قال کان عمر و علی لا یجھران ببسم اللہ الرحمن الرحیم و لا بالتعوذ و لا بالتامین"

یہ تمام روایات صحیح و صریح ہونے کی بناء پر امام شافعیؒ و امام مالکؒ کے مستدلات کے مقابلہ میں راجح ہیں۔ (درس ترمذی ج۱ ص۴۹۹)

**الشق الثانی** ...... باب الصلوة فی اعطان الابل عن اسید بن حضیر قال قال رسول اللہ ﷺ صلوا فی مرابض الغنم و لا تصلوا فی اعطان الابل.

مرابض اور اعطان کا معنی لکھیں نیز دونوں میں نماز پڑھنے کا حکم مع وجہ تحریر کریں۔ فذھب قوم ان الصلوة فی اعطان الابل مکروہ کن کا قول ہے اور خالفھم آخرون سے کون مراد ہیں؟ دونوں کے دلائل لکھنے سے گریز نہ کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) مرابض اور اعطان کا معنی (۲) مرابض و اعطان میں نماز پڑھنے کا حکم مع الوجہ (۳) فذھب قوم، خالفھم آخرون کی مراد اور دلائل۔

**جواب** ..... ① مرابض اور اعطان کا معنی:۔ "مرابض" "مَرْبَض" کی جمع ہے بمعنی بکریوں کا باڑہ۔ "اعطان" "عطن" کی جمع ہے بمعنی اونٹوں کا باڑہ۔

② مرابض و اعطان میں نماز پڑھنے کا حکم مع الوجہ:۔ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اونٹوں کے باڑہ میں نماز پڑھنا بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک بالکل ممنوع ہے۔

حضرت شریک بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اونٹ والوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے اونٹ کی بغل میں بیٹھ کر پیشاب و پاخانہ

Maktaba Tul Ishaat.com

کرتے ہیں تاکہ پردہ حاصل ہو جائے اسی طرح اونٹوں کے باڑہ میں بھی پیشاب کرتے ہیں چنانچہ مقام نجاست ہونے کی وجہ سے وہاں نماز جائز نہیں ہے اور بکریوں کے مالک ایسا نہیں کرتے، وہ ان کے باڑہ کو صاف ستھرا رکھتے ہیں اسلئے وہاں نماز پڑھنا جائز ہے۔

یحییٰ بن ادم کہتے ہیں کہ ممانعت کی وجہ نجاست نہیں ہے بلکہ اعطان الابل میں نماز سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ کینہ پرور جانور ہے اور اس کو جنات سے پیدا کیا گیا ہے، یہ بدک کر کسی وقت انسان پر حملہ بھی کرسکتا ہے جبکہ بکری شریف جانور ہے اس میں خطرے والی کوئی بات نہیں ہے۔

امام احمد، اسحاق بن راہویہ، حسن بصری، ابوثور وغیرہ کے
**❸ فذهب قوم وخالفهم آخرون کی مراد اور دلائل:۔**
نزدیک اونٹوں کے باڑہ میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ یہی لوگ **فذهب قوم** کا مصداق ہیں۔ حضرات حنفیہ، مالکیہ وشافعیہ اور جمہور
فقہاء ومحدثین کے نزدیک اونٹوں کے باڑے میں نماز مکروہ نہیں ہے۔ یہی لوگ **وخالفهم فی ذلك آخرون** کا مصداق ہیں۔

فریق اول کی دلیل اونٹوں کے باڑہ میں نماز سے ممانعت والی روایات ہیں جو چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

فریق ثانی کے دلائل: ① بسا اوقات آپ ﷺ اپنے اونٹ کے پاس جا کر اونٹ کی طرف ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے لہٰذا اگر اونٹوں کے باڑہ میں نماز ممنوع ہوتی تو خود کیسے وہاں پڑھتے؟ ② (نظر طحاوی) یہ ہے کہ بکریوں کے باڑہ میں نماز کے جواز میں اختلاف نہیں اور اونٹوں کے باڑے میں اختلاف ہے تو ہم نے دونوں کے گوشت و پیشاب میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ اونٹ کا گوشت حلت وطہارت میں بالکل بکری کے گوشت کی طرح ہے اور اونٹ کا پیشاب بھی نجاست میں بکری کے پیشاب کی طرح نجس ہے لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جو حکم بکریوں کے باڑہ میں نماز کا ہے وہی حکم اونٹوں کے باڑہ میں نماز کا ہونا چاہیے۔

فریق ثانی کی طرف سے فریق اول کی ممانعت والی روایات کا جواب یہ ہے کہ اونٹوں کے باڑہ میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ مقام نجاست ہے کیونکہ اونٹوں کے مالک ان کے باڑہ کو صاف ستھرا نہیں رکھتے اور خود بھی ان کے باڑہ میں پیشاب و پاخانہ کرتے ہیں اور مقام نجاست میں نماز ہر حال میں ہر جگہ ناجائز و ممنوع ہے اس میں اونٹوں کے باڑہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور بکریوں کا باڑہ مقام نجاست نہیں ہے اس لئے وہاں نماز جائز ہے۔ نیز اونٹ کینہ پرور جانور ہے کیونکہ وہ جنات وشیاطین سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ بسا اوقات موقعہ پاکر انسان پر اچانک حملہ کر دیتا ہے اور جان سے مار ڈالتا ہے اس لئے اونٹ کے باڑہ میں نماز سے ممانعت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اونٹ کے باڑہ میں نماز سے ممانعت بذاتہ نہیں ہے بلکہ نجاست اور نقصان کے اندیشہ سے ممانعت ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج ۲ ص ۳۳۶)

**﴿بسم الله والصلوة والسلام على رسول الله﴾**

Scanned with CamScanner

الورقة الخامسة

# ترمذی

(ج-۲)

مکمل ماسوائے کتاب العلل

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

# ﴿الورقة الخامسة : ترمذی (ج ٢)﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٢٨ھ

**الشق الاوّل** ...... عن انس ان اناسا من عرينة قدموا المدينة فاجتووها فبعثهم رسول الله ﷺ فی ابل الصدقة وقال اشربوا من البانها وابوالها......

ترجمی هذا الحديث وبيّنی معنی اجتووها ثم اكتبی حكم ابوال الانسان والحيوان طهارة ونجاسة.

﴿خلاصہ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (١) حدیث کا ترجمہ (٢) لفظ اجتووها کا معنی (٣) انسان اور حیوان کے ابوال کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے اور وہاں کی آب وہوا کو انہوں نے موافق نہ پایا تو آپ ﷺ نے انہیں صدقہ کے اونٹوں کے پاس جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔

❷ لفظ اجتووها کا معنی:۔ اجتووها ای اصابتهم الجوا یعنی ان کو جوا بیماری نے آ پکڑا اور جوا پیٹ کی بیماری ہے تو اجتووها کا حاصل معنی یہ ہے کہ انہوں نے مدینہ کے موسم، آب وہوا اور پانی وغیرہ کو اپنے موافق نہ پایا ان کے پیٹ اور اندرونی نظام خراب ہو گیا۔

❸ انسان اور حیوان کے ابوال کا حکم:۔ انسان اور غیر ماکول اللحم جانوروں کا بول و براز ائمہ اربعہؒ کے نزدیک بالاتفاق نجس وناپاک ہے۔ ماکول اللحم جانوروں کے بول میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ان کا بول و براز بھی ناپاک ہے۔

دلیل "استنزهوا عن البول" والی حدیث ہے۔

امام مالکؒ وامام احمدؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا بول پاک ہے اور دلیل یہی حدیث الباب ہے۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ بوقت ضرورت علاج پر محمول ہے۔

نیز "استنزهوا عن البول" والی حدیث کے ذریعہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ واقعہ عرنیین چھ ہجری میں پیش آیا اور ہماری دلیل کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں اسلام لائے۔

**الشق الثانی** ...... بَـاب مَـاجَاءَ فِیْ كَرَاهِيَةِ اَنْ يُنْبَذَ فِی الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ، عَنْ عَمْرِوبْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ زَاذَانَ يَقُوْلُ سَاَلْتُ اِبْنَ عُمَرَ عَمَّا نَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الْاَوْعِيَةِ وَاَخْبِرْنَاهُ بِلُغَتِكُمْ وَفَسِّرْهُ لَنَا بِلُغَتِنَـا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحَنْتَمَةِ وَنَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَنَهٰى عَنِ النَّقِيْرِ وَنَهٰى عَنِ الْمُزَفَّتِ وَاَمَرَ اَنْ يُنْبَذَ فِی الْاَسْقِيَةِ. شـكـلـی الـعبارة ثم ترجميها. مامعنی الدباء والحنتمة والنقير والمزفت؟هل يجوز الانتباذ فی هذا الظروف ام لا؟ان كان جائزا فماجواب هذا الحديث؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ......اس سوال کا حل چار امور ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کا ترجمہ (٣) مذکورہ الفاظ کے معانی

(۴) مذکورہ حدیث کا جواب۔

**جواب** ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ زاذان کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان برتنوں کے بارے میں پوچھا جن سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا اور عرض کیا کہ بیان کیجئے ان کو اپنی زبان میں اور ان کی تعبیر کیجئے، انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا حنتم سے اور منع فرمایا دُبا سے اور دو کا تفسیر ہے اور دو کا حرف ہے اور حکم دیا کہ نبیذ مشکیزوں میں بنائی جائے۔

❸ مذکورہ الفاظ کے معانی:۔ الدبا:۔ خشک کدو جس کے گودے کو نکال کر پیالہ بنایا جائے۔ حنتم: مٹی کا گھڑا۔ نقیر: کھجور کی جڑ کو کھود کر بنایا جانے والا برتن۔ مزفت: مٹی کا ایسا برتن جس پر تارکول لگا ہوا ہو۔

یہ چاروں برتن زمانہ جاہلیت میں شراب بنانے کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے مومنین کے دلوں میں شراب کی نفرت بٹھانے کے لئے شراب کے برتن کو بھی استعمال کرنے سے منع فرمایا تھا۔

❹ مذکورہ حدیث کا جواب:۔ اس وقت مذکورہ برتنوں کو استعمال کرنا صحیح و جائز ہے۔ سوال ہوتا ہے کہ اس حدیث میں تو مذکورہ برتنوں کے استعمال کی ممانعت ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء جس وقت شراب کی حرمت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے لوگوں کے دل و دماغ میں اس کی نفرت و حرمت کو راسخ و پختہ کرنے کے لئے ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع فرمادیا تھا جن برتنوں میں شراب تیار کی جاتی ہے اس کے بعد جب شراب کی نفرت و حرمت مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ ہوگئی تو پھر آپ ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی۔

الغرض یہ حدیث اس وقت کی ہے جب شراب کی حرمت کے ابتدائی احکام نازل ہوئے تھے جو بعد والی احادیث سے منسوخ ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

**الشق الاوّل** ...... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْمِنْبَرَ فَنَادٰی بِصَوْتٍ رَفِیْعٍ قَالَ یٰامَعْشَرَ مَنْ قَدْ اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ لَاتُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تُعَیِّرُوْھُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ فَاِنَّہٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ وَلَوْ کَانَ فِیْ جَوْفِ اَھْلِہٖ۔

اشرحی ھذا الحدیث بعد ترجمۃ واکتبی الاعراب علیہ وبینی من ھو المراد بقولہ یامعشر من قد اسلم بلسانہ.

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) حدیث پر اعراب (۴) یامعشر من قد اسلم بلسانہ کی مراد۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگوں کی وہ جماعت جو صرف زبانوں سے اسلام لائی ہے اور ایمان ان کے دلوں تک نہیں پہنچا! مسلمانوں کو تکلیف دو اور انہیں عار نہ دلاؤ اور ان کے عیوب مت تلاش کرو، اس لئے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عیب گیری کرتے ہیں اور جس شخص کی اللہ تعالیٰ عیب گیری کریں وہ ذلیل و خوار ہو جائے گا، اگر چہ وہ اپنے گھر میں ہی ہو۔

❷ حدیث کی تشریح:۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے دوسرے بھائی کو تکلیف پہنچانے، طعنہ دینے اور اس کے عیوب ڈھونڈنا

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرکے اس کو ذلیل و رسوا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بدلہ میں اللہ تعالیٰ
شخص کی عیب گیری کریگے اور وہ شخص جہاں مرضی چھپ جائے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں میں ذلیل وخوار اور رسوا کرکے چھوڑیں گے۔

۱ حدیث پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ یامعشر من قد اسلم بلسانہ کی مراد:۔ اس سے مراد منافقین کی جماعت ہے کہ جو شخص زبان سے مسلمان ہوئے ہیں ان کے دل ودماغ ایمان سے خالی اور کافر ہیں۔

**الشق الثانی** ...... عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَهِیَ عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ یَتَحَدَّثْ بِهَافَاِذَاتَحَدَّثَ بِهَا سَقَطَتْ قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَا یُحَدِّثْ بِهَا اِلَّا لَبِیْبًا اَوْ حَبِیْبًا۔ اکتبی الاعراب علی کلمات الحدیث اشرحی هذا الحدیث شرحًا وافیا وترجمیه الی الاردیة واوضحی معنی قوله وهی علی رجل طائر مالم یتحدث بها

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح (۴) وهی علی رجل طائر الخ کا مطلب۔

**جواب** ...... ۱ حدیث پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے اور یہ کسی شخص پر (پرندہ کی مانند) ہے جب تک وہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور جب اس نے وہ بیان کردیا تو وہ اُڑ گیا، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنا خواب کسی عقلمند یا کسی دوست کے سامنے بیان کرو۔

۳ حدیث کی تشریح:۔ آپ ﷺ نے اس حدیث میں خواب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے جو کہ اچھے عمل سے قبل خواب آتے ہیں اور خواب کی مثال پرندہ کی ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے کے سر پر بیٹھا ہوا ہے یعنی اس کی تعبیر معلق ہوتی ہے اور جب اس خواب کو بیان کردیا جائے تو اس کی تعبیر ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے اپنا خواب کسی عقلمند اور قریبی دوست کو ہی بیان کرو تا کہ وہ اچھی تعبیر بیان کرے۔

۴ وهی علی رجل طائر الخ کا مطلب:۔ اس جملہ کا مطلب ابھی تشریح کے ضمن میں گزر چکا ہے اس سے مراد اس کی تعبیر کا معلق ہونا ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۸ھ

**الشق الاوّل** ...... عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ، اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ اَوْ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَآنِیَةِ الْفِضَّةِ وَلُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالدِّیْبَاجِ

Scanned with CamScanner

وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالْقَسِّيِّ.            حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کی تشریح کریں۔ حدیث شریف کا مفہوم بیان کریں۔ حریر، دیباج اور استبرق میں کیا فرق ہے؟ منکرات والی دعوت میں شرکت کرنا کیسا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کا مفہوم (۴) حریر، دیباج اور استبرق میں فرق (۵) منکرات والی دعوت میں شرکت کی تفصیل۔

**جواب** ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ كمامرّ فى السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حکم دیا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات چیزوں کا اور روکا سات چیزوں سے، حکم دیا ہمیں جنازہ کے پیچھے جانے کا، مریض کی عیادت کا، چھینکنے والے کی چھینک کے جواب کا، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا، مظلوم کی مدد کرنے کا، قسم اٹھانے والے کو بری کرنے کا اور سلام کا جواب دینے کا، اور روکا ہمیں سات چیزوں سے سونے کی انگوٹھی سے یا سونے کے حلقہ سے اور چاندی کے برتن سے حریر، دیباج، استبرق اور قسی کے کپڑوں کے پہننے سے۔

❸ حدیث کا مفہوم:۔ حدیث شریف کے ترجمہ سے مفہوم واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا اور دوسری حدیث میں ان اوامر کو حق المسلم سے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ اوامر ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ذمہ حقوق لازمہ میں سے ہیں۔

**تشمیت العاطس** یعنی چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی چھینک کے جواب میں تم بھی چھینک مارو بلکہ مطلب یہ ہے کہ چھینکنے والے کو چاہیے کہ جب چھینک آئے تو "الحمدللہ" کہے اور سننے والے کو چاہیے کہ اس کی چھینک کا جواب دے یعنی اس کے جواب میں "یرحمك الله" کہے اور چھینکنے والے کو چاہیے کہ اس کے جواب میں پھر "یھدیکم الله ویصلح لکم بالکم" کہے۔            "ابرار المقسم" قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا یعنی اگر کوئی مسلمان بھائی کسی معاملہ پر قسم اٹھائے تو مسلمان کو چاہیے کہ اس کی قسم کو پورا کرنے میں اس کے ساتھ تعاون کریں یعنی اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ کریں، اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہ کریں کہ جس کی وجہ سے تنگ ہو کر اسے قسم میں حانث ہونا پڑے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی قسم میں حانث ہو جائے تو کفارہ ادا کرنے میں اس کا تعاون کرو۔

اس کے بعد سات چیزوں سے منع فرمایا، مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی اور حلقہ کے استعمال سے منع فرمایا، چاندی کے برتن حریر، دیباج، استبرق اور قسی کا کپڑا استعمال کرنے سے منع فرمایا، تیسری چیز کی ممانعت عمومی ہے اور باقی چھ چیزوں کی ممانعت صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے ان کا استعمال درست ہے۔            **القسی** ایک کپڑے کا نام ہے جو ریشم اور کتان سے بنا جاتا تھا اور یہ بھی ریشم کی کثرت کی وجہ سے مردوں کے لئے ممنوع اور منھی عنہ ہے اور یہ قس کی طرف منسوب ہے جو مصر کے ایک علاقہ کا نام ہے یہ کپڑا ابتداءً چونکہ اسی علاقہ میں کثرت سے بنتا تھا اس وجہ سے اس کو قسی کہتے ہیں۔

❹ حریر، دیباج و استبرق میں فرق:۔ پہلا قول: حریر وہ کپڑا جو نرم ریشم سے بنایا گیا ہو۔ استبرق وہ کپڑا جو سخت موٹے ریشم سے بنا ہوا ہو اور دیباج وہ کپڑا جو پتلے ریشم سے بنا ہوا ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ کپڑا جو ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو لیکن ریشم زیادہ ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

الاصل حریر عام ہے دیباج اور استبرق اس کی دو عمدہ نوعیں ہیں۔

⑤ منکرات والی دعوت میں شرکت کی تفصیل:۔ اگر کسی تقریب کے متعلق پہلے سے معلوم ہو کہ اس میں منکرات ومعاصی ہوں جیسے آج کل شادی وغیرہ کی تقریبات میں اسراف، بے حجابی، اختلاط، تصویر کشی جیسے منکرات بے دھڑک ہوتے ہیں تو ایسے پروگرام کی دعوت ہی قبول نہ کی جائے اور بوقتِ دعوت ہی کسی بہانہ سے انکار کر دیا جائے۔

اگر دعوت قبول کر چکا ہے اس کے بعد منکرات ومعاصی کے ہونے کا علم ہوا تو اس میں درج ذیل تفصیل ہے۔

① اگر ایسا شخص جو جا کر منکرات کو روکنے کی ہمت رکھتا ہے قوت یا وجاہت کی وجہ سے تو اسکا ایسی دعوت میں جانا لازم ہے کیونکہ اس میں دو عمل ہیں ایک دعوت قبول کرنا دوسرا نہی عن المنکر اس لئے ایسے شخص کو جانا ہی چاہیے۔

② اگر وہاں موجود منکرات وخرافات کو ہٹانے کی قوت نہیں رکھتا تو پھر اس میں تفصیل ہے کہ یہ شخص مقتداء ہے کہ سب لوگ اس کی رہنمائی اور پیروی میں چلتے ہیں تو ایسے شخص کو نہیں جانا چاہیے تاکہ لوگ سند نہ بنالیں کہ فلاں مفتی صاحب یا فلاں عالم کی موجودگی میں ایسا ہوا تھا اس لئے مقتداء اور پیشوا کو بچنا چاہیے۔

اگر پیشوا اور رہنما نہیں عام افراد میں سے ہے تو اس کی شرکت میں کوئی حرج نہیں شریک ہو سکتا ہے اور کھانا کھا سکتا ہے ہدایہ میں ہے **لاباس ان يقعد ويأكل اذا لم يكن يقتدىٰ به فان كان ولم يقدر على منعهم فليخرج لما فيه من شين وفتح باب المعصية** کوئی حرج نہیں کہ بیٹھے یا کھائے اگر اس کی پیروی اور اقتداء نہ کی جاتی ہو پھر اگر یہ پیشوا ہو اور منع پر قدرت نہ ہو تو جائے کیونکہ اس کی شرکت وخاموشی میں دین کی بدنامی اور معاصی کا دروازہ کھولنا ہے۔

**الشق الثانی** ...... **عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعْضِ جَسَدِيْ وَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعِدْ نَفْسَكَ فِيْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ، فَقَالَ لِيْ اِبْنُ عُمَرَ اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ وَاِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ غَدًا.**

**اشرحی الحديث بعد الترجمة واكتبی ماذا اخذت من هذا الحديث من العبرة واوضحی المراد من الجملة المخطوطة اكتبی الاعراب على كلمات الحديث.**

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) حدیث سے سبق آموز باتیں (۴) حدیث پر اعراب (۵) **یاعبدالله ماسمك غدا** کا مطلب۔

**جواب** ...... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بدن کا حصہ پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ (اے ابن عمر!) دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر یا راہگیر ہو اور خود کو قبر والوں میں شمار کیا کرو، راوی حدیث کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر صبح ہو جائے تو شام کا بھروسہ وانتظار نہ کرو اور اگر شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور غنیمت سمجھو اپنی صحت کو بیماری سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے، اسلئے کہ اے عبداللہ! تمہیں نہیں معلوم کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا۔

② حدیث کی تشریح:۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی ہے کہ اے ابن عمرؓ! دنیا کی

Scanned with CamScanner

زندگی چند روزہ ہے اس میں راہگیر اور مسافر کی طرح زندگی بسر کرو یعنی سفر بہرصورت خوشی وغمی سے ہر طرح کٹ جائے گی... پرواہ نہ کرو بلکہ منزل یعنی آخرت کی فکر کرو اور خود کو اہل قبر سے شمار کرو یعنی موت کا آنا یقینی ہے وہ آکر ہی رہے گی... کی فکر کرو، پھر اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے کہا کہ اے مجاہد! موت کسی بھی وقت آ سکتی ہے... گھڑی کو اپنی آخری گھڑی ہی سمجھو، صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت کو... پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو، صحت میں عمل کرلو، کیا بھروسہ کہ کس وقت بیماری آ جائے اور سب کچھ... جائے، اسلئے جو اچھا عمل کرنا ہے ابھی کرلو، اسلئے کہ کچھ معلوم نہیں کہ کل تمہارا کیا نام ہو یعنی آج تو تم زندہ ہو، ...معروف... کے نام سے پکارا جائیگا یا مردہ کے نام سے، آج تو تم صدر اور وزیر ہو کل میت ہو گے، آج تو تم ایم این اے اور ایم پی اے ہو کل مردہ کے نام سے پکارے جاؤ گے، آج تم شاہی خاندان کے فرد ہو کل پتہ چلے گا کہ انتقال کر گئے ہو اسلئے جو کچھ کرنا ہے آج اور ابھی کرلو اور اس وقت کو غنیمت سمجھو، آج فرصت ہے مگر کل مہلت نہیں ملے گی۔

❸ **حدیث سے مستنبط سبق آموز باتیں:۔** ① وقت کسی کی جاگیر نہیں ہے، صبح کو شام کا اور شام کو صبح کا انتظار نہ کرو، جو عمل کرنا ہے آج اور ابھی کرلو۔ ② اس فانی و چند روزہ زندگی میں شاہانہ نہیں بلکہ مسافرانہ زندگی بسر کرو اور مسافر کی طرح منزل یعنی آخرت کی فکر کرو۔ ③ بیماری سے پہلے صحت کو اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھو اور اچھے اعمال کرو، تندرستی بڑی نعمت ہے۔

❹ **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❺ **یاعبدالله ماسمك غدًا کا مطلب:۔** اس جملہ کا مطلب حدیث کی تشریح کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

# الورقة الخامسة : ترمذي (ج ٢)

## السوال الاول ١٤٢٩ھ

**الشق الاول** ...... بَابُ الْمُؤْمِنِ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ عَنْ إِبْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَلْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

**شكلي العبارة (اعراب لگائیں) ثم ترجميها.كيف يأكل الكافر في سبعة امعاء؟ انكري التوجيهات لشرح هذاالحديث.اشرحي اصطلاح الحسن الصحيح عند الترمذي.**

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح (۴) حسن صحیح کی اصطلاح کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** باب ہے اس بات کے بیان میں کہ بے شک مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافر کھاتا ہے سات آنتوں میں اور مؤمن کھاتا ہے ایک آنت میں۔

❸ **حدیث کی تشریح:۔** اس حدیث کی تشریح میں حضرات علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

① اس حدیث سے حقیقتاً کھانا مراد نہیں ہے۔ بلکہ دنیا و اسکی لذتوں کی قلت و کثرت مراد ہے، گویا دنیا کو اکل اور انکے اسباب و سامان کو اکل سے تعبیر کیا ہے مقصد یہ ہے کہ مؤمن کو دنیاوی لذتوں کا زیادہ شوق نہیں ہوتا، جبکہ کافر عیش پرست و لذت پرست ہوتا ہے۔
② مؤمن رزقِ حلال کھاتا ہے جو نسبتاً کم ہوتا ہے اور کافر حرام مال کھاتا ہے جس کے ذرائع بکثرت ہوتے ہیں، قلت حلال اور کثرت حرام کو ایک آنت و سات آنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ③ مؤمن کے کھانے میں برکت اور کافر کے کھانے میں بے برکتی ہوتی ہے کہ مؤمن اللہ کا نام لے کر کھاتا ہے تو برکت ہوتی ہے شیطان اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتا اور کم کھانا اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، جبکہ کافر اللہ کا نام لئے بغیر کھاتا ہے تو شیطان کی شرکت کی وجہ سے کم کھانا اس کے لئے کفایت نہیں کرتا۔
④ اس حدیث میں مؤمن کی عمومی و غالب حالت کا ذکر ہے، اور "سبعة" سے عدد مخصوص مراد نہیں ہے بلکہ مبالغہ فی التکثیر کے لئے ہے مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی شان اور عمومی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ کھانے پینے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا اور کم کھاتا ہے، زیادہ کھانا ہر وقت اسی فکر میں لگے رہنا کفار کی صفت ہے۔ ⑤ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ شہوات طعام سات ہیں، شہوت طبع، شہوت نفس، شہوت عین، شہوت انف، شہوت اُذن، شہوت فم، شہوت جوع، یہ شہوت جوع ضروری خواہش ہے اس کے بغیر زندہ رہنا مشکل ہے اس لئے مؤمن صرف اسی خواہش کے پورا کرنے کے لئے کھاتا ہے جبکہ کافر ساری خواہشات پوری کرتا ہے۔ (کشف الباری کتاب الاطعمہ)

❷ حسن صحیح کی اصطلاح کی وضاحت:۔ امام ترمذیؒ کسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں **حسنٌ صحیحٌ** تو امام ترمذیؒ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ایک ہی حدیث حسن بھی اور صحیح بھی ہو حالانکہ ان دونوں کی تعریفات الگ الگ ہیں، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت **حسنٌ صحیحٌ** میں مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ① **حسنٌ صحیحٌ** کے درمیان میں حرف عطف واؤ محذوف ہے، تو عبارت یوں ہوگی **حسنٌ وصحیحٌ** یعنی یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق کے اعتبار سے حسن ہے اور بعض طرق کے اعتبار سے صحیح ہے۔ ② **حسنٌ صحیحٌ** یہ ایک درمیانہ درجہ ہے جو حسن محض اور صحیح محض کے درمیان ہے یعنی جو حدیث نہ حسن محض ہو اور نہ صحیح محض ہو اس کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں **حسنٌ صحیحٌ**۔

**الشق الثانی** ...... **عن عبدالله عن النبی ﷺ قال: من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی۔**
حدیث کی تشریح علماء کے اقوال کی روشنی میں کریں حالت خواب میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد شرعی حجت ہے یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) حدیث کی تشریح (۲) حالت خواب میں ارشاد نبوی ﷺ کی حجیت۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کی تشریح:۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے خواب میں اپنی زیارت کے متعلق وضاحت فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب میں مجھے دیکھا تو وہ عنقریب مجھے دیکھ لے گا، اس کے دو مطلب ہیں۔
پہلا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ خاص ہے اگر کسی نے خواب میں مجھے دیکھا ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے ہجرت کی توفیق عطا فرمائیں گے اور وہ خواب کی طرح بیداری میں بھی میری زیارت کا شرف پائے گا۔
دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ مطلق ہے کہ جس نے بھی خواب میں مجھے دیکھا وہ عنقریب روز قیامت مجھے دیکھ لے گا، اس سے حسن خاتمہ اور آپ ﷺ کی شفاعت کی طرف اشارہ ہے کہ اسے روز محشر آپ ﷺ کی زیارت ہوگی اور اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا۔

Scanned with CamScanner

راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یا تو یہی ارشاد فرمایا اور یا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کسی اور کو نہیں دیکھا، کیونکہ شیطان کو میری شکل وصورت میں آنے کا اختیار نہیں ہے وہ میری شکل میں نہیں آسکتا۔ اکثر علماء کی یہی رائے ہے کہ اگر کسی نے خواب میں آپ ﷺ کے معہود اور شمائل میں مذکور حلیہ اور صورت کے مطابق دیکھا تو اس نے آپ ﷺ کو ہی یقینیۃً بلاشبہ دیکھا ہے۔ اور اگر کسی نے شمائل میں مذکور حلیہ کے بغیر دیکھا تو پھر بھی بعض اہل علم نے یہی کہا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان کو اس پر کوئی تصرف واختیار حاصل نہیں ہے۔

❷ حالت خواب میں ارشاد نبوی ﷺ کی حجت:۔ اگر کسی شخص نے خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ نے اسے کوئی حکم دیا تو علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ خواب حجت شرعی اور مثبت حکم نہیں ہے البتہ اگر وہ ایسا حکم ہے جو شریعت کے کسی ضابطہ اور حکم کے منافی نہیں ہے تو پھر بھی وہ حجت شرعی نہیں ہے، البتہ محبت اور ادب کی وجہ سے اس پر عمل کرنا مستحسن ہے۔

## السوال الثانی ۱۴۲۹ھ

**الشق الاوّل** عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَرِيَّةٍ فَنَزَلْنَا بِقَوْمٍ فَسَأَلْنَاهُمُ الْقِرٰى فَلَمْ يَقْرُوْنَا فَلُدِغَ سَيِّدُهُمْ فَأَتَوْنَا، فَقَالُوْا هَلْ فِيْكُمْ مَنْ يَرْقِيْ مِنَ الْعَقْرَبِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ أَنَا، وَلٰكِنْ لَا أَرْقِيْهِ حَتّٰى تُعْطُوْنَا غَنَمًا، قَالُوْا فَإِنَّا نُعْطِيْكُمْ ثَلَاثِيْنَ شَاةً، فَقَبِلْنَا فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَبَرَأَ، وَقَبَضْنَا الْغَنَمَ، قَالَ: فَعَرَضَ فِيْ أَنْفُسِنَا مِنْهَا شَيْءٌ، فَقُلْنَا لَا تَعْجَلُوْا حَتّٰى تَأْتُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَيْهِ ذَكَرْتُ لَهُ الَّذِيْ صَنَعْتُ قَالَ وَمَا عَلِمْتَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ اِقْبِضُوا الْغَنَمَ وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ بِسَهْمٍ.

حدیث شریف پر اعراب لگایئے اور سلیس ترجمہ کیجئے۔ دم کرنے اور تعویذات لکھنے کا کیا حکم ہے؟ آیا اس حدیث سے تعویذ گنڈوں پر استدلال ہوسکتا ہے؟ اجرت علی الطاعات کا مسئلہ اختلاف ائمہ اوران کے دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) دم اور تعویذات کا حکم (۴) مذکورہ حدیث سے تعویذ گنڈوں پر استدلال (۵) اجرت علی الطاعات میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

**جواب** ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہم کو ایک سریہ کے ساتھ روانہ فرمایا ہم نے ایک ایسی قوم کے پاس پڑاؤ ڈالا کہ ہم نے اس قوم سے ضیافت کے بارے میں کہا مگر انہوں نے ہماری ضیافت نہ کی پس ڈس لیا ان کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے وہ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو بچھو کے کاٹنے کو جھاڑ دے؟ میں نے کہا ہاں، مگر میں اس وقت تک نہیں جھاڑوں گا جب تک تم بکریاں ہمیں نہیں دو گے انہوں نے کہا کہ ہم تم کو تیس بکریاں دیں گے، پس ہم نے قبول کر لیا، میں نے اس ڈسے ہوئے پر سات دفعہ سورۃ الحمد پڑھی وہ صحیح ہو گیا ہم نے بکریاں اپنے قبضے میں لیں پھر ہمارے دلوں میں شبہ ہو گیا اور ہم نے کہا جلدی نہ کرو جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ پہنچ جاؤ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے میں نے اپنے عمل کا ذکر کیا جو میں نے کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے یہ رقیہ ہے بکریاں لے لو اور میرے لئے تم اپنے ساتھ حصہ مقرر کرو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

③ **دم اور تعویذات کا حکم:۔** تعویذات کے استعمال اور اس کی اباحت وصحت اور قباحت و عدم ... اگر آدمی تعویذ، دواء اور دم درود وغیرہ میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھے کہ شفاء من جانب اللہ ہوتی ہے اور دم، درود، دوا اور تعویذ وغیرہ سبب سمجھے تو پھر ان کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر انہی اشیاء کو مؤثر حقیقی سمجھا جائے تو پھر ان کا استعمال ممنوع ہے۔ تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے احادیث میں اس کا ثبوت بھی ہے کہ اسی حدیث الباب میں سے بھی اس کا ثبوت ہے مگر مستقل طور پر لوگوں کو ٹھگنے کے لئے یہ کاروبار بنالینا درست نہیں ہے (واللہ اعلم)۔

④ **مذکورہ حدیث سے تعویذ گنڈوں پر استدلال:۔** مذکورہ استدلال درست ہے باقی تعویذ گنڈوں سے مقصود خدمت خلق اور تعلیمات قرآنی کا پرچار ہونا چاہیے، مال بٹورنا مشن و مقصد نہیں ہونا چاہیے۔

⑤ **اجرت علی الطاعات میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔** اجرت علی الطاعات کے بارے میں روایات مختلف ہیں اسی وجہ سے ائمہ کا اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور متاخرین احناف اجرت علی الطاعۃ کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ متقدمین احناف اجرت علی الطاعۃ کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث الباب ہے اسی طرح ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انکو اذان کی اجرت دی گئی۔ متاخرین احناف ضرورت کی بناء پر اجرت علی الطاعت کو جائز قرار دیتے ہیں۔

**(نوٹ)** متاخرین احناف کے ہاں تعلیم قرآن کا معاوضہ لینا جائز نہیں ہے البتہ گزر اوقات کیلئے بقدر ضرورت احسن طریقہ سے اپنے وقت کی اجرت لینا جائز ہے اور اسے تعلیم قرآن کا معاوضہ اور اجرت نہیں سمجھا جائیگا بلکہ معلم کا جو وقت اس تعلیم و تعلم میں صرف ہو رہا ہے اسکا معاوضہ سمجھا جائیگا۔

**الشق الثانی** ...... عن عبدالله بن ابی بکر قال سمعت انس بن مالك يقول: قال رسول الله ﷺ يتبع الميت ثلاث فيرجع اثنان ويبقى واحد يتبعه اهله وماله وعمله فيرجع اهله وماله ويبقى عمله. ترجمی الحدیث الشریف. هل يجوز ايصال ثواب اعمال الأحياء الى الأموات؟ قدورد فی حديث "اذامات ابن ادم انقطع عمله الامن ثلث" ماهی تلك الأمور الثلث؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مردہ کے لئے ایصال ثواب کا حکم (۳) وہ اعمال جن کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے۔

**جواب** ...... ① **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پیچھے جاتی ہیں میت کے تین چیزیں، دو لوٹ آتی ہیں اور ایک باقی رہتی ہے پیچھے جاتے ہیں اسکے گھر والے اسکا مال اور اسکا عمل، اسکا مال اور اسکے گھر والے لوٹ آتے ہیں اور باقی رہتا ہے اسکا عمل۔

② **مردہ کے لئے ایصال ثواب کا حکم:۔** مردہ کے اس دنیا سے جانے کے بعد زندہ لوگ اپنے کسی عمل کا ثواب مردہ کو پہنچائیں تو مردہ کو اس کا ثواب وفائدہ پہنچتا ہے یا نہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ مالی عبادات مثلاً صدقہ وغیرہ کا ثواب اور فائدہ بالاتفاق مردہ کو پہنچتا ہے البتہ بدنی عبادات یعنی نماز، روزہ وغیرہ کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے، حضرات

احناف کے نزدیک بدنی عبادات واعمال کا ثواب بھی مردہ کو پہنچتا ہے جبکہ حضرات شوافع کہتے ہیں کہ بدنی عبادات کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ مالی عبادات کا ہی ایصال ثواب کیا جائے جن کا ثواب پہنچنا یقینی اور اتفاقی ہے۔

③ **وہ اعمال جن کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے:۔** جس وقت انسان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے اعمال کے ختم ہونے کی وجہ سے اسکے نامہ اعمال میں نیکیوں اور ثواب کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، مگر کچھ اعمال انسان کے ایسے ہوتے ہیں کہ انکے ثواب کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور برابر اسکو ثواب پہنچتا رہتا ہے اور مرنے والا اس سے مستفیض ہوتا رہتا ہے۔ پہلی چیز صدقۂ جاریہ ہے یعنی آدمی نے کوئی مسجد یا مدرسہ کے لئے زمین وقف کر دی یا عمارت تعمیر کرا دی یا تالاب وکنواں بنوا دیا یا مسافروں کے لئے سائبان اور بیٹھنے کی جگہ کا انتظام کیا یا کوئی بھی چیز مخلوق خدا کے فائدہ کے لئے چھوڑ گیا تو جب تک لوگ ان اشیاء سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے میت کو برابر اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ دوسری چیز علم نافع ہے یعنی میت اپنی زندگی میں لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتا رہا یا اپنے علوم ومعارف کسی کتاب میں محفوظ کر گیا یا اپنے علم کا کوئی صحیح وارث وجانشین بنا گیا تو جب تک لوگ ان اشیاء سے فائدہ حاصل کرتے ہیں یا کرتے رہیں گے اس وقت تک برابر یہ اشیاء اس کے لئے سرمایۂ آخرت ہوں گی۔ تیسری چیز نیک اولاد ہے کہ نیک اولاد والدین کیلئے وسیلۂ نجات اور ذریعۂ فلاح ہے کہ نیک اولاد والدین کی قبر پر فاتحہ پڑھے گی دعائے مغفرت کریگی، قرآن کریم پڑھ کر بخشے گی صدقہ وخیرات کریگی تو یہ تمام چیزیں میت کے ثواب میں اضافہ کا باعث ہونگی۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

**الشق الاول** ..... بَابُ مَاجَاءَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْمِلَّةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُشَرِّكَانِهٖ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَمَنْ هَلَكَ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ بِهٖ.

شكلى العبارة. مامعنى الفطرة والملة؟ اشرحى الحديث بحيث يتضح المراد. ماهو حكم اولاد الكفار والمشركين؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) فطرت کا معنی (۳) حدیث کی تشریح (۴) اطفال المشرکین کا حکم۔

**جواب** ..... ① **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

② **فطرت کا معنی:۔** ① علامہ مازری کہتے ہیں کہ فطرت عہد الست کا نام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ارواح سے لیا۔ ② فطرت سلیمہ اور طبعی سلامتی کا نام فطرت ہے۔ ③ الفطرة هى الدين فطرت ملۃ اسلام اور دین کا نام ہے۔ ④ معرفة الانسان بربه انسان کا اپنے رب کو پہچاننا فطرت ہے۔ ⑤ فطرت اس استعداد کا نام ہے جس سے حق اور باطل کے مابین تمیز اور صحیح فیصلہ کیا جا سکے۔ ⑥ قبول حق کی استعداد کا نام فطرت ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ اگر اس سے مراد اسلام وملت لیں تو آیت میں ہے لاتبديل لخلق الله پھر یہودیت، نصرانیت، مجوسیت وضلالت کی طرف تبدیلی کیسے؟

③ **حدیث کی تشریح:۔** حدیث کا حاصل یہ ہے کہ فطری طور پر ہر بچہ مسلمان کے گھر پیدا ہو یا کافر کے گھر وہ فطرت سلیمہ پر ہوتا

Maktaba Tul Ishaat.com

کر اثرات و ترغیبات اور تعلیمات اس پر اثر انداز نہ ہوں تو وہ وحدانیت اور حقانیت اسلام ...
ہے کہ ہوش سنبھالتے ہی اس کو جو سوسائٹی اور معیار زندگی ملتا ہے اسی کی رو میں بہہ جاتا ہے ...
کا ذکر حدیث کے اگلے جملہ میں ہے، فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول جو بچے عقل و شعور کی عمر کو پہنچنے سے پہلے انتقال کر گئے ان کا انجام کیا ہے آیا وہ
جنتی ہیں یا جہنمی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا معاملہ اور علم اللہ کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کے انجام کو بہتر جاننے والے ہیں۔

❷ اطفال المشرکین کا حکم:۔ اطفال المسلمین بالاتفاق جنتی ہیں اور اس پر دلیل یہ آیت ہے "والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم" کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی اتباع کی تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ جنت میں ملا دیں گے۔

اطفال المشرکین کے متعلق دنیوی احکام کے اعتبار سے کفار والا معاملہ ہی ہوگا یعنی تجہیز و تکفین اور تدفین میں کفار والا عمل اور سلوک کیا جائے گا۔
البتہ اخروی حکم اور انجام میں اہل علم کے متعدد اقوال ہیں۔ ① اطفال المشرکین بھی جنتی ہونگے، دلیل قصہ معراج کی وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک باغیچہ میں دیکھا کہ ان کے ارد گرد مسلمانوں اور کافروں کے بچے تھے ② اطفال المشرکین بھی تبعا لآبائهم جہنمی ہونگے، دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے بچوں اور کفار کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہوں گے اور کفار کے بچے جہنمی ہوں گے ③ جنت و جہنم کے درمیان برزخ و اعراف میں ہونگے "لانهم لم يعملوا الحسنات ولا السيئات" ④ اہل جنت کے خادم ہوں گے ⑤ امتحان و آزمائش ہوگی، جہنم کی طرف لے جایا جائیگا اور جہنم میں داخل ہونے کا حکم ہوگا، جو جہنم میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے گلزار ہوگی، جس نے انکار کیا وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔
اس کے علاوہ بھی متعدد اقوال ہیں حافظ ابن حجرؒ نے دس اقوال ذکر کئے ہیں مگر ان میں سے مشہور یہ پانچ اقوال ہیں۔

**الشق الثانی** .... بَابُ مَاجَاءَ فِى الْوَاصِلَةِ وَالْمُسْتَوْصِلَةِ وَالْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ عَنْ عَبْدِاللهِ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ لَعَنَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ مُبْتَغِيَاتٍ لِلْحُسْنِ مُغَيِّرَاتٍ خَلْقَ اللهِ۔

ترجمي الحديث الشريف وشكليه . اشرحي معنى الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والواصلة والمستوصلة . هل يجوز قطع الشعر لزينة المرأة؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ الفاظ کے معانی (۴) عورت کا زینت کیلئے بال کاٹنے کا حکم۔

**جواب** ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔
❷ عبارت کا ترجمہ:۔ ترجمہ باب ہے واصلہ مستوصلہ واشمہ مستوشمہ کے بیان میں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے لعنت کی واشمات مستوشمات متنمصات پر جو حسن کو تلاش کرنیوالی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صورت کو تبدیل کرنے والی ہیں۔
❸ مذکورہ الفاظ کے معانی:۔ واشمۃ:۔ گودنے والی عورت، زمانۂ جاہلیت میں اور اب بھی یہ رواج ہے کہ چہرہ کو یا کسی

Scanned with CamScanner

اور جگہ کو گودا جائے تو آپ ﷺ نے لعنت کی ہے۔ مستوصلة: بالوں کیساتھ دوسرے بال لگوانے والی عورت۔

واصلة: بالوں کیساتھ دوسرے بال لگانے والی عورت۔ مستوشمة: گودوانے کا عمل کرانے والی عورت۔

متنمصة: بالوں کو نوچنے والی یعنی اکھیڑنے والی عورت۔

④ عورت کا زینت کیلئے بال کاٹنے کا حکم:۔ عورت کا بغیر کسی شرعی عذر کے محض زیب و زینت وخوبصورتی کے لئے بالوں کو کاٹنا اور چھوٹا کرنا حرام اور موجب لعنت ہے۔

# ﴿الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۰ھ

**الشق الاوّل** ..... عن ابن أبی عمار قال: قلت لجابر: الضبع أصیدهی؟ قال:نعم، قلت: آكلها؟ قال: نعم، قلت: أقاله رسول الله ؟ قال : نعم. عن خزیمة بن جزء قال: سالت رسول الله ﷺ عن اكل الضبع قال: اویاكل الضبع احد؟ وسالته عن اكل الذئب فقال: أویاكل الذئب احدفیه خیر؟

ترجمی الحدیثین. ماهی الضبع و انكری مذاهب الأئمة فی حل الضبع وحرمته . اذكری دلائلهم ورجحی مذهب الاحناف بالأدلة.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) ضبع کی تعریف (۳) ضبع کی حلت وحرمت میں ائمہ کے مذاہب مع الدلائل۔

**جواب** ..... ① احادیث کا ترجمہ:۔ ابن ابی عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بجو شکار ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (شکار ہے) ابن ابی عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کیا کہ کیا میں اس کو کھالوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، میں نے پھر کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے؟ جواب دیا ہاں (فرمایا ہے)۔

حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بجو کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ کیا بجو کو بھی کوئی کھاتا ہے؟ پھر میں نے آپ ﷺ سے بھیڑیا کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھیڑیے کو بھی کوئی بھلا مانس کھاتا ہے؟

② ضبع کی تعریف:۔ یہ ایک جانور ہے جس کو ہندی زبان میں بجو کہتے ہیں اور یہ جانور ایک سال مذکر اور ایک سال مؤنث رہتا ہے حالت ذکورت میں حاملہ ہوتا ہے اور حالت انوثت میں بچہ جنتا ہے اور یہ قبروں سے مردے نکال کر کھاتا ہے۔

③ ضبع کی حلت وحرمت میں ائمہ کے مذاہب مع الدلائل:۔ امام شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ابوثورؒ یہ حضرات بجو کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے یعنی اس کے کھانے کو مباح قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ، ابن مسیبؒ، سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اکل ضبع کی حرمت کے قائل ہیں۔

قائلین اباحت (حلت) کے دلائل: ① حدیث الباب ہے کہ راوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بجو کے شکار ہونے اور

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

اپنے کھانے کے بارے میں پوچھا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مثبت جواب دیا اور جب راوی نے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی فرمایا ہے تو اس پر بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نعم فرمایا معلوم ہوا کہ بجو کا کھانا جائز ہے۔ ② حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الضبع صيد وجزاءه كبش مسن ويؤكل** اور حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد امام بخاریؒ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ "**انه حديث صحيح**" تو یہ روایت جواز اکل ضبع پر صریح دال ہے۔ ③ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام شافعیؒ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے کہ وہ بجو کھایا کرتے تھے۔ ④ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بجو کا گوشت صفا و مروہ کے درمیان برابر بکتا رہا اور لوگ کھاتے رہے کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی اگر اسکا کھانا ناجائز ہوتا تو پھر اس پر نکیر ہوتی۔

قائلینِ حرمت کے دلائل: حضرات احناف وغیرہ بجو کی حرمت کے قائل ہیں وہ متعدد امور بطور دلائل پیش کرتے ہیں۔

① حبان بن جزء کی روایت جس کی تخریج امام ترمذیؒ نے بھی کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حبان بن جزء نے اپنے بھائی خزیمہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجو کے کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجو بھی کوئی آدمی کھاتا ہے؟ یہ روایت بجو کے کھانے کے عدم جواز پر صراحۃً دال ہے۔ ② وہ اثر جو سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ابو یعلیٰؒ وغیرہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ سعید بن المسیبؒ سے پوچھا گیا کیا کوئی قوم بجو کھاتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ **ان اكلها لا يحل** اس وقت ابن المسیبؒ کے پاس ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا "**نهى رسول الله ﷺ عن اكل كل ذى خطفة ونهبة ومجثمة وكل ذى ناب من السباع**" معلوم ہوا کہ ابن مسیبؒ نے بجو کے کھانے کو حلال نہیں فرمایا پھر ان کا یہ قول ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت سے مؤید بھی ہو گیا کیونکہ بجو حملہ آور جانور ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانور کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ③ متعدد صحابہ ابن عباس، علی، ابو ہریرہ، ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مشہور روایت مروی ہے "**نهى رسول الله ﷺ عن اكل كل ذى ناب من السباع**" اور بجو میں یہ دونوں وصف پائے جاتے ہیں کہ وہ درندہ بھی ہے اور ذی ناب بھی، اس لئے اس روایت کے تحت وہ داخل ہے لہٰذا درندوں کی طرح اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ ④ آیت شریفہ "**ويحرم عليهم الخبائث**" کہ مسلمانوں کے حق میں خبیث جانور حرام کئے گئے ہیں اور بجو اخبث الحیوانات ہے کیونکہ یہ انسان کے گوشت اور اس کے خون کا بہت عاشق ہے حتیٰ کہ قبر کھود کر مردار انسان کو بھی کھا لیتا ہے لہٰذا اس کے خبیث ہونے میں کیا شک ہے، اس لئے بجو آیت کے تحت داخل ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ ⑤ روایات دونوں طرح کی ہیں بعض سے حلت اور بعض سے حرمت معلوم ہوتی ہے اور قاعدہ ہے کہ ادلہ کے تعارض کے وقت احتیاطاً حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا دلائل احناف راجح ہونگے۔

**الشق الثانی** ...... عن عائشة أن النبى ﷺ سئل عن البتع، فقال: كل شراب أسكر فهو حرام.

عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله ﷺ: ان من الحنطة خمرا، ومن الشعير خمرا، ومن الزبيب خمرا، ومن العسل خمرا.

ترجمی الحدیثین. عرفی "البتع" و "الخمر"

و النبیذ اصطلاحًا. اذکری حکم شرب الخمر والنبیذ مع اختلاف الأئمة فی ذلک ودلائلهم.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) خمر ونبیذ کی تعریف (۳) شرب خمر ونبیذ کا حکم مع اختلاف ائمہ۔

جواب ..... ❶ احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تبع کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر شراب جو نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک گیہوں سے بھی (شراب بنتی ہے) اور جو سے بھی اور چھوارے سے بھی اور کشمش سے بھی اور شہد سے بھی شراب بنتی ہے۔

جواب ..... ❷ تبع، خمر ونبیذ کی تعریف:۔ تبع: وہ شراب جو شہد یا کھجور سے تیار کی جائے۔

خمر: وہ شراب جو انگور سے تیار کی جائے۔ نبیذ: کھجور پانی میں ڈالی جائے اور اس کا اثر پانی میں آجائے اور حد سکر کو نہ پہنچے۔

❸ شرب خمر ونبیذ کا حکم مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شرب نبیذ کا حکم یہ ہے کہ نبیذ اگر حد سکر کو نہ پہنچے تو اس کا پینا جائز ہے، اگر کسی کے پاس صرف نبیذ ہے تو وضو کرے تیمم نہ کرے۔

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں تیمم کرے وضو نہ کرے۔ امام محمدؒ کے ہاں نبیذ سے وضو اور تیمم دونوں کرے۔

امام صاحبؒ کی دلیل:۔ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تمرة طیبة وماء طهور"

جمہور کی دلیل: "فان لم تجدوا ماء فتیمموا" اس میں مطلق ماء کا ذکر ہے اور نبیذ مطلق ماء نہیں۔

فائدہ: امام صاحبؒ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ اب حنفیہ کا مفتی بہ قول ائمہ ثلاثہ کی مثل ہے۔

خمر کا استعمال بالاتفاق ناجائز ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، البتہ دیگر مسکرات اشربہ کے بارے میں تفصیل ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے ہاں ان کا حکم بھی وہی ہے جو خمر کا ہے امام صاحبؒ کے ہاں خمر کے علاوہ باقی اشیاء اگر حد سکر کو پہنچ جائیں تو حرام ہیں ورنہ ان کا استعمال جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ سے مختلف نبیذوں کا پینا ثابت ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۰ھ

**الشق الاوّل** ..... عن أبی سعید الخدری قال: صلی بنا رسول الله ﷺ یومًا صلاة العصر بنهار، ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعة الا أخبرنا به، حفظه من حفظه ونسیه من نسیه، فکان فیما قال: ان الدنیا حلوة خضرة، وان الله مستخلفکم فیها فناظر کیف تعملون، ألا فاتقوا الدنیا واتقوا النساء.

ترجمی الحدیث واشرحیه شرحًا واضحًا. کیف ذکر النبی ﷺ کل مایکون الی قیام الساعة من جلیل وحقیر، فهل کان لدیه علم ماکان وماسیکون؟ کما یقول بذلک البریلویة وهل کان وسع لتلک المعلومات العظیمة الکثیرة هذا الوقت القلیل مابین العصر والمغرب؟ فما هو المعنی الصحیح لهذا الحدیث.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) مختصر وقت میں کائنات کے تمام واقعات کے ذکر کی توجیہ (۴) آپ ﷺ اور علم ماکان ومایکون۔

جواب ..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھائی آپ ﷺ نے

Maktaba Tul Ishaat.com

عصر کی ایک دن پھر خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے پس نہ چھوڑا کچھ بھی جو قیامت تک ہونا تھا مگر ہمیں اس کی خبر دی، یاد کیا اس کو جس نے یاد کیا اور بھلا دیا اس کو جس نے بھلا دیا پس ہوگا جو کچھ فرمایا، بے شک دنیا سرسبز ہے میٹھی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والے ہیں پس وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو خبردار! دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔

❷ **حدیث کی تشریح:۔** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور قیامت تک پیش آنے والے تمام واقعات وفتنوں کا ذکر کیا اور آپ ﷺ کی بتلائی ہوئی باتوں میں سے ایک بات یہ تھی کہ دنیا سے بچو یعنی ناجائز طریقہ سے دنیا حاصل نہ کرو اور جائز طریقہ سے حاصل شدہ دنیا کو ناجائز وغلط طریقہ پر خرچ نہ کرو۔ دوسری خاص بات یہ تھی کہ عورتوں سے بچو یعنی اس دنیا کا سب سے بڑا فتنہ عورت ہے اس کی وجہ سے آدمی ہر جائز وناجائز کی پرواہ کئے بغیر سب کچھ کرگزرتا ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ دنیا وعورت سے بچو۔

❸ **مختصر وقت میں کائنات کے تمام واقعات کے ذکر کی توجیہ:۔** سوال ہوتا ہے کہ عصر کے بعد کے مختصر وقت میں آپ ﷺ نے کائنات کے تمام واقعات کو کیسے ذکر فرمایا حالانکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے تو علماء نے اسکی دو توجیہ ذکر کی ہیں۔

① آپ ﷺ نے صرف امور دینیہ کو بیان کیا تھا تمام امور اور واقعات کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔ ② حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قیامت تک جو فتنے ظاہر ہونے تھے ان کو بیان کیا تھا تمام امور دنیا کو بیان نہیں کیا تھا۔

❹ **آپ ﷺ اور علم ماکان ومایکون:۔** علم غیب اور تمام کائنات کا علم محیط یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم کہ کوئی چیز بھی اس سے خارج نہ ہو یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں کسی مخلوق کا کوئی بھی فرد حتیٰ کہ کوئی بھی فرشتہ اور نبی مرسل اس میں شریک نہیں ہے، اس میں کسی بھی درجہ میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا سراسر ناانصافی ہے اور ظلم عظیم ہے، اور قرآن کریم و احادیث مبارکہ میں بے شمار مقامات پر اسی عقیدہ توحید کو بیان کیا گیا ہے اور اسی شرک والے گناہ عظیم کے خاتمہ کیلئے قرآن کریم اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور ہر ایک نے دنیا کے تمام رالطوں کو ختم کر کے ایک طرف ہی پوری مخلوق کو متوجہ کیا اور کلمہ توحید کی دعوت دی۔

اس کائنات میں اگر معمولی علم غیب بھی ہوتا تو وہ اللہ کے محبوب پیغمبر کو ہوتا مگر آپ ﷺ کی ساری زندگی دعوت توحید میں ہی گزری ہے اور بے شمار مقامات پر آپ ﷺ کی زندگی سے عملی طور پر ایسے واقعات نمودار ہوئے جن کی وجہ سے آپ کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے، اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ ﷺ ہر نفع کی چیز کو حاصل کرتے اور نقصان دہ چیز سے ہمیشہ محفوظ ہی رہتے، کبھی تکلیف میں مبتلا نہ ہوتے بلکہ سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا آپ ﷺ کو ہی کرنا پڑا ہے۔

اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ کو طائف کے پتھروں کا سامنا نہ کرنا پڑتا، غزوہ بدر کے موقع پر تجارتی قافلہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے بچ کر نہ نکلتا، غزوہ اُحد میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید نہ ہوتے، آپ کے چچا کی لاش کے اس طرح بے شمار ٹکڑے نہ ہوتے، پہاڑ کی پشت کی جانب سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف سے حملہ نہ ہوتا اور عارضی شکست کا سامنا نہ کرنا پڑتا، بیعت رضوان کے موقع پر چودہ سو جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے خون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ کیلئے بیعت نہ لی جاتی، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بغیر عمرہ کی ادائیگی کے احرام کھول کر واپس نہ آنا پڑتا۔ اسی طرح اور بھی بے شمار واقعات ایسے ہیں جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔

البتہ انبیاء علیہم السلام کو جو علم دیا جاتا ہے اور خصوصاً آپ ﷺ کو جو علم دیا گیا وہ تمام مخلوقات جن وانس سے زیادہ تھا اس علم کی وجہ سے آپ نے متعدد غیب کی باتوں کی خبر بھی دی جن کی صداقت اور سچائی کی غیروں نے بھی گواہی دی اس کی وجہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کو متعدد غیب کی چیزوں کا علم دیا گیا تھا مگر اس کی وجہ سے آپ ﷺ کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

الغرض حضور ﷺ کو تمام "ماکان ومایکون" کا علم نہیں دیا گیا تھا فرقہ بریلویہ کا یہ نظریہ باطل ہے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث اس نظریہ کی تردید کرتی ہیں مثلاً "ان الله عنده علم الساعة الاية وعنده مفاتيح الغيب لايعلمها الا هو ومنهم من لم نقصص عليك" وغیرہ۔

**الشق الثانی** ...... عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقترب الزمان لم تكد رؤيا المؤمن تكذب وأصدقهم رؤيا أصدقهم حديثا ورؤيا المسلم جزء من ستة وأربعين جزء من النبوة.

ترجمي الحديث. اشرحي الحديث المذكور شرحا وافيا و اذكري أقسام الرؤيا. ماالمعنى كون رؤيا المسلم جزء من ستة واربعين جزء من النبوة مع ان النبوة قد ختمت على نبينا ﷺ.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) خواب کی اقسام (۴) ختم نبوت کے باوجود خواب کے نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے کا مفہوم۔

**جواب** ...... ❶ <u>حدیث کا ترجمہ:</u> حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو مؤمن کا خواب بہت کم جھوٹا ہوگا لوگوں میں سب سے سچے خواب والا وہ ہوگا جو بات چیت میں سب سے سچا ہوگا اور مسلم کا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے (اور خواب تین طرح کے ہوتے ہیں: رؤیا صالحہ جو بشارت ہے اللہ کی جانب سے، وہ خواب جو شیطان کی طرف سے غم پیدا کرنے کیلئے ہوتا ہے، وہ خواب جو آدمی اپنے دل میں سوچتا ہے پس جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو ناگوار ہو تو اس کو چاہیے کہ اٹھ جائے اور بائیں جانب تھتکار دے اور لوگوں سے بیان نہ کرے فرمایا میں پسند کرتا ہوں بیڑی کو اور ناپسند کرتا ہوں طوق کیونکہ بیڑی کے معنی دین میں ثابت قدم رہنا ہے)۔

❷ <u>حدیث کی تشریح:</u> آپ ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جب زمانہ قریب آئیگا تو اس وقت مؤمن کے خواب اکثر سچے ہوتے۔

اقتراب زمان سے کیا مراد ہے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

① صاحب الفائق فرماتے ہیں اس سے آخری زمانہ مراد ہے جو قرب قیامت ہوگا، اقتراب سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ شیئ جب قلیل وقصیر ہو جاتی ہے تو اس کے اطراف وجوانب قریب قریب ہو جاتے ہیں۔

پھر آخری زمانہ کونسا مراد ہے بعض نے فرمایا خروج مہدی کا زمانہ کیونکہ اس وقت عدل وانصاف قائم ہوگا وہ وقت خوشی کا وقت ہوگا زمانہ قلیل معلوم ہوگا جیسا کہ اس کے بالمقابل پریشانی کا وقت قلیل بھی کثیر معلوم ہوا کرتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کر کے لوگوں کے ساتھ رہیں گے وہ وقت بھی انصاف وعدل کا وقت ہوگا اور بعض نے کہا کہ آخری وہ زمانہ مراد ہے جب مؤمن انتہائی کسمپرسی کی حالت میں ہوگا کہ نہ اعوان وانصار ہوں گے اور نہ کسی طرح کی کوئی مدد ہوگی تو ایسے وقت

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

شخص کو سچے خواب دکھائی دیں گے تاکہ اس کی مدد ہو سکے اور اس کو سچے خواب کے ذریعے رہنمائی ہو سکے۔

② وہ زمانہ اور وقت مراد ہے جس میں رات اور دن دونوں برابر ہوتے ہیں چونکہ اس وقت انسانی مزاج صحیح و معتدل تر ہوگا اس لئے خواب میں خلط وملط نہ ہوگا بلکہ خواب سچے ہونگے ③ وہ زمانہ مراد ہے کہ جس میں سال ماہ کی طرح اور ماہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور یوم ساعۃ کی طرح قریب قریب ہو جائیں گے ④ صبح کی نزدیکی وقرب مراد ہے یعنی سحری کے وقت کے اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص حلال وطیب چیزیں کھاتا ہے اور ہمیشہ سچ بولتا ہے اس کے خواب بھی اکثر سچے ہوتے ہیں۔

تیسرے جملے کا مفہوم مابعد میں آرہا ہے۔

③ **خواب کی اقسام:۔** خواب کی تین اقسام ہیں۔

① کبھی خواب میں آدمی وہی صورتیں دیکھتا ہے جو بیداری کی حالت میں دیکھتا ہے اس کو حدیث النفس کہا جاتا ہے۔

② کبھی شیطان کچھ صورتیں اور واقعات اسکے ذہن میں ڈالتا ہے کبھی خوش کرنے والے اور کبھی ڈرانے والے اس کو تسویل شیطان کہتے ہیں یہ دونوں قسمیں باطل ہیں جن کی کوئی حقیقت واصلیت نہیں ہے اور نہ ان کی کوئی واقعی تعبیر ہو سکتی ہے۔

③ اللہ کی طرف سے ایک قسم کا الہام ہے جو اپنے بندہ کو متنبہ کرنے یا خوشخبری دینے کیلئے کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے بندہ کے قلب و دماغ میں ڈال دیتے ہیں یہ خواب صحیح وحق ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ مؤمن کا خواب ایک کلام ہے جس میں وہ اپنے رب سے شرف گفتگو حاصل کرتا ہے۔

④ **ختم نبوت کے باوجود خواب کے نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے کا مفہوم:۔** تفسیر مظہری میں اسکی یہ توجیہ بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نبوت کا سلسلہ تئیس سال جاری رہا ان میں سے پہلی ششماہی میں یہ وحی الٰہی خوابوں کی صورت میں آتی رہی ہے باقی پینتالیس ششماہی میں جبرائیل امین علیہ السلام اللہ کا پیغام انسان کی صورت میں لائے اس حساب سے سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوئے۔ یہاں بعض لوگوں کو مغالطہ ہو گیا ہے کہ جزء نبوت کے دنیا میں باقی رہنے اور رہنے کو نبوت کا باقی اور جاری رہنا سمجھ بیٹھے ہیں جو قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور بے شمار احادیث صحیحہ کے خلاف ہے بلکہ اجماع امت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت اجماعی مسئلہ ہے اور یہ نہ سمجھئے کہ کسی چیز کے ایک جزء کے موجود ہونے سے پوری چیز کا موجود ہونا لازم آتا ہے اگر کسی شخص کا ایک ناخن ہے یا ایک بال کہیں موجود ہے تو کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہاں وہ شخص موجود ہے، مشین کے بہت سے کل پرزوں میں سے اگر کسی کے پاس ایک پرزہ موجود ہے تو کیا پوری مشین موجود ہوگی؟ (نہیں ہرگز نہیں) بعینہٖ اسی طرح نبوت کے کسی جزء کے باقی رہنے سے نبوت کا باقی رہنا لازم نہیں آتا۔

## السوال الثالث ۱۴۳۰ھ

**الشق الاول** ...... عن عبدالله بن عمرو عن النبي ﷺ قال: أربع من كن فيه كان منافقا، وان كانت خصلة منهن فيه كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: اذا حدث كذب، واذا وعد أخلف، واذا خاصم فجر، واذا عاهد غدر. ما الفرق بين الوعد والعهد. من اجتمعت فيه الصفات

Scanned with CamScanner

الاربع هل يسمى منافقًا؟ هل تنحصر خصال المنافق فى هذه الاربع؟ اشرحى الحديث شرحًا وافيًا

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) وعد و عہد میں فرق (۲) من اجتمعت فیه الصفات الخ کا مطلب (۳) منافقین کی خصال کا انحصار (۴) حدیث کی تشریح۔

**جواب** ..... ❶ **وعد وعہد میں فرق:۔** عہد فریقین (جانبین) میں کسی معاملہ کے ہونے یا نہ ہونے پر ہوتا ہے جبکہ وعدہ جانب واحد سے ہوتا ہے مثلاً زید و عمرو نے آپس میں یہ طے کیا کہ آئندہ ایک دوسرے کو برا بھلا نہیں کہیں گے تو یہ عہد ہے اور شاگرد استاذ سے کہتا ہے کہ آئندہ میں ضرور نماز پڑھوں گا یہ وعدہ ہے۔

❷ **من اجتمعت فیه الصفات الخ کا مطلب:۔** حدیث شریف میں چار خصلتوں کا ذکر ہے جس میں یہ پائی جائیں اسے منافق کہا گیا ہے دراصل منافق دو طرح کا ہوتا ہے منافق اعتقادی، منافق عملی۔

یہاں منافقت عملی کا ذکر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر بدقسمتی سے کسی مسلمان میں کوئی عادت پائی جائے تو یہ سمجھا جائیگا کہ اس میں یہ منافقانہ عادت ہے اور اگر ساری عادتیں پائی جائیں تو یہ سمجھا جائیگا یہ شخص اپنی سیرت میں پورا منافق ہے یعنی کردار کے لحاظ سے پورا منافق ہے۔

❸ **منافقین کی خصائل کا انحصار:۔** ان چار خصلتوں میں منافق کی خصال کا انحصار نہیں ہے بلکہ اغلب واکثر کا ذکر ہے کہ منافق کی عمومی خصائل یہ چار ہیں۔ یا پھر آپ ﷺ کو جیسے جیسے خصائل منافق کا علم ہوتا گیا آپ ﷺ ویسے ویسے بتلاتے گئے اور ممکن ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کو ان چار خصلتوں کا ہی علم ہو۔

❹ **حدیث کی تشریح:۔** آپ ﷺ نے اس حدیث میں منافق کی خصلتوں اور عادتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جس شخص میں یہ چاروں علامتیں پائی جائیں وہ منافق ہے اور اگر کسی میں ان میں سے بعض پائی جائیں تو گویا اس میں علامتِ نفاق پائی جاتی ہے جب تک وہ ان خصلتوں کو چھوڑے گا نہیں اس وقت تک وہ عملی منافق رہے گا اور وہ چار علامات یہ ہیں۔

① جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ② جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔

③ جب لڑائی جھگڑا کرے تو فسق و فجور کا گالم گلوچ پر اتر آئے۔ ④ جب معاہدہ کرے تو غدر کرے اور دھوکہ دے۔

**الشق الثانی** ..... عن حارثة بن وهب الخزاعي يقول: سمعت رسول الله ﷺ: يقول ألا أخبركم بأهل الجنة؟ كل ضعيف متضعف لو أقسم على الله لأبره، ألا أخبركم بأهل النار؟ كل عُتُلٍّ جَوَّاظٍ متكبر.

ما الفرق بين الضعيف والمتضعف؟ مامعنى قوله: "لو أقسم على الله لأبره"؟ اشرحى كلمة "عتل" و"جواظ" و"متكبر". ألا يدخل الجنة أقوياء غير ضعفاء؟ فما هو معنى الصحيح للحديث؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) ضعیف و متضعف میں فرق (۲) لو اقسم على الله لابره کا مطلب (۳) مذکورہ الفاظ کی تشریح (۴) حدیث کا مفہوم۔

**جواب** ..... ❶ **ضعیف و متضعف میں فرق:۔** ضعیف باب نصر و کرم مجرد سے صفت کا صیغہ ہے بمعنی لاغر و کمزور ہونا۔ ضعیف کا معنی لاغر و کمزور ہے اور متضعف باب تفعل مزید فیہ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے کسی دوسرے کو ضعیف و کمزور سمجھنا اور متضعف کا معنی وہ شخص جس کو حقیر اور کمزور سمجھا جائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

❺ "لو اقسم علی اللہ لأبرہ" کا مطلب:۔ مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ضعیف وکمزور شخص کسی معاملہ میں اللہ کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسکی کمزوری اور بے بسی کی لاج رکھتے ہوئے اس کی قسموں کو پورا کرتے ہیں یعنی اس کو قسموں کے پورا کرنے کی ہمت عطاء کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں اس کی مدد فرماتے ہیں۔

❻ مذکورہ الفاظ کی تشریح:۔ جواظ بمعنی تکبر وغرور سے چلنے والا اور بہت زیادہ کھانے والا۔ متکبر بمعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا اور مغرور شخص۔

❼ حدیث کا مفہوم:۔ حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں صرف ضعیف وکمزور لوگ ہی جائیں گے یہ غلط ہے اور حدیث کا صحیح مفہوم ومطلب یہ ہے کہ یہ حدیث زجر وتوبیخ پر مشتمل ہے، یعنی بد خلق، بدلحاظ اور متکبر ومغرور شخص کو اس کی صفات سیہ سے منع کرنا مقصود ہے۔ نیز دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ اغلب واکثر کے حساب سے ہے کہ جنت میں اکثریت ضعیف لوگوں کی ہوگی اور جہنم میں اکثریت بد خلق، بدلحاظ، متکبر ومغرور لوگوں کی ہوگی۔

# الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)

## السوال الاوّل ۱۴۳۱ھ

**الشق الاوّل** ...... قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللهُ أَمَرَنِيْ بِهِنَّ، اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يَرْجِعَ، وَمَنِ ادَّعٰى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ، فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَإِنْ صَلّٰى وَصَامَ فَقَالَ: وَإِنْ صَلّٰى وَصَامَ فَادْعُوْا بِدَعْوَى اللهِ الَّذِيْ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عِبَادَ اللهِ۔

حدیث پر مکمل اعراب لگائیے اور سلیس ترجمہ کیجئے۔ حدیث میں مذکورہ ماموراتِ خمسہ کی تشریح کیجئے۔ من فارق الجماعة قید شبر کا مطلب بیان کیجئے۔ دعوی الجاھلیة اور دعوی اللہ کی تشریح کیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس حدیث میں ہجرت کا حکم دیا ہے جبکہ آپ نے فرمایا "لاھجرة بعد الفتح" دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) ماموراتِ خمسہ کی تشریح (۴) "من فارق الجماعة الخ" کا مطلب (۵) دعوی الجاھلیة اور دعوی اللہ کا مطلب (۶) احادیثِ ہجرت میں تطبیق۔

**جواب** ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں پانچ چیزوں کا حکم کرتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے، سننے کا اطاعت کا جہاد کا ہجرت اور جماعت کا، پس جو شخص علیحدہ ہو گیا جماعت سے ایک بالشت کی مقدار پس تحقیق اس نے اتار دیا اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے مگر یہ کہ لوٹ آئے اور جس نے دعویٰ کیا جاہلیت کا دعویٰ پس وہ دوزخ کا شعلہ اور ایندھن ہے پس کہا ایک آدمی نے اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے پس تم پکارو اللہ تعالیٰ کا دعویٰ اس نے تمہارا نام رکھا مسلمان مؤمنین عباد اللہ۔

③ **مامورات خمسہ کی تشریح:۔** آپ ﷺ اس حدیث میں چند امور کے متعلق تاکیدی ارشاد فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان امور کا حکم دیا ہے۔ ① سننا یعنی کان دھرنا، اس سے مراد علم دین سیکھنا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور امیر المومنین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔ ③ اعلاءِ کلمۃ اللہ، دین اسلام کی سربلندی اور شریعت محمدی ﷺ کے نفاذ کے لئے جہاد کرنا۔ ④ علم دین سیکھنے کے لئے اور کسی جگہ دین کی حفاظت احکامِ خداوندی پر عمل کرنا مشکل ہو تو اس کی حفاظت کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے دوسرے علاقہ کی طرف ہجرت کرنا۔ ⑤ اسلام کے نظامِ اجتماعیت کو برقرار رکھنے کیلئے باہم متحد و متفق رہنا کیونکہ ارشاد نبوی ہے "یداللہ علی الجماعۃ"۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ جس نے اجتماعیت کو ذرہ برابر بھی چھوڑ دیا اور اجتماعی معاملات میں مسلمانوں سے علیحدہ ہو گیا تو اس نے اسلام کی رسی کو اپنے گلے سے نکال دیا، گویا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اور جس نے جاہلیت والا کوئی کام کیا اور جاہلیت والے رسم و رواج کی دعوت دی تو ایسا شخص جہنم کی آگ کا شعلہ، انگارا اور ایندھن ہے اسلئے کسی کو جاہلیت کی طرف دعوت نہ دو بلکہ باری تعالیٰ کے احکامات اور شریعت محمدی ﷺ کے رسم و رواج اور مبارک طریقوں پر خود بھی چلو اور دوسروں کو بھی اسی کی دعوت دو، یہی مقصد ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔

④ **"من فارق الجماعة الخ" کا مطلب:۔** قِيْد قاف کے کسرہ اور یاء کے جزم سے ہے اور اس کی اصل قود ہے جس کا معنی مماثلت اور قصاص ہے "قِيْد شِبْرٍ" کا معنی ہوگا ایک بالشت کے برابر، یعنی جو آدمی جماعت مسلمین کے عقائد و نظریات سے تھوڑا سا بھی ہٹا "یعنی اگر ہم اس کو خارج میں دیکھنا چاہیں تو ایک بالشت کی بقدر ہو" تو اس آدمی نے اپنی گردن سے اسلام کا کڑا پھینک دیا، اس حدیث پاک میں احکامِ خداوندی کو کڑے کے ساتھ تشبیہ دی یعنی جس طرح کڑے کے اندر جانور باندھا ہوتا ہے اسی طرح احکامِ خداوندی کا انسان اپنے کو پابند کر لیتا ہے۔

⑤ **دعوی الجاهلية اور دعوی الله کا مطلب:۔** اسکے دو معنی بیان کئے گئے ہیں جو دونوں قریب قریب ہیں۔

① دعوی الجاهلية سے مراد جاہلی طریقے ہیں، مطلب یہ ہوگا کہ جماعت مسلمین سے چمٹے رہنا الگ نہ ہونا مسلمانوں کا طریقہ ہے تو جو آدمی جماعت المسلمین سے الگ ہوتا ہے گویا کہ وہ جاہلی طریقوں کی طرف بلاتا ہے۔ ② دوسرا مطلب یہ ہے کہ دعویٰ بمعنی دعاء اور نداء کے ہے، یعنی جو آدمی پکارے جاہلیت کی پکار کے ساتھ اور جاہلیت کی پکار یہ ہے کہ آدمی پر جب اس کا خصم غالب آجاتا تو وہ اپنی قوم کو زور سے پکارتا یا آلِ فلان! تو اسکی قوم اسکی مدد کرتی عام ہے کہ یہ پکارنے والا شخص ظالم ہوتا یا مظلوم ہو۔

⑥ **احادیث ہجرت میں تطبیق:۔** ہجرت کا حکم تو اب بھی ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا اور "لا هجرة بعد الفتح" مطلب یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں پر جو ہجرت فرض تھی کہ وہ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں جائیں آج مکہ کے فتح ہونے کے بعد یہ ہجرت اب باقی نہیں رہی۔ نیز طلب علم کیلئے ہجرت کرنا اور اسی طرح دین کی حفاظت اور اس پر عمل کرنا مشکل ہو تو اس کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کیلئے ہجرت کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے۔ نیز جہاد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے نکلنے کا حکم بھی باقی ہے۔

**الشق الثانی** ...... عن عائشة قالت قال رسول الله كل مسكر حرام، ما أسكر الفرق منه فملأ الكف منه حرام، قال أحدهما في حديثه، الحسوة منه حرام.

حدیث کا ترجمہ اور تشریح کیجئے۔ خمر اور دیگر مسکرات کا حکم خوب تفصیل سے تحریر کیجئے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) خمر اور دیگر مسکرات کا حکم۔

جواب ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ والی چیز حرام ہے جس چیز کے ایک فرق سے نشہ ہوا اسکا ایک چلو بھی حرام ہے، راویوں میں سے کسی ایک نے اپنی حدیث میں یہ بھی کہا الحسوۃ منه حرام۔

❷ حدیث کی تشریح:۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ والی چیز حرام ہے یعنی جس چیز کے پینے سے آدمی کو نشہ آجائے تو اسکی چلو بھر یعنی معمولی مقدار بھی حرام ہے اور ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اسکے علاوہ دیگر اشربہ کی اتنی مقدار پینا کہ وہ نشہ آور ہو جائے یہ بھی حرام ہے البتہ دیگر اشربہ کی معمولی مقدار حرام نہیں ہے کیونکہ بقیہ اشربہ کی حرمت کی وجہ سکر یعنی نشہ ہے اور جب تک وہ نشہ آور نہ ہوں اس وقت تک وہ حلال ہیں۔

❸ خمر اور دیگر مسکرات کا حکم:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۳۰ھ

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

**الشق الاوّل** ...... عن جابر أن رسول اللہ ﷺ قال: ان من أحبکم الی و أقربکم منی مجلسا یوم القیامة احاسنکم أخلاقا وان أبغضکم الی و أبعد کم منی مجلسا یوم القیامة الثرثارون والمتشدقون والمتفیهقون.

مذکورہ حدیث کی مکمل ترکیب نحوی کیجئے۔ ثرثارون، متشدقون اور متفیهقون کی لغوی تحقیق کیجئے۔ مذکورہ حدیث کی شرح کیجئے اور ثرثرہ کے کچھ نقصانات تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) حدیث کی ترکیب (۲) مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق (۳) حدیث کی شرح (۴) "ثرثرہ" کے کچھ نقصانات۔

جواب ...... ❶ حدیث کی ترکیب:۔ "عن جابر" جار و مجرور ملکر متعلق ہوا "روی" فعل مجہول کا "انّ" حرف مشبہ بالفعل "رسول اللہ" مضاف و مضاف الیہ ملکر "انّ" کا اسم "قال" فعل و فاعل "انّ" حرف مشبہ بالفعل "من" موصولہ "احبکم" مضاف مضاف الیہ "الی" جار و مجرور ملکر متعلق ہوا اسم تفضیل کا، اسم تفضیل اپنے مضاف الیہ و متعلق سے ملکر معطوف علیہ "واؤ" عاطفہ "اقربکم" اسم تفضیل مضاف و مضاف الیہ اس میں "ھو" ضمیر ممیز "منّی" مضاف و مضاف الیہ ملکر متعلق ہوا "مجلسا" تمیز، ممیز تمیز ملکر فاعل "یوم القیامة" مضاف و مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، اسم تفضیل اپنے فاعل، متعلق و مفعول فیہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ معطوف ملکر مبتداء "احاسنکم" اسم تفضیل مضاف کم ضمیر ممیز "اخلاقا" تمیز، ممیز و تمیز ملکر مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ ملکر خبر، مبتدا و خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر خبر ہوئی "انّ" کی "انّ" اپنے "ھم" اسم محذوف و خبر سے ملکر معطوف علیہ "واؤ" عاطفہ "ان امن ابغضکم الخ" پورا جملہ سابقہ جملہ کی طرح معطوف، معطوف علیہ و معطوف ملکر مقولہ، قول مقولہ ملکر خبر ہوئی "انّ" کی "انّ" اپنے اسم و خبر سے ملکر نائب فاعل ہوا "روی" فعل مجہول کا، فعل مجہول اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

❷ مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق:۔ ثرثارون: ثرثرۃ سے ماخوذ ہے اس کا معنی کثرت کلام ہے، ثرثارون وہ لوگ جو تکلفا کثرت سے واہی تباہی فضول بک بک کرنے والے ہیں۔

Scanned with CamScanner

المتشدقون: تشدق سے ماخوذ ہے معنی تکلف اس طرح کلام کرنا کہ جبڑے بھر جائیں یعنی غیر محتاط ہو کر ہر طرح کی ...
کرنا اور لوگوں کے ساتھ ٹھٹھہ کرنا۔ المتفیهقون: فهق سے ماخوذ ہے اس کا معنی بھی تقریبا تشدق والا ہی ہے۔

③ **حدیث کی تشریح:۔** حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ نزدیک تمام امت میں سے وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں گے خواہ اپنا ہو یا غیر جس نے ہر شخص سے اچھا معاملہ کیا اور ہر ایک سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آیا وہ روز قیامت سب سے زیادہ میرے نزدیک ہوگا جو لوگوں کے ساتھ غلط اخلاق سے پیش آیا، بلا سوچے سمجھے گفتگو کی بلا احتیاط منہ سے بات نکال ڈالی اور بات کرتے ہوئے بھی تکبر کیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا تو ایسا شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور مجھے انتہائی ناپسند ہے اور روز محشر ایسا شخص مجھ سے سب سے زیادہ دور ہوگا۔

④ **"ثرثرہ" کے کچھ نقصانات:۔** ① ثرثرۃ کا سب سے پہلا نقصان یہ ہے کہ اس نے اپنا سب سے قیمتی سرمایہ وقت ضائع کیا۔
② دوسرا نقصان یہ کہ لوگوں کی نظروں سے اس کا مقام ومرتبہ ختم ہوگیا اور اسے پاگل وفارغ سمجھا جاتا ہے۔
③ دنیا تو گئی ہی تھی آخرت بھی برباد ہوئی کہ ایسا شخص آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وناپسند ہے اور جو آپ ﷺ کو ناپسند ومبغوض ہے وہ عنداللہ بھی مبغوض وناپسند ہے (اعاذنا اللہ منہ)۔

**الشق الثانی** ...... كَانَ لِابْنِ عَبَّاسٍ غِلْمَةٌ ثَلَاثَةٌ حَجَّامُوْنَ ، فَكَانَ اِثْنَانِ يُغِلَّانِ عَلَيْهِ وَ وَاحِدٌ يَحْجُمُهُ وَيَحْجُمُ اَهْلَهُ، قَالَ وَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ، نِعْمَ الْعَبْدُ الْحَجَّامُ يَذْهَبُ بِالدَّمِ وَيُخِفُّ الصُّلْبَ وَيَجْلُوْ عَنِ الْبَصَرِ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ عُرِجَ بِهٖ مَامَرَّ عَلٰى مَلَاءٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَ مَاتَدَاوَيْتُمْ بِهِ السَّعُوْطُ وَاللَّدُوْدُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ ......

عبارت کا وضاحت کے ساتھ ترجمہ کیجئے۔ سعوط، لدود، حجامت، مشی اور وجر کا مطلب بتائیے۔ تمام دوسری دواؤں سے علاج کا حکم تحریر کیجئے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مذکورہ الفاظ کا مطلب (۳) دیگر ادویہ سے علاج کا حکم

**جواب** ...... ① **عبارت کا ترجمہ:۔** حضرت ابن عباس ؓ کے تین غلام تھے پچھنے لگانے والے پس دو تو اجرت لیتے تھے اور ایک پچھنے لگاتا تھا حضرت ابن عباس ؓ اور ان کے گھر والے کو، راوی کہتے ہیں حضرت ابن عباس ؓ نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا بہترین غلام پچھنے لگانے والا ہے خون لے جاتا ہے اور پیٹھ کو ہلکا کرتا ہے اور نظر کو تیز کرتا ہے اور فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ جس وقت معراج کے لئے تشریف لے گئے تو نہیں گزرے فرشتوں کی جماعت میں سے کسی پر مگر انہوں نے کہا لازم پکڑ پچھنے لگوانے کو اور فرمایا بہترین چیز جن سے تم علاج کرتے ہو سعوط، لدود، حجامت اور مشی ہے۔

② **مذکورہ الفاظ کا مطلب:۔** سعوط: وہ دوا جو ناک میں ٹپکائی جائے۔
لدود: وہ دوا جو مریض کے منہ میں ڈالی جائے۔ الحجامۃ: پچھنے لگوانا یعنی فاسد خون نکلوانا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

المشی: دست آور اور اسہال والی دوا۔   وجود: یہ بھی لدود کی طرح وہ دوا جو منہ میں ڈالی جائے۔

③ دیگر ادویہ سے علاج کا حکم:۔ چقندر سنا کی کلونجی اثمد کی شہد وغیرہ ان تمام دواؤں سے علاج معالجہ درست ہے، ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آج کل کی تیار شدہ کوئی دواء ایسی ہے کہ وہ حرام اشیاء سے تیار شدہ ہے تو اس سے علاج معالجہ درست نہیں ہے، البتہ اگر جان کو خطرہ ہو اور کوئی ماہر حاذق حکیم صوم وصلوٰۃ اور امور شرع کا پابند یہ کہہ دے کہ اس دواء کے علاوہ کوئی اور دواء اس وقت مفید ثابت نہیں ہو سکتی صرف یہی دواء ہی ہے تو زندگی بچانے کے لئے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
اگر جان کا خطرہ نہ ہو تو پھر امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً حرام وممنوع ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

**الشق الاول** ...... خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيفَةَ، صَحِيفَةٌ فِيهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ، وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ، فَقَدْ كَذَبَ، وَقَالَ فِيهَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا، وَمَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَىٰ بِهَا أَدْنَاهُمْ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ حدیث کی تشریح کریں۔ عیر اور ثور کیا چیز ہیں اور کہاں واقع ہیں؟ ''صرف وعدل'' کا کیا مطلب ہے؟ مدینہ منورہ کا حکم بھی ''حرم'' کا ہے یا نہیں؟ اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔ وذمة المسلمين واحدة يسعى بها أدناهم کی تشریح کیجئے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں سات امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) عیر، ثور کی وضاحت اور محل وقوع (۵) صرف وعدل کا مطلب (۶) حرم مدینہ میں اختلاف ائمہ (۷) مذکورہ جملہ کی تشریح۔

**جواب** ...... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ خطبہ دیا ہمیں حضرت علیؓ نے پس فرمایا جو شخص گمان کرے کہ بے شک ہمارے پاس کوئی چیز ہے جس کو ہم پڑھتے ہیں کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے علاوہ جس میں اونٹوں کی عمروں کا بیان ہے اور زخموں کے متعلق کچھ باتیں ہیں (جو ایسا گمان کرے) پس تحقیق کہ اس نے جھوٹ بولا اور فرمایا کہ صحیفہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ منورہ حرم ہے وہ حصہ جو عیر سے ثور تک ہے پس جو شخص نئی چیز پیدا کرے اس حصہ میں یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے پس اس پر اللہ کی لعنت اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی اس پر لعنت ہوگی نہیں قبول فرمائیں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے فریضہ کو اور نہ نفل کو یا اس کی توبہ اور فدیہ کو اور جو شخص اپنے نسب کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے یا کوئی غلام غیر مولی کو اپنا مولی بتائے پس اس پر بھی اللہ کی لعنت اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہیں قبول کریں گے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ اور نہ اس کا فدیہ اور تمام مسلمانوں کا عہد وپیمان ایک ہے، ذمہ دار ہو سکتا ہے ان میں سے ادنیٰ شخص بھی۔

③ عبارت کی تشریح:۔ شیعان علی وروافض کا یہ نظریہ ہے کہ اصل قرآن کریم چالیس پاروں کا تھا وہ سورتیں وآیات جن میں حضرت

Scanned with CamScanner

علی واہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب تھے ان کو حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما اور ان کے رفقاء نے قرآن کریم سے خارج کر دیا نیز انکا دوسرا نظریہ یہ تھا کہ اصل نبی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام غلطی سے وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر پہنچ گئے نیز انکا تیسرا نظریہ یہ بھی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کے حق کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے غصب کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان تمام باتوں کا رد کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ یہ کلام زجر وتوبیخ اور مبالغہ پر محمول ہے کہ یہ کام اتنا برا ہے کہ اس کام کا کرنیوالا اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام لوگوں کے نزدیک مبغوض وملعون ہے۔

نیز یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جو ایسی بدعت ایجاد کرے جو نصوص شرعی اور احکام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل صریح خلاف ہو تو ایسا شخص واقعتاً دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا ایسی صورت میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے اسکا سب کچھ ضائع وبیکار چلا جائے گا۔

④ **عیر وثور کا محل وقوع:۔** عیر اور ثور دونوں مدینہ طیبہ میں پہاڑ ہیں، ثور یہ اُحد کے پیچھے شمالی جانب میں واقع ہے جس کی غار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیساتھ شب ہجرت میں قیام کیا تھا اور عیر مدینہ کے جنوب میں واقع پہاڑ کا نام ہے۔

⑤ **صرف وعدل کی تشریح:۔** جمہور علماء کے ہاں صرف کے معنی فریضہ اور عدل کے معنی نفل کے ہیں جبکہ حضرت حسن بصریؒ کے ہاں اس کے برعکس ہے۔ امام اصمعیؒ کے نزدیک صرف کے معنی توبہ اور عدل کے معنی فدیہ کے ہیں۔

⑥ **المدینة حرم میں مذاہب ائمہ:۔** ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ طیبہ کا بھی حرم ہے اور اس کے بھی وہی احکام ہے جو حرم مکہ کے ہیں یعنی نہ اس میں شکار پکڑا جائیگا اور نہ وہاں کے درخت وغیرہ کاٹے جائینگے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ حرم مدینہ میں شکار کرنے یا درخت کاٹنے والے پر حرم مکہ کی طرح جزا لاگو نہ ہوگی، اسی طرح بغیر احرام حرم مدینہ میں داخل ہونا بھی جائز ہے۔ ائمہ احناف کے نزدیک حرم مکہ کی طرح مدینہ کا حرم ضرور ہے مگر اس کے احکام حرم مکہ والے نہیں ہیں یہاں شکار کرنا، درخت کاٹنا بغیر احرام داخل ہونا سب جائز ہے۔ حدیث الباب کا مطلب یہ ہے کہ مکہ کی طرح مدینہ کا بھی حرم ہے یعنی یہ بھی معظم ومحترم جگہ ہے یہاں عام جگہوں کی طرح خلاف شان کوئی کام نہ کیا جائے۔

⑦ **مذکورہ جملہ کی تشریح:۔** وذمة المسلمين واحدة يسعى بها ادناهم اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ عہد وامان کے حق میں تمام مسلمان برابر ہیں اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، ایک ہو یا ایک سے زائد ہوں، امیر ہو یا غریب ہو کوئی بھی امان دے تو سب مسلمانوں کی طرف سے یہ امان سمجھا جائے گا اور تمام مسلمانوں کے نزدیک اس کا جان ومال محفوظ ومامون سمجھا جائے گا۔

**الشق الثانی** ...... عن جدامة بنت وهب الأسدية أنها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لقد هممت أن أنهى عن الغيلة حتى ذكرت أن الروم وفارس يصنعون ذلك ولا يضر أولادهم.

غیل کیا چیز ہے؟ حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے؟ ابوداؤد کی روایت لاتقتلوا أولادكم سرًّا فان الغيل يدرك الفارس فيد عثره عن فرسه اور مذکورہ روایت میں جو واضح تعارض ہے اس کو دور کیجئے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) غیل کی تعریف (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) احادیث سے رفع تعارض۔

**جواب** ...... ① **غیل کی تعریف:۔** امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹے بچے کے دودھ پینے کے زمانہ میں عورت سے وطی کرنا غیل ہے بعض نے کہا کہ حاملہ ہونے کی حالت میں عورت کا بچے کو دودھ پلانا غیل ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت جذامہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں دودھ پلانے کے زمانے میں وطی کرنے سے منع کروں مگر روم و فارس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ لوگ ایسا کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو ضرر نہیں دیتا۔

❸ احادیث سے رفع تعارض:۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بحالت حمل عورت کا دودھ پلانا بچے کیلئے نقصان دہ نہیں جبکہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیل سے اولاد کو نقصان ہوتا ہے، درحقیقت بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کو عرب کا یہ مقولہ پہنچا کہ حالت رضاعت یا حالتِ حمل میں مباشرت کرنے سے بچے کو نقصان ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے منع کا ارادہ کیا مگر جب پتہ چلا کہ روم و فارس والے ایسا کرتے ہیں اور کوئی نقصان نہیں ہوتا تو پھر آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا، لہٰذا اب غیل جائز ہے اور دونوں حدیثوں میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے۔

# ﴿الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۲ھ

**الشق الاوّل** ...... عن جابر بن عبدالله قال: قال النبی ﷺ: انما مثلی ومثل الأنبیاء قبلی کرجل بنی دارا فاکملها وأحسنها الا موضع لبنة فجعل الناس یدخلونها ویتعجبون منها، ویقولون: لو لا موضع البنة

حدیث کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ یہ استثناء متصل ہے یا منقطع؟ یہاں مشبہ بہ مفرد ہے اور مشبہ ایک جماعت ہے، یہ تشبیہ کیسے درست ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) استثناء کی نشاندہی (۳) مشبہ و مشبہ بہ کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری مثال اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے کوئی دار (حویلی) بنایا پس اس کو مکمل کیا اور اس کو خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ، پس لوگ اس دار میں آنے لگے اور اس سے تعجب و حیرت میں پڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں نہیں بھری گئی۔

❷ استثناء کی نشاندہی:۔ یہ استثناء متصل و منقطع دونوں ہو سکتا ہے۔

❸ مشبہ و مشبہ بہ کی وضاحت:۔ یہاں تشبیہ تمثیلی ہے یعنی انبیاء علیہم السلام ان کے ارشادات و تعلیمات اور مکارم اخلاق کو ایک ایسے محل سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی بنیاد مضبوط اور عمارت بلند و بالا ہو اور اس میں صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو اس خالی جگہ کو پُر کرنے کیلئے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ (حاشیہ)

**الشق الثانی** ...... عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن النبی ﷺ کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها.

حدیث شریف کا ترجمہ کریں، داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ حدیث "اعفوا اللحی" کے معارض نہیں ہے؟ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) داڑھی کی شرعی حیثیت (۳) احادیث میں تطبیق۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنی داڑھی سے لیا کرتے

تھے اس کی چوڑائی ولمبائی میں سے۔

❷ **داڑھی کی شرعی حیثیت:۔** ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس سے کم رکھنے والا تارکِ واجب ہونے کی وجہ سے فاسق ہے، اور احادیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے اور داڑھی کتنی بڑھانی چاہئے؟ اس سلسلہ میں حدیث مرفوع میں کوئی مقدار متعین نہیں کی گئی۔ البتہ ایک مشت سے کم داڑھی کاٹنے کی اجازت کسی سے منقول نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا حرام ہے، ہاں ایک مشت سے زیادہ کاٹنا بعض کے نزدیک مباح اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ داڑھی ایک مشت سے زیادہ نہیں کاٹی جائے گی، اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ ایک مشت سے زیادہ داڑھی اس قدر بڑھ جائے کہ بدنما نظر آنے لگے تو ایسی صورت میں زائد بال تراشنے کو بعض علماء نے ضروری اور بعض نے مستحب کہا ہے۔ ہاں ایک مشت داڑھی رکھنے پر اجماع ہے۔ (کشف الباری، کتاب اللباس صفحہ ۳۳۹)

❸ **احادیث میں تطبیق:۔** بظاہر احادیث میں تعارض ہے اس لئے کہ حدیث الباب سے داڑھی کاٹنے کا جواز معلوم ہو رہا ہے جبکہ دوسری جگہ خود آپ ﷺ نے "اعفوا اللحی" (داڑھی بڑھاؤ) کا حکم دیا ہے۔

رفع تعارض وتطبیق یہ ہے کہ "اعفوا اللحی" کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کی مخالفت کرتے ہوئے داڑھی رکھی جائے نہ بالکل منڈائی جائے اور نہ زیادہ کم کی جائے، اور آپ ﷺ سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو داڑھی کاٹنا ثابت ہے وہ ایک مشت (مٹھی) سے زائد حصہ ہے، اس حصہ کے کاٹنے سے تعارض پیدا نہیں ہوتا۔ (واللہ اعلم)

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

**الشق الاوّل** ...... عن ابن عمر أن النبی ﷺ سئل عن أکل الضب فقال: **لا آکله ولا أحرمه.**

حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ "ضب" کے بارے میں فقہاء کے اختلافات مع دلائل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) ضب میں فقہاء کا اختلاف۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے گوہ کھانے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔

❷ **ضب میں فقہاء کا اختلاف:۔** ائمہ احناف کے نزدیک گوہ کا گوشت مکروہ تحریمی ہے۔

بعض حضرات نے مکروہ تنزیہی کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک گوہ کا گوشت حرام ہے۔ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک گوہ کا گوشت مباح اور حلال ہے۔ الغرض دو مذہب ہو گئے: ① مباح وحلال ② مکروہ تحریمی اور حرام۔

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ حلت اور اباحت کے قائل ہیں ان کی دلیل یہی حدیث ہے اور اس سے ملتی جلتی دیگر احادیث ہیں کہ آپ ﷺ نے کراہت اور نفرت کی وجہ سے نہیں کھائی اور آپ ﷺ کے سامنے کھائی گئی ہے اور آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ سے اس کی حرمت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حرام نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ احناف رحمہم اللہ حرمت اور کراہت تحریمی کے قائل ہیں، ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ الفاظ

Maktaba Tul Ishaat.com

رسول اللہ ﷺ نهى عن اكل الضب " کہ آپ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔
ب: ان ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے دلائل کا جواب یہ ہے کہ محرم و مبیح میں سے محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ توقف اور اباحت کا قول آپ ﷺ نے پہلے ارشاد فرمایا تھا پھر بعد میں بالکل منع فرمادیا، یہی اولی واقوی ہے۔

**الشق الثانی** ...... عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَأَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُنِيْ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ بِيْ مَالًا كَثِيْرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِيْ إِلَّا ابْنَتِيْ، أَفَأُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَثُلُثَيْ مَالِيْ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ فَالشَّطْرِ؟ قَالَ لَا، قُلْتُ: فَالثُّلُثِ؟ قَالَ: اَلثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ، إِنَّكَ إِنْ تَدَعْ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ
پوری عبارت پر اعراب لگا کر "أشفيت" اور "يتكففون" کی لغوی تحقیق کر کے حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ حضرت سعد کی بیماری کا یہ واقعہ فتح مکہ کے موقع پر پیش آیا یا کسی اور موقع پر؟ تحقیقی بات لکھیں "وليس يرثني إلا ابنتي" کا مطلب علماء کے اقوال کی روشنی میں لکھیں اور ایک تہائی سے زائد وصیت کا حکم کیا ہے؟ علماء کے اختلافات ذکر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) اشفيت و يتكففون کی لغوی تحقیق (۳) حدیث کا ترجمہ (۴) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیماری کے پیش آنے کا موقع (۵) جملہ کے مطلب میں علماء کے اقوال (۶) تہائی سے زائد وصیت کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ كما مر فى السوال آنفا.

❷ "اشفيت و يتكففون" کی لغوی تحقیق:۔ "أَشْفَيْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث ماضی معلوم از مصدر إِشْفَاءٌ (افعال) بمعنی کنارہ پر پہنچنا "اشفيت اى صرت على شفاه" (میں موت کے کنارے پہنچ گیا)

"يَتَكَفَّفُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اَلتَّكَفُّفُ (تفعل) بمعنی مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلانا۔
"يتكففون اى يسألون بالاكف" (وہ ہاتھ پھیلا کر سوال کرتے رہیں)

❸ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال سخت بیمار ہوا جس سے میں مرنے کے قریب ہو گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے پاس مال بہت ہے اور میری صرف ایک ہی بیٹی وارث ہے، کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ کیا میں دو تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ نصف مال کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ تہائی مال کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تہائی مال کی وصیت کر سکتے ہو اور تہائی بھی بہت ہے۔ بیشک تو اگر اپنے ورثاء کو مالدار وغنی چھوڑے یہ بہتر ہے اس بات سے کہ تو ان کو اس حال میں چھوڑے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔

❹ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیماری کے پیش آنے کا موقع:۔ حافظ فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ کے تمام تلامذہ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ صرف ابن عیینہؒ نے فتح مکہ ذکر کیا ہے اور یہ ان کا وہم ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۵، صفحہ ۲۵۶)

❺ جملہ کے مطلب میں علماء کے اقوال:۔ اس جملہ کے مطلب میں پہلا قول یہ ہے کہ اولاد اور خواص ورثاء میں سے ایک بیٹی کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اصحاب الفروض میں سے ایک بیٹی کے علاوہ میرا کوئی وارث نہیں ہے۔

❻ تہائی سے زائد وصیت کا حکم:۔ جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ثلث (تہائی) مال سے زائد وصیت کرنا باطل ہے، البتہ اگر ورثاء زائد مقدار پر راضی ہو جائیں اور ورثاء میں کوئی نابالغ و مجنون بھی نہ ہو تو پھر ثلث سے زائد کی وصیت جائز ہے، باقی اگر ورثاء کی تین اقسام (اصحاب الفروض، عصبات وذوی الارحام) میں سے کوئی قسم بھی نہ ہو تو پھر ثلث سے زائد کی وصیت جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے حنفیہ ؒ کے نزدیک جائز ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ حدیث الباب حنفیہ کی دلیل ہے آپ ﷺ نے ثلث سے زائد وصیت سے منع فرمایا کہ ورثاء کو مالدار ہونے کی حالت میں چھوڑنا بہتر ہے، لہٰذا جب ورثاء نہیں ہوں گے تو یہ علت ختم ہوگئی۔ لہٰذا اب ثلث سے زائد کی بھی وصیت جائز ہے۔ (خیر الفاتح جلد ۳ صفحہ ۴۲)

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

**الشق الاوّل** ...... سمعت أسماء بنت يزيد تحدث أن رسول الله مر في المسجد يومًا وعصبة من النساء قعود فالوى بيده بالتسليم، وأشار عبدالحميد بيده.

حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ مردوں کا اجنبی عورتوں کو اور عورتوں کا اجنبی مردوں کو سلام کرنا کیسا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ان کو اشارۃً کیسے سلام کیا حالانکہ یہود و نصاریٰ اشارہ سے سلام کرتے ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ تشبہ اختیار نہ کرنے کا حکم ہے۔ کیا طالبات کیلئے اپنے استاذوں کو جو غیر محرم ہیں سلام کرنے کی اجازت ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) اجنبی مرد و عورت کا ایک دوسرے کو سلام کرنے کا حکم (۳) ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا حکم (۴) طالبات کا غیر محرم اساتذہ کو سلام کرنے کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ سنا میں نے حضرت اسماء بنت یزید ؓ سے وہ بیان کرتی ہیں کہ بیشک آپ ﷺ گزرے مسجد میں ایک دن اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی پس آپ نے ہاتھ سے سلام کا اشارہ کیا اور اشارہ کیا عبدالحمید نے اپنے ہاتھ سے۔

❷ اجنبی مرد و عورت کا ایک دوسرے کو سلام کرنے کا حکم:۔ امام بخاری اور دیگر بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے، دلیل یہی حدیث الباب ہے کہ حضرت جبرئیل ؑ انسانی شکل میں آ کر سلام کرتے تھے، نیز آپ ﷺ حضرت ام ایمن ؓ کے پاس جمعہ کے دن جاتے اور سلام کرتے اور حضرت ام ہانی ؓ کا آپ ﷺ کو فتح مکہ کے موقع پر سلام کرنا ثابت ہے۔

مالکیہ نے جوان عورت اور بوڑھی عورت میں فرق کیا ہے کہ بوڑھی عورت کو سلام کرنا جائز اور جوان عورت کو سلام کرنا جائز نہیں ہے اور بعض نے جمیلہ وغیر جمیلہ میں فرق کیا ہے، تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو، ربیعہؒ نے مطلقاً سلام سے منع فرمایا ہے اور اہل کوفہ نے عورت کیلئے ابتداء بالسلام کو ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ عورت کو اذان واقامت اور قراءت بالجہر سے منع کیا گیا ہے۔

الغرض شرعی حکم کے اعتبار سے تمام مسلمانوں کا ایک دوسرے کو سلام کرنا جائز اور فضائل کثیرہ کے حصول کا سبب وموجب ہے، ہر جگہ ہر کسی کو سلام کرنا جائز ہے، البتہ اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو پھر سلام کرنا جائز نہیں ہے، یہ ساری بحث غیر محرم کے متعلق ہے، محرم کو سلام کرنا مستحسن ومسنون ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (انعامات منعم ج ۱ ص ۳۳۸)

❸ ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا حکم:۔ صرف ہاتھ کے اشارہ پر کفایت کرنا یا اسے سلام کا جز سمجھنا یا موجب ثواب سمجھنا

Maktaba Tul Ishaat.com

ثابت کرنا اور بدعت ضالہ ہے۔

بلکہ اگر سامع دور ہو اور سلام کی آواز سننے میں شک ہو تو سلام کے لفظ کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے جیسا کہ ہمارے علاقوں میں ہے۔

❺ طالبات کا غیر محرم اساتذہ کو سلام کرنے کا حکم:۔ نامحرم کو سلام کرنا جبکہ دونوں جوان ہوں فتنہ سے خالی نہیں اس لئے سلام کرنا اور اس کا جواب دینا دونوں جائز نہیں۔ البتہ اگر استاد اپنی آمد کی اطلاع کے لئے سلام کرے اور طالبات اپنی موجودگی کی خبر دینے کے لئے آہستہ آواز سے جواب دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

**الشق الثانی** ..... عن أسماء بنت عميس أن رسول الله ﷺ سألها بما تستمشين؟ قالت بالشبرم، قال: حارٌ جارٌ قالت، ثم استمشيت بالسنا فقال النبي ﷺ: لو أن شيئا كان فيه شفاء من الموت لكان في السنا.

استمشاء، شبرم اور سنا کی تشریح کیجئے۔ حدیث پاک کا سلیس ترجمہ کیجئے اور تشریح کیجئے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) استمشاء، شبرم اور سنا کی تشریح (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح۔

**جواب** ..... ❶ استمشاء، شبرم اور سنا کی تشریح:۔ استمشاء: کسی چیز سے اسہال لینا۔

شبرم: یہ چیز کی جڑ کا چھلکا ہے جو گرم و خشک ہوتا ہے۔

سناء: یہ ایک گھاس کی بوٹی ہے جو پیٹ کی صفائی کیلئے معتدل گھاس ہے اور بلغم سوداء کے لئے مسہل ہے۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کس چیز سے اسہال لیتی ہو؟ انہوں نے کہا شبرم سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بہت زیادہ گرم اور ظالم ہے وہ فرماتی ہیں پھر میں سناء کے ساتھ اسہال لینے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر کسی چیز میں موت سے شفاء ہوتی تو سناء ہوتی۔

❸ حدیث کی تشریح:۔ آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ تم اسہال کے لئے شبرم استعمال نہ کرو کیونکہ شبرم تو بہت زیادہ گرم ہے اور وہ فضلہ کے ساتھ ساتھ مواد زائد کو بھی خارج کر دے گی جس سے نقصان کا اندیشہ ہے لہٰذا اسہال کے لئے سناء استعمال کرو جو پیٹ کی صفائی کے لئے معتدل ہے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ اگر موت سے کوئی چیز بچانے والی ہوتی تو وہ سناء ہی ہوتی، اس جملے سے سناء کی افادیت اور اہمیت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ بہت زیادہ مفید ہے۔

# ﴿الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

**الشق الاوّل** سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ مَنَحَ مَنِيحَةَ لَبَنٍ أَوْ وَرِقٍ أَوْ هَدَى زُقَاقًا كَانَ لَهُ مِثْلُ عِتْقِ رَقَبَةٍ.

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "مَثَلُ الَّذِي يُعْطِي الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا كَالْكَلْبِ أَكَلَ حَتَّى إِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فَرَجَعَ فِي قَيْئِهِ". احادیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ منیحہ کسے کہتے ہیں۔ ھدی زقاقا کے مطلب واضح کریں۔ بتائیے صدقہ دے کر رجوع کرنے کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) منیحہ کی تعریف (۴) ھدی زقاقا کے مطالب (۵) ھدیہ دیکر رجوع کرنے کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ **احادیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **احادیث کا ترجمہ:۔** (راوی کہتے ہیں) میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی کو دودھ والے جانور کا عطیہ دے یا چاندی کا عطیہ دے یا کسی کو راستہ بتادے تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو کوئی چیز عطیہ کرتا ہے پھر اس میں رجوع کرتا ہے مثل اس کتے کے ہے جس نے خوب کھایا حتی کہ جب سیر ہوگیا تو قیئ کردی پھر جب وہ لوٹا تو اپنی قیئ کو دوبارہ کھانا شروع کردیا۔

❸ **منیحہ کی تعریف:۔** منیحہ وہ اونٹ یا بکری جو دودھ والی ہو۔

❹ **ھدی زقاقا کے مطالب:۔** ① زقاق بالضم اس کے معنی راستہ کے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی کو راستہ دکھایا یا راہبری کی۔ ② بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پھل والے پیڑوں کی قطار ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو اپنے باغ سے پھلوں والے درخت کی قطار دیدے چنانچہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اھدی زقاقا کا لفظ واقع ہوا ہے جو ہدیہ سے ماخوذ ہے بمعنی التصدق مگر اولی یہ ہے کہ ہدی ماخوذ من الھدایۃ ہے نہ کہ من الھدیہ لہٰذا اول معنی راجح ہیں۔

③ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح غلام آزاد کرکے اس نے اپنے کل اعضاء کو جہنم کی آگ سے بچالیا ہے اسی طرح اس نے یہ عطیات کرکے جہنم کی آگ سے خود کو یعنی پورے جسم کو بچالیا ہے، روایتِ مذکورہ میں ان عطیات کرنے والے کے لئے جہنم سے بچاؤ کی خوشخبری ہے۔

❺ **ھدیہ دیکر رجوع کرنے کا حکم:۔** اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے اور قبضہ بھی دیدے تو وہ چیز واہب کی ملک سے نکل کر موہوب لہ کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے، اب واہب اس ہبہ کردہ چیز کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

امام شافعی، امام احمد اور امام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ واہب کے لئے اپنے ہبہ میں رجوع کرنا جائز نہیں نہ قضاءً اور نہ دیانۃً، ہاں اگر والد نے اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی ہے تو وہ اس سے رجوع کرسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام اسحاقؒ، امام نخعیؒ اور امام ثوریؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے غیر ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو اس کے لئے اپنے ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے جب تک اس نے موہوب لہ سے کوئی عوض نہ لیا ہو اور اگر ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو اس کے لئے رجوع جائز نہیں ہے عام ازیں کہ وہ والد ہو یا غیر والد ہو۔

امام شافعیؒ وغیرہ کا استدلال حدیث باب سے ہے اور حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم والی مرفوع حدیث سے ہے "لایحل لرجل ان یعطی عطیة أو یھب ھبة فیرجع فیھا الا الوالد فیما یعطی ولده ومثل الذی یعطی العطیة ثم یرجع فیه کمثل الکلب یاکل فاذا شبع قاء ثم عاد فی قیئه"۔

امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی پہلی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "الرجل احق بھبة مالم یثب منھا" دوسری دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "من وھب ھبة فھو احق بھا مالم یثب منھا"

Maktaba Tul Ishaat.com

احناف کی طرف سے ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ ہبہ میں رجوع کرنا یہ انسانی مروّت کے خلاف ہے حرام نہیں اور صاحب ہدایہ یہ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک رجوع کے جواز سے مراد قضاء ہے اور کراہیہ تحریمہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول العائد فی ھبة کالعائد فی قیئه کی وجہ سے ہے۔

(نوٹ) احناف کے نزدیک چند اشیاء ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک چیز پائی گئی تو پھر بھی ہبہ میں رجوع جائز نہیں ہے۔ ① عوض: یعنی موہوب لہ نے ہبہ کے عوض میں کوئی چیز دیدی۔ ② زیادت متصلہ: یعنی موہوب لہ نے ہبہ میں ایسی زیادتی کردی جو اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتی مثلاً کپڑا تھا، اس نے اس پر کڑھائی کروالی۔ ③ موت: یعنی دونوں میں سے کسی ایک کی موت واقع ہوگئی۔ ④ خروج عن الملک: یعنی وہ چیز موہوب لہ کی ملک سے بھی نکل گئی مثلاً اس نے آگے کسی اور کو ہبہ کردی یا فروخت کردی۔ ⑤ زوجیت: یعنی واہب اور موہوب لہ کی آپس میں شادی ہوگئی تو پھر بھی رجوع جائز نہیں ہے۔ ⑥ قرابت: یعنی واہب اور موہوب لہ میں کوئی او رشتہ داری و قرابت کا تعلق قائم ہوگیا۔ ⑦ ہلاکت: یعنی وہ موہوبہ چیز ہلاک ہوگئی تو پھر بھی اس میں رجوع جائز نہیں ہے۔

**الشق الثانی** ......عن أبی مجلز قال: خرج معاویة فقام عبدالله بن الزبیر وابن صفوان حین رأوه، فقال: اجلسا، سمعت رسول الله ﷺ یقول: من سرّہ ان یتمثل له الرجال قیامًا فلیتبوأ معقده من النار.

حدیث شریف کا واضح ترجمہ کریں۔ بڑوں کیلئے احتراماً کھڑے ہونے کا کیا حکم ہے؟ احادیث و اقوال علماء کی روشنی میں تفصیل لکھیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ......اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) بڑوں کیلئے احتراماً کھڑے ہونیکا حکم۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ ابومجلزؒ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نکلے تو ابن زبیر اور ابن صفوان کھڑے ہوئے جس وقت انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دونوں بیٹھ جاؤ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اسکے سامنے کھڑے رہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

❷ بڑوں کیلئے احتراماً کھڑے ہونے کا حکم:۔ کسی کا دوسرے کے لئے کھڑا ہونا دو طرح ہے۔ تعظیم کے لئے اور فرحت وانبساط کیلئے، پھر قیام تعظیمی کی دو صورتیں ہیں ① مسلسل کھڑے رہنا جب تک وہ بڑا مجلس میں موجود ہے ② کھڑے ہوکر بڑے کے بیٹھنے کے فوراً بعد بیٹھ جانا، یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں پہلی صورت مکروہ تحریمی ہے اور دوسری صورت اس سے کم مکروہ ہے۔ البتہ انبساط و فرحت کیلئے کھڑا ہونا اور آنے والے کو خوش آمدید کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ اور حدیث میں اس شخص کیلئے وعید کا ذکر ہے جو از خود اس کا خواہش مند ہو اور اس میں وہ اپنی بڑائی و فخر محسوس کرے۔ (تحفة الالمعی جلد ۶، صفحہ ۵۲۳)

# ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

**الشق الاوّل** ......عن عمران بن حصین أن رسول الله ﷺ نهی عن الکی، قال: فابتلینا فما أفلحنا ولا أنجحنا

حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ أفلحنا اور أنجحنا کی لغوی تحقیق کریں اور بتائیں کہ ابوداؤد کی روایت میں أفلحن اور أنجحن کے صیغے وارد ہیں، ان میں سے کون سا صیغہ درست ہے؟ ایک دوسری حدیث میں کی کا اثبات ہے، اس حدیث میں اور مذکورہ حدیث میں تعارض معلوم ہوتا ہے اس تعارض کو دور کریں۔

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) أفلحنا اور أنجحنا کی لغوی تحقیق (۳) أفلحن اور أنجحن اور افلحنا وانجحنا میں سے درست صیغہ کی نشاندہی (۴) احادیث کئی سے رفع تعارض۔

**جواب** ..... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا آگ سے داغ دینے سے فرمایا ہم مبتلا ہوئے (بیمار ہوئے) ہم نے آگ کا داغ لگوایا تو ہم کامیاب نہیں ہوئے اور اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے

❷ **أفلحنا اور أنجحنا کی لغوی تحقیق:۔** افلحنا صیغہ جمع متکلم ماضی معروف از مصدر اِفلاح (افعال) بمعنی ایسا کامیاب ہونا جس کا اثر باقی رہے اس کا مجرد فلح ہے۔

انجحنا صیغہ جمع متکلم ماضی معروف از مصدر انجاح (افعال) بمعنی کامیاب و فتح مند ہونا اس کا مجرد نجح ہے۔

❸ **أفلحن وأنجحن اور افلحنا وانجحنا میں سے درست صیغہ کی نشاندہی:۔** مذکورہ دونوں صیغوں میں سے افلحنا اور انجحنا کے صیغے درست ہیں۔

❹ **احادیث کئی سے رفع تعارض:۔** ایک باب میں امام ترمذیؒ نے کئی کی کراہت کو اور دوسرے باب میں اباحت کو ذکر کیا ہے اور کراہت و اباحت دونوں جمع ہو سکتے ہیں دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ نیز آپ ﷺ نے بلا ضرورت شدیدہ داغ لگوانے سے منع کیا ہے اور جہاں اجازت ہے وہاں ضرورت کی بناء پر ہے کہ جب داغ لگوانے کے علاوہ کوئی اور علاج نہ ہو تو پھر داغ لگوانا جائز اور درست ہے۔ نیز "کئی" انتہائی تکلیف دہ علاج ہے اور یہ عذاب من النار کے مشابہ ہے اسلئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ حتی الوسع اس سے بچنا ہی چاہیے البتہ اگر کوئی اور حل و علاج ممکن نہ ہو تو پھر اجازت ہے۔

**الشق الثانی** ..... عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَاعِنُ الْمُؤْمِنِ كَقَاتِلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَاتِلِهِ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عَذَّبَهُ اللّٰهُ بِمَا قَتَلَ بِهِ نَفْسَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ "لیس علی العبد نذر فیما لا یملك" کی تشریح کریں اور ایک روایت میں "أیما رجل قال لاخیه کافر فقد باء أحدهما" وارد ہے، اس کی بے غبار تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) لیس علی العبد نذر فیما لایملك کی تشریح (۴) ایما رجل قال لاخیه کافر الخ کی تشریح۔

**جواب** ..... ❶ **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ پر اس چیز کی نذر ومنت نہیں ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے اور مومن پر لعن طعن کرنے والا اس سے قتال کرنے والے کی مثل ہے اور جو شخص کسی مومن پر کفر کی تہمت لگاتا ہے وہ بھی اس سے قتال کرنے والے کی مثل ہے اور جس شخص نے خود کو کسی چیز کے ذریعہ قتل کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس چیز کے ذریعہ سزا دیں گے جس سے اس نے خود کو قتل کیا ہوگا۔

❸ **لیس علی العبد نذر فیما لایملك کی تشریح:۔** مطلب یہ ہے کہ بندہ بوقت نذر جس چیز کا مالک نہیں تھا اسکی نذر ومنت ماننا صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر نذر کے بعد وہ چیز ملک میں آگئی پھر بھی اس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ بخلاف امام

Maktaba Tul Ishaat.com

توسے یا اگر اس نے غلام سے حق وغیرہ کو ملک کے ساتھ معلق کر دیا تو وہ پھر بھی ہمارے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔ (حاشیہ)

⑤ **ایما رجل قال لاخیه کافر الخ** کی تشریح:۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو لامحالہ ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جائے گا۔ یعنی وہ قائل کافر ہو جائے گا۔

چونکہ گناہ کبیرہ کے ذریعہ مومن کافر نہیں ہوتا اسلئے علماء نے اس کی متعدد توجیہات و مطالب بیان کئے ہیں۔ ① اگر اس نے مومن کے بطلان کے عقیدہ پر یہ جملہ کہا ہے تو وہ واقعتاً کافر ہو گیا۔ ② اگر اس نے بغض کی وجہ وغیرہ سے حق پر یہ جملہ کہا ہے تو اس سے مراد مستحل ہے یعنی جس نے یہ جملہ حلال و جائز سمجھتے ہوئے کہا ہے کیونکہ معصیت کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ③ جب اس نے اپنے مثل کو کافر کہا تو اس نے خود کو بھی کافر کہا ہے۔ ④ اس نے ایسا کام کیا ہے جو کافر کرتے ہیں کیونکہ کافر لوگ ہی مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ (حاشیہ)

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۲ھ

**الشق الاول** ... **عن اسامة بن زيد ان رسول الله ﷺ قال: لا يرث المسلم الكافر و لا الكافر المسلم.**

حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ مرتد کے مال کا کیا حکم ہوگا، ائمہ مجتہدین کے اقوال و مذاہب ذکر کریں؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مرتد کے مال کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے۔

❷ مرتد کے مال کا حکم:۔ اس پر اجماع ہے کہ مرتد مسلمان کا وارث نہیں ہوگا البتہ مرتد کے مال کے بارے میں مختلف مذاہب ہیں۔

امام شافعی اور ربیعہ و ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مرتد کے مرنے کے بعد اس کا مال فئی للمسلمین ہوگا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مال مسلمانوں کے لئے فئی ہے البتہ اگر مرتد نے اس لئے ارتداد کو اختیار کیا ہو تا کہ ورثاء کو محروم کر دے تو پھر ورثاء محروم نہ ہوں گے بلکہ ان کو وارث بنایا جائیگا۔

امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مرتد کا مال مسلمان ورثاء کو دیا جائیگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو مال بحالت اسلام کمایا ہے اس کے وارث مسلمان ورثاء ہوں گے اور جو مال مرتد ہونے کے بعد حاصل کیا ہے وہ بیت المال میں جمع کیا جائیگا۔

علقمہ اور بعض تابعین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اسکے مال کے مستحق وہ اہل دین ہونگے جن کے دین کی طرف وہ منتقل ہوا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرتد تو حکماً میت ہے تو اس کی موت کا حکم وقت ردت کی طرف منسوب ہوگا لہٰذا ردت اختیار کرنے تک تو مسلمان تھا اب مرتد ہو کر وہ میت ہو گیا تو اب تک کا جو مال اس کے پاس ہے وہ بحالت اسلام کمایا ہوا ہے تو مسلمان ورثاء اسکے وارث ہوں گے کیونکہ یہ "توريث المسلم للمسلم" ہوئی اور ردت کے بعد جو مال اس نے حاصل کیا وہ کفر کی حالت کا ہے جناب مسلمان کو اس کا وارث نہیں بنایا جائے گا ورنہ "توريث المسلم للكافر" لازم آئے گا بلکہ اس کا مال بیت المال میں جمع کر دیا جائیگا۔

فائدہ: یہ حکم مرتد مرد کے مال کے بارے میں ہے اور مرتدہ کے بارے میں اجماع ہے کہ اسکا مال جو بحالت اسلام ہو یا بحالت ارتداد وہ مسلمان ورثاء کا ہے "لانها لاتقتل عندنا بل تحبس حتى تسلم اوتموت"۔ (درس ترمذی جلد ۳ ص ۱۱۶)

Scanned with CamScanner

**الشق الثانی** ...... عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثَلَاثًا، ثُمَّ يَجِيْئُ قَوْمٌ مِنْ بَعْدِهِمْ يَتَسَمَّنُوْنَ وَيُحِبُّوْنَ السِّمَنَ يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلُوْهَا.

حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ یتسمنون ویحبون السمن کا مطلب واضح کریں۔ ایک دوسری حدیث میں "خیر الشهداء من أدی شهادته قبل أن یسالها" آیا ہے، دونوں حدیثوں میں بظاہر جو تعارض ہے اس کو دور کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں: (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) یتسمنون و یحبون السمن کا مطلب (۴) احادیث سے رفع تعارض۔

**جواب** ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں میں سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ ہیں جو انکے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں تین بار فرمایا پھر ان کے بعد ایسی قوم جو (اسباب) سمن کو طلب کریگی اور موٹاپے کو پسند کریگی اور گواہی دیگی اس سے قبل کہ ان سے گواہی طلب کی جائے۔

❸ یتسمنون و یحبون السمن کا مطلب:۔ یتسمنون یہ السمن سے ہے جس کا معنی لغۃً موٹاپا ہے اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ قرون ثلاثہ کے بعد ایسی قوم آئے گی جو تکبر کرے گی ایسی چیزوں پر جو ان کو حاصل نہ ہوں گی مثلاً عزو جاہ کے دعویدار ہوں گے حالانکہ یہ ان کو حاصل نہ ہوگی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مال کا جمع کرنا ہے یعنی قرون ثلاثہ کے بعد ایسی قوم آئے گی جو مال کے جمع کرنے کے درپے ہوگی بعض اہل علم نے فرمایا کہ اس سے مراد ماکولات و مشروبات میں وسعت ہے، یعنی ایسی قوم ہوگی جن کی توجہ کھانے پینے کی وسعت پر ہوگی دین کی طرف رغبت نہ ہوگی لہٰذا وہ قوم موٹا ہونے کے اسباب کو اختیار کرے گی۔ علامہ تورپشتی کہتے ہیں کہ دراصل یہ کنایہ ہے غفلت اور قلت اہتمام سے کہ دین کا اہتمام نہ ہوگا بلکہ امر دین سے غفلت ہوگی چونکہ جو لوگ ماکولات و مشروبات میں زیادہ مشغول رہتے ہیں ان کے بدن پھول جاتے ہیں اور ریاضت نفس نہیں کرتے بلکہ حظوظ نفسانیہ کو پورا کرتے ہیں۔

❹ احادیث سے رفع تعارض:۔ یعطون الشهادة قبل ان یسالها کو محمل شہادت زور (جھوٹی گواہی) ہے اور خیر الشهداء ...... ان یسالها میں خیر الشہداء اس شخص کو کہتے ہیں جس سے کسی بارے میں شہادت طلب کی گئی اور وہ شہادت دے اور شہادت کو نہ چھپائے اور قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے "ولاتکتموا الشهادة" چونکہ کتمانِ شہادت جائز نہیں اور ضرورت پڑ جانے پر شہادت دینا واجب ہے اور اس نے واجب کو ادا کیا ہے جس سے احیاء حق ہوا ہے اس وجہ سے اس کو خیر الشہداء فرمایا گیا ہے۔

## ﴿الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۴ھ

**الشق الاول** ...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا

Maktaba Tul Ishaat.com

خائنٍ وَّلَا خائنةٍ وَّلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَّلَا مَجْلُوْدَةٍ وَّلَاذِیْ غِمَرٍ لِّاَخِیْهِ، وَ لَا مُجَرَّبِ شَهَادَةٍ وَ لَا الْقَانِعِ اَهْلَ الْبَیْتِ لَهُمْ، وَ لَا ظَنِیْنٍ فِیْ وَلَاءٍ وَّ لَا قَرَابَةٍ.

حدیث پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔ محدود فی القذف کی شہادت توبہ کے بعد قبول ہوگی یا نہیں؟ ائمہ کے اختلافات تحریر کریں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) محدود فی القذف کی توبہ کے بعد شہادت کی قبولیت میں اختلاف۔

جواب ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفًا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی خیانت کرنیوالے مرد اور عورت کی گواہی جائز نہیں ہے اور نہ ایسے مرد و عورت کی گواہی جن پر کوڑوں کی حد جاری کی گئی ہو اور نہ کسی بغض و عداوت والے کی اور نہ اپنے بھائی کیلئے (یا اس کے حسد و بغض کی وجہ سے) اور نہ ایسے شخص کی گواہی جس کی جھوٹی گواہی پہلے آزمائی جا چکی ہو اور نہ اس شخص کی گواہی جو کسی گھر والوں پر قانع ہو (خادم، غلام وغیرہ) اور نہ ایسے شخص کی گواہی جو ولاء وعتاقہ یا قرابت کا متہم ہو۔

❸ محدود فی القذف کی توبہ کے بعد شہادت کی قبولیت میں اختلاف:۔ توبہ کے بعد محدود فی القذف کی شہادت و گواہی کی قبولیت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، امام محمد، امام زفر و سفیان ثوری رحمہم اللہ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اس کی شہادت معتبر نہیں ہے امام مالک، امام شافعی و لیث رحمہم اللہ کے نزدیک توبہ کے بعد محدود فی القذف کی شہادت قبول کی جائے گی۔

اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ آیت کریمہ "فاجلدوهم ثمانين جلدة ولاتقبلوالهم شهادة ابدًا واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا الخ" میں استثناء کس جملہ سے ہے، حنفیہ کے نزدیک قریب ہونے کی وجہ سے صرف "هم الفاسقون" سے استثناء ہے اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک دونوں چیزوں (شہادت کی عدم قبولیت وفسق) سے استثناء ہے۔ (درس ترمذی جلد ۴، صفحہ ۱۳۶)

الشق الثانی ...... عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال: القاتل لايرث.

قاتل مستحق میراث ہوگا یا نہیں؟ اس میں تفصیل کیا ہے؟ ائمہ کے اختلاف ان کے دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط قاتل کے مستحق میراث ہونے میں اختلاف ائمہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

جواب ...... قاتل کے مستحق میراث ہونے میں اختلاف ائمہ کی وضاحت:۔ حضرات احناف اور شوافع کے ہاں قاتل وارث نہیں بنتا نہ مال کا نہ دیت کا، خواہ قتل عمد ہو، خواہ شبہ عمد ہو، خطاء ہو تینوں صورتوں میں وراثت سے محروم ہوگا۔

امام مالکؒ کے ہاں قاتل قتل خطاء کی صورت میں مال کا مالک ہوگا، البتہ دیت کا وارث نہ ہوگا۔

جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے کیونکہ یہ مطلق ہے اس میں عمد و شبہ، خطاء کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور دلیل کے بغیر تخصیص نہیں ہو سکتی اور یہاں دلیل نہیں ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاول ...... عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: اذا سميتم بی فلا تكتنوا بی.

Scanned with CamScanner

وعن علی بن أبی طالب أنه قال: یا رسول اللہ أرأیت ان ولدلی بعدک أسمیہ محمدًا واکنیہ بکنیتک؟ قال: نعم، قال: فکانت رخصة لی.

دونوں حدیثوں کا سلیس ترجمہ کریں۔ آپ کے اسم گرامی اور کنیت کو جمع کرنے کے بارے میں علماء کے اقوال نقل کریں۔ اور بتائیں کہ اس سے نہی کی وجہ کیا ہے؟ دونوں حدیثوں کے درمیان جو تعارض نظر آرہا ہے اس کو دور کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) آپ کے اسم گرامی اور کنیت کو جمع کرنے کا حکم اور نہی کی وجہ (۳) احادیث سے رفع تعارض۔

**جواب** ...... ❶ **احادیث کا ترجمہ:۔** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم نام رکھو میرے نام کے ساتھ تو پس نہ کنیت رکھو تم میری کنیت کے ساتھ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کے بعد میرا بیٹا ہو تو میں اس کا نام محمد رکھوں گا اور اس کی کنیت آپ کی کنیت کے ساتھ (ابوالقاسم) رکھوں گا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جی ہاں ٹھیک ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ رخصت میرے لئے تھی۔

❷ **آپ ﷺ کے نام وکنیت کو جمع کرنے کا حکم اور نہی کی وجہ:۔** جمہور علماء کے نزدیک محمد نام رکھنا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے۔ بعض حضرات عدم جواز کے قائل ہیں اسلئے کہ نام کے ادب کے تقاضے پورے کرنا ہر شخص کے بس میں نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ یہ کنیت رکھنا درست ہے یا نہیں اس میں مختلف اقوال ہیں۔

① اہل ظواہر کے نزدیک ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقاً ممنوع ہے۔ دلیل یہی حدیث الباب ہے۔

② عند البعض ابوالقاسم کنیت رکھنا مکروہ تنزیہی اور خلاف ادب ہے حرام نہیں ہے۔

③ جمہور کے نزدیک یہ نہی وممانعت آپ ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی اس کی ایک وجہ التباس کا خطرہ تھا حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے ابوالقاسم کہہ کر پکارا تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے، اس شخص نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر ﷺ میں نے آپ ﷺ کو نہیں بلایا، بلکہ میں نے فلاں شخص کو بلایا ہے تو آپ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ تم میرے نام کے ساتھ اپنا نام محمد تو رکھ سکتے ہو مگر میری کنیت کے ساتھ اپنی کنیت ابوالقاسم نہیں رکھ سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوالقاسم کنیت رکھنے سے ممانعت التباس کی وجہ سے تھی مگر جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا تو التباس کا اندیشہ ختم ہوگیا اس وجہ سے اب بلاتردد ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ودرست ہے۔ دوسری وجہ مسلم کی روایت میں یہ آئی ہے "**لا تکنوا بکنیتی فانما بعثہ قاسمًا اقسم بینکم**" یعنی میں تمہارے درمیان علم وبھلائی واموال غنیمت تقسیم کرتا ہوں اس لئے میں ابوالقاسم ہوں۔

پہلی وجہ تو آپ ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی، لہٰذا اب کنیت ابوالقاسم رکھنا جائز ہے۔ اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے "**قلت یا رسول اللہ ان ولدلی من بعدک ولد اسمیہ باسمک واکنیہ بکنیتک**" **قال نعم** (اے اللہ کے رسول! اگر آپ ﷺ کے بعد میرا بیٹا پیدا ہو تو کیا میں آپ کا نام وکنیت دونوں اس کے لئے رکھ سکتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں)۔ دوسری وجہ عام ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ابوالقاسم کنیت اب بھی نہیں رکھنی چاہیے ③ آپ ﷺ کا نام وکنیت دونوں کو جمع

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جائے تو بلا کراہت جائز ہے۔ (کشف الباری کتاب الادب صفحہ ۲۰۶)

❺ احادیث سے رفع تعارض:۔ دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ ابتداءً آپ ﷺ نے ابوالقاسم کنیت رکھنے سے منع فرمایا تھا، پھر بعد میں از خود اس کی اجازت بھی عنایت فرمادی۔ گویا ممانعت والی احادیث منسوخ ہیں اور جواز واباحت والی احادیث ان کے لئے ناسخ ہیں۔

**الشق الثانی** ...... عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال ان من الشجر شجرة لایسقط ورقها، وهی مثل المؤمن، حدثونی ماهی؟ قال عبدالله، فوقع الناس فی شجر البوادی ووقع فی نفسی أنها النخلة فقال النبی ﷺ هی النخلة.

حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کریں۔ اس درخت کی مؤمن کے ساتھ کیا مشابہت ہے؟ علماء کے اقوال تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امر ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) درخت کی مؤمن کے ساتھ وجہ مشابہت۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جسکے پتے نہیں گرتے اور وہ مؤمن کی مثال ہے بیان کرو وہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سوچ میں پڑ گئے لوگ جنگلی درختوں کے بارے میں اور میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہ کھجور کا درخت ہے پس آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

❷ درخت کی مؤمن کیساتھ وجہ مشابہت:۔ نخلہ و مسلم کیساتھ اس وجہ سے تشبیہ دی ہے کہ متعدد امور میں یہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ ① نافع ہونے میں دونوں متحد و مشترک ہیں کہ جس طرح کھجور کی ہر چیز سے فائدہ اور نفع اٹھایا جاتا ہے کہ اس کا تنا شہتیر اور ستون کے کام آتا ہے اگر کمزور ہو تو جلانے کے کام آتا ہے اس کے پتے چھت اور پنکھے میں استعمال ہوتے ہیں اس کے ریشوں سے رسیاں بٹی جاتی ہیں اس کا پھل انسان کھاتے ہیں اس کی گٹھلیاں جانور کھاتے ہیں نیز تسبیح کے دانے بھی بنتے ہیں الغرض اس کی کوئی چیز ضائع نہیں جاتی، اس طرح مؤمن کا کوئی بھی عمل جو ایمان کے مقتضی کے مطابق ہو ضائع نہیں جاتا، چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، کھانا پینا ہر چیز مفید ہے اور شریعت سے مطابق ہو تو عبادت بھی ہے۔ ② وجود وغیرہ میں دونوں متحد ہیں کہ کھجور کی جڑ تو زمین میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں یعنی وجود کے اعتبار سے ارضی ہے اور سر کے اعتبار سے سماوی ہے، اسی طرح مسلمان وجود کے اعتبار سے ارضی ہے اور علوم و معارف اور اعمال کے اعتبار سے سماوی ہے۔ ③ جس طرح انسان کا سر کٹ جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح کھجور کے درخت کے اوپر کا حصہ کاٹ دیا جائے تو وہ بھی خشک ہو جاتا ہے۔

## السوال الثالث ۱۴۳۴ھ

**الشق الاول** ...... عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ: من كذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار.

حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ فلیتبوأ جو امر کا صیغہ ہے یہاں کس معنی میں ہے؟ ایک روایت میں "من کذب علی متعمدا لیضل به الناس" کی قید ہے کیا اس حدیث کی بنیاد پر اگر لوگوں کا اضلال مقصود نہ ہو بلکہ لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنا مقصود ہو تو حدیثیں گھڑی جاسکتی ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) فلیتبوّا (امر) کا معنی (۳) ترغیب دین کے لئے احادیث گھڑنے کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص جان بوجھ کر میرے بارے میں جھوٹ بولے پس چاہیے کہ بنا لے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں۔

❷ فلیتبوّأ (امر) کا معنی ① فلیتبوّأ یہ امر کا صیغہ ہے جس سے مقصود بددعا ہے ② امر بمعنی اخبار ہے، یعنی حضور ﷺ نے یا تو اس کو بددعا دی کہ ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم ہو یا پھر خبر دی کہ ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

❸ ترغیب دین کے لئے احادیث گھڑنے کا حکم:۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک حدیث گھڑنا بالکل جائز نہیں گناہ کبیرہ ہے جن کے بہت سے دلائل ہیں۔ البتہ بعض اہل بدعت مثلاً کرامیہ وغیرہ اور ان کی اتباع میں بعض جاہل صوفی ترغیب وترہیب زہد وفضائل وغیرہ کے بارے میں وضع احادیث کو جائز سمجھتے ہیں، جس پر وہ بزعم خود دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ①: ممانعت کذب علی النبی ﷺ کی ہے جبکہ فضائل میں وضع حدیث کذب للنبی ﷺ ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں علی افتراء کے معنی کو متضمن ہے، مطلب یہ ہے کہ عمداً حضور ﷺ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، نیز اگر یہ دلیل تسلیم کر لی جائے تو پھر الفاظ قرآن میں بھی اضافہ جائز ہونا چاہیے۔

دلیل نمبر ②: یہی حدیث من کذب علی متعمدا لیضل الناس کے الفاظ سے مسند بزار وغیرہ میں منقول ہے، معلوم ہوا لوگوں کی ہدایت کے لئے وضع جائز ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں زیادۃ باطلۃ اتفق الحفاظ علی ابطالھا یہ زیادتی باطل ہے اور اس کے بطلان پر حفاظ کا اتفاق ہے۔

**الشق الثانی** ...... عن ابن عباس قال: رسول اللہ ﷺ: صنفان من أمتی لیس لھما فی الاسلام نصیب، المرجئۃ والقدریۃ.

حدیث شریف کا واضح ترجمہ کریں۔ مرجئہ اور قدریہ کا مختصر تعارف تحریر کریں۔ بتائیے کہ کیا مرجئہ اور قدریہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ اگر نہیں تو پھر "لیس لھما فی الاسلام نصیب" کا کیا مطلب ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مرجیہ اور قدریہ کا تعارف (۳) لیس لھما فی الاسلام نصیب کا مطلب۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ ان کے لئے اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

❷ مرجیہ اور قدریہ کا تعارف:۔ مرجیہ: وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ تمام افعال بتقدیر اللہ ہیں بندہ کو کوئی اختیار نہیں ہے اور ایمان کے بعد معصیت سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

قدریہ: یہ تقدیر کے منکر ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق بندہ خود ہے تقدیر کو اس میں کوئی اختیار و دخل نہیں ہے۔

❸ لیس لھما فی الاسلام نصیب کا مطلب:۔ بعض لوگ حدیث کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرجیہ اور

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ذریہ کافر ہیں مگر محققین کے ہاں یہ کافر نہیں ہیں اس لئے کہ یہ مؤولین ہیں اور آپ ﷺ کا فرمان مبارک تہدید وتشدید پر محمول ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں "لاایمان لمن لا امانة له" کے الفاظ ہیں حالانکہ خائن شخص مؤمن ہی رہتا ہے تو جیسے یہ حدیث زجر وتوبیخ پر محمول ہے اسی طرح حدیث الباب بھی زجر وتوبیخ پر محمول ہے نیز ان کے قلت نصیب کو "القليل كالمعدوم" کے ضابطے سے بالکل معدوم قرار دے دیا۔

# ﴿الورقة الخامسة : ترمذى (ج ۲)﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۵ھ

**الشق الاول** ...... عن عائشة ان النبى ﷺ دخل مسرورا تبرق اسارير وجهه ، فقال: الم ترى ان مجززا نظر آنفا الى زيد بن حارثة واسامة بن زيد ، فقال : هذه الاقدام بعضها من بعض۔

حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کریں۔ شریعت میں قیافہ شناسی کی کیا حیثیت ہے؟ مدلل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) شریعت میں قیافہ شناسی کی حیثیت مع دلیل۔

**جواب** ...... **۱ حدیث کا ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ﷺ بہت خوش تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرے کے خطوط چمک رہے تھے، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا تجھے معلوم نہیں مجزز قائف نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور کہا کہ یہ بعض اقدام بعض میں سے ہیں۔

**۲ شریعت میں قیافہ شناسی کی حیثیت مع الدلیل:** اس بارے میں اختلاف ہے کہ ثبوت نسب میں قائف کا قول معتبر ہے یا نہیں جمہور قائف کے قول کو ثبوت نسب میں حجت قرار دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مجہول النسب بچے کے بارے میں دو یا دو سے زائد افراد دعویٰ کریں اور کسی کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو قائف کے قول کو حجت قرار دیا جائیگا۔

حضرات احناف فرماتے ہیں کہ ثبوت نسب میں قائف کا قول معتبر نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور اس سے بچہ ہو اور دونوں دعویٰ کریں تو دونوں سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

جمہور نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ولیۃ الباب سے استدلال کیا ہے کہ اگر قائف کا قول حجت نہ ہوتا تو آپ ﷺ کو خوشی کیوں ہوتی۔

حضرات احناف فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو خوشی ثبوت نسب پر نہیں ہوئی تھی کیونکہ نسب تو پہلے سے ثابت تھا مگر علیٰ طریق الالزام بھی ثبوت نسب ہو گیا تھا اس وجہ سے آپ ﷺ کو خوشی ہوئی تھی۔

**الشق الثانی** ...... عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ : لَايُعْدِيْ شَيْئٌ شَيْئًا ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : يَارَسُوْلَ اللهِ ، اَلْبَعِيْرُ الْاَجْرَبُ الْحَشَفَةُ نُدْبِنُهُ فَيُجْرِبُ الْاِبِلَ كُلَّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمَنْ أَجْرَبَ الْاَوَّلَ؟ لَاعَدْوٰى وَلَاصَفَرَ ، خَلَقَ اللهُ كُلَّ نَفْسٍ وَكَتَبَ حَيَاتَهَا وَرِزْقَهَا وَمَصَائِبَهَا۔

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ حدیث شریف کی واضح تشریح کریں اور بتائیں "لاعدوى ولاصفر" کا کیا مطلب ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی

Scanned with CamScanner

تشریح (۴) "لاعدوی ولا صفر" کا مطلب۔

**جواب** ❶ **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفاً۔

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان آپ ﷺ کھڑے ہوئے پس فرمایا نہیں بڑھتی ہے کوئی چیز کسی چیز کی طرف پس ایک دیہاتی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! خارشی اونٹ کرتے ہیں ہم اصطبل میں پس وہ سب اونٹوں کو خارشی بنا دیتا ہے پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پہلے اونٹ کو کس نے خارش کیا تھا؟ نہیں کوئی تعدیہ ہے اور نہ صفر ہے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ہر نفس کو پس لکھا اس کی زندگی کو اس کے رزق و مصائب کو۔

❸ **حدیث کی تشریح:۔** حدیث کے ترجمہ سے تشریح واضح ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرض اور بیماری کسی شخص سے دوسرے شخص میں اور کسی جانور سے دوسرے جانور میں منتقل نہیں ہوتی بلکہ ہر انسان اور ہر جانور کی اپنی ہی بیماری اور مرض ہوتا ہے اس موقع پر ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیماری ایک جانور سے دوسرے جانور میں منتقل نہیں ہوتی اور بڑھتی نہیں ہے حالانکہ ہمارے ایک اونٹ کو خارش ہوتی ہے جب ہم اس کو اصطبل میں باندھتے ہیں تو اس کی وجہ سے دوسرے اونٹوں کو بھی خارش لاحق ہو جاتی ہے اور باقی اونٹ بھی خارشی ہو جاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہی وجہ ہے کہ تو پھر سب سے پہلے اونٹ کو کس نے خارشی کیا تھا؟ گویا جس طرح پہلا اونٹ ازخود قدرتی طور پر خارشی ہوا ہے اسی طرح باقی اونٹ بھی ازخود خارشی ہوئے ہیں پہلے اونٹ کی وجہ سے نہیں پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیماری میں تعدیہ نہیں ہے یعنی ایک کی وجہ سے دوسروں کو بیماری نہیں لگتی۔

اسی طرح صفر کے مہینہ میں بھی کوئی نحوست نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت کسی بھی نفس کو پیدا کیا اسی وقت اس کی زندگی، رزق اور بیماری و مصائب وغیرہ کو بھی لکھ دیا، لہٰذا سب کچھ قدرت کی طرف سے ہے، کوئی تعدیہ وغیرہ نہیں ہے۔

❹ **"لاعدوی ولا صفر" کا مطلب:۔** یہ اعداء سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہے کسی کا مرض دوسرے کو لگ جائے آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے غلط گمان کو رد کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی مریض بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مرض ختم کرتے ہیں یعنی مرض فی نفسہ دوسرے کی جانب متعدی نہیں ہوتا۔

"ولا صفر" محمد بن راشد نے کہا کہ صفر سے محرم کے بعد کا مہینہ مراد ہے کہ جس کو اہل جاہلیت محل نزول بلاء و آفات کا سمجھ کر منحوس خیال کرتے تھے جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں بھی ماہ صفر میں بیاہ، شادی کو منحوس خیال کرتے ہیں حضور ﷺ نے "ولا صفر" فرما کر اس اعتقاد کو باطل فرمایا ہے۔ بقول بعض اہل عرب وہم کرتے تھے کہ آدمی کے پیٹ میں ایک سانپ ہے جو بھوک کے وقت کاٹتا ہے جس سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے، نووی نے کہا کہ بزعم عرب صفر پیٹ کے اندر ایک قسم کا کیڑا ہے جو بھوک کے وقت کاٹتا ہے اور کبھی انسان کے بدن میں درد پیدا کر کے ہلاک بھی کر دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ "ولا صفر" سے نسئی کو رد کرنا مراد ہے یعنی محرم کو تاخیر کر کے ماہ صفر کو محرم قرار دیکر شہر حرام میں شمار کرنا کما فی تفسیر قولہ تعالیٰ انما النسیئی زیادۃ فی الکفر ان سب اعتقادات جاہلیہ کو باطل کرتے ہوئے فرمایا "ولا صفر"۔

Maktaba Tul Ishaat.com

# ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

**الشق الاول** ..... عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ اَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ سُفَھَاءُ الْاَحْلَامِ ، یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ ، لَایُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ ، یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ ۔

حدیث پر اعراب لگائیے اور ترجمہ کیجئے۔ "قوم" کا مصداق کیا ہے؟ یہ لوگ ظاہر ہو چکے ہیں یا ابھی ظاہر ہوں گے؟ واضح تشریح کیجئے

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) قوم کا مصداق، اور ظہور کا وقت۔

**جواب** ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نکلے گی آخر زمانہ میں ایک قوم جو نوجوان ہوگی کم عقل والی ہوگی، قرآن کریم کو وہ پڑھیں گے نہیں اترے گا قرآن ان کے حلق سے بات کریں گے مخلوق میں سے سب سے بہتر کی (یعنی آپ ﷺ کی) نکل جائیں گے وہ لوگ دین سے جیسے تیر نکل جاتا ہے کمان سے۔

❸ قوم کا مصداق، اور ظہور کا وقت:۔ اس قوم سے مراد خوارج کا گروہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کا ظہور ہو چکا ہے۔

**الشق الثانی** ..... عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ : شفاعتی لاھل الکبائر من امتی.

شفاعت کی قسمیں تحریر کریں۔ حدیث شریف کا ترجمہ کر کے اس کا واضح مطلب تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کا مطلب (۳) شفاعت کی اقسام۔

**جواب** ..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری سفارش میری امت کے گنہگاروں کے لئے ہے۔

❷ حدیث کا مطلب:۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں سے گناہ ہو گیا وہ ناامید نہ ہوں ان کی شفاعت کروں گا لہٰذا شفاعت کا استحقاق پیدا کرنے کیلئے اللہ کے ساتھ اپنی بندگی کے تعلق اور میرے امتی ہونے کے تعلق کو درست کرنے کی فکر کرو۔

❸ شفاعت کی اقسام:۔ علامہ سیوطیؒ نے کنز مدفون میں شفاعت کی آٹھ اقسام ذکر کی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اور وہ درج ذیل ہیں۔ ① شفاعت عظمیٰ جس کا تمام انبیاء علیہم السلام جواب دے دیں گے اور آپ ﷺ اس کی حامی بھر لیں گے ② وہ شفاعت جو اس امت کا جلد حساب لینے کیلئے ہوگی ③ ان لوگوں کی شفاعت جن کیلئے جہنم میں ڈالنے کا حکم کیا گیا ہوگا پھر وہ اس شفاعت سے نجات پائیں گے ④ اپنے چچا ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کیلئے شفاعت کریں گے اور ان کا عذاب کم ہو جائے گا ⑤ چند اقوام کیلئے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے کی شفاعت کریں گے ⑥ ان لوگوں کے لئے جنت میں داخلے کی شفاعت کریں گے جن کے لئے جنتی ہونے کا فیصلہ کیا جا چکا ہوگا ⑦ جنت میں داخل ہونے والوں کے لئے ترقی درجات کی شفاعت کریں گے ⑧ اپنی امت کے اہل کبائر کیلئے جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے انہیں جہنم سے نکالنے کی شفاعت

کریں گے۔ (مسند امام اعظم مع مترجم)

## السوال الثالث ۱۴۳۵ھ

**الشق الاوّل** ...... قال رسول الله ﷺ: لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیرله من ان یمتلی شعرًا.

حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں۔ حدیث شریف کا مطلب واضح کریں۔ شریعت کے نزدیک شعر کا کیا حکم ہے؟ بیان کریں اور بتائیں کہ کیا اشعار پیٹ میں ہوتے ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کا مطلب (۳) شریعت کے نزدیک شعر کا حکم (۴) اشعار کا محل ومقام۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ کسی آدمی کے پیٹ کا ایسی پیپ سے بھرنا جو اس کے معدہ کو خراب کردے البتہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھرے۔

❷ حدیث کا مطلب:۔ اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے شعر کی مذمت کو بیان فرمایا کہ انسان کا پیٹ، پیپ سے بھرا ہو جو اس کے معدہ کو برباد کردے یہ اس سے بہتر ہے کہ انسان شعر میں ایسا مصروف ہو جائے کہ احکامات الٰہیہ سے بھی غافل ہو جائے کیونکہ پہلی صورت میں اس کی دنیاوی زندگی ضائع ہوگی جبکہ دوسری صورت میں انسان کی آخرت ضائع ہوتی ہے۔

❸ شریعت کے نزدیک شعر کا حکم:۔ شریعت میں نفس شعر مذموم نہیں بلکہ مذمت اس کے مضمون کی وجہ سے آتی ہے یعنی جس شعر کا مضمون خلاف شریعت ہو مثلاً جھوٹ، بہتان، کسی مسلمان کی مذمت کرنا، شرکیہ اشعار وغیرہ تو ایسا شعر شرعاً جائز نہیں ہے، اسی طرح وہ اشعار جن کا مضمون اگرچہ درست ہو مگر اس میں اتنا مصروف ہو جائے کہ فرائض وواجبات سے بھی غافل ہو جائے اس کی مذمت اس حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو جائز ہے۔ مثلاً حمد وثناء، شانِ رسالت، جہادی ترانے وغیرہ تو یہ جائز ہیں، حضور پاک ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کیلئے منبر بچھواتے اور اللهم ایده بروح القدس سے دعا دیتے تھے۔

❹ اشعار کا محل ومقام:۔ حدیث پاک میں جوف سے مافی الجوف مراد ہے یعنی سینہ اور دل، ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے مجازاً، لہٰذا اشکال ختم ہوگیا۔

# الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)

## السوال الاوّل ۱۴۳۶ھ

**الشق الاوّل** ...... عن مولی عمرو بن العاص ان عمرو بن العاص ارسله الی علی یستأذنه علی اسماء بنت عمیس فاذن له، حتی اذا فرغ من حاجته سال المولی عمرو بن العاص عن ذلك فقال: ان رسول الله ﷺ نهانا ان ندخل علی النساء بغیر اذن ازواجهن.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ کیا کسی اجنبی مرد کیلئے جائز ہے کہ وہ کسی نامحرم عورت کے پاس جائے اگرچہ شوہر نے اجازت دی ہو؟ کیا عورتیں مردوں کو دیکھ سکتی ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) اجنبی مرد کا شوہر کی اجازت سے کسی نامحرم

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

عورت کے پاس جانے کا حکم (۳) عورتوں کا مردوں کو دیکھنے کا حکم۔

**جواب** ❶ **حدیث کا ترجمہ:** حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مولیٰ سے روایت ہے کہ بے شک عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو بھیجا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کہ وہ اجازت مانگیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا پر پس انہوں نے اجازت دیدی یہاں تک کہ جب فارغ ہوئے اپنی حاجت سے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مولیٰ نے سوال کیا اس کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روکا کہ ہم داخل ہوں عورتوں پر ان کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر۔

❷ **اجنبی مرد کا شوہر کی اجازت سے کسی نامحرم عورت کے پاس جانے کا حکم:** اجنبی مرد نامحرم عورت کے پاس اس کے شوہر کی اجازت سے ضرورت شرعی یا ضرورت طبعی کی بناء پر جاسکتا ہے اور حدیث میں یہی مراد ہے البتہ اجنبی مرد کا نامحرم عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

❸ **عورتوں کا مردوں کو دیکھنے کا حکم:** معارف القرآن میں "**وقل للمؤمنت یغضضن من ابصارهن الایة**" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عورتوں کا اپنے محرم کے سوا کسی اجنبی مرد کو دیکھنا مطلقاً حرام ہے بہت سے علماء کا یہ قول ہے اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث الباب سے استدلال کیا ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ بغیر شہوت کے غیر محرم کو دیکھنے میں مضائقہ نہیں اور انہوں نے استدلال حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا ہے کہ مسجد نبوی کے احاطہ کے حبشی نوجوان کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ بنظر شہوت حرام ہے اور بلا شہوت نظر کرنا خلاف اولیٰ ہے اس لئے اس سے بھی احتیاط کرنا اولیٰ و انسب ہے۔

**الشق الثانی** ..... **عن أبی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: خمس من الفطرة: الاستحداد والختان وقص الشارب ونتف الابط وتقليم الأظفار.** خصال فطرت بعض روایات میں پانچ بعض میں دس بیان کی گئی ہیں ان کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ مذکورہ خصال فطرت کے احکام تفصیل سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) خصال فطرت کی تعداد والی روایات میں تطبیق (۲) مذکورہ خصال فطرت کے احکام۔

**جواب** ❶ **خصال فطرت کی تعداد والی روایات میں تطبیق:** سوال ہوتا ہے کہ روایات میں بظاہر تعارض ہے اس لئے کہ کسی روایت میں پانچ خصلتوں کا ذکر ہے اور کسی میں دس خصلتوں کا ذکر ہے

جواب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ عدد اقل عدد اکثر کے منافی نہیں ہے ممکن ہے کہ اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ خصلتوں کا علم دیا گیا ہو اور بعد میں دس خصلتوں کا علم دیا گیا ہو لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے۔ نیز ممکن ہے کہ ہر شخص کے مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے اتنے سامنے خصلتوں کا ذکر فرمایا ہو جسکے اندر پانچ کی کمی پائی اسکے سامنے پانچ کو ذکر کردیا اور جس کے اندر دس کی کمی پائی اسکے سامنے دس کو ذکر کردیا لہٰذا روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

❷ **مذکورہ خصال فطرت کے احکام:** ① **استحداد** ② **قص الشارب** ③ **نتف الابط** ④ **تقليم الاظفار**۔ مذکورہ بالا چاروں اعمال ہر جمعہ کو مستحب ہیں اگر ہر جمعہ کو نہ ہوسکیں تو پندرھویں دن، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو تیسرے ہفتہ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو چالیس دن پر واجب ہیں اگر اس سے تجاوز کیا تو گنہگار ہوگا۔

Scanned with CamScanner

سنت کے مطابق ناخن کاٹنے کا طریقہ: ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ بزرگوں کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت
کی انگلی سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ کے ابہام پر ختم کرے آخر میں دائیں ہاتھ کے ابہام کا ناخن کاٹے۔

ناخن کاٹنے میں مبالغہ نہ ہو۔ یعنی اتنا زیادہ بھی نہ ہو کہ انگلیوں کو نقصان پہنچے۔ (مظاہری)

ناخن دانت سے کاٹنا مکروہ ہے اس سے برص کی بیماری ہوتی ہے۔

ناخن اور بال کاٹنے کے بعد دفن کرنا بہتر ہے اور اگر دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ ڈال دے تو بھی جائز ہے مگر غسل خانہ میں ڈالنا مکروہ ہے۔

(۵) الختان: ختنہ کرنا اسلام میں سنت ہے اور یہ واجب ہے اس کو چھوڑنے والا سخت گنہگار ہوگا۔ بچے میں جب تکلیف برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو جائے تو ختنہ کرنا چاہیے اتنی تاخیر کہ بچہ بالغ ہو جائے یا قریب البلوغ ہو جائے یہ جائز نہیں۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الأول** عن ابن عباس قال: كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فحضر الأضحى فاشتركنا في البقرة سبعة وفي البعير عشرة.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ گائے اور اونٹ کی قربانی میں کتنے حصے ہوتے ہیں علماء کے مذاہب اور انکے دلائل بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) گائے اور اونٹ کی قربانی کے حصوں میں علماء کے مذاہب مع الدلائل۔

**جواب** ❶ حدیث کا ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے پس عید الاضحیٰ کا دن آیا تو ہم گائے میں سات افراد اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔

❷ گائے اور اونٹ کی قربانی کے حصوں میں علماء کے مذاہب مع الدلائل:۔ ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک گائے اور اونٹ میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اسی طرح اونٹ میں بھی سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، سات سے زیادہ نہیں۔ امام اسحٰق بن راہویہؒ کے نزدیک اونٹ کی قربانی میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

جمہور کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے "نحرنا مع رسول الله ﷺ بالحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة"۔

امام اسحٰق کی دلیل حدیث الباب ہے کہ گائے کی قربانی میں سات افراد اور اونٹ کی قربانی میں دس افراد شریک ہوئے۔

جمہور کی طرف سے پہلا جواب یہ ہے کہ ہماری دلیل اس حدیث کیلئے ناسخ ہے نیز خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت میں اونٹ کے سات حصوں کا ذکر ہے اور متعدد روایات اس کے لئے مؤید بھی ہیں۔

جمہور کا مذہب راجح ہے اس لیے کہ ان کی دلیل صحیح بھی ہے اور صریح بھی ہے، نیز متعدد روایات اس کیلئے مؤید ہیں، جبکہ امام اسحاق کی دلیل صریح و قطعی نہیں ہے، اس میں دوسرا احتمال بھی موجود ہے۔

**الشق الثانی** عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قسم في النفل للفرس بسهمين وللراجل بسهم

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

حدیث کا ترجمہ کریں۔ مسئلہ مذکورہ فی الحدیث کو واضح کرکے لکھیں۔ حضرات ائمہ کے مذاہب اور دلائل ضرور تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) فارس وراجل کے حصہ کی وضاحت (۳) حضرات ائمہ کے مذاہب ودلائل۔

جواب ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں تقسیم کرتے وقت گھوڑے کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ مقرر فرمایا۔

❷، ❸ فارس اور راجل کے حصہ کی وضاحت اور ائمہ کے مذاہب مع الدلائل:۔ راجل کے لئے بالاتفاق ایک حصہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ فارس کے حصہ میں اختلاف ہے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، عمر بن عبد العزیزؒ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، ثوریؒ، لیث بن سعدؒ، اسحاقؒ، ابو ثورؒ، اوزاعیؒ، ابن وہب، زہریؒ اور صاحبین کے نزدیک راجل (سوار) کیلئے تین حصے ہونگے ایک حصہ سوار کیلئے اور دو حصے گھوڑے کیلئے ہونگے۔

حضرت عمر، علی ابن طالب، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم، امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک سوار کیلئے دو حصے ہوں گے ایک سوار کے لئے اور دوسرا گھوڑے کیلئے۔

اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ وغیرھم نے استدلال کیا ہے کہ گھوڑے کے لئے دو حصے اور مالک کے لئے ایک حصہ ہوگا۔

حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہما، امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کی سب سے قوی دلیل حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے جب اہل حدیبیہ پر غزوۂ خیبر کا مال غنیمت تقسیم کیا تو فارس کو دو حصے اور راجل کو ایک حصہ دیا، اس طور کہ اس کے اٹھارہ سو حصے بنائے جبکہ لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں بارہ سو پیدل اور تین سو فارس تھے تو پیدل کو ایک حصہ اور فارس کو دو حصے دیئے تو اس روایت میں فاعطى الفارس سهمين وللراجل سهما کے الفاظ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل ہیں۔

دوسری دلیل مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت مذکور ہے جس میں ان رسول الله ﷺ جعل للفارس سهمين وللراجل سهما کے واضح الفاظ ہیں۔

تیسری دلیل قیاس ہے کہ اگر فرس کو دو حصے دیئے جائیں تو اس صورت میں فرس کی افضل المخلوقات پر ترجیح لازم آئے گی۔

## ﴿السؤال الثالث﴾ ۱٤۳٦ھ

الشق الاول ..... عن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ : من كشف سترا فادخل بصره فى البيت قبل ان يؤذن له فرأى عورة اهل فقد اتى حدا لا يحل له ان ياتيه ، لو انه حين ادخله بصره استقبله رجل ففقأ عينيه ما غيرت عليه و ان مر الرجل على باب لا ستر له غير مغلق فنظر فلا خطيئة عليه انما الخطيئة على اهل البيت.

حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کریں "لو انه حين ادخله بصره استقبله رجل ففقأ عينيه ما غيرت عليه" کا مطلب تحریر فرمائیں، نیز یہ بتائیں کہ اس صورت میں اگر آنکھ پھوڑ دی جائے تو کسی قسم کا ضمان وقصاص ہے یا نہیں؟ ائمہ کا اختلاف واضح کریں؟

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کا مطلب (۳) سوراخ سے جھانکنے کی صورت میں آنکھ پھوڑ دینے سے ضمان وقصاص میں ائمہ کا اختلاف۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے پردہ اٹھایا اور اجازت دیئے جانے سے پہلے ہی اس نے اپنی نظر گھر میں داخل کی اور اس نے گھر والے کا ستر دیکھ لیا تو وہ ایک ایسی حد پر پہنچ گیا کہ اس کے لئے اس حد پر پہنچنا جائز نہیں تھا، اگر یہ بات ہو کہ جس وقت اسنے اپنی نظر گھر میں داخل کی اور اس کے سامنے کوئی شخص آگیا پس اس نے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو میں اس کو مورد الزام نہیں ٹھہراؤں گا۔ اور اگر کوئی آدمی ایسے دروازے پر گزرا جس پر پردہ بھی نہیں ہے، وہ بند بھی نہیں ہے پس اس نے گھر میں دیکھ لیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، بے شک گناہ گھر والوں پر ہے۔

❷ مذکورہ جملہ کا مطلب:۔ اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے گھر کے اندر جھانکا اور اندر سے کسی نے کوئی چیز مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو میں اس شخص کو مورد الزام ومجرم قرار نہیں دوں گا اور میں اس کی طرف عیب کو منسوب نہیں کروں گا یعنی اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

❸ سوراخ سے جھانکنے کی صورت میں آنکھ پھوڑ دینے سے ضمان وقصاص میں ائمہ کا اختلاف:۔ اگر کسی آدمی نے سوراخ سے گھر کے اندر جھانکا اور اندر سے کسی نے کوئی چیز مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس پر قصاص ودیت لازم ہے یا نہیں ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کا قول صحیح اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس کا دم بالکل معاف ہے نہ دیت ہے اور نہ قصاص ہے۔ اس لئے کہ حدیث الباب میں اس کو بالکل معاف کیا گیا ہے کہ میں اس کو بالکل مجرم ہی قرار نہیں دوں گا۔

مالکیہؒ کے نزدیک اگر اندر سے کسی نے جان بوجھ کر آنکھ پھوڑنے کی نیت سے ہی کوئی چیز ماری تو پھر اس پر قصاص ہے اور اگر اس نے تنبیہ کے لئے کوئی چیز ماری اور اتفاقاً اس کی آنکھ نکل گئی تو پھر خطاء کی وجہ سے صرف دیت لازم ہے۔

حنفیہؒ کے نزدیک بہر صورت دیت ہی لازم ہے۔ حنفیہ کی پہلی دلیل ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "فی العین نصف الدیة" ہے یہ ارشاد عام ہے نیز دوسری دلیل مشہور حدیث ہے کہ مسلمان کا خون تین وجہ کے علاوہ بہانا جائز نہیں ہے اس ارشاد کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا خون بہانا یعنی آنکھ نکالنا و پھوڑنا جائز نہیں ہے نیز اگر دروازہ کھلا ہو تو پھر اندر جھانکنے سے بھی آنکھ پھوڑنا جائز نہیں ہے۔

حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ یہ زجر وتوبیخ اور تغلیظ وتشدید پر محمول ہے۔ اس لئے کہ اگر واقعی یہ عمل قابل حد ہوتا تو پھر اندر والے شخص کیلئے گھر سے باہر نکل کر اس کی آنکھ پھوڑنا بھی جائز ہوتا حالانکہ اس کا کوئی امام بھی قائل نہیں ہے۔ (حاشیہ)

**الشق الثانی** ...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَلَا مَجْلُوْدَةٍ وَلَا ذِي غِمْرٍ لِأَخِيْهِ وَلَا مُجَرَّبِ شَهَادَةٍ وَلَا الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ لَهُمْ وَلَا ظَنِيْنٍ فِيْ وَلَاءٍ وَلَا قَرَابَةٍ.

حدیث کا ترجمہ وتشریح کریں۔ کون سے رشتہ داروں کی گواہی رشتہ دار کے حق میں قبول نہیں اور کس کی قبول ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) رشتہ دار کے حق میں رشتہ دار کی گواہی کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ جائز

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

یعنی نہ کسی خائن و خائنہ کی شہادت اور نہ ایسے مرد و عورت کی شہادت جن پر بطور حد کوڑے لگائے گئے ہوں اور نہ بغض و عداوت والے کی اپنے بھائی کے خلاف اور نہ ایسے شخص کی شہادت جو شہادت زور میں آزمایا جا چکا ہو اور نہ ایسے شخص کی جو کسی گھر والوں پر قانع ہو کر ان گھر والوں کے حق میں اور نہ ایسے شخص کی جو متہم ہو ولاء و عتاقہ کا یا قرابت کا۔

**۲ حدیث کی تشریح:-** "**لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة**" یعنی خائن اور خائنہ کی شہادت جائز نہیں ہے یہاں خیانت سے مراد لوگوں کی امانت میں خیانت ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عام خیانت مراد ہے خواہ حقوق العباد میں ہو یا حقوق اللہ اور اس کے احکام میں ہو پس اس قول کے مطابق خائن سے مراد فاسق ہے۔

"**ولا مجلود حدا ولا مجلودة**" یعنی نہ ایسے مرد و عورت کی شہادت جائز ہے جن پر بطور حد کوڑے لگائے گئے ہوں، اس سے مراد اگر حد قذف کے علاوہ ہے تو مراد یہ ہے کہ محدود فی غیر القذف نے اگر توبہ کی ہو اس کی شہادت معتبر اور اگر اس سے مراد حد قذف ہے تو مراد یہ ہے کہ جس شخص پر حد قذف جاری کر دی گئی ہو خواہ اس نے توبہ بھی کر لی ہو مگر اس کی سزا یہ ہے کہ کبھی بھی اس کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ "**ولا ذی غمر لاخیه**" غمر کے معنی حقد و کینہ ہے، یہاں دو نسخے ہیں:

① **لاخیه بالیاء** اور اخ سے مراد مسلم ہے خواہ نسبی ہو یا اجنبی ہو **تلیینا لقلبه وتقبیحا له الخ** فرمایا ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ دشمن کی گواہی اس کے دشمن کے حق میں قبول نہیں ہوگی خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو یا دینی بھائی ہو۔

② دوسرا نسخہ **لاحنه بکسر الهمزه وسکون الحاء المهمله وبالنون** ہے جس کے معنی حقد و غضب کے ہیں، نہایہ میں اس کا معنی عداوۃ (دشمنی) ہے **مواحنه** بمعنی معاداۃ مستعمل ہے اب مطلب ہوگا کہ اس کی شہادت حسد و بغض کی بناء پر قبول نہیں کی جائے گی، دشمن کی گواہی کے بارے میں مالکیہ و شافعیہ فرماتے ہیں کہ "**لا تقبل**" مگر حنفیہ کے ہاں فروعات میں تفصیل ہے اگر دنیوی عداوت ہو تو قبول نہیں کی جائے گی اور اگر عداوت دینیہ ہے تو تدین کی بناء پر شہادت قبول کی جائے گی۔

"**ولا مجرب شهادة**" یعنی ایسے شخص کی گواہی بھی معتبر نہیں جس کی شہادت بار بار آزمائی جا چکی ہو اور وہ جھوٹا ثابت ہو چکا ہو۔

"**ولا القانع اهل البیت لهم**" قانع قنوع سے ماخوذ ہے یا قناعت سے ای الطالب من اهل البیت اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کی منفعت مشہود لہ سے متعلق ہے چونکہ ایسا شخص شہادت دیکر فائدہ اٹھانا چاہتا ہے لہذا اس کی گواہی ان لوگوں کے حق میں معتبر نہیں جن سے اس کا نفع متعلق ہے مثلاً خادم اہل بیت تابع بیت، اسی طرح وہ مخصوص طالب علم جو استاد کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتا ہے اور اس کے گھر سے تنخواہ پاتا ہے اس کی شہادت استاد کے حق میں معتبر نہیں، صاحب بدائع نے فرمایا کہ قبول شہادت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ شاہد اپنی شہادت سے نفع نہ اٹھائے اور ضرر دفع نہ کرے، نیز شہادت کے ذریعے جلب منفعت اور دفع مضرت کی وجہ سے وہ شخص متہم ہو گیا اور متہم کی شہادت معتبر نہیں۔

"**ولا ظنین فی ولاء ولا قرابة**" ظنین ماخوذ من ظنہ بمعنی تہمت ہے اس جملہ کے دو مطلب ہیں:

① ایسے شخص کی شہادت معتبر نہیں جو متہم ہو ولاء یا قرابت میں مثلاً آزاد کردہ غلام کسی کا ہے اور دعویٰ کر رہا ہے دوسرے کے واسطے میں اور لوگ اس کی تکذیب کر رہے ہیں اسی طرح وہ غلط دعویٰ کرے قرابت کا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں یا بھائی ہوں اور لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہوں تو ایسے شخص سے کذب و فسق کی بناء پر شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ ② جو شخص کسی کا آزاد کردہ غلام ہے یا

Scanned with CamScanner

قرابت دار ہے کہ مشہود لہ کے حق میں اسلئے گواہی دیتا ہے کہ وہ ان کا غلام رہ چکا ہے یا اس کو قرابت ہے ان سے نفع وضرر وابستہ ہے وضرر تصور کرتا ہے تو ایسا شخص متہم بالکذب والعلمۃ ہے اس وجہ سے اس کی گواہی معتبر نہیں۔

❸ رشتہ دار کے حق میں رشتہ دار کی گواہی کا حکم:۔ جمہور کے نزدیک والد کی شہادت ولد کے حق میں اور اسی طرح ولد کی گواہی والد کے حق میں معتبر نہیں ہے۔ بعض اہل ظاہر نے جمہور کے قول کی مخالفت کی ہے۔

اسی طرح جمہور کے نزدیک زوجین میں سے ایک کی گواہی دوسرے کے حق میں معتبر نہیں ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں قبول کی جائے گی والد کی گواہی اس کے لڑکے کے حق میں اور نہ لڑکے کی اسکے والد کے حق میں اور نہ بیوی کی گواہی اس کے خاوند کے حق میں اور نہ خاوند کی گواہی اس کی بیوی کے حق میں، ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ خاوند کی گواہی بیوی کے حق میں معتبر ہے، مگر بیوی کی گواہی خاوند کے حق میں معتبر نہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک زوجین میں سے ہر ایک کی گواہی دوسرے کے حق میں معتبر ہے۔

الغرض مطلق قرابت دار کی گواہی قرابت دار کے حق میں معتبر ہے لیکن اگر قرابت کاملہ ہے یعنی قرابت ولاد ہے تو پھر معتبر نہیں

## ﴿الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاوّل** ...... عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله ﷺ ان من الحنطة خمرًا ومن الشعير خمرًا ومن الزبيب خمرًا ومن العسل خمرًا.

خمر کی لغوی واصطلاحی تعریف کریں۔ اشربہ اربعہ محرمہ ذکر کریں نیز بتائیں کہ کیا یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے خلاف نہیں ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) خمر کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) اشربہ اربعہ محرمہ کی وضاحت (۳) حدیث کے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہونے کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ خمر کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ لغوی معنی: (۱) انگوری شراب (۲) ہر نشہ آور چیز نیز اور بھی لغوی معانی ہیں لیکن زیادہ مشہور یہی دو ہیں۔ اصطلاحی معنی:۔ هی ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف بالزبد یعنی انگور کا کچا پانی جب جوش مارے اور نشہ آور ہو جائے اور جھاگ پھینکنے لگے۔

❷ اشربہ اربعہ محرمہ کی وضاحت:۔ چار قسم کی شرابیں حرام ہیں۔ خمر، عصیر، نقیع تمر، نقیع زبیب۔

① خمر انگور کے کچے پانی کو کہتے ہیں جب وہ جوش کھا کر ابلنے لگے گاڑھا ہو جائے اور جھاگ پھینکنے لگے۔

② عصیر: اس کو طلاء، باذق (بادہ) بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ انگور کے رس کو اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی سے کم جل جائے اور مسکر ہو جائے۔ ③ نقیع تمر: پختہ تر کھجور کا کچا رس جو جوش کھا کر گاڑھا اور مسکر ہو جائے۔

④ نقیع زبیب: خشک انگور (کشمش) پانی میں بھگو لیا جائے اور وہ جوش کھا کر گاڑھا ہو جائے۔

❸ حدیث کے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہونے کی وضاحت:۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہے اس لئے کہ ان کے

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

[الخمر من هاتين الشجرتين کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ تر] خمر حرام ہے اور باقی اشربہ حد سکر کو پہنچ جائیں تو پھر حرام ہیں ورنہ نہیں۔
[...] کی طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مقصد حقائق کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ حکم شرعی کو بیان کرنا ہے
[...] روایت کے معنی یہ ہوئے کہ خمر جس طرح انگور سے بنتی ہے اور وہ حرام ہے اسی طرح دیگر غلہ جات گیہوں، جو، کھجور وغیرہ سے تیار
ہونے والی چیز جب حد سکر کو پہنچ جائے تو اس پر خمر کا حکم جاری کر دیا جائے گا تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حکم کے لحاظ سے خمر جس طرح انگور سے
تیار ہوتی ہے اسی طرح دیگر غلہ جات سے تیار ہونے والی شی کو حکماً خمر کہہ دیا جائے گا۔

**الشق الثانی** ... عن عباد بن تميم عن عمه انه رأى النبی ﷺ مستلقيا فی المسجد واضعا احدى رجليه على الاخرى۔ عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ اذا استلقى احدكم على ظهره فلا يضع احدى رجليه على الاخرى۔

دونوں حدیثوں کا اردو ترجمہ کریں۔ دونوں حدیثوں کے درمیان بظاہر تعارض ہے، اس تعارض کو دور کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) احادیث سے رفع تعارض۔

**جواب** ❶ __احادیث کا ترجمہ:__ حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو مسجد میں
چت لیٹے ہوئے دیکھا اس حال میں کہ آپ ﷺ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
[...] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک چت لیٹے اپنی پیٹھ پر تو وہ اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر نہ رکھے۔
❷ __احادیث سے رفع تعارض:__ بظاہر ان دونوں احادیث میں تعارض ہے اس لئے کہ پہلی حدیث سے پاؤں پر پاؤں رکھ کر
لیٹنے کا جواز معلوم ہو رہا ہے جبکہ دوسری حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں۔
① جواز والی حدیث ناسخ ہے اور ممانعت والی حدیث منسوخ ہے۔ ② ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر لیٹنے کی دو صورتیں
ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں پاؤں پھیلا کر ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ کر لیٹنا، اس طرح لیٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوسری صورت
یہ ہے کہ ایک پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے دوسرا پاؤں اس پر رکھ کر لیٹے، یہ صورت ممنوع ہے اسلئے کہ عرب میں چادر باندھنے کا رواج
تھا تو دوسری صورت میں اس طرح لیٹنے سے ستر کھلنے کا قوی اندیشہ ہے، اسلئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔
③ اصل ممانعت ہے مگر بعض دفعہ ضرورت و تھکاوٹ کی صورت میں بیان جواز کے لئے آپ ﷺ اس طرح لیٹے۔
④ نہی و ممانعت کی علت کشف عورت (ستر کھلنا) ہے اگر اس سے امن ہو تو اس طرح لیٹنا جائز ہے۔

# ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول** عن سلمان قال: قال رسول الله ﷺ لا يرد القضاء الا الدعاء ولا يزيد فی العمر الا البر۔
قضاء و قدر کسے کہتے ہیں؟ واضح تعریف کریں۔ حدیث شریف کا ترجمہ کر کے اس کی واضح تشریح کریں کہ کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) قضاء اور قدر کی تعریف (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح۔

**جواب** ❶ __قضاء اور قدر کی تعریف:__ قدر کا لغوی معنی اندازہ کرنا اور قضاء کا لغوی معنی فیصلہ کرنا ہے، اصطلاح شریعت
میں اللہ تعالیٰ کے حکم کلی اجمالی ازلی کو قضاء کہتے ہیں اور اس حکم کلی کی جزئیات اور تفصیلات کو قدر کہتے ہیں بعض حضرات قدر اور قضاء

دونوں کو مترادف کہتے ہیں۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت سلمان ﷜ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں بدل سکتی ہے تقدیر کو مگر دعا اور نہیں زیادتی کرتی ہے عمر میں مگر نیکی۔

❸ حدیث کی تشریح:۔ "لایرد القضاء الا الدعاء" قضاء سے مراد امر مقدر ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے وقوع کے بارے میں بندہ خوف رکھتا ہے کہ شاید فلاں مصیبت آئے گی جب اس کو دعا کی توفیق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بدل دیتے ہیں گویا متوقع امر کو قضاء مجازاً کہا گیا ہے جو دامی کے اعتقاد کے اعتبار سے قضاء ہے جس کی وضاحت بایں طور کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے حق میں کوئی شیٔ اسی طرح مقدر کی ہے کہ اگر یہ شخص اس کے لئے دعا کرے گا تو وہ مصیبت واقع ہوگی اب بندہ اس مصیبت کے وقوع کا خوف کر رہا ہے اور اس سے بچنا چاہتا ہے تو اس کے دفع کی دعا کر لیتا ہے اس طرح گویا اس کی دعا کے ذریعے وہ قضاء بدل دی گئی ہے درحقیقت بدلی نہیں بلکہ اس طرح مقدر میں لکھی ہوئی تھی، یا مراد یہ ہے کہ دعا ایسی اہم شیٔ ہے کہ جب کوئی شخص دائمی طور پر دعائے خیر کرتا رہے گا تو اس کے حق میں اللہ کی قضاء خیر و بہتر واقع ہوگی گویا اس کی دعا سبب ہوگی اس کے حق میں اچھے فیصلے کے لئے اس طرح گویا قضاء شر سے قضاء خیر کا سبب دعا ہوگئی ہے۔

"ولا یزید فی العمر الا البر" ① نیکیوں کے ذریعے عمر میں برکت ہوتی ہے کہ عمر بڑھ جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمره الا فی کتاب، یمحوالله مایشاء ویثبت وعنده ام الکتاب" یہاں بھی اسی طرح تقریر ہے کہ تقدیر کے اندر لکھا ہوا ہے کہ یہ شخص اگر حج کرے گا اور غزوہ میں شرکت کرے گا تو عمر ساٹھ سال ہے اور اگر نہیں کریگا تو عمر چالیس سال ہے اب اس نے دونوں کام کر لئے تو اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور اگر ایک کیا تو چالیس سال تو اس طرح اسکی عمر کم ہوگی۔ ② نیک اعمال کرنے والے شخص کی عمر ضائع نہیں ہوتی گویا یہ بھی ایک قسم کی زیادتی ہے۔ ③ زیادتی عمر سے مراد یہ ہے کہ قلیل مدت عمر میں ایسا نیک شخص بڑے بڑے کام سرانجام دیتا ہے کہ دوسرے لوگ طویل عمر میں انجام نہیں دے پاتے۔

**الشق الثانی** ...... عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِيْ أَتَى بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا. حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں حدیث شریف کی تشریح کریں اور "الذی یاتی بالشهادة قبل أن یسالها" کا مطلب علماء کے اقوال کی روشنی میں واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث شریف کی تشریح (۴) "الذی یاتی بالشهادة قبل أن یسالها" کا مطلب۔

**جواب** ...... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ زید بن خالد جہنی ﷜ سے منقول ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو نہ خبر دوں گواہوں میں سے سب سے اچھے گواہ کی، وہ شخص ہے جو شہادت دے قبل اس کے کہ اس سے مطالبۂ شہادت ہو۔

❸، ❹ حدیث شریف کی تشریح اور "الذی یاتی بالشهادة قبل أن یسالها" کا مطلب:۔ اس روایت

Maktaba Tul Ishaat.com

بیان کئے گئے ہیں۔ ① صاحب حق کو معلوم نہیں کہ اس کا کوئی گواہ ہے اب گواہ اس کے مطالبہ کے بغیر گواہی دیتا اور اس سے کہتا ہے کہ میں تیرا گواہ ہوں چونکہ اس شہادت سے صاحب حق کا حق وصول ہوا ہے تو گویا اس نے اپنی امانت یعنی شہادت کو محض ثواب کیلئے ادا کر دیا ہے اس وجہ سے اس کو خیر الشہدا فرمایا ہے۔ ② اس سے مراد امانتوں وغیرہ میں گواہی دینا ہے جب اس شاہد کے علاوہ دوسرا گواہ نہیں ہے ظاہر ہے کہ حقوق العباد کو اس شاہد نے شہادت سے زندہ کیا ہے اس وجہ سے اس کو خیر الشہدا فرمایا گیا ہے۔ ③ حقوق اللہ کے متعلق شہادت دینا مراد ہے مثلاً رؤیت ہلال، وقف، وصایا، طلاق، عتق وغیرہ میں کوئی طلب کئے بغیر گواہ بنتا ہے کیونکہ یہ گواہی خود اس پر واجب ہے تو اس نے حق واجب کو ادا کیا ہے اس وجہ سے اس کو خیر الشہدا کہا۔ ④ طلب شہادت کے بعد اداءِ شہادت میں مسارعت ومبالغہ کرنا مراد ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول** ...... **قال عبدالله بن عمر قال رسول الله ﷺ من شرب الخمر لم تقبل له صلاة اربعين صباحًا، فان تاب تاب الله عليه، فان عاد لم يقبل الله له صلاة اربعين صباحًا فان تاب تاب الله عليه، فان عاد لم يقبل الله له صلاة اربعين صباحًا، فان تاب تاب الله عليه، فان عاد الرابعة لم يقبل الله له صلاة اربعين صباحًا فان تاب لم يتب الله عليه، وسقاه من نهر الخبال، قيل: يا ابا عبدالرحمن، ومانهر الخبال قال: نهر من صديد اهل النار.**

حدیث کا ترجمہ کریں؟ خمر کی تعریف کریں؟ "**فان تاب لم يتب الله عليه**" کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) خمر کی تعریف (۳) جملہ کی وضاحت۔

**جواب** ...... ① **حدیث کا ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں، پھر اگر اس نے دوبارہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں، پھر اگر اس نے تیسری مرتبہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتے پس اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں، پھر اگر اس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز کو قبول نہیں کرتے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو بھی قبول نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ اس کو خبال (زہرناک نہر) سے پلائیں گے، لوگوں نے پوچھا کہ اے ابوعبدالرحمٰن یہ خبال نہر کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ جہنمیوں کے پیپ کی نہر ہے۔

② **خمر کی تعریف:** کما مر فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱۴۳۷ھ۔

③ **جملہ کی وضاحت:** بظاہر اس حدیث کے آخری جملہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ چوتھی مرتبہ شراب پینے کے بعد توبہ بھی قبول نہیں لیکن یہ جملہ وعید میں مبالغہ کے لئے ہے اور زجر وتوبیخ وشدت پر مبنی ہے تا کہ بندہ گناہ وتوبہ کو کھیل تماشہ نہ بنالے، لہٰذا اگر کوئی شخص چوتھی مرتبہ گناہ کرنے کے بعد بھی صدقِ دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل سے اس کو بھی محروم نہیں کرتے اور اس کی

توبہ کو بار بار گناہ کے باوجود بھی قبول کر لیتے ہیں۔
دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب بندہ چوتھی مرتبہ شراب پیتا ہے تو پھر اللہ تعالی اس کو توبہ کی توفیق ہی عنایت نہیں کرتے اور وہ اسی پر مصر رہتے ہوئے شرابی ہونے کی حالت میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

**الشق الثانی** ...... عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال: تعلموا من انسابکم ماتصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی الاهل مثراة فی المال منسأة فی الاثر. "مثراة" اور "منسأة" کی لغوی تحقیق کریں؟ حدیث کا ترجمہ اور مطلب بیان کریں؟ "منسأة فی الاثر" کی وضاحت کریں اور اس پر شرعاً کوئی اشکال ہو تو اس کو دفع کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) مَثْرَاةٌ وَ مَنْسَاةٌ کی لغوی تحقیق (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کا مطلب (۴) "منسأة فی الاثر" کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ **مَثْرَاةٌ وَ مَنْسَاةٌ کی لغوی تحقیق:۔** "مثراة" یہ لفظ "ثروة" سے ماخوذ ہے بمعنی مال کا کثیر ہونا، "منسأة" یہ لفظ "نسأ" سے ماخوذ ہے بمعنی مؤخر ہونا۔

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نسبی رشتہ داروں کا علم حاصل کرو (جان پہچان حاصل کرو) جن کے ذریعے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکو، اس لئے کہ صلہ رحمی خاندان میں محبت کا سبب، مال میں کثرت کا سبب اور دیر تک یاد آوری کا ذریعہ وسبب ہے۔

❸ **حدیث کا مطلب:۔** حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اپنے رشتہ دار وعزیز واقارب کے رشتے پہچانو اور ان کو یاد رکھو، کیونکہ اگر رشتہ داری کا علم ہوگا تو بندہ ان کے ساتھ ان کے رشتہ کی بقدر صلہ رحمی کرے گا اور اچھے برتاؤ سے پیش آئے گا۔ اور اس صلہ رحمی کے نتیجہ میں رشتہ دار وعزیز واقارب کی اس سے محبت میں اضافہ ہوگا، اور یہی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اس کے مال کی کثرت کا سبب وذریعہ بنے گی اور اس کی عمر میں برکت ونیک نامی کا سبب وذریعہ بنے گی۔

❹ **"مَنْسَاةٌ فِی الْاَثَرِ" کی وضاحت:۔** اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی موت میں تاخیر کا ذریعہ وسبب ہے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ "لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا" کے ضابطہ سے موت میں تاخیر ممکن ہی نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے صلہ رحمی کو موت میں تاخیر کا ذریعہ کیسے قرار دیا ہے؟ علماء نے اس اشکال کے پیش نظر اس جملہ کے متعدد مفہوم بیان کئے ہیں۔
① تاخیرِ موت کا مطلب عمر واعمال صالحہ میں برکت ہے یعنی اس کو اعمالِ صالحہ کی توفیق ہوگی۔ ② اولاد میں برکت مراد ہے، جس کی وجہ سے اس کی یاد تادیر باقی رہے گی۔ ③ اس کا ذکرِ خیر رہتی دنیا تک جمیل لوگوں میں باقی رہے گا۔ (درسِ ترمذی ج ۲۔ ص ۱۴۸)

# ﴿الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

**الشق الاول** ......عن عقار بن المغيرة بن شعبة عن ابيه قال: قال رسول الله ﷺ من اكتوى او استرقى فقد برئ من التوكل. حدیث کا ترجمہ کریں۔ کیّ و استرقاء کیا چیز ہیں؟ ان کا حکم کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) کــی و اسـتـرقــاء کی وضاحت (۳) کی و استرقا کا حکم۔

﴿جواب﴾ ...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:** حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے گرم لوہے سے داغوایا یا جھاڑ پھونک کروائی تو وہ توکل (اللہ پر اعتماد و بھروسہ) سے بری ہے۔

❷ **"کی و استرقا" کی وضاحت:** "کی" لوہا گرم کر کے کھال داغنے اور جلانے کو کہتے ہیں۔

"استرقاء" یہ رقیہ سے ماخوذ ہے بمعنی جھاڑ پھونک کرنا، دم و تعویذ کرنا۔

❸ **کی و استرقاء کا حکم:** گرم لوہے کے ذریعہ کھال کو داغنا اور اسی طرح جھاڑ پھونک کرنا ان دونوں کاموں کے متعلق آپ ﷺ سے اجازت و ممانعت دونوں مروی ہیں، مطلق اجازت بھی نہیں ہے اور مطلق ممانعت بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ سے منقول اجازت و ممانعت والی روایات میں علماء نے مختلف طرح سے تطبیق دی ہے۔

① سخت ضرورت کے وقت جب کوئی دوسرا علاج نہ ہو تو داغنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے، اسی طرح خاص بیماریوں میں جھاڑ پھونک کروانا اور ان کو مؤثر حقیقی نہ سمجھنا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ ورنہ جائز نہیں ہے۔ اور توکل کے بھی منافی ہے۔

② استرقاء کی عدم جواز والی روایات کا محمل وہ عجمی الفاظ ہیں جن کے معانی معلوم نہ ہوں کیونکہ ان میں کفر کا اندیشہ ہے اور جواز والی روایات کا محمل وہ دعائیں ہیں جو ماثور و منقول ہیں۔ ③ عدم جواز ان لوگوں کے حق میں ہے جو جاہلیت کی طرح رقیہ کو مؤثر بالذات سمجھتے ہیں اور جواز ان لوگوں کے لئے ہے جو اس کو اسباب کے درجہ میں سمجھتے ہیں۔ ④ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اولاً ممانعت تھی پھر منسوخ ہو کر اجازت ہو گئی۔ چنانچہ جملہ روایات جواز اور آثار سلف سے یہی مستفاد ہے نیز ابواب الدعوات کی روایات سے بھی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ "فقد برئ من التوکل" کا مطلب یہ ہے کہ بلاضرورت داغ لگوانا اور جھاڑ پھونک پر اعتماد کرنے والا توکل کے اعلیٰ و اوسط مقام سے بری ہے بلکہ اس کو ادنی درجہ بھی حاصل نہیں ہے البتہ اگر مجبوراً داغ لگوایا یا شرعی حدود میں رہتے ہوئے جھاڑ پھونک کی تو اس کو توکل کا ادنی درجہ حاصل ہے اس لئے کہ اس نے ان چیزوں کو محض اسباب کے طور پر اختیار کیا ہے ان کو مؤثر بالذات نہیں سمجھا۔ (درس ترمذی جلد ۶ صفحہ ۲۶)

(**نوٹ**): جھاڑ پھونک کی چند قسمیں ہیں: ① وہ کلام جس میں شرکیہ کلمات اور غیر اللہ سے استمداد ہو ایسے کلمات سے دم کرنا اور کرانا حرام ہے۔ ② جو مبہم اور غیر واضح الفاظ ہوں جن کا مطلب سمجھ نہ آتا ہو کہ یہ صحیح ہیں یا غلط ہیں ان الفاظ سے دم کرنا مکروہ تحریمی قریب بحکم اول ہے۔ ③ وہ کلمات جو صحیح المفہوم ہوں لیکن منقول و ماثور نہ ہوں تو ان سے دم کرنا مباح اور جائز ہے۔ ④ وہ آیات، دعائیں اور کلمات جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں ان سے دم کرنا مندوب ہے۔

الغرض نتیجتاً یہ دو صورتیں بنتی ہیں۔ ① بالکل کفریہ کلمات یا مشتبہات، ان سے تعویذ و دم کرنا ناجائز و حرام ہے۔

② صحیح المفہوم اور منقول، ان سے دم کرنا تعویذ کرنا جائز و مباح ہے۔

**السؤال الثانی** ...... عن ابی امامة الباهلی قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة

الوداع ان الله تبارک وتعالی قد اعطی کل ذی حق حقه، فلا وصية لوارث، والولد للفراش، وللعاهر الحجر وحسابهم علی الله تعالی، ومن ادعی الی غیر ابیه او انتمی الی غیر موالیه فعلیه لعنة الله التابعة الی یوم القیامة، لاتنفق امراة من بیت زوجها الا باذن زوجها، قیل: یا رسول الله، ولا الطعام، قال: ذاک افضل اموالنا، وقال: العارية مؤداة والمنحة مردودة والدین مقضی والزعیم غارم.

حدیث شریف کا سلیس اور واضح ترجمہ کیجئے؟ "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کی تشریح کیجئے؟ "العارية مؤداة" کی تشریح کیجئے اور ہلاک ہونے کی صورت میں ضمان ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ نقل کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کی تشریح (۳) العارية مؤداة کی تشریح اور ہلاکت کی ضمان میں اختلاف۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیدیا ہے پس وارث کے لئے وصیت نہیں ہے اور بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے محرومی وسنگساری ہے اور ان کا حساب وکتاب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو شخص غیر والد کی طرف اپنی نسبت کرے یا غیر مولیٰ کی طرف اپنی نسبت کرے تو اس پر قیامت تک تسلسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی، کوئی عورت اپنے زوج کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے خرچ نہ کرے، کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کھانا یعنی گندم بھی خرچ نہیں کر سکتی؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ یہ تو ہمارے بہترین اموال ہیں۔ اور عاریت پر لی ہوئی چیز ادا کی جائے اور انتفاع کے لئے دیا ہوا جانور لوٹایا جائے اور قرض ادا کیا جائے اور کفیل ضامن وتاوان دینے والا ہے۔

❷ "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کی تشریح:۔ اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ اولاد صاحب بستر یعنی شوہر ومولیٰ کیلئے ہے بچہ کا نسب انہی سے ثابت ہوگا زانی سے ثابت نہ ہوگا اور زانی کیلئے اپنے فعل زنا کی وجہ سے اولاد سے محرومی ہے بلکہ سنگساری کی سزا ہے۔ اور اس کا اخروی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کہ خواہ معاف کرے یا عذاب میں مبتلا کرے۔

❸ "العارية مؤداة" کی تشریح اور ہلاکت کی ضمان میں اختلاف:۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز ضرورت کیلئے عاریت پر لی ہے تو جب ضرورت پوری ہو جائے فوراً وہ چیز واپس کر دو، خواہ مخواہ غفلت لاپرواہی وسستی کا مظاہرہ نہ کرو۔

اگر عاریت پر لی ہوئی چیز ہلاک وضائع ہو جائے تو ضمان لازم ہے یا نہیں ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خواہ تعدی سے وہ چیز ہلاک ہو یا بغیر تعدی کے ہلاک ہو بہر صورت ضمان لازم ہے اور دلیل حدیث الباب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک عاریت والی چیز امانت ہوتی ہے لہٰذا اگر وہ تعدی سے ہلاک ہوئی ہے تو ضمان لازم ہے اور اگر تعدی کے بغیر ہلاک ہوگئی تو کوئی ضمان لازم نہیں ہے۔ (تحفۃ الالمعی جلد ۴ صفحہ ۱۹۲)

حنفیہ نے حدیث الباب کی یہ تاویل کی ہے کہ اگر عارت والی چیز میں تعدی نہیں کی اور وہ ہلاک بھی نہیں ہوئی تو اس کی ادائیگی لازم ہے اور اگر وہ تعدی سے ہلاک ہوئی ہے تو پھر بھی ادائیگی لازم ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

# ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

**الشق الاول**......عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال الایمان یمان ، والکفر من قبل المشرق والسکینۃ لاھل الغنم، والفخر والریاء فی الفدادین اھل الخیل واھل الوبر، یاتی المسیح اذا جاء احد صرفت الملائکۃ وجھہ قبل الشام وھنالک یھلک۔

حدیث کا ترجمہ کر کے تشریح کریں اور "الایمان یمان" کا مطلب علماء کے اقوال کی روشنی میں تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) "الایمان یمان" کا مطلب۔

**جواب** ① **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان تو یمن والوں کا ہے اور کفر مشرق کی جانب سے ہے اور سکون و اطمینان بکریاں پالنے والوں میں ہوتا ہے اور فخر و تکبر و ریا کاری چلانے والوں میں یعنی گھوڑے و اونٹ پالنے والوں میں ہوتا ہے اور مسیح دجال (مدینہ کے قریب) آئے گا، جب وہ احد پہاڑ کے پیچھے ہوگا تو فرشتے اس کے چہرے کو شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں پر ہلاک ہوگا۔

② **حدیث کی تشریح:۔** حدیث کی تشریح کا حاصل یہ ہے کہ اولاً اہل یمن کی تعریف کی گئی ہے کہ اصل ایمان تو یمن والوں کا ہے کیونکہ وہ نرم دل، مخلص اور نفاق سے دور ہوتے ہیں۔ علامہ نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اصل ایمان کی نسبت اہل یمن کی طرف کی گئی ہے حالانکہ ایمان کا اصل مبدأ مکہ و مدینہ ہیں، اس لئے اہل علم نے اس کی متعدد تاویلات کی ہیں:

① اس روایت میں یمن سے مراد مکہ ہے اس لئے کہ مکہ تہامہ سے ہے اور تہامہ کا تعلق یمن سے ہے۔ ② آپ ﷺ نے یہ ارشاد تبوک میں فرمایا تھا اور مکہ و مدینہ تبوک سے یمن کی جانب ہیں لہٰذا آپ ﷺ کی مراد یمن سے مکہ و مدینہ ہیں ③ اہل یمن سے مراد حضرات انصار رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہ اصل یمن کے رہنے والے ہیں انہوں نے خود ایمان اختیار کیا اور اہل ایمان کی مدد کی ④ اگر روایت کے ظاہری معنیٰ مراد لیں تب بھی کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ ان کے کمال ایمان کو بیان کرنے سے اہل مکہ و مدینہ کے کمال ایمان کی نفی لازم نہیں آتی، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد حصر پر دال نہیں ہے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ مدینہ سے مشرق کی جانب کفر شدید ہوگا اور اس سے مراد ملک فارس کے لوگ ہیں، ان کے بادشاہ نے آپ ﷺ کا والا نامہ چاک کیا تھا اور مسیلمہ کذاب بھی اسی جانب سے اٹھا تھا۔ اور دجال کا خروج بھی مدینہ سے مشرق کی جانب ہوگا۔

سکون و اطمینان بکریاں پالنے والوں میں ہوتا ہے، ان کا مزاج نرم ہوتا ہے اور ان میں وقار ہوتا ہے اور فخر و تکبر و ریاکاری چیخنے چلانے والوں میں ہوتی ہے اس سے مراد گھوڑے و اونٹ پالنے والے لوگ ہیں ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اہل غنم سے مراد اہل یمن ہیں کیونکہ ان کے اکثر مویشی بکریاں ہوتی ہیں اور اہل خیل و اہل وبر سے مراد قبیلہ ربیعہ و مضر کے لوگ ہیں۔

مسیح دجال مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا جب بھی وہ مدینہ آنا چاہے گا احد پہاڑ کے قریب پہنچے گا تو فرشتے اس کو ملک شام کی طرف بھگا دینگے اور وہیں پر شہر لد کے گیٹ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے گا۔ (درس ترمذی ج۲ ص۵۵)

③ **"الایمان یمان" کا مطلب:۔** ابھی حدیث کی تشریح کے ضمن میں اس کا مطلب واضح ہو چکا ہے۔

Scanned with CamScanner

**الشق الثانی** ......عن جابر ان رسول اللہ ﷺ أخذ بید مجذوم فأدخله معه فی القصعة ثم قال: کل بسم اللہ ثقة باللہ وتوکلا علیه۔

حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟ "کل بسم اللہ ثقة باللہ وتوکلا علیه" کی نحوی ترکیب کریں؟ معروف حدیث ہے "فر من المجذوم فرارك من الأسد" دونوں حدیثوں کے درمیان حضرات علماء کے اقوال کی روشنی میں تعارض کو رفع کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) جملہ کی ترکیب (۳) احادیث سے رفع تعارض۔

**جواب**...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا، پس اس کو اپنے ساتھ بڑے پیالہ میں داخل کیا۔ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے پھر فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھا۔

❷ **جملہ کی ترکیب:۔** مذکورہ ترجمہ کے لحاظ سے "کل بسم اللہ" مستقل جملہ ہے اور مابعد والے دونوں جملے معطوف علیہ معطوف مل کر "ادخله" کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہوں گے۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ "ثقة وتوکلا" یہ دونوں مصدر مفعول مطلق ہیں، تقدیر عبارت "اثق ثقة باللہ و اعتمد اعتمادا علیه" ہے اس صورت میں دونوں جملے معطوف علیہ و معطوف ملکر سابقہ جملہ "کل بسم اللہ" سے حال ہوں گے (تحفۃ الالمعی ج ۵ ص ۱۴۳)

❸ **احادیث سے رفع تعارض:۔** امراض کے متعدی ہونے میں احادیث مختلف ہیں کہ بیماریوں میں تعدی اور تجاوز ہے یا نہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف وہم ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں اور بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری دوسرے کی طرف متعدی ہوتی ہے۔

اصولی طور پر متعارض احادیث کے مابین رفع تعارض کے تین طریقے ہیں۔ نسخ و تنسیخ، ترجیح اور تطبیق۔ یعنی دونوں میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے، یا سند، متن، مفہوم، مثبت، نافی ہونے میں کسی ایک کو ترجیح دے دی جائے یا پھر مختلف حالات و صور پر محمول کر کے تطبیق دی جائے، یہاں سب طریقے و صورتیں ممکن ہیں۔

① نسخ و تنسیخ: اصحاب مالک میں سے عیسیٰ بن دینار نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اور مجذوم سے فرار والی روایت کو لاعدویٰ سے منسوخ قرار دیا ہے۔ ② ترجیح: بعض اہل علم نے لاعدویٰ نافی حدیث کو مثبت فرار وغیرہ والی احادیث پر ترجیح دی ہے کہ تعدیہ امراض نہ ہونا راجح ہے حاشیہ بذل میں ہے "لکن الاحادیث الصحیحة تدل علی ان العدویٰ لیس بشیئ" صحیح و صریح احادیث سے ثابت ہے کہ عدویٰ کچھ نہیں۔ ③ تطبیق: اکثر اہل علم نے دونوں احادیث میں تطبیق کی بھرپور کوشش کی ہے پھر اس کی متعدد توجیہات کی ہیں۔

۱......جن احادیث مبارکہ میں فرار اور بچنے کا حکم ہے یہ استحباب و احتیاط پر مبنی ہیں احتیاطاً بچنا چاہیے اور جن میں نفی ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانے کا ذکر ہے اس میں جواز بیان کرنا مقصود ہے یعنی احتیاطاً بچو لیکن بالکل غلط بھی مت سمجھو۔

۲......زمانہ جاہلیت میں یہ اعتقاد جڑ پکڑ گیا تھا کہ جذام اور دیگر بعض بیماریوں میں یقیناً و حتماً تعدیہ ہے اور یہ ضرور دوسرے کو لگ جاتی ہیں اور یہ ان کی ذاتی تاثیر ہے تو آنحضرت ﷺ نے لاعدویٰ فرما کر اس باطل نظریہ اور خیالات کی اصلاح فرمائی کہ

Maktaba Tul Ishaat.com

کا کوئی حقیقت نہیں کہ امراض بالذات اور اپنی تاثیر کی وجہ سے متعدی ہوں اور دوسروں کو لگیں، نہیں ہرگز نہیں، پھر اس کی اصلاح کے بعد فرمایا کہ ظاہراً ایک سبب کی حد تک ایک مرض دوسرے کے مرض کا سبب ہوسکتا ہے تو نفی سبب حقیقی اور تاثیر ذاتی کی ہوئی ہمدردی میں اور اثبات سبب ظاہری کا ہوا۔

۴ ...... تطبیق کی ایک عمدہ توجیہ یہ بھی ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ امراض میں تعدیہ نہیں اور یقیناً نہیں۔ ہاں اگر کوئی ضعیف الایمان اور کمزور عقیدے والا ہو تو اسے توہمات سے بچنے کے لئے بیمار کے پاس زیادہ ٹھہرنے اور کثرت سے آمد و رفت سے اجتناب و احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو تکلیف لاحق ہو اور یہ اپنے کچے عقیدے کی وجہ سے تعدیہ کا قائل بن جائے اور پھر یہ عقیدہ خراب ہو جائے تو اسے اس کمزوری کی وجہ سے بچنا چاہیے نہ کہ حقیقتاً امراض میں تعدیہ ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

**الشق الاوّل** ...... عن أنس بن مالك قال: سئل النبي ﷺ أيتخذ الخمر خلا؟ قال: لا.

تخلیل خمر کے بارے میں فقہاء کے مذاہب بیان کریں، فقہاء کے دلائل لکھیں اور جو حضرات جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں؟ تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) تخلیل خمر میں فقہاء کے مذاہب (۲) فقہاء کے دلائل (۳) حدیث الباب کا جواب۔

**جواب** ...... ❶ تخلیل خمر میں فقہاء کے مذاہب: ۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تخلیل خمر (شراب سے سرکہ بنانا) جائز ہے، امام احمدؒ کے نزدیک تخلیل خمر بالکل حرام ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک کسی اور چیز کو شامل کئے بغیر محض دھوپ سے سایہ میں اور سایہ سے دھوپ میں منتقل کرنے سے سرکہ بن گئی تو وہ پاک و حلال ہے، امام مالکؒ کے نزدیک راجح قول کے مطابق شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں ہے، لیکن اگر وہ خود بخود سرکہ بن جائے یا کوئی سرکہ بنائے تو اس کا گناہ اپنی جگہ ہے مگر اس کا استعمال جائز ہے۔

الغرض خلاصہ کے طور پر حنفیہ کے نزدیک تخلیل خمر جائز ہے اور بقیہ ائمہؒ کے نزدیک تخلیل خمر جائز نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر امام احمدؒ کے نزدیک تخلیل خمر جائز نہیں ہے اور بقیہ ائمہؒ کے نزدیک جائز ہے (دونوں طرح گروہ بندی درست ہے)۔

❷ فقہاء کے دلائل: ۔ قائلین جواز کی دلیل بیہقی میں حضرت جابرؓ کی مرفوع حدیث ہے **خير خلكم خل خمركم** (تمہارا بہترین سرکہ شراب کا سرکہ ہے) دوسری دلیل یہ ہے کہ شراب کی حرمت اس کے نشہ آور ہونے کی وجہ سے ہے، اگر کوئی شخص اس کی ماہیت تبدیل کر کے اس کا سرکہ بنالے تو نشہ آور نہ ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال جائز ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

قائلین عدم جواز کی دلیل حدیث الباب ہے کہ آپ ﷺ نے تخلیل خمر سے منع فرمایا اور اس کی اجازت نہ دی۔

❸ حدیث الباب کا جواب: ۔ مذکورہ حدیث نہی کا جواب یہ ہے کہ حرمتِ خمر کے ابتدائی زمانہ میں آپ ﷺ نے شراب کی نفرت و قباحت راسخ کرنے کیلئے شراب کو سرکہ بنانے سے بھی منع فرمایا حتی کہ شراب کے برتنوں کو بھی توڑ دینے کا حکم دیا۔ پھر جب مسلمانوں کے دلوں میں شراب کی نفرت راسخ ہوگئی تو متعدد احکام شراب منسوخ ہو گئے۔ لہٰذا اب شراب کے برتن توڑنے اور شراب بہانے کا حکم منسوخ ہے۔ اور شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے۔ (تحفۃ الالمعی جلد ۴، صفحہ ۲۱۷)

**الشق الثانی** ......عن أبی هریرة قال:قال رسول اللهﷺ: "لایزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن، ولایسرق السارق حین یسرق وهومؤمن، ولکن التوبة معروضة"۔

حدیث شریف کا واضح ترجمہ کریں۔حدیث شریف کا مطلب بتائیں اور وہ تاویلات جو حضرات علماء نے کی ہیں ذکر کریں اور بتائیں کہ اس حدیث میں تاویل کی ضرورت کیوں پڑی ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کا مطلب وتاویلات (۳) حدیث کی تاویلات کرنے کی وجہ۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں زنا کرتا کوئی زنا کرنے والا اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو اور نہیں چوری کرتا کوئی چوری کرنے والا اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو اور لیکن توبہ ایسے لوگوں پر پیش کی ہوئی ہے۔

❷ **حدیث کا مطلب وتاویلات:۔** آپ ﷺ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ مؤمن آدمی زنا و چوری جیسے برے اعمال نہیں کرسکتا یعنی چوری وزنا کرنا مؤمن آدمی کا کام نہیں ہے، کافر آدمی کا کام ہے، البتہ اگر کوئی مؤمن آدمی ان کبیرہ گناہوں میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اسکے بعد بھی اسکے پاس توبہ کی مہلت وموقع ہوتا ہے۔ بظاہر یہ حدیث معتزلہ وخوارج کی دلیل ہے کہ اسکے ظاہری الفاظ سے مرتکب کبیرہ کے ایمان کا باقی نہ رہنا معلوم ہورہا ہے اسلئے علماء نے اس حدیث کی متعدد تاویلات کی ہیں:

① اس حدیث میں کمال ایمان کی نفی ہے کہ مرتکب کبیرہ کامل مؤمن نہیں رہتا البتہ نفس ایمان اس میں موجود رہتا ہے۔ ② ایمان کے متعلق دو چیزیں ہیں نفس ایمان و نور ایمان۔ مرتکب کبیرہ میں نفسِ ایمان موجود رہتا ہے البتہ نور ایمان ختم ہوجاتا ہے۔ حدیث میں اسی نور ایمان کا ذکر ہے۔ ③ اس حدیث میں ایمان لغوی مراد ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے وقت مؤمن آدمی امن والا نہیں رہتا خطرہ ہوتا ہے کہ یہ ابھی عذاب الٰہی کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ ④ اس سے مراد مستحل کبائر ہے کہ جو شخص ان کبیرہ گناہوں کو حلال سمجھتے ہوئے کرے وہ مؤمن نہیں رہتا۔

❸ **حدیث کی تاویلات کرنے کی وجہ:۔** متعدد نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ کا ایمان باقی رہتا ہے وہ کافر نہیں ہوتا۔ مثلاً ان الله لایغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء۔ عن ابی ذر ...... من قال لا اله الاالله دخل الجنة وان زنی و ان سرق - عن عبادة بن الصامت ...... انهم بایعوهﷺ علی ان لایسرقوا ولایزنوا ولایعصوا الخ ثم قال فمن و فی منکم فاجره علی الله ومن فعل شیئا من ذلك فعوقب فی الدنیا فهو کفارته و من فعل ولم یعاقب فهو الی الله ان شاء عفا عنه وان شاء عذبه ۔ان مذکورہ نصوص کی وجہ سے اہل حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ مؤمن آدمی چوری، زنا وقتل کے باوجود بھی کافر نہیں ہوتا بشرطیکہ وہ شرک نہ کرے۔ بظاہر یہ حدیث اہل حق کے اس اجماع کے خلاف تھی اور معتزلہ وخوارج کی دلیل بن رہی تھی اس لئے اس میں تاویلات کی ضرورت پیش آئی۔

﴿صلی الله علیه وعلی آله واصحابه وسلم﴾

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

الورقة السادسة

# ابوداؤد

(ج-۱)

مکمل ماسوائے کتاب الصلوٰۃ

Scanned with CamScanner

# ﴿الورقة السادسة : ابوداؤد﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

**السؤال الاوّل**......جاء سهل بن ابي حثمة الي مجلسنا، قال: امرنا رسول الله ﷺ اذا خرصتم فخذوا، ودعوا الثلث، فان لم تدعوا او تجدوا الثلث فدعوا الربع. (ص ۲۲۷۔ ج ۱۔ رحمانیہ)

ترجم الحديث المبارك. ماهو الخرص لغة واصلاحًا. ماهوحكم الخرص عندالعلماء اذكر بدلائلهم. اشرح قوله "ودعواالثلث، فان لم تدعوا اوتجدوا الثلث فدعواالربع.

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) خرص کا لغوی و اصطلاحی معنی (۳) خرص کا حکم مع الدلائل (۴) مذکورہ قول کی تشریح۔

**جواب**...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** (حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود کہتے ہیں کہ) حضرت سہل بن ابی حثمہ ہماری مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جب تم خرص کرلو تو پھل توڑلو یعنی مالک کو پھل توڑنے کی اجازت دیدو اور ثلث چھوڑ دو، پس اگر تم ثلث نہ چھوڑ دیا ترک ثلث کو مناسب نہ سمجھو تو پھر ربع ہی چھوڑ دو۔

❷ **خرص کا لغوی و اصطلاحی معنی:۔** خرص کا لغوی معنی اندازہ لگانا ہے اور کتاب الزکوٰۃ کی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کھیتوں اور باغوں میں پھلوں کے پکنے سے پہلے ایک آدمی بھیجے جو یہ اندازہ لگائے کہ اس سال کتنی پیداوار ہورہی ہے۔ خرص کا فائدہ یہ ہے کہ حکومت کو پہلے سے اندازہ ہو جائے کہ اس سال کتنی پیداوار ہونی ہے اور اس پر کتنا عشر واجب ہوگا نیز اس طرح مالکوں کے پیداوار کو چھپانے کا سدِّ باب بھی ہو جاتا ہے۔

❸ **خرص کا حکم مع الدلائل:۔** امام احمدؒ کے نزدیک خرص کا حکم یہ ہے کہ اندازہ سے جتنی پیداوار ثابت ہواتنی پیداوار کا عشر اسی وقت پہلے سے کٹے ہوئے پھلوں سے وصول کیا جاسکتا ہے لیکن امام شافعیؒ یہ فرماتے ہیں کہ محض اندازہ سے عشر نہیں وصول کیا جاسکتا بلکہ پھلوں کے پکنے کے بعد دوبارہ وزن کر کے حقیقی پیداوار معین کی جائے گی اور اس سے عشر وصول کیا جائے گا۔ مالکیہ کا مسلک بھی شافعیہ کے مطابق ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں کوئی روایت مروی نہیں لیکن حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں حنفیہ کا مسلک بھی شافعیہ کے مطابق ہے۔

امام احمدؒ کا استدلال حدیث باب میں اذاخرصتم فخذوا کے الفاظ سے ہے۔ نیز اسی باب میں عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ان کا استدلال ہے ان النبي ﷺ قال في زكوة الكروم انها تخرص كما يخرص النخل ثم تؤدى زكوته زبيبًا كما تؤدى زكوة النخل تمرًا۔ جمہور کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں بیع مزابنہ سے منع کیا گیا ہے اور یہ احادیث صحیح اور تقریبًا مشہور کے درجہ میں ہیں جبکہ اس باب کی بیشتر احادیث سندًا متکلم فیہ ہیں لہٰذا ان کی وجہ سے مزابنہ کی صحیح اور صریح احادیث کو نہیں چھوڑا جاسکتا بالخصوص جبکہ وہ ایک اصل کلی پر مشتمل ہوں۔

امام احمدؒ کے نزدیک اسکا مطلب یہ ہے کہ جب خرص کے ذریعہ عشر وصول کیا جارہا ہو تو اندازہ سے جتنی پیداوار ثابت ہوئی ہو عشر وصول

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

کرنے وقت اس میں سے ایک تہائی یا ایک چوتھائی چھوڑ کر باقی کا عشر وصول کرنا چاہیے کیونکہ ایک تو اندازہ میں غلطی کا احتمال ہے دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ پھلوں کے پکتے پکتے کچھ مقدار خراب ہو جائے لہٰذا احتیاطاً ایک تہائی یا ایک چوتھائی چھوڑ کر باقی سے عشر وصول کیا جائیگا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چونکہ پیداوار کی کوئی مقدار عشر سے مستثنیٰ نہیں لہٰذا ان کے نزدیک اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت پیداوار کا اندازہ لگا یا جارہا ہو تو اندازہ لگانے میں حقیقی مقدار سے ایک تہائی یا ایک چوتھائی کم کا اندازہ لگانا چاہیے کیونکہ پھلوں کے پکنے تک اتنی مقدار کے سوکھ جانے یا جھڑ جانے کا احتمال ہے۔

مالکیہ میں سے ایک جماعت کے نزدیک حدیث باب کے مذکورہ بالا جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک تہائی یا چوتھائی مقدار کے بارے میں مالک کو یہ اختیار ہے کہ وہ خود فقراء کو دے اور اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس مقدار کو بھی بیت المال کے سپرد کردے۔

(۴) مذکورہ قول کی تشریح:۔ وَدَعُوا الثلث اور خرص کے وقت ایک ثلث زکوٰۃ مالک باغ کے پاس چھوڑ دو، ابن عربی اس ثلث یا ربع کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ جب خرص کے بعد پھل پک جائیں اور عشر وصول کرنے کا وقت آجائے تو زمیندار یا کاشتکار نے جتنی مؤونت پیداوار کے لئے اٹھائی ہے اس کو مستثنیٰ کر کے باقی پر عشر لگایا جائے گا اور چونکہ اس دور میں مؤونت عموماً پیداوار کا ثلث یا ربع ہوتی تھی اس لئے اس مقدار کا ذکر کر دیا گیا۔ صاحبین کے نزدیک مؤنت کی مقدار تو عشر سے مستثنیٰ نہیں ہوتی البتہ اتنی مقدار مستثنیٰ ہوتی ہے جتنی مالک اور اس کے اہل وعیال کے گزارہ کیلئے کافی ہو اور یہ مقدار چونکہ ثلث یا ربع کے مساوی ہوتی تھی اس لئے خاص طور پر ثلث یا ربع کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

**الشق الثانی** ......عن ابن عباس انه قال يازيد بن ارقم، هل علمت ان رسول الله ﷺ اهدى اليه عضو صيد فلم يقبله وقال انا حرم؟ قال: نعم، عن جابر بن عبدالله قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: صيد البر لكم حلال مالم تصيدوه أو يصاد لكم، قال ابوداؤد اذا تنازع الخبران عن النبى ﷺ ينظر بما اخذ به اصحابه. (ص۲۷۰۔ج۱۔رحمانیہ) اذكر مذاهب الائمة فى اكل الصيد للمحرم مع بسط دلائلهم. ماهووجه التوفيق بين الحديثين؟ اشرح ماقاله ابوداؤد و وضح مراده.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے میں اختلاف مع الدلائل (۲) احادیث میں تطبیق (۳) امام ابوداؤدؒ کے قول کی مراد۔

**جواب** ...... ❶ محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے میں اختلاف مع الدلائل:۔ محرم کیلئے خشکی کا شکار بنص قرآنی حرام ہے اسی طرح اگر محرم نے کسی غیر محرم کی شکار میں مدد کی ہو یا اشارہ کیا ہو یا دلالت کی ہو تب بھی اس شکار کا کھانا محرم کیلئے بالاتفاق حرام ہے البتہ اگر محرم کی اعانت ودلالت یا اشارہ کے بغیر کسی غیر محرم نے شکار کیا تو محرم کے حق میں ایسا شکار کھانے کے جواز وعدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ سفیان ثوریؒ اور اسحاق بن راہویہ کا مسلک یہ ہے کہ ایسا شکار بھی مطلقاً ممنوع ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، طاؤسؒ اور جابر بن زیدؒ سے بھی یہی منقول ہے اور انکا استدلال وحُرِّمَ عليكم صيد البر مادمتم حرمًا کے اطلاق سے ہے کہ اس میں صید لاجله ہونا اور صید لاجله اَوْلَا کی کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ نیز حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ ان رسول الله مافى وجهه من الكراهية فقال انه ليس بنارد عليك ولكنا حرم۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ حمار وحشی مارا ہوا تھا ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہو اور زندہ شکار کا قبول کرنا محرم
جائز نہیں ہے اور اگر مان لیا جائے کہ وہ حمار وحشی مقتول تھا تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے سد ذرائع کیلئے اس کو رد فرمایا ہو۔
امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر غیر محرم نے محرم کیلئے یعنی اسکو کھلانے کی غرض سے
شکار کیا تھا تو محرم کیلئے اس کا کھانا ناجائز ہے اور اگر اس نیت سے شکار نہیں کیا تھا تو جائز ہے ائمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی
حدیث باب سے ہے عن النبی ﷺ قال صید البر لکم حلال وانتم حرم مالم تصیدوہ او یصدلکم۔
حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مقابلہ میں سنداً اقوی اور
اصح ما فی الباب ہے اس لئے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی سند میں مطلب متکلم فیہ راوی ہے نیز یہ حدیث منقطع بھی ہے نیز یہ نہی سد ذرائع
کے لئے ہو سکتی ہے نیز یہ نہی تنزیہی پر محمول ہے۔
امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کے نزدیک محرم کیلئے ایسے شکار کا کھانا مطلقاً جائز ہے صید لاجله أولا اور حنفیہ کا استدلال
حدیث باب میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے انہ کان مع النبی ﷺ حتی اذا کان ببعض طریق مکۃ
تخلف مع اصحاب له محرمین وهو غیر محرم فرای حمارًا وحشیًا فاستوی علی فرسه فسأل
اصحابه ان ینا ولوه سوطه فابوا فسالهم رمحه فابوا علیه فأخذ فشد علی الحمار فقتله فاکل منه
بعض اصحاب النبی ﷺ وأبی بعضهم فادرکوا النبی ﷺ فسألوه عن ذلك فقال انماهی طعمة
اطعمکم اللہ، اس حدیث کے بعض طرق میں یہ تفصیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فتویٰ دینے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا
هل اشرتم او اعنتم او اصدتم جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سوالات کا جواب نفی میں دیا تو آپ ﷺ نے کھانے کی اجازت دے
دی اگر اس میں صائد کی نیت پر بھی مدار ہوتا تو جس طرح آپ ﷺ نے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تھا، اسی طرح حضرت
ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی دریافت فرماتے کہ تم نے کس نیت سے شکار کیا تھا پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابوقتادہ نے یہ حمار وحشی صرف خود
کھانے کیلئے شکار نہیں کیا تھا بلکہ عام رفقاء کو کھلانا مقصود تھا اس کی تائید بخاری کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۱۰۲)
❷ احادیث میں تطبیق:۔ اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں بعض سے شکار کا قبول کرنا ثابت ہے اور بعض سے رد کرنا جمع بین
الروایات المختلفہ میں علماء مختلف ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ و بیہقیؒ نے تطبیق اس طرح کی کہ رد کی روایات زندہ شکار پر محمول ہیں اور
قبول کی روایات لحم صید پر، اسی لئے امام بخاریؒ نے باب قائم کیا اذا أهدی للمحرم حمارًا وحشیًا حیًا لم یقبل لیکن امام
نوویؒ نے شرح مسلم میں اس توجیہ پر سخت رد کیا ہے کیونکہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں لحم صید کی تصریح کے باوجود یہ ہے کہ
آپ ﷺ نے اس کو رد فرمایا اسی طرح یہاں ابوداؤد میں عضو صید کے بارے میں عدم قبول روایت میں مذکور ہے لہٰذا یہ توجیہ تو واقعی
درست نہیں اور دوسری توجیہ وہ ہے جو ائمہ ثلاثہ و جمہورؒ نے اپنے اپنے مسلک کے پیش نظر فرمائی ہے کہ رد کی راویات کو ما صید
لاجل المحرم پر محمول کیا ہے اور قبول کی روایات کو اسکے علاوہ پر۔ (ایضاح ج ۳ ص ۲۲۱)
❸ امام ابوداؤدؒ کے قول کی مراد:۔ امام ابوداؤدؒ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مرفوعہ متعارض و مختلف ہیں،

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

لہٰذا ایسی صورت میں صحابہ کرام علیہم کے عمل کو دیکھا جائے کہ ان کا کیا عمل ہے، اختلاف احادیث کی صورت میں جو خلفاء راشدین اور صحابہ کرام علیہم کا معمول ہو اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ (الدر المنضود ج ص ۲۲۲)

## السوال الثانی ۱۴۳۵ھ

**الشق الاوّل** ......عن علی قال: ما کتبنا عن رسول اللہ ﷺ الا القرآن وما فی هذه الصحيفة، قال قال رسول اللہ ﷺ المدينة حرام مابين عائر الی ثور فمن احدث حدثا او آوی محدثا فعليه لعنة اللہ والملائكة والناس اجمعين لايقبل منه عدل ولاصرف. (ص ۲۹۰۔ ج ۱۔ رحمانیہ) ترجم الحديث ترجمة واضحة. انكر اقوال العلماء فی المدينة المنورة هل لها حرم كما هو لمكة؟ وانكر دلائلهم. اين يقع "ثور" من مدينة؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مدینہ کے حرم میں اختلاف مع الدلائل (۳) "ثور" کا محلِ وقوع۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نہیں لکھا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے مگر قرآن کریم اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کا بھی حرم ہے مقام عیر سے ثور تک، پس جس شخص نے دین میں کوئی نئی بدعت و چیز ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اس سے کوئی فرض و نفل عبادت قبول نہ کی جائے گی۔

❷ مدینہ کے حرم میں اختلاف مع الدلائل:۔ حرمِ مدینہ میں بالاتفاق بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حرمِ مکہ کی طرح شجرِ مدینہ کو کاٹنا اور وہاں شکار کرنا حرام ہے البتہ اس میں جزاء واجب نہ ہوگی۔ امام مالک کا مذہب امام احمدؒ کی ایک روایت اور امام شافعی کا قول جدید یہی ہے جبکہ امام احمدؒ کی ایک روایت اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ اسکی سزا یہ ہے کہ اسکے بدن کے کپڑے اور ساتھ کا سامان سلب کرلیا جائے اور ان کی دلیل تحریم روایات الباب ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک حرم مدینہ کا حکم یہ نہیں کہ وہاں کے درخت اور شکار حرام ہیں بلکہ صرف یہ حکم ہے کہ وہ معظم و محترم جگہ ہے اس کی شان کے خلاف وہاں کوئی کام نہ کیا جائے اسکے خوشنما مناظر کو باقی رکھا جائے اور ان کو بلا ضرورت توڑ پھوڑ کر بدنما نہ بنایا جائے۔ امام طحاویؒ نے اس پر اس حدیث انس رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے جس میں ہے یا اباعمير مافعل النغير کہ اگر صیدِ مدینہ حرام ہوتا تو اس کا حبس جائز نہ ہوتا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے وہ پرندہ (نغیر) انہوں نے حل (خارج حرم) سے پکڑا ہو، لیکن حافظ نے اس کو خود ہی رد کر دیا اسلئے کہ حنفیہ کے نزدیک حل کا شکار جب حرم میں داخل ہو جائے تو اس کیلئے حرم کا حکم ثابت ہو جاتا ہے یعنی صیدِ حل بھی حرم میں آ کر صیدِ حرم ہی ہو جاتا ہے۔

نیز امام طحاویؒ نے تحریم کی روایات کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے یہ حکم اس وقت کا ہو جب ہجرة الی المدینة واجب تھی تاکہ مدینہ کی زینت باقی رہے اور یہ زینت کا بقاء ہجرة کی رغبت اور الفت مدینہ کا ذریعہ ہو پس جب ہجرة منسوخ ہوئی تو یہ تحریم بھی منسوخ ہوگئی، چنانچہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں آتا ہے ان النبی ﷺ نهی عن هدم آطام المدينة فانها من زينة المدينة یعنی آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی اونچی دیواروں اور قدیم قلعوں کے منہدم کرنے سے منع

Scanned with CamScanner

زیادہ تر کمران کا وجود ہا مشد ہت ہے۔ اسی طرح ان تحریم کی روایات میں خود استثناء موجود ہے الاان یعلف رجل بعیره
بقدر ضرورت آدمی اپنی سواری کیلئے گھاس کاٹ سکتا ہے دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں الاما یساق به الجمل اور ایک روایت
میں ہے ولكن يهش هشا رقيقًا یعنی وہاں کے درختوں کے پتے ضرورۃً آہستہ آہستہ جھاڑ سکتے ہیں غرضیکہ جن روایات سے
جمہور تحریم پر استدلال کر رہے ہیں خود انہی روایات میں عدم تحریم کا پہلو موجود ہے۔ (الدر المنضود ج۳ ص۳۲۲)

❷ ثور کا محل وقوع:۔ اس حدیث میں دو لفظ مذکور ہیں، عائر (جس کو عَیر بھی کہتے ہیں) اور دوسرا لفظ ثور یہ دو پہاڑوں کے نام
ہیں یعنی انکا درمیانی حصہ سب کا سب حرم مدینہ ہے، صحیح بخاری میں ایک جگہ تو اس طرح ہے کہ من كذا الى كذا اور ایک جگہ ہے
مابين عائر الى كذا، گویا ایک جگہ تو دونوں ہی مبہم ہیں اور دوسری جگہ اول معین اور دوسرا مبہم ہے۔ غرضیکہ امام بخاری رحمہ اللہ
نے ثور کا لفظ اختیار نہیں فرمایا۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں من كذا الى كذا اور ایک روایت میں مابين عير الى ثور ہے۔
حافظ فرماتے ہیں کہ بعض شراح کا خیال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ثانی کی تعیین قصداً نہیں فرمائی کیونکہ ثور کا لفظ ان کے نزدیک صحیح نہیں
تھا اسی لئے بجائے الى ثور کے الى كذا نقل کیا۔ اسلئے کہ عائر کا مدینہ میں ہونا تو معروف ہے اور ثور کا وہاں ہونا غیر معروف ہے بلکہ
اس کا مکہ میں ہونا مشہور و معروف ہے اور یہ وہی پہاڑ ہے جس کے غار میں حضور ﷺ بوقت ہجرت کفار سے بچ کر ٹھہرے تھے۔ اسلئے
بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ وہم راوی ہے اسکے بجائے کچھ اور ہوگا مثلاً الى احد، چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں اسی طرح ہے۔ بعض
شراح نے اسکی یہ توجیہ فرمائی کہ یہ کلام قیاس و تشبیہ پر محمول ہے کہ جس طرح مکہ میں جبل ثور معروف ہے اسی طرح وہاں جبل عائر بھی
ہے اور حدیث میں یہ مکہ کے دو پہاڑ مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ جتنی مکہ میں ان دو پہاڑوں کے درمیان مسافت ہے اتنی ہی وسیع جگہ
مدینہ میں اسکا حرم ہے بعض محققین و صاحب قاموس کی تحقیق کے مطابق بعض علماء سے منقول ہے کہ ہم نے خود مدینہ میں جا کر اسکی
تحقیق کی تو بعض عمر رسیدہ لوگوں سے پتہ چلا کہ واقعتاً اُحد پہاڑ کے پیچھے ایک پہاڑی کو ثور کہتے ہیں۔ (الدر المنضود ج۳ ص۳۲۳)

**الشق الثانی** ......عن أبى الدرداء أن رسول الله ﷺ كان فى غزوة فرأى امرأة مجحا، فقال: لعل صاحبها ألم بها، قالوا: نعم، قال: لقد هممت أن ألعنه لعنة تدخل معه فى قبره كيف يورثه وهو لايحل له أو كيف يستخدمه وهو لايحل له ا (ص۳۱۰-ج۱-رحمانیہ)

**اشرح كلمة "مجحا" لغةً ثم ترجم الحديث الشريف. اشرح الحديث كاملًا ووضح معنى قوله عليه الصلاة والسلام "كيف يورثه وهو لايحل له، وكيف يستخدمه وهو لايحل له".**

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) مجحا کی تشریح (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح
(۴) مذکورہ جملہ کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ مُجحًا کی تشریح:۔ مجحا سے مراد وہ حاملہ عورت ہے جو قریب الولادۃ ہو۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں شریک تھے، آپ ﷺ نے
ایک عورت کو دیکھا جو حاملہ قریب الولادۃ تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید اس باندی کے مالک نے اسکے ساتھ (قبل الاستبراء
ہمبستری) جماع کیا ہے (آپ ﷺ کو شاید وحی یا کشف کے ذریعہ معلوم ہوا ہوگا)۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی بعض حاضرین نے

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

تصدیق بھی کردی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس شخص کو ایسی بددعا دوں جو اس کے ساتھ قبر میں بھی داخل ہو (اب یہ شخص قبل الاستبراء مباشرت کی وجہ سے) کیسے وارث بنا سکتا ہے اسے حالانکہ اس کے لئے یہ حلال نہیں ہے اور یہ خدمت لے سکتا ہے اس سے حالانکہ یہ بھی اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

۳ حدیث کی تشریح:۔ ترجمہ سے حدیث کا مطلب وتشریح واضح ہے کہ ایک غزوہ میں آپ ﷺ نے ایک لونڈی کو دیکھا کہ وہ حاملہ ہے اور قریب الولادۃ ہے تو اس کی اس حمل کی حالت میں ہی اسکے مالک نے اسکے ساتھ مباشرت بھی کی ہے تو آپ ﷺ نے اس فرمان کے جواب میں بعض حاضرین نے آپ ﷺ کی تصدیق بھی کردی کہ واقعتاً اس کی حاملہ ہونے کی حالت میں اس کے مالک نے اس کے ساتھ مباشرت کی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسکے مالک کو چاہیے تھا کہ حمل کے اختلاط سے بچنے کیلئے حالت حمل میں اس سے مباشرت نہ کرتا بلکہ وضع حمل کا انتظار کرتا اور استبراء کے بعد اس سے مباشرت کرتا کیونکہ اس مباشرت قبل الاستبراء کی وجہ سے اگر چھ ماہ سے قبل بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بچہ اس کا وارث بھی نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں یہ امکان موجود ہے کہ یہ زوج اوّل کے نطفہ سے ہو اور اس کا نسب اس مالک سے ثابت نہ ہو اور چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہونے کی صورت میں اس سے خدمت نہیں لے سکتا کیونکہ اس میں یہ امکان موجود ہے کہ یہ مالک کے نطفہ سے ہونے کی وجہ سے غلام نہ ہو بلکہ آزاد ہو، اسلئے اس کا مالک پیدا ہونے والے بچہ کو وارث بھی نہیں بنا سکتا اور غلام وخادم بنا کر اس سے خدمت بھی نہیں لے سکتا، یہ دونوں کام اس کیلئے حلال نہیں ہیں۔

لہٰذا میرا دل کرتا ہے کہ اس کے مالک کو ایسی بددعا دوں جو اس کی قبر میں بھی اس کے ساتھ داخل ہو۔ الحاصل قید کردہ باندی کے ساتھ قبل الاستبراء مباشرت کرنا انتہائی قبیح ومذموم فعل ہے۔ استبراء یعنی وضع حمل یا حیض کا انتظار کرنا چاہیے۔

۴ مذکورہ جملہ کی وضاحت:۔ مذکورہ جملہ کی وضاحت ابھی تشریح کے ضمن میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۵ھ

**الشق الاوّل** ...... عن طاؤس أن رجلا يقول له أبو الصهباء كان كثير السؤال لابن عباس قال: أما علمت أن الرجل كان اذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبي بكر وصدرًا من امارة عمر؟ قال ابن عباس: بلى، كان الرجل اذا طلق امرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ وأبي بكر وصدرًا من امارة عمر، فلما رأى الناس قد تتابعوا فيها قال: أجيزوهن عليهم. (ص ۲۹۸ سنن ابوداؤد ثانیہ) ترجم الحديث ترجمة واضحة . انكر حكم ايقاع الطلاق الثلاث دفعة واحدة عند العلماء اسرد أدلة الجمهور مع دحض شبهات من خالفهم في هذه المسألة.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) طلاق ثلاثہ دفعۃ واحدۃ کا حکم مع الدلائل (۳) شبہ کا جواب۔

**جواب** ...... ۱ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ ایک آدمی جسے ابوالصہباء کہا جاتا تھا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ سوال کرتا تھا، اس نے (ابن عباس رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جب کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا عورت کو تین طلاق دیتا تھا تو دور نبوی ﷺ، دور صدیقی اور دور فاروقی رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں ان کو ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا،

Scanned with CamScanner

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جی ہاں! جب آدمی اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاق دیتا تھا تو عہد نبوی ﷺ، عہد صدیقی اور عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں اس کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا، پس جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اس میں پے در پے واقع ہو رہے ہیں (کثرت سے طلاق ثلاثہ دے رہے ہیں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کی تین طلاق کو ہی ان پر نافذ و لازم کر دو۔

❶ **طلاق ثلاثہ دفعۃً واحدۃً کا حکم مع الدلائل:۔** کما مرّ فی الورقة الثالثة الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۴ھ۔

❷ **شبہ کا جواب:۔** سوال ہوتا ہے کہ جب عہد نبوی ﷺ و صدیقی رضی اللہ عنہ میں تین طلاق کو ایک شمار کیا جاتا تھا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے عمل کے خلاف فیصلہ کیوں دیا کہ آج کے بعد تین طلاق تین ہی شمار ہونگی۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کوئی انوکھا نیا فیصلہ یا حکم صادر نہیں فرمایا تھا، بلکہ صورتحال یہ تھی کہ عہد نبوی ﷺ و عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں لوگ **انت طالق** کا لفظ تین بار کہتے تھے اور ان کا مقصود انشاء جدید نہ ہوتا تھا بلکہ تاکید کے لئے وہ دوسری و تیسری مرتبہ اس کو ذکر کرتے تھے اور وہ خیر القرون کا زمانہ تھا اور لوگوں کی دیانت پر اس وقت اعتماد تھا اس لئے تاکید و تاسیس کے سلسلہ میں ان کے قول کا اعتبار ہوتا تھا اور اس کا قول تنہا بھی قبول کیا جاتا تھا بعد میں جب خیر القرون کا زمانہ دور ہوتا چلا گیا اور لوگوں کی نیت کا معیار پہلے کی طرح نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ ان کے بعد تین طلاق دینے والے شخص کی طرف سے تاکید کا قول معتبر نہ ہوگا بلکہ الفاظ کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے اس کو تین طلاق ہی شمار کیا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں عہد نبوی ﷺ اور عہد صدیقی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، آپ ﷺ کے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول و عمل کا ذکر نہیں ہے۔

**الشق الثانی** ......عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ یَعْنِیْ وَهُوَ لَایُؤْمَنُ اَنْ یَسْبِقَ فَلَیْسَ بِقِمَارٍ، وَمَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ وَقَدْ اَمِنَ اَنْ یَسْبِقَ فَهُوَ قِمَارٌ (ص۳۴۲۔ج۱۔رحمانیہ)

**شکل الحدیث بالضبط وترجمة واضحة. عرف القمار ماهو؟ ماهی الحکم التی من اجلها نهی الشرع عن المقامرة؟ اشرح الحدیث شرحًا مبسوطًا.**

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) قمار کی تعریف و حکم (۴) حدیث کی تشریح۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص دو گھوڑوں (فریقین) کے درمیان تیسرا گھوڑا شامل کرے اس حال میں کہ اس گھوڑے کے سبقت کرنے سے امن نہ ہو تو یہ قمار نہیں ہے اور جو شخص دو گھوڑوں میں ایسا گھوڑا شامل کرے جس کے سبقت کرنے سے امن ہو تو یہ قمار ہے۔

❸ **قمار کی تعریف و حکم:۔** هو استواء الجانبین فی احتمال الغرامة یعنی وہ معاملہ جس میں متعاقدین میں سے ہر ایک پر ضمان آنے کا امکان ہو۔ دو میں سے کسی ایک پر ضمان آنا ضروری ہو۔ اب دیکھئے محلل نہ ہونے کی صورت میں ضمان فریقین میں سے کسی ایک پر ضرور آئے گی۔ یعنی صرف ایک پر اور داخال محلل کے بعد ایک شق ایسی نکل آئی کہ اس میں ضمان ان دونوں میں سے صرف ایک پر نہیں، اس تشریح سے یہ بات سامنے آئی کہ قمار اس قسم کے معاملہ کا نام ہے جس میں جانبین میں سے لائی

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

متعین کسی ایک کا نفع دوسرے کے ضرر کو مستلزم ہو یعنی جس ایک کا بھی نفع ہوگا وہ اپنے اندر دوسرے کے ضرر کو لئے ہوئے ہوگا، کہ قدر تکلیف دہ اور خبیث معاملہ ہے اسکی حرمت محاسن شریعت میں سے ہے، ہماری شریعت میں تو محاسن ہی محاسن ہیں، عبادات ہوں یا معاملات، لیکن لوگ لالچ اور مال کی حرص وطمع میں نفع موہوم کی خاطر اس قمار بازی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (الدر المنضود ج۴ص۳۱۹)

❹ حدیث کی تشریح:۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر متسابقین کسی تیسرے ایسے شخص کو مسابقت میں شامل کرلیں جس میں سابق ومسبوق دونوں احتمال موجود ہوں تو پھر یہ مسابقت کا معاملہ قمار میں داخل ہوکر حرام نہ ہوگا بلکہ یہ قمار سے خارج ہو جائیگا اور اگر اس گھوڑے میں دونوں احتمال نہ ہوں بلکہ فقط مسبوق ہونیکا تعین ہو یا فقط سابق ہونیکا تعین ہو تو پھر یہ قمار ہوگا اور حرام ہوگا۔

# ﴿الورقة السادسة : ابوداؤد﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٦ھ

**الشق الاوّل**...... حدثنا عبد الله بن مسلمة، حدثنا مالك وقرأه على مالك أيضًا عن نافع عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ فرض زكاة الفطر، قال فيه: فيما قرأه على مالك: زكاة الفطر من رمضان صاع من تمر أو صاع من شعير على كل حر أو عبد ذكر أو أنثى من المسلمين . (ص۲۲۸۔ ج۱۔ رحمانیہ)

هل لصدقة الفطر نصاب؟ انكر أقوال العلماء و أدلتهم . انكر مايترتب على قوله "من المسلمين" من الأحكام واكتب أقوال العلماء في زيادة "من المسلمين" هل هي زيادة ثابتة أم لا؟ ولو ثبتت فما هو محمله الصحيح؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) صدقۂ فطر کے وجوب کیلئے نصاب کی شرط میں اختلاف (۲) ائمہ کے دلائل (۳) من المسلمين کا ثبوت اور محمل (۴) من المسلمين پر مرتب حکم۔

**جواب**...... ❶ صدقۂ فطر کے وجوب کیلئے نصاب کی شرط میں اختلاف:۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک صدقۂ فطر کیلئے کوئی نصاب شرط نہیں ہے بلکہ جس شخص کے پاس بھی ایک دن کی ضروریات سے زائد مال ہو اس پر صدقۂ فطر فرض ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقۂ فطر کے وجوب کیلئے نصاب زکوۃ شرط ہے اور البتہ نامی ہونا اور حولان حول شرط نہیں ہے۔

❷ ائمہ کے دلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے دلائل: ① آیت کریمہ قد افلح من تزكى ہے۔ اس میں صدقۂ فطر پر زکوۃ کا اطلاق مستعمل ہے اور زکوۃ کیلئے بالاتفاق نصاب شرط ہے۔ ② اٰتوا الزكوٰة والی آیات قرآنیہ ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات کا عموم صدقۂ فطر کو بھی شامل ہے، لہٰذا اس کیلئے نصاب شرط ہونا چاہیے۔ ③ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے قال رسول الله ﷺ لاصدقة الا عن ظهر غنى کہ صدقۂ فطر غنی پر لازم ہے اور ایک دن کی ضرورت سے زائد مال والے شخص کو غنی نہیں کہا جاتا۔

ائمہ ثلاثہؒ کی پہلی دلیل: یہ ہے کہ روایات میں صدقۂ فطر کیلئے کوئی نصاب بیان نہیں کیا گیا۔

دوسری دلیل: حضرت ابو ثعلبہ عن ابیہ رضی اللہ عنہ کی صدقۂ فطر والی طویل حدیث ہے جسکے آخر میں یہ ارشاد نبوی ﷺ ہے اما غنيكم فيزكيه الله واما فقير كم فيرد عليه اكثر مما اعطاه، اس سے معلوم ہوا کہ فقیر پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔

جواب یہ ہے کہ اگر فقیر پر صدقۂ فطر واجب کیا جائے انقلاب موضوع لازم آئے گا کہ آج فقیر صدقۂ فطر ادا کرے اور کل

لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہوا نظر آئے۔ نیز ابن العربی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ فقیر کو دینے کا حکم ہے اس سے لینے کا حکم نہیں ہے۔
نیز محقق ابن الہمام فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں نعمان بن بشیر راوی ضعیف ہے اور ابن ابی صغیر راوی مجہول ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔
نیز اکثر روایات میں فقیر کا ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ روایت شاذ ہے۔ (المسائل والدلائل ص ۲۱۶، درس ترمذی ج ۲ ص ۴۹۷)

۲ و ❷ من المسلمین کا ثبوت اور محمل اور اس پر مرتب حکم:۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ من المسلمین کی قید روایت میں ثابت ہے چنانچہ اس پر یہ مسئلہ متفرع ہوگا کہ کافر غلام کی طرف سے مسلمان مالک پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے، البتہ مسلمان غلام کی طرف سے ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق مسلمان مالک پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر کی روایات میں عبد کا لفظ مطلق اور عام ہے، مسلم و کافر دونوں کو شامل ہے بلکہ بعض روایات میں کافر اور نصرانی کے لفظ کی تصریح بھی ہے، لہٰذا کافر غلام کی طرف سے بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔

نیز م... لمین کی زیادتی بعض روایات میں نہیں ہے جیسے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وروٰہ غیر واحد عن نافع ولم یذکروا فیہ من المسلمین، لہٰذا یہ روایت مضطرب ہے۔ نیز خود راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اس کے خلاف ہے لہٰذا یہ روایت مرجوح ہے۔ نیز علی سبیل التسلیم اگر اس قید من المسلمین کو درست و ثابت بھی تسلیم کرلیں تو پھر اس قید کا تعلق مخرجین صدقہ سے ہے جنہوں نے صدقۂ فطر ادا کرنا ہے، مخرج عنہم سے اس کا تعلق نہیں ہے جن کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مولیٰ اور مالک کا مسلمان ہونا ضروری ہے، غلام اور مملوک کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ (ایضاً)

**الشق الثانی** ......عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص عن رسول اللّٰہ ﷺ انہ سئل عن الثمر المعلق فقال: من اصاب بفیہ من ذی حاجۃ غیر متخذ خبنۃ فلا شیئ علیہ ومن خرج بشیئ منہ فعلیہ غرامۃ مثلیہ والعقوبۃ ومن سرق منہ شیئا بعد ان یؤویہ الجرین فبلغ ثمن المجن فعلیہ القطع وذکر فی ضالۃ الابل والغنم کما ذکرہ غیرہ قال: وسئل عن اللقطۃ فقال: ما کان منہا فی طریق المیتاء او القریۃ الجامعۃ فعرفہا سنۃ فان جاء طالبہا فادفعہا الیہ وان لم یأت فہی لک وما کان فی الخراب یعنی ففیہا وفی الرکاز الخمس. (ص ۲۵۲-ج ۱-رحمانیہ)

اشرح کلا من الکلمات التالیۃ خبنۃ، الجرین، المیتاء. ترجم الحدیث المبارک بکاملہ. ماہو حکم الانتفاع باللقطۃ عند الائمۃ؟ اذکر مع ادلتہم.

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) خبنۃ، الجرین، المیتاء کی تشریح (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) لقطے سے انتفاع کا حکم مع الدلائل۔

**جواب** ...... ❶ خبنۃ، الجرین، المیتاء کی تشریح:۔ اَلْخُبْنَۃُ: یہ مفرد ہے اس کی جمع خُبَنٌ ہے بمعنی کپڑے کی نوجھولی، وہ خوراک جو دامن وجھولی میں ڈالی جائے، مطلب یہ ہے کہ ضرورتمند و حاجت مند آدمی بامر مجبوری گزارہ کیلئے باغ کے اندر پھل کھا سکتا ہے، اس کو جھولی میں ڈال کر نہیں لیجا سکتا۔ اَلْجَرِیْنُ: یہ مفرد ہے اس کی جمع ہے جُرُنٌ ہے بمعنی کھلیان، کھجور وغیرہ خشک کرنے کی جگہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب میوہ خشک ہونے کے لئے کھیت میں کسی جگہ ڈالا گیا ہو تو اُس کو اُٹھانا جائز نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

اَلْمِیْتَآۃُ یہ اِتْیَانٌ سے اسم ظرف ہے بمعنی لوگوں کی عام گزرگاہ یعنی شارع عام سے کوئی چیز ملے تو ایک سال تک اس کی تشہیر کی جائے۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ درختوں پر میوہ لٹکتا ہے اسکے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس کو کھالے اور وہ شخص ضرورت مند ہو تو (درست ہے) لیکن اس کو چھپا کر نہ لے جائے تو کچھ حرج نہیں اور جو شخص چھپا کر کچھ لے جائے تو وہ دوہرا جرمانہ ادا کرے اور اس کو سزا اس کے علاوہ ملے گی اور جب میوہ پختہ ہو کر کھیت میں خشک ہونے کیلئے ڈالا جائے اور کوئی شخص وہاں سے اتنا چوری کر کے لے جائے کہ جس کی مالیت (تلوار کی) ڈھال کے برابر ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا اسکے بعد گم شدہ بکری اور اونٹ کا حال بیان کیا جیسا کہ دیگر حضرات نے بیان کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ سے لقطہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ جو لقطہ عام راستے پر آباد علاقہ میں پایا جائے تو ایک سال تک تشہیر کرو، اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دے دو مالک نہ آئے تو وہ تمہارا (یعنی پانے والے کا ہے) اور جو لقطہ کسی ویران جگہ سے ملے یا کان سے ملے تو اس میں سے پانچواں حصہ دینا ہوگا (باقی سب لقطہ پانے والے کا حق ہے)۔

❸ لقطہ سے انتفاع کا حکم مع الدلائل:۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ملتقط خواہ غنی ہو یا فقیر وہ لقطہ اس کیلئے حلال ہے اور وہ خود اسے استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ استعمال کے بعد اگر مالک آ گیا تو پھر مالک کو اس کی ضمان ادا کرنا لازم ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر ملتقط فقیر اور مستحق زکوٰۃ ہے تو پھر اس کے لئے استعمال کرنا جائز ہے اور اگر وہ غنی و غیر مستحق ہے تو پھر اسے اختیار ہے چاہے امانت کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھے اور اگر چاہے تو صدقہ کر دے۔ البتہ اگر صدقہ کے بعد مالک آ گیا تو پھر اس کو اختیار ہے چاہے تو صدقہ کو نافذ کر دے اور اس کو صدقہ کا ثواب مل جائے گا اور اگر چاہے تو ملتقط سے ضمان لے لے اس صورت میں ملتقط کو صدقہ کا ثواب مل جائے گا۔ ائمہ ثلاثہ کی پہلی دلیل: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان کو راستہ سے سودینار کی تھیلی ملی تھی اور ان کے غنی و مالدار ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اُن کو انتفاع کی اجازت دی تھی۔

دوسری دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہیں سے ایک دینار ملا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے اُس کا اعلان کیا، جب اُسکا مالک نہ ملا تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس دینار سے انتفاع کی اجازت دی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بنو ہاشم میں سے تھے اُن کے لئے صدقہ کھانا جائز نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ اُن کے غیر مستحق ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اُن کو فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی۔

حنفیہ کی پہلی دلیل: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے **من اصاب لقطة فليشهد ذا عدل او ذوى عدل ولا يكتم ولا يغيب فان وجد صاحبها فليردها عليه والا فهو مال الله يوتيه من يشاء** اس حدیث میں **فهو مال الله يوتيه من يشاء** کا جملہ ہے، یہ تعبیر عموماً اس چیز کیلئے ہوتی ہے جس کے مستحق فقراء ہوتے ہیں نہ کہ اغنیاء۔

دوسری دلیل: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **ضالة المسلم حرق النار**۔

تیسری دلیل: حضرت جارود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے **ضالة المسلم حرق النار فلا يقربنها**۔

چوتھی دلیل: حضرت یعلی بن مرۃ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے **من التقط لقطة يسيرة ثوبا او شبهه فليعرفه ثلاثة ايام ومن التقط اكثر من ذلك ستة ايام فان جاء صاحبها والا فليتصدق بها فان جاء صاحبها فليخيره**۔

ان احادیث میں سے بعض صریح نہیں ہیں اور بعض سنداً ضعیف ہیں مگر متعدد آثارِ صحابہ سے تائید ہونے کی وجہ سے یہ احادیث بے

منقول ہیں چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات ثابت ہے کہ ملتقط کو لقطہ سے فائدہ اٹھانے اور اپنے استعمال میں لانے کی اجازت نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ بوقت انتفاع حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فقراء صحابہ میں سے تھے۔ چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے باغ صدقہ کرنے کے بعد وہ غنی ہوئے تھے۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو صرف بامر مجبوری گھر میں کچھ نہ ہونے کی وجہ سے استعمال کی اجازت دی تھی۔ اور حنفیہ کے نزدیک عدم جواز کا مطلب یہ ہے کہ ملتقط کے لئے اس لقطہ کو اپنی چیز سمجھ کر کھانا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ اس شرط کے ساتھ استعمال کرے کہ جب مالک کو ضرورت ہوگی میں اس کو قیمت ادا کردوں گا تو اس چیز کا استعمال جائز ہے۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۱۰، و تقریر ترمذی ج ۱ ص ۳۴۶)

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاول** ......عن ابن عباس قال: طلق عبد يزيد. ابو ركانة و اخوته. ام ركانة ونكح امرأة من مزينة فجاءت النبي ﷺ فقالت: ما يغني عني الا كما تغني هذه الشعرة، لشعرة اخذتها من رأسها، ففرق بيني وبينه فاخذت النبي ﷺ حمية فدعا بركانة واخوته ثم قال لجلسائه: اترون فلانا يشبه منه كذا وكذا من عبد يزيد وفلانا يشبه منه كذا وكذا؟ قالوا نعم، قال النبي ﷺ لعبد يزيد: طلقها ففعل ثم قال: راجع امرأتك ام ركانة واخوته، فقال: انى طلقتها ثلاثا يا رسول الله؟ قال: قد علمت راجعها وتلا: "يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن". (ص ۳۶۹ ـ ج ۱ ـ رحمانیہ)

**انكر حكم التطليقات الثلاث عند العلماء مع ادلتهم . ترجم الحديث المبارك واذكر من يستدل بهذا الحديث؟ وماهو الجواب عنه عند من لايقول به؟**

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) طلاق ثلاثہ کا حکم مع الدلائل (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کے مستدلین کی تعیین (۴) حدیث کا جواب۔

**جواب**...... ① و ④ طلاق ثلاثہ کا حکم اور جواب:۔ **كملرّ فی الورقة الثالثة الشق الاول من السوال الثاني ۱۴۲۴ھ۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبدِ یزید نے (جو کہ رکانہ اور اس کے دوسرے بھائیوں کا باپ ہے) ام رکانہ کو طلاق دیدی اور اس نے قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے شادی کرلی تو وہ عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ میرے کسی کام کا نہیں ہے مثل ان بالوں کے (ان بالوں کے متعلق اس نے کہا جو اس نے اپنے سر کے بال پکڑے ہوئے تھے) پس آپ ﷺ میرے اور اس کے درمیان تفریق کردیں، آپ ﷺ کو غیرت وغصہ آگیا، آپ ﷺ نے رکانہ اور اس کے بھائیوں کو بلایا اور پھر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ کیا تم دیکھ رہے ہو کہ فلاں کی فلاں چیز عبدِ یزید کے مشابہ ہے؟ اور فلاں کی فلاں فلاں چیز مشابہ ہے؟ حاضرین نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے عبدِ یزید سے کہا کہ اس کو طلاق دیدو پس اس نے ایسا ہی کیا یعنی طلاق دیدی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی بیوی ام رکانہ اور بھائیوں سے رجوع کرلے، اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اسکو تین طلاقیں دی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے تو رجوع کرلے اور آپ ﷺ نے یہ آیت **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ** تلاوت فرمائی۔

Maktaba Tul Ishaat.com

③ حدیث کے مستدلین کی تعیین:۔ یہ حدیث ان لوگوں کا مستدل ہے جو طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں۔

**الشق الثانی** ......عن عائشة "ان زوج بريرة كان حرا حين اعتقت وانها خيرت فقالت: ما احب ان اكون معه، وان لى كذا و كذا. (ص۳۲۲۔ج۱۔رحمانیہ) ترجم الحديث ترجمة واضحة. متى تخير المملوكة خيار العتق؟ اذكر مذاهب العلماء وادلتهم. زوج بريرة كان حرا او عبدا عند عتقها؟ حقق الامر فى ضوء الروايات، وبين كيف التوفيق بين الروايات المختلفة فى هذا الصدد.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مملوکہ کے خیار عتق میں اختلاف مع الدلائل (۳) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت زوج کے غلام یا آزاد ہونے کی روایات میں تطبیق۔

**جواب** ...... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے زوج ان کی آزادی کے وقت آزاد تھے اور ان کو خیار دیا گیا تھا اور انہوں نے عرض کیا کہ مجھے مغیث کے ساتھ رہنا منظور نہیں، اگر چہ مجھے اتنا اتنا مال ملے۔

② مملوکہ کے خیار عتق میں اختلاف مع الدلائل:۔ عندالاحناف باندی جب آزاد ہو تو اس کو خیار عتق ملے گا خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام۔ عندالجمہور باندی جب آزاد ہو تو خاوند کی حالت کا اعتبار ہوگا یعنی اگر خاوند آزاد ہے تو خیار عتق نہ ملے گا اور اگر خاوند غلام ہے تو خیار عتق ملے گا۔ محل اختلاف یہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوئیں تو ان کے خاوند آزاد تھے یا غلام۔

عندالجمہور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت ان کے خاوند حضرت مغیث رضی اللہ عنہ غلام تھے اور احناف کے نزدیک ان کے خاوند حضرت مغیث رضی اللہ عنہ آزاد تھے۔ احناف کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں ہے ان زوجها كان حرًا۔

جمہور کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں ہے ان زوجها كان عبدًا، نیز واقعہ ایک ہی ہے اور روایات میں یہ بھی ہے کہ لو كان حرًا لم يخيرها۔

جواب: جن روایات میں ان زوجها كان عبدًا ہے وہ ماضی کے اعتبار سے ہیں، اور وہ روایات جن میں لو كان حرًا لم يخيرها ہے یہ حضرت عروہ کا مقولہ ہے جیسا کہ نسائی شریف میں اس کی تصریح بھی موجود ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقولہ نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت جو اسود نقل کرتے ہیں جس میں ان زوجها كان حرا حين اعتقت ہے اس کو اس وجہ سے ترجیح حاصل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاحب واقعہ ہیں اور وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے حالات کو دوسرے حضرات سے زیادہ جانتی ہیں، پس ان کی اس روایت کو ترجیح ہوگی جس میں نہ تو شک کے الفاظ ہیں اور نہ ہی راوی کی روایت میں تضاد ہے۔

نیز اسود عن عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت تسلیم کرنے کی صورت میں دونوں قسم کی روایات میں تطبیق اور ان میں جمع کرنا ممکن ہے۔

(درس ترمذی ج۳ ص۵۰، کشف الباری کتاب الطلاق ص۴۸۰، المسائل والدلائل ص۵۲۸، الدر المنضود ج۴ ص۳۲)

③ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت زوج کے غلام یا آزاد ہونے کی روایات میں تطبیق:۔ کما مرّ آنفا۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

**الشق الاوّل** ......أخبرني كريب أن أم الفضل ابنة الحارث بعثته إلى معاوية بالشام قال: فقدمت الشام فقضيت حاجتها فاستهل رمضان وأنا بالشام فرأينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر

سألني ابن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال؟ قلت رأيته ليلة الجمعة قال أنت رأيته؟ قلت: نعم، ورآه الناس وصاموا وصام معاوية. قال: لكنا رأيناه ليلة السبت، فلا نزال نصومه حتى نكمل الثلاثين أو نراه فقلت: أفلا تكتفى برؤية معاوية وصيامه؟ قال: لا، هكذا أمرنا رسول الله ﷺ (ص۳۲۹-ج۱-رحمانیہ)

ترجم الحديث المبارك بإيضاح، انكر أقوال العلماء وأدلتهم على اختلاف المطالع هل يعتبر به أم لا.

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) اختلاف مطالع کے معتبر ہونے میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ خبر دی مجھ کو کریب نے کہ ام فضل بنت حارث نے مجھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا۔ کریب کہتے ہیں کہ میں شام گیا اور ان کا کام پورا کیا، اسی اثناء میں رمضان آ گیا۔ پس ہم نے جمعہ کی شب چاند دیکھا، پھر میں رمضان کے آخر میں مدینہ واپس آیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے چاند کا ذکر کیا اور پوچھا کہ تم نے کب چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا جمعہ کی شب کو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم نے خود دیکھا تھا؟ میں نے کہا: لوگوں نے دیکھا اور روزہ رکھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے تو ہفتے کی رات چاند دیکھا تھا لہٰذا ہم تیس روزے رکھیں گے یا یہ کہ عید الفطر کا چاند نظر آ جائے۔ حضرت کریب کہتے ہیں کہ: میں نے کہا کیا آپ کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھنا اور روزہ رکھنا کافی نہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا! نہیں، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح حکم دیا ہے۔

❷ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے میں اختلاف مع الدلائل:۔ حدیث باب سے ائمہ ثلاثہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اختلاف مطالع شرعاً معتبر ہے لہٰذا ایک مطلع کی رؤیت دوسرے مطلع کے لئے کافی نہیں بلکہ ہر شہر کے لوگ اپنی رؤیت کا الگ اعتبار کریں گے لیکن حنفیہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں لہٰذا اگر کسی ایک شہر میں چاند نظر آ جائے تو دوسرے شہر کے لوگ اسکے مطابق رمضان یا عید کر سکتے ہیں خواہ انہیں چاند نظر نہ آئے بشرطیکہ اس شہر میں رؤیتِ ہلال کا ثبوت شرعی طریقہ سے ہو جائے یعنی شہادت سے یا شہادت علی الشہادت سے۔ یا شہادت علی القضاء سے یا استفاضہ خبر سے۔

البتہ متاخرین حنفیہ میں سے حافظ زیلعی نے کنز کی شرح میں لکھا ہے کہ بلادِ بعیدہ میں اختلاف مطالع ہمارے نزدیک بھی معتبر ہے لہٰذا بلادِ بعیدہ کی رؤیت کافی نہیں۔ متاخرین نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے۔

لیکن بلادِ قریبہ اور بعیدہ کی تفریق کا کیا معیار ہوگا؟ اس کی وضاحت کتب فقہ میں نہیں ہے، البتہ علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے فتح الملہم میں اس کا یہ معیار تجویز فرمایا ہے کہ جو بلاد اتنی دور ہوں کہ ان کے اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے سے دو دن کا فرق پڑ جائے وہاں اختلاف مطالع معتبر ہوگا (یعنی ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لئے کافی نہ ہوگی) کیونکہ ایسے بلادِ بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو مہینہ یا اٹھائیس دن کا یا اکتیس دن کا ہو سکتا ہے جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیثِ باب چونکہ ائمہ ثلاثہؒ کے مسلک کے عین مطابق اور ان کا مستدل ہے اس لئے حنفیہ کی طرف سے اس کی متعدد توجیہات کی جاتی ہیں: ایک یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فیصلہ اس بات پر مبنی تھا کہ انہوں نے شام کو مدینہ طیبہ کے مقابلہ میں بلادِ بعیدہ میں سے شمار کیا اور بلاد کا قرب وبُعد ایک اجتہادی چیز ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ان کی رؤیت مدینہ طیبہ کے لئے کافی ہوسکتی تھی لیکن چونکہ خبر دینے والے صرف حضرت کریب تھے اور نصاب شہادت موجود نہ تھا اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے قبول نہ کیا۔

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ مسئلہ رمضان کی رؤیت کا تھا جس میں شہادت شرط نہیں ہوتی لہٰذا اگر اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت کریبؒ کے بیان کا اعتبار کرتے ہوئے شام کی رؤیت کا اعتبار کرنا چاہیے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اگرچہ رمضان کے چاند کا معاملہ تھا لیکن چونکہ یہ گفتگو مہینے کے آخر میں ہو رہی تھی اسلئے اس سے عید کا مسئلہ متعلق ہوگیا تھا اور اس میں ایک شخص کی خبر یا شہادت کافی نہ تھی اور یہاں چاند کی خبر دینے والے صرف حضرت کریب تھے۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ ابتداءِ رمضان میں تو ثبوت "شھر" کے لئے ایک شخص کی خبر کافی سمجھی گئی ہے۔ البتہ انتہاءِ رمضان میں اگر کوئی شخص ہلال رمضان کی رؤیت کے بارے میں شہادت دے تو اس کی دو جہتیں ہیں ایک یہ کہ چونکہ ماہِ رمضان ہی کی شہادت ہے اس لئے ایک آدمی کی خبر کافی ہونی چاہیے اور دوسری یہ کہ اب اس رؤیت سے عید کا مسئلہ متعلق ہوگیا ہے اس لئے رمضان کے لئے بھی عید کا نصاب شہادت ضروری ہونا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غالباً اسی دوسری جہت کو درست سمجھا چنانچہ حضرت کریبؒ کے بیان پر فیصلہ نہ فرمایا۔

بہرحال بلادِ بعیدہ میں متاخرین حنفیہ کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کے مطابق ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے۔ (درس ترمذی ج۲ ص۵۴۰)

**الشق الثانی**......عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال: جاء هلال احد بني متعان الى رسول الله ﷺ بعشور نحل له وكان سأله ان يحمى واديا يقال له سلبة، فحمى له رسول الله ذلك الوادى فلما ولى عمر بن الخطاب كتب سفيان بن وهب الى عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ يسأله عن ذلك، فكتب عمر: إن ادى اليك ماكان يؤدى الى رسول الله ﷺ من عشور نحله فاحم له سلبة وإلا فانما هو ذباب غيث يأكله من يشاء.

ترجم الحديث بتمامه. اكتب مذاهب العلماء فى زكوة العسل و أدلتهم. حقق اسناد عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده مفصلا صحة وضعفا. (ص۲۲۳-تقنیہ)

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) شہد کی زکوٰۃ میں علماء کے مذاہب (۳) عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده کی سند کی بحث۔

**جواب**...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ عمرو بن شعیب الخ کی سند سے مروی ہے کہ بنی متعان میں سے ہلال نامی ایک شخص اپنے شہد کا دسواں حصہ لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ آپ ﷺ سے سلبہ نامی وادی کا ٹھیکہ لینا چاہتا تھا (میرے علاوہ اس میں مداخلت نہ کرے) پس آپ ﷺ نے اُسے وہ ٹھیکہ دے دیا پس جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو سفیان بن وہب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا اور اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُسے لکھا کہ اگر یہ شخص تمہیں وہی عشر ادا کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتا تھا اپنے شہد کے عشر میں سے تو وادیٔ سلبہ کا ٹھیکہ اُسی کو دے دو ورنہ پس وہ جنگل کی مکھیاں ہیں اُن کا شہد جو چاہے استعمال کر سکتا ہے۔

❷ شہد کی زکوٰۃ میں علماء کے مذاہب:۔ امام ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک شہد میں عشر لازم ہے

امام صاحبؒ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ وہ شہد عشری زمین سے لیا گیا ہو۔ شافعیہؒ و مالکیہؒ کے نزدیک شہد میں عشر لازم نہیں ہے۔

حدیث الباب حنفیہ و جمہور کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے دس مشک شہد میں ایک مشک عشر لازم کیا ہے۔

شافعیہؒ و مالکیہؒ نے حدیث الباب کو صدقہ بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف و نا قابل استدلال قرار دیا ہے۔

حنفیہؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اولاً صدقہ بن عبداللہ مختلف فیہ راوی ہے، بہت سے حضرات نے اس کی توثیق بھی کی ہے، ثانیاً اس حدیث کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت حسن کے درجہ میں آجاتی ہے۔

① عن ابی سیارة قال قلت یارسول الله ان لی نحلا قال اد العشر. (ابن ماجہ)

② عن عمرو بن العاص عن النبی ﷺ انه اخذ من العسل العشر. (ابن ماجہ)

③ عن ابی هریرة...... کتب رسول الله ﷺ الی اهل الیمن ان یؤخذ من اهل العسل العشور (مصنف عبدالرزاق)

ان تمام روایات کی اسناد اگرچہ کلام سے خالی نہیں ہیں مگر ان کی کثرت اس پر دال ہے کہ شہد پر عشر لینا بلا دلیل نہیں ہے۔

نیز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ و عمر بن عبدالعزیزؒ شہد پر عشر وصول کیا کرتے تھے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۴۴۳)

شافعیہؒ و مالکیہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شہد جانور (مکھیوں) سے حاصل ہوتا ہے، لہٰذا یہ ریشم کی مثل ہے کیونکہ ریشم بھی جانور (کیڑوں) سے پیدا ہوتا ہے اور ریشم میں بالاتفاق عشر واجب نہیں ہے، لہٰذا شہد میں بھی عشر لازم نہیں ہے۔

جمہور کی طرف سے اس عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ پھل و پھولوں میں عشر لازم ہے اور جو چیز ان سے پیدا ہو گی اس پر بھی عشر لازم ہو گا، اور ریشم میں اس لیے عشر لازم نہیں ہے کہ ریشم کے کیڑے شہتوت کی پتیاں کھاتے ہیں اور پتوں پر عشر واجب نہیں ہے، پس اس سے پیدا شدہ ریشم پر بھی عشر لازم نہیں ہوگا، لہٰذا ریشم پر شہد کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

شافعیہ و مالکیہ کے پاس صرف ایک عقلی دلیل ہے، کوئی نقلی دلیل نہیں ہے اور اس عقلی دلیل کا جواب بھی گزر چکا ہے جبکہ جمہور و حنفیہ کا مذہب احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مبرہن و مزین ہونے کی وجہ سے راجح ہے۔

④ **عمرو بن شعیب الخ کی سند کی بحث:۔** عمرو بن شعیب کی جو روایت عن ابیه عن جده کے طریق سے مروی ہے اس پر طویل کلام ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محدثین کی ایک جماعت ایسی سند سے مروی روایت کو قابل استدلال نہیں سمجھتی ان حضرات محدثین کا کہنا ہے کہ شعیب کا سماع اپنے دادا حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے چنانچہ امام دارقطنیؒ اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں وقد روی عبیدالله بن عمر العمری وهو من الائمة العدول عن عمرو بن شعیب عن ابیه قال کنت جالسا عندعبدالله بن عمروبن العاص فجاء رجل فاستفتاه فی مسئلة فقال یا شعیب امض معه الی ابن عباس فقد صح بهذا سماع شعیب من جده عبدالله وقد اثبت سماعه منه احمد بن حنبل وغیره نیز مستدرک حاکم کی ایک روایت سے بھی شعیب کا سماع عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے عن عمرو بن شعیب عن ابیه أن رجلا اتی عبدالله بن عمرو ویساله عن محرم الخ، امام حاکم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں هذاحدیث ثقات رواته حفاظ وهو کالاخذبالید فی صحة سماع شعیب بن محمد عن جده عبدالله بن عمرو۔ یہی وجہ ہے کہ عمرو بن شعیب الخ کی سند سے مروی روایات کو اکثر محدثین نے صحیح

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

اور قابل استدلال قرار دیا ہے چنانچہ حافظ بدائع مصری اپنی سند سے امام بخاری کے بارے میں نقل کرتے ہیں انہ سئل أیحتج به؟ فقال رایت احمد بن حنبل وعلی بن المدینی والحمیدی واسحاق بن راهویه یحتجون بعمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ماترکه احدمن المسلمین، اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا من الناس بعدهم، نیز حسن ابن سفیان اسحاق بن راہویہ سے نقل کرتے ہیں قال عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده کایوب عن نافع عن ابن عمر (وهذاالتشبیه فی نهایة الجلالة من مثل اسحاق رحمه الله) بہرحال جمہور محدثین کے نزدیک انکی تمام روایات صحیح اور مقبول ہیں اگرچہ بعض حضرات نے ان کی روایات کو وجادۃ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ شعیب کا سماع اپنے دادا عبداللہ سے ثابت نہیں ہے ان کے پاس اپنے دادا کا صحیفہ صادقہ موجود تھا اور وہ اس سے روایات بیان کرتے تھے بہرحال جو بھی صورت ہو یہ روایات مقبول ہیں چنانچہ صحیفہ صادقہ کی روایات بھی بیشتر کتب احادیث میں مروی ہیں۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۶۱)

# ﴿الورقة السادسة : ابوداؤد﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۷ھ

**الشق الاوّل**......عن اسحاق بن عبدالله بن الحارث عن ابیه (وکان الحارث خلیفة عثمان علی الطائف) فصنع لعثمان طعاما فیه من الحجل والیعاقیب ولحم الوحش قال: فبعث الی علی بن ابی طالب فجاء ه الرسول وهو یخبط لاباعر له فجاء ه وهو ینفض الخبط عن یده فقالوا له : کل فقال اطعموه قوما حلاله فانا حرم فقال علی انشد الله من کان ههنا من اشجع اتعلمون ان رسول الله ﷺ اهدی الیه رجل حمار وحشی وهو محرم فابی ان یاکله؟قالو: نعم. (ص ۲۶۹ ـ ج ۱ ـ رحمانیہ)

اشرح لغویا الکلمات التالیة اباعر، الخبط، الحجل، الیعاقیب. ترجم الحدیث الشریف ترجمة واضحة. ماهو حکم لحم الصید فی الحرم؟ اذکر مذاهب العلماء وادلتهم.

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) اباعر، خبط، حجل، یعاقیب کا لغوی معنی (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانے میں اختلاف مع الدلائل۔

**جواب**...... ❶ اباعر، خبط، حجل، یعاقیب کا لغوی معنی:۔ "اَبَاعِرُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد بَعِیْرٌ ہے بمعنی اونٹ۔ "خَبَطٌ" بمعنی درخت کے پتے جو ڈنڈے مار کر گرائے جائیں۔ "حُجَلٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد حَجَلَةٌ ہے بمعنی چکور۔ "یَعَاقِیْبُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد یعقوب ہے بمعنی نر چکور۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن حارث نے جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقام طائف میں خلیفہ تھے، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے چکور، چڑیوں اور گورخر کے گوشت سے کھانا تیار کیا۔ انہوں نے وہ کھانا علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا تو وہ اس وقت اپنے اونٹوں کے لئے چارہ تیار کر رہے تھے اور وہ اپنے ہاتھ سے چارہ جھاڑ رہے تھے۔ جس وقت وہ شخص پہنچا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ کھانا تناول فرمالیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم وہ کھانا ان لوگوں کو کھلا دو جو کہ حالت احرام میں نہ ہوں، ہم نے تو احرام باندھ رکھا ہے۔ اس وجہ سے (میں وہ کھانا نہیں کھا سکتا) اور میں ان لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو کہ (قبیلہ) اشجع کے ہیں کیا تم

Scanned with CamScanner

کیا اس بات سے واقف نہیں کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے گورخر بھیجا، آپ ﷺ نے اس کو کھانے سے انکار کیا اور اس وقت آپ ﷺ احرام باندھے ہوئے تھے؟ لوگوں نے جواب دیا، جی ہاں۔

❸ محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے میں اختلاف مع الدلائل:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۵ھ

**الشق الثانی** ...... عن سلمة بن الاكوع قال لما نزلت هذه الآية وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين كان من اراد منا ان يفطر يفتدى فعل حتى نزلت الآية بعدها فنسختها. (ص ۳۲۷۔ ج ۱۔ رحمانیہ)

ترجم الحديث اوّلاً ثم بين اسم ابي سلمة وجده ثانيا، اذكر القرائتين لقوله تعالى وعلى الذين يطيقونه فدية و تفسيرهما، هل هذه الآية منسوخة او محكمة.

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے والد اور دادا کا نام (۳) وعلى الذين يطيقونه فدية الخ کی دو قراءتیں اور تفسیر (۴) آیت فدیہ کے منسوخ یا محکم ہونے کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين نازل ہوئی تو ہم میں سے جو شخص روزہ افطار کرنا (چھوڑنا) چاہتا وہ فدیہ دے کر روزہ افطار کر لیتا حتی کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی تو اس نے اسے منسوخ کر دیا۔

❷ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے والد اور دادا کا نام:۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا پورا نام سلمہ بن عمرو بن اکوع اسلمی مدنی ہے، ان کے والد کے نام میں عمرو کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں جبکہ دادا اکوع کا نام سنان بن عبداللہ بن قشیر ہے۔ (کشف الباری ج ۴ ص ۱۸۳)

❸ وعلى الذين يطيقونه فدية الخ کی دو قراءتیں اور تفسیر:۔ مذکورہ آیت کریمہ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين میں مختلف قرآتیں ہیں۔

(الف) ...... سب سے مشہور اور جمہور کے نزدیک یہی قرآت ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں مگر روزہ نہ رکھتے ان کے ذمہ فدیہ کی ادائیگی واجب ہے، چونکہ یہ مذہب کسی کا بھی نہیں اس لئے اس قرآت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

① عند الجمہور یہ آیت منسوخ ہے اور اس کیلئے ناسخ آیت کریمہ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ہے ② يطيقونه کا لفظ باب افعال سے ہے اور اس میں سلب ماخذ والی خاصیت پائی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ان کی طاقت سلب ہوگئی ہے وہ لوگ فدیہ ادا کریں لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں ہے ③ يطيقونه سے پہلے لا نافیہ محذوف ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہی قرآت وعلى الذين لا يطيقونه مروی ہے، اس پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

(ب) ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک آیت کریمہ وعلى الذين يطوّقونه (جمع مذکر غائب مضارع مجہول باب تفعیل) ہے مطلب یہ کہ جو لوگ روزہ کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہو جائیں ان پر فدیہ ہے، اس صورت میں بھی یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

❹ آیت فدیہ کے منسوخ یا محکم ہونے کی وضاحت:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ آیت محکم ہے جبکہ جمہور کے نزدیک یہ آیت ما بعد والی آیت کی وجہ سے منسوخ ہے کمامرّ آنفا۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ابو بلال

# ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

**الشق الاول**...... باب فی الجعائل فی الغزو: عن ابی ایوب انه سمع رسول الله ﷺ یقول: ستفتح علیکم الامصار وستکون جنود یقطع علیکم فیها بعوثا فیکره الرجل منکم البعث فیها فیتخلص من قومه ثم یتصفح القبائل یعرض نفسه علیهم یقول: من اکفیه بعث کذا الا وذلك الاجیر الی آخر قطرة من دمه۔

ترجم الحدیث وبین اسم ابی ایوب۔ حقق کلمة الجعائل حق تحقیق۔ اکتب اختلاف الفقهاء فی الجعائل فی الجهاد۔ (ص ۵۰، جلد ثانی)

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نام کی وضاحت (۳) جعائل کی لغوی تحقیق (۴) جعائل فی الجہاد میں فقہاء کا اختلاف۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ: یہ باب اجرت پر جہاد کرنے کے بیان میں ہے: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب تم پر بڑے بڑے شہر فتح کیے جائیں گے اور تمہارے لشکر اکٹھے کیے جائیں گے، ان لشکروں میں سے تم پر فوجیں مقرر کی جائیں گی (یعنی ہر قبیلہ سے لشکر کا ایک حصہ فوج کے لیے مقرر کیا جائے گا) پس ایک آدمی تم میں سے بلا اجرت لشکر کے ساتھ جانے کو ناگوار سمجھے گا پس وہ شخص اپنے قبیلہ میں سے بھاگ پڑے گا، وہ قبیلوں کو تلاش کرے گا اور اپنے نفس کو پیش کرتے ہوئے ان پر پیش کرے گا کہ کون شخص ہے کہ میں اسے اجرت کے بدلے میں کفایت کروں؟ (یعنی مجھے لشکر کی خدمت کے لیے اجرت پر کون رکھے گا)۔ آگاہ رہو یہ شخص خون کے آخری قطرہ تک مزدور ہے۔

❷ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نام کی وضاحت: آپ کا نام خالد بن زید بن کلیب انصاری ہے۔

❸ جعائل کی لغوی تحقیق: یہ جعیلۃ کی جمع ہے۔ جو کچھ اپنی طرف سے کسی مزدور کو دیا جائے اس کی اجرت کو جعیلۃ کہتے ہیں۔

❹ جعائل فی الجہاد میں فقہاء کا اختلاف: امام مالکؒ جہاد کی مزدوری یا عوض سے کی مزدوری کو مکروہ کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ بھی مزدوروں سے جہاد کروانے کو مکروہ کہتے ہیں مگر یہ کہ مسلمان کمزور ہوں اور بیت المال میں بھی کوئی چیز نہ ہو تو اس وقت مجاہد کو مزدوری دے کر جہاد کرانا جائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بادشاہ سے تنخواہ لینا جائز ہے، غیر بادشاہ سے مزدوری لینا جائز نہیں۔ وجہ کراہت یہ ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے اور فرض کی ادائیگی پر اجرت لینا صحیح نہیں۔

**الشق الثانی**...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَعَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ (۲۔جلد ثانیہ)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور بتائیں کہ یہ دعا کس وقت پڑھی جائیگی؟ خبث وخبائث کی تفسیر کے ساتھ سند کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) دعا پڑھنے کا وقت (۴) خبث وخبائث کی تفسیر (۵) سند کی تشریح۔

Scanned with CamScanner

**جواب** ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ الفاظ کہتے تھے حماد کہتے ہیں اللھم انی اعوذبک اور عبدالوارث کہتے ہیں اعوذ باللہ من الخبث والخبائث کہتے تھے۔

③ دعا پڑھنے کا وقت:۔ جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ ہو تو بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے گی۔

④ خبث وخبائث کی تفسیر:۔ "خبائث" کے بارے میں اتفاق ہے کہ یہ خبیثہ کی جمع ہے اور اس سے مراد مونث شیاطین ہیں البتہ "خبث" کے بارے میں اختلاف ہے علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ اصلاح خطاء المحدثین میں فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث لفظ "خبث" کو بسکون الباء روایت کرتے ہیں اور علامہ ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس لفظ کو اسی طرح نقل کیا ہے حالانکہ درحقیقت یہ لفظ باء کے ضمہ کے ساتھ ہے جو کہ خبیث کی جمع ہے اور "خبث" بسکون الباء تو مصدر ہے بہرحال خبث اور خبائث سے شیاطین مراد ہیں خبث سے ذکور اور خبائث سے اناث، اور دخول بیت الخلاء کے وقت شیاطین سے استعاذہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ اور اس جیسے دوسرے گندگی کے مقامات شیاطین کے مراکز ہوتے ہیں اور قضاءِ حاجت کے وقت شیاطین انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کشف عورت کے وقت شیاطین انسانوں سے کھیلتے ہیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات اسی طرح واقع ہوئی کہ وہ قضاءِ حاجت کیلئے گئے پھر بعد میں وہیں مردہ پائے گئے اس وقت ایک پُراسرار آواز سنی گئی جیسے کوئی یہ شعر پڑھ رہا ہو۔

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادة رميناه بسهمين فلم نخط فؤاده

معلوم ہوا کہ یہ ایک جنّی کی آواز تھی جس نے حضرت سعد کو قتل کیا تھا۔ (درس ترمذی ج ۱ ص ۱۷۲)

⑤ سند کی تشریح:۔ حدیث کی سند میں مسدد کے دو استاذ ہیں حماد اور عبدالوارث، دونوں استادوں کے الفاظ حدیث میں فرق ہے حماد کہتے ہیں آپ ﷺ اللھم انی اعوذبک کے الفاظ کہتے تھے اور عبدالوارث کہتے ہیں آپ ﷺ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث کے الفاظ کہتے تھے۔

## السوال الثالث ۱۴۳۷ھ

**الشق الاوّل** ..... عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَايَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا هٰذَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِعَسِيْبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَقَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا۔ (۳۔حقانیہ)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اس حدیث سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کو تفصیل سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث سے مستنبط فوائد۔

**جواب** ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، پس یہ شخص اپنے پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا، اور یہ شخص چغل خوری کرتا تھا پھر آپ ﷺ نے تر ٹہنی منگوائی اور اسے دو حصوں میں پھاڑا پھر ایک ٹہنی کو اس قبر پر اور

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ایک ٹہنی کو اس (دوسری) قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ شاید ان ٹہنیوں کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

۳ حدیث سے مستنبط فوائد:۔ ۱ عذاب قبر حق ہے جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے ۲ حدیث میں ابوال معو [...] آیا ہے پس معلوم ہوا کہ بول مطلقاً ناپاک ہے خواہ ماکول اللحم کا ہو یا غیر ماکول اللحم کا ہو ۳ قبر کے سرہانے کوئی پودا، درخت یا شاخ گاڑ [...] مفید ہے۔ (علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تخفیف عذاب میں تر و تازہ شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نہ اس میں ایسی کوئی [...] صفت ہے جو خشک شاخ میں نہیں ہے بلکہ یہ آپ ﷺ کی دعا کا اثر تھا جو آپ نے اسکے تر و تازہ رہنے تک فرمائی ہوگی، علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاخ میں دفع عذاب کی خاصیت تھی مگر یہ خاصیت آپ ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے حاصل ہوئی تھی۔

نیز وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی بناء پر لوگوں نے قبر پر شاخ وغیرہ رکھ دینے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ بالکل ناپسندیدہ اور شریعت کی مرضی کے خلاف ہے کیونکہ بذاتہ شاخ میں تخفیفِ عذاب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ لہٰذا قبروں پر شاخیں گاڑنا اور پھولوں کی پتیاں وغیرہ پھینکنا امر منکر و بدعت ہے۔ (شرح نسائی ج۱ ص۶۵)

**الشق الثانی** ...... ولا یؤخذ فی الصدقة هَرِمَةٌ ولا ذات عَوَارٍ من الغنم ولا تَيْسُ الغنم الّا ان يشاء المصدق

حدیث کے اس جملہ کا مطلب لکھیں۔ زکوۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی لکھ کر زکوۃ الغنم کی وضاحت کریں۔ (۲۳۷۔ ثانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا مطلب (۲) زکوۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی (۳) زکوۃ الغنم کی وضاحت

**جواب** ...... ۱ حدیث کا مطلب:۔ حدیث کے اس جملہ کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کس قسم کا جانور زکوۃ میں لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ بالکل بوڑھا جانور اور عیب دار جانور زکوۃ میں وصول نہ کیا جائے اور عیب سے مراد یہ ہے کہ جس کی وجہ سے بیع میں خیار رد حاصل ہو جو کہ تجار کے نزدیک ثمن میں نقصان کا سبب ہو اور بعض نے کہا کہ وہ عیب مراد ہے جو قربانی کے جواز سے مانع ہو اسی طرح بکریوں کی زکوۃ میں نر جانور نہیں لیا جائے گا البتہ اگر بکریوں کا مالک خود نر جانور (بکرا) دینا چاہے تو وہ دے سکتا ہے زکوۃ وصول کرنے والے کو از خود نر جانور لینے کا حق نہیں ہے۔

۲ زکوۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی:۔ زکوۃ کا لغوی معنی بڑھنا، طہارت و پاکیزگی ہے۔ اصطلاحی طور پر متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں۔ ① مخصوص مال میں سے ایک مخصوص حصے کا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی مخصوص شخص کو مالک بنانا۔ ② مالِ نصاب میں سے شرائط کے پائے جانے کی صورت میں چالیسواں حصہ کسی مستحق کو دینا۔ (خیر التوضیح)

۳ زکوۃ الغنم کی وضاحت:۔ چالیس بکریوں میں ایک بکری ایک سو بیس تک، ایک سو اکیس میں دو بکریاں دو سو تک، دو سو ایک میں تین بکریاں تین سو ننانوے تک، چار سو میں چار بکریاں چار سو ننانوے تک، پانچ سو میں پانچ بکریاں پانچ سو ننانوے تک، اسی طرح اوپر ہر سو میں ایک بکری لازم ہے۔

## ﴿الورقة السادسة : ابوداؤد (ج۱)﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

**الشق الاوّل** ...... عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لا صرورة فی الاسلام.

Scanned with CamScanner

حدیث مذکور کا مطلب لکھیں۔ فضیلت نکاح کے متعلق تین احادیث لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا مطلب (۲) فضیلت نکاح کے متعلق تین احادیث۔

**جواب** ...... ① **حدیث کا مطلب:۔** اسلام میں رہبانیت (قطع تعلق) کی اجازت نہیں ہے یعنی لوگوں سے الگ ہو کر عبادت میں مصروف رہنے اور لوگوں سے میل ملاپ، نکاح و شادی چھوڑ دینے کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔

② **فضیلت نکاح کے متعلق تین احادیث:۔** ① سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح (چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں حیاء، خوشبو، مسواک اور نکاح)

② آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو اس لئے کہ میں اُمت کی زیادتی کے باعث دیگر امتوں سے سبقت لے جانا چاہتا ہوں۔

③ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رہبانیت (تنہائی) اختیار نہ کرو نیز فرمایا کہ جو نکاح کی ذمہ داریاں اٹھانے کی استطاعت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ نکاح کرے کیونکہ اس سے نگاہیں نیچی رہتی ہیں اور شرمگاہوں کی حفاظت ہوتی ہے۔

**الشق الثانی** ...... اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِىْ اُخْتِىْ؟ قَالَ فَاَفْعَلُ مَاذَا؟ قَالَتْ تَنْكِحُهَا. قَالَ اُخْتَكِ؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَوَ تُحِبِّيْنَ ذٰلِكِ؟ قَالَتْ لَسْتُ بِمُخْلِيَةٍ بِكَ وَاَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِىْ فِىْ خَيْرٍ اُخْتِىْ. قَالَ فَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِىْ. قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ اُخْبِرْتُ اَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ ـــــ الخ. (ص ۲۸۰۔ حقانیہ)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ آپ ﷺ نے اسکے متعلق لاتحلّ لی اور درہ بنت ابی سلمہ کے متعلق ما حلت لی کیوں فرمایا؟ وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) لاتحلّ لی اور ما حلت لی فرمانے کی وجہ۔

**جواب** ...... ① **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفًا

② **حدیث کا ترجمہ:۔** ام حبیبہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو میری بہن میں رغبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں کیا کروں؟ (تو مجھے کیا کہنا چاہتی ہے؟) ام حبیبہؓ نے عرض کیا کہ آپ اس سے نکاح کر لیں آپ ﷺ نے فرمایا تیری بہن سے؟ ام حبیبہؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں. آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو یہ پسند کرتی ہے؟ انہوں نے کہا میں اکیلی ہی آپ کے نکاح میں نہیں ہوں اور میں زیادہ پسند کرتی ہوں اپنی بہن کو ان لوگوں میں جو میرے ساتھ بھلائی میں شریک ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ میرے لئے حلال نہیں ہے. انہوں نے کہا قسم بخدا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ ﷺ نے درہ بنت ابی سلمہ کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے؟ ..........

③ **لاتحلّ لی اور ما حلت لی فرمانے کی وجہ:۔** بظاہر یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے متعلق مضارع کا صیغہ استعمال کیا کہ تیری بہن فی الحال میرے لئے حلال نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت تو میرے نکاح میں ہے لہٰذا تو مجھ سے پہلے یا تیری وفات یا طلاق کے بعد وہ میرے لئے حلال ہے جبکہ درہ بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے مستقل طور پر میرے لئے حرام ہے اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اسی لئے اس

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

کے متعلق ماضی کا صیغہ استعمال کیا۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

**الشق الاوّل** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكْذِبْ قَطُّ إِلَّا ثَلَاثًا اِثْنَتَيْنِ فِي ذَاتِ اللّٰهِ، قَوْلُهُ إِنِّي سَقِيمٌ وَقَوْلُهُ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا وَبَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ فِي أَرْضِ جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ إِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَأُتِيَ الْجَبَّارُ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُ نَزَلَ هٰهُنَا رَجُلٌ مَعَهُ امْرَأَةٌ هِيَ أَحْسَنُ النَّاسِ قَالَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ إِنَّهَا أُخْتِي ...... الخ. (۲۰۹ حقانیہ)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کذب کا اطلاق کیسے کیا گیا؟ جب کہ وہ نبی تھے؟ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے پھر وانہ لیس الیوم مسلم غیری وغیرک کا کیا مطلب ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ۔ اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کذب کے اطلاق کی وضاحت (۴) وانہ لیس الیوم مسلم غیری وغیرک کا مطلب۔

**جواب** ..... ❶ **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفًا

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ کے علاوہ کبھی جھوٹ نہیں بولا، دو مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول اِنِّي سَقِيمٌ اور بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ ہے، اور ایک مرتبہ وہ کسی ظالم بادشاہ کے ملک میں جارہے تھے جب آپ علیہ السلام ایک مقام پر پہنچے تو بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ یہاں پر ایک آدمی پہنچا ہے جسکی بیوی بہت خوبصورت ہے چنانچہ اس بادشاہ نے آپ کی طرف پیغام بھیجا (اور اپنے پاس طلب کرلیا) اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میری بہن ہے......

❸ **حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کذب کے اطلاق کی وضاحت:۔** اس حدیث میں جو کذب کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے کذب حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ یہاں توریہ کیا گیا ہے کیونکہ جھوٹ بولنا تو ہر جگہ حرام ہے اور جہاں جھوٹ بولنے کا جواز معلوم ہوتا ہے وہاں مراد توریہ ہے کہ کسی لفظ کے دو معنی ہوں ایک معنی قریب اور دوسرا معنی بعید، اور کلام میں متکلم معنی بعید مراد لے رہا ہو اور مخاطب معنی قریب مراد لے۔ چنانچہ یہاں بھی توریہ کیا گیا ہے۔

❹ **وانہ لیس الیوم مسلم غیری وغیرک کا مطلب:۔** سوال ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے کما قال اللہ تعالیٰ فاٰمن لہ لوط پھر وانہ لیس الیوم مسلم غیری وغیرک کیسے فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ علاقہ اور بستی ہے جہاں یہ قصہ پیش آیا تھا وہاں کوئی اور مسلمان نہ تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں اگرچہ حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے مگر وہ دوسرے علاقہ میں تھے (الدر المنضود ج ۴)

Scanned with CamScanner

# ﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

**الشق الاوّل** ...... اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ (پ۲، البقرۃ ۱۵۸، ۱۵۹)

آیات کا ترجمہ کیجیے، خط کشیدہ کلمات کا مطلب مصنف کی تفسیر کی روشنی میں لکھئے، آیات کا شانِ نزول تحریر کیجیے، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور متعین اشخاص پر لعنت بھیجنے کا حکم بیان کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② خط کشیدہ کلمات کا مطلب ③ آیات کا شانِ نزول ④ صفا و مروہ کے درمیان سعی کا حکم ⑤ متعین اشخاص پر لعنت بھیجنے کا حکم۔

**جواب** ① **آیات کا ترجمہ:** بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی یادگاروں میں سے ہیں، جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر ان دونوں پہاڑوں کا طواف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور جو شخص خوش دلی سے کرتا ہے کوئی خیر تو اللہ تعالیٰ قدر دانی کرنے والے خوب جاننے والے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ہمارے نازل کیے ہوئے واضح دلائل اور ہدایت کو باوجود یکہ ہم انہیں لوگوں کیلئے کتاب میں کھول کھول کر بیان کر چکے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے اور دیگر لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

② **کلمات مخطوطہ کا مطلب:** شَعَآئِرِ اللّٰهِ: یہاں مضاف محذوف ہے ای اعلام دین اللہ، یعنی صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کے دین کی علامات و نشانیوں میں سے ہیں۔ الْكِتٰبِ: یہاں کتاب سے مراد تورات ہے۔

حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ: یہاں پر تلبس مراد ہے، یعنی جو شخص حج و عمرہ کے ساتھ متلبس ہو، حج و عمرہ کا احرام باندھنے والا ہو۔

فَلَا جُنَاحَ: یہاں پر عدم جناح بمعنی عدم گناہ، اثم ہے یعنی سعی کی وجہ سے گناہ نہ ہوگا۔

خَيْرًا: یہ منصوب بنزع الخافض ہے ای فعل ما لم یجب علیہ من طواف و غیرہ۔

الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى: بینات و ہدیٰ سے مراد سابقہ کتب میں آپ ﷺ کے متعلق نازل شدہ بشارتیں اور آیات رجم وغیرہ ہیں۔

③ **آیات کا شانِ نزول:** دورِ جاہلیت میں اساف و نائلہ دو بت تھے، جن کے متعلق مشہور تھا کہ یہ دونوں مرد و عورت تھے، انہوں نے حرم میں گناہ کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا، پھر لوگوں نے عبرت کے لیے ان کو صفا و مروہ پر رکھ دیا تھا، کچھ عرصہ بعد بے خبری سے لوگوں نے ان کا طواف شروع کر دیا، اسلام لانے کے بعد لوگوں کو ان کے طواف میں تردد پیدا ہوا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا و مروہ کی سعی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (کمالین)

دوسری آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ، سعد بن معاذ اور خارجہ بن زیدؓ نے علماء یہود سے تورات کا کوئی مضمون دریافت کیا تو انہوں نے اس کو چھپالیا اور بتلانے سے صاف انکار کر دیا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

④ **سعی بین الصفا والمروۃ کا حکم:** کما مر فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۸ھ۔

⑤ **متعین اشخاص پر لعنت بھیجنے کا حکم:** جس کافر کے کفر کی حالت میں مرنے کا یقین نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور چونکہ متعین کسی کافر کے کفر پر مرنے کے یقینی علم کا ذریعہ نہیں ہے اس لیے کسی کافر کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے جن

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

کافروں کا نام لے کر لعنت کی ہے آپ ﷺ کو ان کے کفر پر مرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم ہو گیا تھا، البتہ عام کافروں و ظالموں پر بلا تعیین لعنت کرنا درست ہے۔ (معارف القرآن)

**الشق الثانی** ...... اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

آیات کا ترجمہ کیجیے، خط کشیدہ کلمات کی تفسیر بطرز مصنف کیجیے، آیات کا شان نزول لکھیے، **اُولوا الأمر** کون لوگ ہیں اور ان کی اطاعت کب واجب ہے؟ (پارہ۵۔ النساء:۵۸،۵۹)

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② خط کشیدہ کلمات کی تفسیر ③ آیات کا شان نزول ④ **اُولوا الأمر** کی مراد اور ان کی اطاعت کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تم کو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانتیں ان کے اہل کی طرف اور جب تم فیصلہ کرنے لگو تو (حکم دیتا ہے) فیصلہ کرو تم عدل و انصاف کے ساتھ۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو (حکم مانو) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی۔ پھر اگر نزاع کرو تم کسی چیز کے بارے میں تو لوٹاؤ تم اس کو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بات اچھی ہے اور انجام کے اعتبار سے بہت بہتر ہے۔

❷ **خط کشیدہ کلمات کی تفسیر:۔** **اَلْاَمٰنٰتِ:** یہاں امانت سے مراد وہ تمام حقوق ہیں جو کسی کے ذمہ ہوں خواہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو، یعنی فعلِ مامورات و ترک منکرات، خواہ اس کا تعلق انسان کے اپنے نفس سے ہو یعنی ہر عضو کے حق و امانت کی ادائیگی کرے، خواہ اس کا تعلق لوگوں کے حقوق یعنی عاریت و امانت وغیرہ کے ساتھ ہو۔

**نِعِمَّا:** یہ اصل میں "نعم" فعل مدح اور "ما" نکرہ موصوفہ ہے، بمعنی نعم شيئا، پھر میم کا میم میں ادغام کیا تو نِعِمَّا ہو گیا۔

**بہ:** ضمیر کا مرجع مذکورہ دونوں حکم (ادا امانت و عدل کے ساتھ فیصلہ) ہیں کہ ادا امانت و عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا اچھی بات ہے۔

**فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ:** اللہ کی طرف رجوع سے مراد کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے اور رسول ﷺ کی طرف رجوع سے مراد آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی طرف اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع ہے۔ یعنی عمومی حالات میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرو۔ **تَاْوِيْلًا:** یہ رجوع کرنا تاویل یعنی مآل و انجام کے اعتبار سے بہتر ہے۔

**خَيْرٌ:** یعنی باہم جھگڑا کرنے اور رائے زنی کرنے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے۔

❸ **آیات کا شان نزول:۔** پہلی آیت کا شان نزول شق ثانی سوال ثانی ۱۴۳۶ھ میں گزر چکا ہے اور دوسری آیت کے متعلق بخاری و مسلم اور اصحاب سنن نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے متعلق نازل ہوئی جن کو آپ ﷺ نے ایک دستہ کے ساتھ بھیجا تھا۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ بھیجا، اس لشکر میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تھے، فوجی لشکر چڑھائی کے ارادے سے روانہ ہو گیا، جب یہ لوگ اس جگہ پہنچے تو سب لوگ بھاگ چکے تھے صرف ایک آدمی باقی تھا، اس نے حضرت عمارؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کا اظہار کر دیا اور کلمہ پڑھ دیا، حضرت عمارؓ نے اسے پناہ دے دی، جب صبح کے وقت لشکر حملہ آور ہوا تو حضرت عمارؓ نے کہا کہ اسکو کچھ نہ کہو یہ مسلمان ہو چکا ہے

Scanned with CamScanner

...میں ہے۔ حضرت خالد وعمار رضی اللہ عنہما میں سخت کلامی ہوئی، واپسی پر معاملہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی پناہ کو قائم رکھا اور سردار کے خلاف ایسا کرنے سے منع فرمایا، اس موقع پر بھی دونوں میں سخت کلامی ہوئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

❺ اولوا الامر کی مراد اوران کی اطاعت کا حکم:۔ کما مر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

# ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

**الشق الاول** ...... وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پارہ ۱۸، النور ۲۲)

آیت کا ترجمہ اور شان نزول لکھیے، واقعۂ افک میں شریک اشخاص کے کیا نام ہیں؟ آیت میں اولوا الفضل و السعة کس کو کہا گیا ہے اور نزول آیت کے بعد ان کا کیا عمل تھا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ۔ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیت کا ترجمہ ② آیت کا شان نزول ③ واقعۂ افک میں شریک شخصوں کے نام ④ اولوا الفضل و السعة کی مراد اور نزول آیت کے بعد ان کا عمل۔

**جواب** ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ مال دار و دولت مند لوگ تم میں سے اس بات کا عہد نہ کریں کہ وہ قرابت دار و مساکین اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دیں گے، اور چاہیے کہ انہیں معاف کر دیں، اور ان سے درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے؟ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

❷ آیت کا شان نزول:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے تہمت لگائی تو چند مسلمان اپنی سادگی و بھولے پن کی وجہ سے ان میں شریک ہو گئے، ان مسلمانوں میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھی تھے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے، جن کی کفالت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے، جب براءت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غصے اور ناراضی کی وجہ سے حضرت مسطح کا وظیفہ بند کر دیا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس عمل سے منع کیا گیا ہے۔

❸ واقعہ میں شریک اشخاص کے نام:۔ یہ اصل سازش عبد اللہ بن ابی کی تھی مگر نا سمجھی و سادگی میں حضرت حسان، حضرت مسطح اور حضرت حمنہ رضی اللہ عنہم بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ (معارف القرآن)

❹ اولوا الفضل و السعة کی مراد اور نزول آیت کے بعد ان کا عمل:۔ یہ لفظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا گیا ہے جیسا کہ شان نزول میں مذکور ہے، چنانچہ آیت کے نزول کے بعد انہوں نے اپنی لغزش کی معافی چاہی اور بدستور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے رہے اور فرمایا کہ آئندہ کبھی ان کی مدد بند نہ ہوگی۔

**الشق الثانی** يٰأيها الذين آمنوا ليستأذنكم الذين ملكت ايمانكم من العبيد والاماء والذين لم يبلغوا الحلم منكم من الاحرار وعرفوا امر النساء ثلث مرات في ثلاثة اوقات من قبل صلاة الفجر وحين تضعون ثيابكم من الظهيرة ومن بعد صلاة العشاء ثلث عورات لكم بالرفع خبر مبتدأ مقدر بعده مضاف وقام المضاف اليه مقامه اى هى اوقات و بالنصب بتقدير اوقات منصوبًا بدلا من محل ما قبل قام المضاف اليه مقامه وهى لالقاء الثياب تبدو فيها العورات ليس عليكم ولا عليهم جناح بعدهن طوافون عليكم بعضكم على بعض كذلك يبين الله لكم الآيات والله عليم حكيم .(پ ۱۸، النور ۵۸)

مذکورہ عبارت کی تشریح کریں۔ مفسر کی تشریح کے مطابق ثلث کی ترکیب کریں۔ اوقات ثلاثہ میں استیذان کا حکم بیان کریں۔

Maktaba Tul Ishaat.com

﴿خلاصہ سوال﴾ اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) ثلٰث کی ترکیب کی وضاحت (۳) اوقات ثلاثہ میں استیذان کا حکم۔

**جواب** ❶ **عبارت کی تشریح:** اس آیت میں پردے کے احکام میں سے ایک حکم کا ذکر ہے کہ اے ایمان والو! تمہارے مملوک خواہ غلام ہوں یا باندیاں ہوں اور تمہارے قریب البلوغ لڑکے جو عورتوں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کے مسائل سے واقف ہیں ان تین اوقات میں سے کسی وقت میں گھر میں آنا چاہیں تو اجازت لے کر گھر میں داخل ہوں وہ تین اوقات یہ ہیں، نماز فجر سے پہلے، دوپہر جب تم اپنے کپڑوں کو اتار دیتے ہو اور نماز عشاء کے بعد۔ اسلئے کہ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے اوقات ہیں اور ان میں آنے سے بے پردگی و کشف ستر للغیر کا امکان ہے جو اسلامی معاشرے میں بھی مناسب نہیں ہے۔ (**ثلٰث** رفع کی حالت میں مبتدا محذوف کی خبر ہے اور اس مبتدا کے بعد مضاف بھی محذوف ہے اور یہ **ثلٰث** مضاف الیہ ای مضاف کے قائم مقام ہے، تقدیر عبارت **هی اوقات ثلاث** ہے۔ نصب کی حالت میں یہ مضاف محذوف اوقات کا مضاف الیہ ہے جو کہ ماقبل کے محل سے بدل واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور مضاف الیہ (ثلٰث) مضاف محذوف کے قائم مقام ہے، اب تقدیر عبارت **هی الاوقات الثلثة لالقاء الثیاب تبدو فیها العورات** ہے) ان تین اوقات کے علاوہ بقیہ اوقات میں ان مملوک و بچوں پر اجازت مانگنے کی کوئی پابندی نہیں ہے اور وہ ان بقیہ اوقات میں تم پر بکثرت آنے جانے والے ہیں خدمت و کام کاج وغیرہ کیلئے، اسلئے بقیہ اوقات میں اجازت کی پابندی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے امور و مسائل کو خوب جاننے والا ہے اور خوب حکمت و دانائی والا ہے، اسی لئے تمہارے معاملات و مسائل کے موافق حکمت و دانائی سے مزین احکامات تم پر جاری کرتا رہتا ہے۔

❷ **ثلٰث کی ترکیب کی وضاحت:** ابھی تشریح کے ضمن میں وضاحت ہو چکی ہے۔

❸ **اوقات ثلاثہ میں استیذان کا حکم:** بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس وقت لوگوں کے گھروں پر نہ پردے تھے اور نہ کواڑ، غلام بچے وغیرہ ایسے ہی گھر میں آجاتے تھے اور گھر والوں کو ایسی حالت میں دیکھ لیتے تھے، جس کی وجہ سے گھر والوں کو ناگواری ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت کا حکم نازل کیا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مالی وسعت دی اور انہوں نے دروازوں کے پردے بنالئے تو اب اجازت کی ضرورت نہیں رہی، گویا اس اعتبار سے علت وسبب کے ختم ہونے کی وجہ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ لوگوں نے اس کے موافق عمل کرنے میں سہولت سے کام لیا اور اس آیت کے حکم کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ طلب اجازت کے حکم کی علت یہ ہے کہ ان اوقات میں پردہ پوشی وغیرہ کا اہتمام نہیں رہتا، آیت ثلاث عورات اسی مفہوم کو ظاہر کر رہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب اس زمانہ میں اوقات ثلاثہ میں بھی ستر و پردہ پوشی کا رواج اور نظام قائم ہے تو پھر ان اوقات میں بھی اجازت طلبی کی ضرورت نہیں ہے (گویا مسئلہ معلول بالعلت ہے)۔ (مظہری ج ۸ ص ۲۷۰)

اس اوپر والی کلام سے ان تین اوقات کی تخصیص کا سبب بھی معلوم ہو گیا کہ ان تین اوقات میں عموماً پردہ پوشی کا اہتمام نہیں رہتا۔ لہٰذا اگر یہ علت دیگر اوقات میں پائی جائے تو وہاں بھی یہی اجازت طلب کرنے والا حکم ہوگا اور اگر یہ علت ان تین اوقات میں بھی نہ پائی جائے تو پھر ان اوقات میں بھی اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

**الشق الاوّل** ..... (ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا)..... وَكَانَتْ امْرَاَةُ نُوْحٍ..... تَقُوْلُ لِقَوْمِهٖ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ وَامْرَاَةُ لُوْطٍ..... تَدُلُّ عَلٰى اَضْيَافِهٖ اِذَا نَزَلُوْا بِهٖ لَيْلًا بِاِيْقَادِ النَّارِ وَ نَهَارًا بِالتَّدْخِيْنِ (فَلَمْ يُغْنِيَا) اَىْ نُوْحٌ وَ لُوْطٌ (عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ) مِنْ عَذَابِهٖ (شَيْئًا

يَلِيَا) لَهُمَا (ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ) ۔ (پارہ ۲۸۔ التحریم ۱۰)

عبارت کا ترجمہ کیجیے، امرأۃ نوح اور امرأۃ لوط کے نام اور ان کی خیانتوں کا ذکر کیجیے، امرأۃ فرعون کون تھیں؟ اور فرعون نے انہیں کس طرح اذیت پہنچائی؟ امرأۃ فرعون کی فضیلت بطرز مصنف تحریر کیجیے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② امرأۃ نوح ولوط کے نام اور ان کی خیانتیں ③ امرأۃ فرعون کا تعارف اور اذیت کی وضاحت ④ امرأۃ فرعون کی فضیلت۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ حضرت نوح ولوط علیہما السلام کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا، یہ دونوں عورتیں ہمارے ایسے دو بندوں کے نکاح میں تھیں جو نیک تھے پس انہوں نے انکے ساتھ خیانت کی) امرأۃ نوح اپنی قوم سے کہتی تھی کہ یہ مجنون ہے اور امرأۃ لوط اپنے مہمانوں کی اطلاع کرتی تھی جب وہ رات کے وقت آتے تو آگ جلانے کے ذریعہ اور جب وہ دن کو آتے تھے تو دھواں کرنے کے ذریعہ اطلاع کرتی تھی (تو یہ دونوں بندے) نوح ولوط علیہما السلام (اللہ تعالیٰ کے) عذاب کے (مقابلے میں) انکے کچھ کام نہ آئے اور ان عورتوں سے کہا گیا کہ دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

❷ امرأۃ نوح ولوط علیہما السلام کے نام اور ان کی خیانتیں:۔ امرأۃ نوح کا نام معارف القرآن میں واغلہ یا واعلہ، کمالین میں والہہ، تفسیر مظہری میں واہلہ ہے۔ اسکی خیانت یہ تھی کہ یہ لوگوں سے کہتی تھی کہ نوح دیوانہ ہے، اگر کوئی شخص حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آتا تو یہ اسکے متعلق قوم کو بتلا دیتی تھی۔ امرأۃ لوط کا نام معارف القرآن میں بحوالہ قرطبی والہہ، کمالین میں واعلہ اور مظہری میں واہلہ ہے۔ اسکی خیانت یہ تھی کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس کوئی مہمان آتا تو یہ دن کے وقت قوم کو آنے والے مہمان کی اطلاع کیلئے دھواں کر دیتی اور رات کو آنے والے مہمان کی اطلاع کیلئے آگ روشن کر دیتی۔ گویا اسکی خیانت قوم کو مہمان آنے کی اطلاع کرنا تھا۔

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ خیانت سے مراد ان کا کافر و منافق ہونا ہے، زانی و بدکار ہونا نہیں۔ کلبی نے کہا کہ خیانت سے مراد یہ کہ انہوں نے دل میں نفاق چھپا رکھا تھا اور بظاہر مؤمن تھیں۔ (مظہری)

❸ امرأۃ فرعون کا تعارف اور اذیت کی وضاحت:۔ امرأۃ فرعون کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا، اس نے ہی موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی وہ موسیٰ علیہ السلام کی مددگار تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آگئے اور ان کی سچائی پر حضرت آسیہ کو یقین آگیا تو وہ ایمان لے آئیں فرعون کو ان کے ایمان کی خبر ہوئی تو اس نے ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیں، یہاں تک کہ چومیخا کروا کر دھوپ میں ڈال دیا تاکہ حرکت نہ کر سکیں اور ان کی چھاتی پر بڑا پتھر رکھ دیا، جب سنتری وہاں سے واپس ہوتے تو فرشتے ان پر سایہ کر کے کھڑے ہو جاتے تھے، اسی دوران انہوں نے یہ دعا کی جو قبول ہوئی اور ان کی روح قبض کر لی گئی۔

❹ امرأۃ فرعون کی فضیلت:۔ مصنف کی تفسیر کے مطابق جب ان کو سزا دی جارہی تھی اور انہوں نے جنت میں گھر بنانے کی دعا کی تو مرنے سے پہلے ہی ان پر جنت منکشف ہوگئی جسے دیکھ کر انہیں سزا ہلکی معلوم ہونے لگی۔ ابن کیسان کے قول کے مطابق حضرت آسیہ زندہ اٹھائی گئیں اور وہ کھاتی پیتی ہیں۔ فرشتوں کا ان پر دھوپ میں سایہ کرنا اور تکلیف میں ان پر جنت کا منکشف ہونا باعث فضیلت ہے۔

**الشق الثانی** اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ (پارہ ۱۔ الفاتحہ)

ترجمہ کیجیے، خط کشیدہ کلمات کی بطرز مصنف تفسیر کیجیے، سورت فاتحہ کی کتنی آیات ہیں اور اس سے پہلے قولوا کیوں مقدر مانتے ہیں؟ یوم الدین کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① سورت کا ترجمہ ② خط کشیدہ کلمات کی تفسیر ③ سورت فاتحہ کی آیات کی تعداد ④ سورت سے پہلے قُولُوْا مقدر ماننے کی وجہ ⑤ یَوْمِ الدِّیْنِ کی تخصیص کی وجہ۔

**جواب** ...... ❶ سورت کا ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہ لوگوں کا راستہ۔

❷ خط کشیدہ کلمات کی تفسیر:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: یہ جملہ خبریہ ہے اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا ہے کہ وہ مخلوق کی تمام تعریفوں کا مالک ہے، یعنی مخلوق کی تمام تعریفات اسی کیلئے ہیں، یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا مستحق ہے کہ اسکی تعریف کرو۔

اَلْعٰلَمِیْنَ: وہ انسان، جن، فرشتے و جانور ساری مخلوقات کا مالک ہے، ان مخلوقات میں سے ہر ایک کو عالم کہتے ہیں، چنانچہ عالم الانس اور عالم الجن بولا جاتا ہے۔ اور غیر ذوی العقول پر ذوی العقول کو غلبہ دیتے ہوئے "یا و نون" کے ساتھ جمع لائی گئی ہے کیوں کہ جمع "عالم" "واو نون" اور "یا و نون" کے ساتھ صرف ذوی العقول کے لیے آتی ہے۔ اور جہان کو عالم اس لیے کہتے ہیں کہ عالم علامت سے ہے اور جہان اپنے بنانے اور پیدا کرنے والے کی پہچان کا ذریعہ و علامت ہے اس لیے جہان کو عالم کہتے ہیں۔

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ: ہم توحید کے ذریعے صرف آپ ہی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں اور اس عبادت وغیرہ پر آپ ہی کی مدد طلب کرتے اور چاہتے ہیں۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ: اس سے یہود اور تمام سرکش، نافرمان مراد ہیں۔

اَلضَّآلِّیْنَ: اس سے نصاریٰ اور تمام وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کے مرتبہ سے ناواقف و ناشکار ہیں۔

❸ آیات فاتحہ کی تعداد:۔ اس پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ سورۃ فاتحہ کی سات آیات ہیں مگر ساتویں آیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف دراصل بِسْمِ اللّٰهِ کے فاتحہ کا جزء ہونے میں ہے۔ اگر بِسْمِ اللّٰهِ فاتحہ کا جزء ہے تو صِرَاطَ الَّذِیْنَ سے آخر تک ایک آیت ہے یا بِسْمِ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ایک ہی آیت ہیں اور آخری آیت غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ...الخ ہے۔ دوسرا مشہور قول یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اور آخری آیت غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ...الخ ہے۔

❹ سورت سے پہلے قُوْلُوْا مقدر ماننے کی وجہ:۔ علامہ زمخشری اور امام راغب کے مطابق مصنف رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے پہلے قُوْلُوْا کو مقدر مانا جائے تاکہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کے مضمون سے تناسب رہے، گویا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ...الخ بھی بندے کا مقولہ ہے جیسا کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ بندے کا مقولہ ہے، اگر یہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہوتا تو اَلْحَمْدُ لِیْ ہونا چاہیے تھا۔ (کمالین)

❺ یوم الدین کی تخصیص کی وجہ:۔ قیامت و جزاء کے دن کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ظاہر طور پر اشیاء کا کوئی نہ کوئی مالک ہے مگر جزاء و بدلے کے دن کوئی بھی شخص کسی بھی چیز کی ملک کا دعویدار نہیں ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ؟ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

## ﴿الورقة الاولٰى فى التفسير﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ...... ثُمَّ اَفِیْضُوْا یا قریش مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ای من عرفة بان تقفوا بها معهم، وكانوا يقفون بالمزدلفة ترفعا عن الوقوف معهم وثم للترتيب فى الذكر وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ من ذنوبكم اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ للمؤمنين رَّحِیْمٌ بهم فَاِذَا قَضَیْتُمْ اديتم مَّنَاسِكَكُمْ عبادات حجكم بان رميتم جمرة العقبة و حلقتم و طفتم و استقررتم بمنى فَاذْكُرُوا اللّٰهَ بالتكبير و الثناء كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ كما كنتم تذكرونهم عند فراغ حجكم بالمفاخر اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا من ذكركم

بتمیز و نصب اشد على الحال من ذكر المنصوب باذكروا اذ لو تأخر عنه لكان صفة له فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا نصيبا فِي الدُّنْيَا فيؤتاه فيها وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ نصيب. (پارہ۲۔البقرۃ ۱۹۹،۲۰۰)

عبارت کا ترجمہ کیجیے،ان آیات میں کفار کو ان کے کس عمل سے روکا گیا ہے؟۔حج کے فرائض وواجبات ذکر کریں۔اشدّ ذکرًا کے منصوب ہونے کی وجہ بیان کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:① عبارت کا ترجمہ ② کفار کے ممنوعہ عمل کی وضاحت ③ حج کے فرائض وواجبات ④ اشدّ ذکرًا کے منصوب ہونے کی وجہ۔

**جواب**...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر واپس آؤ تم (اے قریش!) جہاں سے دیگر لوگ واپس آتے ہیں (یعنی عرفہ سے،بایں طور کہ تم لوگوں کے ساتھ ہی وقوف کرو،اور قریش دوسروں کے ساتھ وقوف کرنے سے خود کو اونچا سمجھتے ہوئے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور ثُمَّ ترتیب ذکری کیلئے ہے) اور تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو (اپنے گناہوں سے) بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے (مؤمنین کو) رحم کرنے والا ہے (ان پر) پس جب تم مکمل طور پر ادا کرلو اپنے اعمال کو (یعنی اپنے حج کی عبادات کو،بایں طور کہ جمرۂ عقبہ کی رمی اور حلق سے فارغ ہوجاؤ اور طواف کرکے منیٰ میں قیام پذیر ہوجاؤ) تو اللہ کو یاد کرو (تکبیر وثناء کے ذریعہ) جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو (جیسے تم حج سے فراغت کے وقت فخر کے ساتھ ان کا ذکر کرتے تھے) یا اس سے بھی بڑھ کر ذکر کرو (اپنے آباؤ اجداد کے ذکر سے بڑھ کر،اور اشدّ کا نصب ذکرا سے حال ہونے کی بناء پر ہے جو اذکروا کی وجہ سے منصوب ہے،اسلئے کہ اگر اس کو مؤخر کردیا جاتا تو یہ اس کیلئے صفت بن جاتا) پس بعض لوگ ایسے ہیں جو جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دے دیجئے (ہمارا حصہ) دنیا میں،چنانچہ وہ ان کو دے دیا جاتا ہے) اور اس شخص کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

❷ کفار کے ممنوعہ عمل کی وضاحت:۔ قریش نسلی ونسبی غرور کی وجہ سے اور تجارت وغیرہ کے انہماک کی وجہ سے حج کیلئے عرفات تک جانا بھی پسند نہ کرتے تھے بلکہ مزدلفہ میں ہی وقوف کرلیتے تھے،جبکہ دیگر لوگ عرفہ میں وقوف کرکے واپس آتے تھے تو اس آیت میں قریش کو مزدلفہ میں وقوف کرکے یہیں سے واپس لوٹنے سے منع کیا گیا ہے۔

❸ حج کے فرائض وواجبات:۔ حج کے تین فرائض ہیں ① احرام باندھنا ② وقوف عرفہ کرنا ③ طواف زیارت کرنا۔بعض نے نیت کو چوتھا فرض قرار دیا ہے۔ حج میں چھ واجبات ہیں ① وقوف مزدلفہ کرنا ② رمی جمرات کرنا ③ حلق یا قصر کروانا ④ طواف صدر کرنا ⑤ سعی کرنا ⑥ قربانی کرنا (قارن یا متمتع کیلئے)

❹ اشدّ ذکرًا کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ مصدر ذکرًا اذکروا فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اشدّ اس سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔باقی اشدّ مقدم اسلئے ہے کہ تاخیر کی صورت میں صفت ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے اور بلا فاصلہ لفظ ذکر کا تکرار ہوجاتا اور اس تقدیم کی وجہ سے فاصلہ بھی پیدا ہوگیا۔

**الشق الثانی**...... اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ وهي ما ورد عليها وعيد كالقتل والزنا و السرقة وعن ابن عباس هي الى السبعمائة قرب نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ الصغائر بالطاعات وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا بضم الميم و فتحها اى ادخالا او موضعا كَرِيْمًا هو الجنة وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ من جهة الدنيا او الدين لئلا يؤدى الى التحاسد و التباغض لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ ثواب مِّمَّا اكْتَسَبُوْا بسبب ما عملوا من الجهاد وغيره وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ من طاعة ازواجهن و حفظ فروجهن..... وَاسْئَلُوا بهمزة و دونها اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ما احتجتم اليه يعطيكم اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ومنه محل الفضل و سؤالكم ۔(پارہ۵۔نساء:۳۱،۳۲) عبارت کا ترجمہ کیجیے۔کبائر کی تعریف اور تعداد کے

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

بارے میں قول راجح ذکر کریں۔ نکفر عنکم سیئاتکم میں تکفیر سیئات سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔ دوسری آیت کا شان نزول بیان کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② کبائر کی تعریف اور تعداد میں قول راجح ③ تکفیر سیئات کی مراد ④ دوسری آیت کا شان نزول۔

**جواب** ... ① عبارت کا ترجمہ: اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن کی تم کو ممانعت کی جاری ہے (اور کبیرہ گناہ وہ ہے جس پر وعید وارد ہوئی ہو، جیسے قتل کرنا، زنا کرنا، چوری کرنا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کبائر کی تعداد سات سو تک ہے) ہم تم سے تمہارے گناہ دور کر دیں گے (صغیرہ گناہ طاعات کی وجہ سے معاف کر دیں گے) اور ہم تم کو عزت والی جگہ (جو کہ جنت ہے) میں داخل کریں گے (میم کے ضمہ وفتحہ کے ساتھ بمعنی ادخال مصدر یا موضع ادخال یعنی ظرف ہے) اور تم اس کی آرزو مت کرو جو فضیلت تم میں سے بعض کو بعض پر اللہ نے عطا فرمائی ہے (دینی یا دنیاوی لحاظ سے۔ تا کہ باہمی حسد وعداوت کا اندیشہ نہ ہو) مردوں کیلئے ان کے اعمال کا حصہ (ثواب) مقرر ہے (جہاد وغیرہ اعمال کے سبب سے) اور عورتوں کیلئے ان کے اعمال کا حصہ مقرر ہے (شوہروں کی اطاعت، شرمگاہوں کی حفاظت سے) ... اور اللہ سے درخواست کرو (احتیاج کے ساتھ اور عجز کے ساتھ) اپنے فضل کی (کہ تمہاری ضرورت وہی پوری کرتا ہے) بلاشبہ اللہ سب کچھ جانتا ہے (اور انہی میں سے مواضع فضل اور تمہاری درخواستیں بھی ہیں)

② کبائر کی تعریف اور تعداد میں قول راجح: گناہ کبیرہ کی تعیین اور تعداد میں مختلف روایات ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ کبائر کی تعداد نو ہے: ① شرک باللہ ② قتل نفس بغیر حق خواہ دوسرے نفس کا ہو یا اپنے نفس کا قتل ہو جس کو خودکشی کہتے ہیں ③ مومنہ آزاد عورت پر زنا کی تہمت لگانا ④ زنا کرنا ⑤ میدان جنگ میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا ⑥ کسی پر جادو کرنا ⑦ یتیم کا مال ناحق طریقہ سے کھانا ⑧ مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا ⑨ حدود حرم میں گناہ کرنا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے ان نو پر سود کھانے کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے [illegible] چوری کرنے اور شراب پینے کا اضافہ کیا ہے۔ بعض حضرات نے ان میں ① لواطت ② جھوٹی گواہی ③ جھوٹی قسم ④ [illegible] ⑤ غیبت ⑥ جوا [illegible] کو بھی شامل کیا ہے تو کل تعداد [illegible] ہو گئی۔ بعض نے کہا ہے کہ [illegible] گناہوں میں سے کسی ایک کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو کبیرہ ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ ہر وہ گناہ جس پر خصوصیت سے شارع کی طرف سے وعید وارد ہوئی ہو وہ کبیرہ ہے [illegible]۔ بعض حضرات نے کہا کہ ہر وہ معصیت جس پر [illegible] اصرار ہو وہ کبیرہ ہے اور جس سے استغفار [illegible] وہ صغیرہ ہے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ یہ دونوں اضافی امر ہیں ان کی بذاتہ کوئی تعریف نہیں بلکہ ہر گناہ اپنے ماتحت گناہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کبیرہ ہے اور ہر گناہ اپنے مافوق گناہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے صغیرہ ہے۔ (بیان القرآن ج۲ ص۱۱۲)

راجح قول کے مطابق آپ ﷺ نے مختلف مقامات پر مختلف گناہوں کا کبیرہ ہونا بیان کیا ہے اور حالات کی مناسبت سے ان کی تعداد بھی کم و زیادہ بیان کی ہے، اسلئے کبائر کی تعداد میں حصر نہیں ہے، بلکہ موقع ومقامات کے مناسب جتنا سمجھا گیا وہ بیان کر دیا گیا۔

③ تکفیر سیئات کی مراد: سیئات سے مراد صغیرہ گناہ ہیں یہ طاعات کی وجہ سے معاف ہوں گے بشرطیکہ کبائر سے بچے، اگر طاعات کا التزام نہیں ہے یا کبائر سے اجتناب نہیں ہے تو پھر صغائر بھی معاف نہ ہوں گے۔

④ دوسری آیت کا شان نزول: حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ مردوں کی بعض خصوصیات پر نظر کرتے ہوئے بطور اظہار تمنا عرض کیا کہ کاش! ہم بھی مرد ہوتے تو مردوں کی طرح ہم بھی میراث و دیگر احکام میں ان کے دوش بدوش ہوتے۔ یا کسی دوسری عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مرد کو دوہری میراث ملتی ہے اور عورت کو آدھی میراث ملتی ہے اور گواہی بھی مرد کے مقابلہ میں آدھی ہے، شاید آخرت میں حساب و اجر بھی آدھا ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ... مَنْ يَّشْفَعْ بين الناس شَفَاعَةً حَسَنَةً موافقة للشرع يَّكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ من الاجر مِّنْهَا بسببها وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً مخالفة له يَّكُنْ لَّهُ كِفْلٌ نصيب من الوزر مِّنْهَا بسببها وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا مقتدرا يجازی كل احد بما عمل وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ كأن قيل لكم سلام عليكم فَحَيُّوْا المحيى بِاَحْسَنَ مِنْهَا بأن تقولوا له عليك السلام و رحمة الله و بركاته اَوْ رُدُّوْهَا بأن تقولوا كما قال اى الواجب احدهما والاول افضل اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا محاسبا فيجازی عليه و منه رد السلام ، وخصّت السنة الكافر و المبتدع و الفاسق والمسلم على قاضی الحاجة و من فی الحمام والآكل. (پارہ ۵، سورہ نساء ۸۵، ۸۶) عبارت کا ترجمہ کیجیے۔ شفاعت حسنہ و سیئہ کی تشریح اور فضیلت ذکر کریں۔ سلام ورد سلام واجب ہے یا سنت ہے؟ واضح کریں۔ نیز وخصّت السنة الخ کی تفصیل بیان کیجیے۔

**﴿خلاصۂ سوال﴾** ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① عبارت کا ترجمہ ② شفاعت حسنہ و سیئہ کی تشریح اور فضیلت ③ سلام ورد سلام کا حکم ④ وخصّت السنة الخ کی تفصیل۔

**جواب** ... ① **عبارت کا ترجمہ:۔** جو شخص (لوگوں میں) اچھی شفاعت و سفارش کرے (جو شریعت کے موافق ہو) تو شفاعت کرنے والے کیلئے شفاعت (کے اجر) کا کچھ حصہ ہوگا اور جو بری شفاعت کرے (جو شریعت کے مخالف ہو) اس کیلئے بری سفارش (کے گناہ) کا ایک حصہ ہوگا (گناہ کی وجہ سے) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (ایسا قادر کہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا)۔ اور جب کبھی تمہیں دعا دی جائے (مثلاً تمہیں السلام علیکم کہا جائے) پس تم اس سے بہتر جواب دو (بایں طور کہ تم وعليك السلام و رحمة الله و بركاته کہو) یا اسی کو لوٹا دو (بایں طور کہ تم اسی طرح کہو جیسے اس نے کہا۔ یعنی ان دونوں میں سے ایک واجب ہے اور اول افضل ہے)، بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا (پس وہ اس کا بدلہ دے گا اور اسی میں سے سلام کا جواب بھی دینا ہے۔ اور سنت نے کافر، بدعتی، فاسق، قضاء حاجت میں مصروف مسلمان، حمام میں مشغول شخص اور کھانا کھانے والے شخص کو خاص کیا ہے یعنی جواب سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

② **شفاعت حسنہ و سیئہ کی تشریح اور فضیلت:۔** شفاعت حسنہ: جس کا طریقہ و مقصد دونوں شروع ہوں۔ شفاعت سیئہ: جس کا طریقہ اور مقصد میں سے کوئی ایک غیر مشروع ہو۔ (معالمین) شفاعت حسنہ: جس میں مسلمانوں کے حق کی رعایت ہو، مسلمان سے ضرر کو دفع کرے اور اس کے فائدہ کی تدبیر کرے اور یہ سب کوشش محض اللہ کے واسطے ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا لوگوں میں باہم صلح کرانا شفاعت حسنہ ہے۔ بعض نے کہا لوگوں کے درمیان اچھی بات کہنا شفاعت حسنہ ہے جس سے خیر اور ثواب کا حصول ہوتا ہے۔ شفاعت سیئہ: جس سے مسلمان اپنے حق سے محروم ہوتا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بری شفاعت چغلی کھاتے پھرنا ہے۔ بعض نے کہا غیبت کرنا اور لوگوں میں بری بات کہنا جس سے شر اور برائی پیدا ہوتی ہو بری شفاعت ہے۔

فضیلت: شفاعت کرنے والے کے لئے شفاعت کے ثواب کا کچھ حصہ ہوگا۔ مجاہد نے کہا اس سے باہمی سفارش مراد ہے سفارش کی سفارش اگر قبول نہ بھی کی جائے تب بھی سفارشی کو اس کی سفارش کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی خدمت میں جب کوئی شخص کچھ مانگنے یا کسی اور کام کے لئے حاضر ہوتا تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوکر فرماتے کہ تم سفارش کرو تمہیں ثواب ملے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو (الفاظ) چاہے گا جاری فرمادے گا۔ مسلمان کیلئے دعا کرنے کا شمار بھی شفاعت حسنہ میں ہے۔ حضرت ابودرداءؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی کیلئے اس کے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ ایسا ہی کردے اور تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ (مظہری)

③ **سلام ورد سلام کا حکم:۔** ابتداء بالسلام سنت ہے اور یہی افضل ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ منفرد کیلئے ابتداء بالسلام سنت

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

یعنی اور جماعت کیلئے ابتداء بالسلام سنت کفائی ہے۔ اور سلام کا جواب دینا منفرد کیلئے فرض عینی اور جماعت کیلئے فرض کفائی ہے (کمالین)
سلام کا جواب فرض کفایہ ہے اگر جماعت میں سے کسی ایک نے دے دیا تو کافی ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد منقول ہے کہ ایک جماعت گزرے اور ان میں سے ایک سلام کرے تو کافی ہے اسی طرح بیٹھی ہوئی جماعت میں سے بھی اگر ایک شخص جواب دے دے تو کافی ہے۔ (تفسیر مظہری)

❷ **وخصت السنة الخ** کی تفصیل۔ بدعتی، فاسق، قضاء حاجت میں معروف مسلمان، حمام میں مشغول شخص کو جواب سے مستثنیٰ قرار دیا ہے یعنی اگر یہ لوگ سلام کریں تو سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ شطرنج و چوسر کھیلنے والے، گویا، قضاء حاجت کرنے والے، کبوتر باز اور برہنہ شخص کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ کافر کے سلام کے جواب میں صرف و علیک کہنا چاہئے۔ (کمالین)

**الشق الثانی** وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ بدلا عن الكفار كَمَا اسْتَخْلَفَ بالبناء للفاعل و المفعول الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ من بنى اسرائيل بدلا عن الجبابرة وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وهو الاسلام بأن يظهره على جميع الاديان و يوسع فى البلاد فيملكوها وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ بالتخفيف و التشديد مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ من الكفار اَمْنًا و قد انجز الله وعده لهم بما ذكره و اثنى عليهم بقوله يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا هو مستانف فى حكم التعليل وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ الانعام منهم به فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ و اوّل من كفر به قتلة عثمانؓ فصاروا بعد ان كانوا اخوانا. (پارہ۱۸۔نور ۵۵) عبارت کا ترجمہ کیجئے۔ مذکورہ بالا وعدہ کب اور کیسے پورا ہوا؟۔ هو مستانف فى حكم التعديل.... واوّل من كفر به قتلة علمانؓ.....کی مختصر تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① عبارت کا ترجمہ ② وعدہ کا وقوع و کیفیت ③ هو مستانف فى حكم التعليل.....واوّل من كفر به قتلة علمانؓ.....کی تشریح۔

**جواب** ❶ عبارت کا ترجمہ۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اللہ نے ان کے متعلق وعدہ کرلیا ہے کہ زمین پر (کفار کے بجائے) ان کو خلیفہ ضرور بنائے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو (ظالموں کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کو) اس نے حکومت دی تھی اور جس دین کو اللہ نے ان کیلئے پسند کیا ہے اس کو ضرور ضرور قوت عطا کرے گا (اور وہ دین دین اسلام ہے، قوت کی صورت یہ ہوگی کہ اسے دیگر تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے گا اور اسے تمام ممالک میں پھیلا دے گا اور وہ ان تمام ممالک پر قابض ہوں گے) اور خوف کے بعد بجائے ان (کفار کے) خوف کے ان کو امن عنایت کرے گا (یہ لفظ تخفیف و تشدید کے ساتھ ہے۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنا یہ ذکر کردہ وعدہ پورا کردیا) وہ میری عبادت کریں گے، کسی چیز کو میرا شریک نہیں ٹھہرائیں گے (یہ جملہ مستانفہ ہے جو کہ ماقبل کی علت کے حکم میں ہے) اور اس (انعام و اکرام) کے بعد جو لوگ کفر کریں گے سو یہی لوگ فاسق ہیں (اس وعدہ کے باوجود سب سے پہلے اس کی خلاف ورزی کرنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ سے قتال کیا اور اسکے بعد برادر کشی کا سلسلہ شروع ہوا)۔

❷ وعدہ کا وقوع و کیفیت:۔ روافض کہتے ہیں کہ یہ وعدہ امام مہدی کے زمانہ میں پورا ہوگا، جو کہ بالکل غلط ہے۔
یہ وعدہ دور نبوی و خلفاء راشدین کے زمانہ میں پورا ہوا، چنانچہ مکہ، خیبر، بحرین، پورا جزیرۃ العرب اور یمن آپ ﷺ کے زمانہ میں ہی فتح ہوئے۔ ہجر کے مجوسیوں اور شام کے بعض اطراف سے آپ ﷺ نے جزیہ وصول کیا۔ شاہ روم ہرقل، شاہ مصر و اسکندریہ مقوقس، شاہان عمان و شاہ حبشہ نجاشی نے آپ ﷺ کو تحائف بھیجے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنوں کا خاتمہ ہوا، بلاد فارس و بلاد مصر و شام کی طرف اسلامی لشکر بھیجے گئے، بصری، دمشق اور دیگر بعض علاقے فتح ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پورا ملک شام و مصر، فارس کا اکثر حصہ فتح ہوا، قیصر و کسری کا خاتمہ ہوا۔ خلافت عثمانی میں اسلامی فتوحات کا دائرہ مشارق و مغارب تک وسیع ہوگیا، بلاد مغرب، اندلس اور قبرص تک، مشرق اقصیٰ میں بلاد چین تک اور عراق، خراسان، اہواز وغیرہ سب علاقے آپ کے دور میں ہی فتح ہوئے۔ (معارف القرآن)

ابوالعالیہ نے کہا کہ اللہ نے اپنے نبی کو جزیرۃ العرب پر اقتدار عطا فرمایا سب عربوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور مسلمان ہو گئے، رسول اللہ ﷺ کی وفات تک مسلمان اسی چین سے رہے پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور میں بھی امن و چین کی یہی حالت قائم رہی اور حضرت عثمانؓ کا دورِ خلافت بھی اسی طرح گزر گیا اور آخر میں جس خانہ جنگی کی مصیبت میں پھنسنا تھا پھنس گئے اور اللہ کی اس نعمت کے شکر گزار نہ بنے۔ (مظہری)

❺ عبارت کی تشریح:۔ هو مستأنف في حكم التعليل...... اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ يعبدونني لا يشركون بي شيئا یہ بظاہر جملہ مستانفہ ہے مگر حکماً یہ ماقبل والے حکم (استخلاف، تمکین فی الارض، تبدیلی خوف بالامن) کی علت ہے یعنی خلافت و نیابت، دینِ اسلام کا تمام ادیان پر غلبہ اور خوف کو امن سے تبدیل کرنا عبادتِ خداوندی اور عدمِ شرک کے ساتھ معلول و مشروط ہے۔

واول من كفر به قتلة عثمانؓ.... بغوی نے لکھا ہے اہلِ تفسیر کا بیان ہے کہ سب سے پہلے خداداد نعمت کی ناشکری کرنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا، جب حضرت عثمانؓ کو انہوں نے شہید کر دیا تو اللہ نے وہ نعمت بھی بدل ڈالی جوان کو عطا فرمائی تھی چنانچہ ان پر خوف طاری ہو گیا اور (دینی) بھائی بھائی ہونے کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ (مظہری)

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الأول** ...... يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا۟ ٱلْعِدَّةَ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ لَا تَدْرِى لَعَلَّ ٱللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا (پارہ ۲۸۔ الطلاق ۱)

ترجمہ کیجیے، خط کشیدہ کلمات کی بطرزِ مصنف تفسیر کیجیے، سورت کی ابتداء يا أيها النبي سے کیوں ہوئی؟ کیا یہ احکام صرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھے؟۔ مطلقه حائضہ وحاملہ، متوفى عنها زوجها حائضہ وحاملہ اور آئسہ کی عدت کیا ہے؟ طلاق کس حالت میں دینی چاہیے اور اس کی کیا دلیل ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیت کا ترجمہ ② خط کشیدہ کلمات کی تفسیر ③ سورت کو يا أيها النبي سے شروع کرنے کی وجہ اور مخاطب کی وضاحت ④ مختلف متوفی عنہا زوجہا و آئسہ کی عدت ⑤ طلاق دینے کی حالت و دلیل۔

**جواب** ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اے نبی! جب آپ لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے اور انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں، اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، اور جو شخص اللہ کی مقرر کردہ حدود سے نکل جائے (تجاوز کر جائے) اس نے خود اپنے نفس پر ظلم کیا، تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔

❷ کلمات مخطوطہ کی تفسیر:۔ طلقتم: جب تم طلاق دو یعنی طلاق کا ارادہ کرو، ارادہ مراد ہے تاکہ مابعد والا وقوعِ طلاق درست ہو سکے۔

لعدتهن: ان کی عدت کے وقت طلاق دو یعنی عدت کی ابتداء میں ایسے طہر میں طلاق دو جس میں عورت سے مباشرت نہ کی ہو۔

احصوا العدة: عدت کو اچھی طرح شمار کرو تاکہ اگر رجوع کی ضرورت پیش آئے تو عورت کے فارغ ہونے سے قبل عدت میں ہی رجوع ہو سکے۔

فاحشة مبينة: وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں یعنی کوئی زنا وغیرہ کریں تو پھر با مرِ مجبوری باہر نکل سکتے ہیں۔

امرا: اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے یعنی ایک یا دو طلاق کی صورت میں باہم رجوع کی صورت پیدا ہو جائے۔

❸ سورت کو يا أيها النبي سے شروع کرنے کی وجہ اور مخاطب کی وضاحت:۔ یہ احکام عام ہیں امت کے لیے بھی یہی احکام ہیں مگر يا أيها النبي سے خاص آپ ﷺ کو خطاب کرنے کی دو توجیہیں بیان کی گئی ہیں ① یہاں حرفِ عطف و معطوف محذوف ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

یعنی یا ایھا النبی و امتہ تو آپ کے رئیس القوم ہونے کی وجہ سے صرف آپ کو خطاب ہے، احکام عام ہیں۔ ② خطاب آپ ﷺ کو ہے مگر احکام سب کیلئے عام ہیں۔ اس صورت میں عبارت محذوف ہے یا ایھا النبی قل لھم یعنی اے نبی! آپ اپنی امت سے کہہ دیں، گویا نبی کے واسطہ سے امت کے لیے حکم ہے۔

④ مطلقہ، متوفی عنہا زوجہا و آئسہ کی عدت:۔ مطلقہ و متوفی عنہا زوجہا حاملہ ہو تو اسکی عدت وضع حمل ہی ہے۔ مطلقہ حائضہ آزاد کی عدت تین حیض اور لونڈی کی عدت دو حیض ہے۔ متوفی عنہا زوجہا آزاد کی عدت چار ماہ دس دن اور لونڈی کی عدت دو ماہ پانچ دن ہے۔ آئسہ (وہ عورت جو عمر کی زیادتی کی وجہ سے حیض سے ناامید ہو) کی عدت تین ماہ ہے ہر ایک ماہ ایک حیض کے مقابلہ میں ہے۔

⑤ طلاق دینے کی حالت و دلیل:۔ اس آیت سے طلاق کے متعلق پہلا حکم باجماع امت یہ ثابت ہوا کہ حالت حیض میں بھی طلاق دینا حرام ہے اور ایسے طہر میں بھی طلاق دینا حرام ہے جس میں عورت سے مباشرت کی ہو۔ اس حرمت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں عورت کی عدت طویل ہونے کی وجہ سے عورت کیلئے ضرر کا باعث ہے۔ اس حکم کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی، آپ ﷺ کو علم ہوا تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ عورت کو لوٹا لے، پھر تم حیض سے پاک ہونے تک روکے رکھو یہاں تک کہ عورت پاک ہو جائے پھر حیض آ جائے پھر پاک ہو جائے۔ اس کے بعد اگر طلاق دینا چاہے تو طہارت کے وقت جس میں مباشرت نہ کی ہو طلاق دیدے۔ یہی ہے وہ عدت جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (ملخص ماخذہ بحوالہ معارف القرآن و مظہری)

**الشق الثانی** یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک من امتک ماریۃ القبطیۃ لما واقعھا فی بیت حفصۃ وکانت غائبۃ فجاءت و شق علیھا کون ذلک فی بیتھا حیث قلت ھی حرام علیّ تبتغی بتحریمھا مرضات ازواجک ای رضاھن واللہ غفور رحیم غفر لک ھذا التحریم قد فرض اللہ شرع لکم تحلۃ ایمانکم تحلیلھا بالکفارۃ المذکورۃ فی سورۃ المائدۃ ومن الایمان تحریم الامۃ وھل کفر ﷺ؟ قال مقاتل: اعتق رقبۃ فی تحریم ماریۃ. وقال الحسن لم یکفر لانہ مغفور لہ واللہ مولکم ناصرکم وھو العلیم الحکیم. (پ۲۸، تحریم: ۱، ۲)

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں، مذکورہ واقعے کا شان نزول تحریر کریں، مختصر تفسیر لکھیں۔ حضرت ماریہ قبطیہ کا تعارف تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کا شان نزول ③ آیات کی تفسیر ④ حضرت ماریہؓ کا تعارف

**جواب** ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ (اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے حلال کی ہے) یعنی ماریہ قبطیہ جو آپ ﷺ کے حرم میں تھیں، حفصہؓ کی عدم موجودگی میں آپ ﷺ نے ان سے مباشرت کر لی پس جب حفصہؓ آئیں اس معاملہ کا ان کے گھر میں ان کے بستر پر ہونا ان پر شاق گزرا، جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماریہ مجھ پر حرام ہے، (آپ ﷺ اپنی ازواج کی رضامندی و خوشنودی حاصل کر رہے تھے) اس تحریم کے ذریعہ، (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) یہ تحریم بھی اس نے معاف کر دی (تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ مقرر) مشروع (کر دیا ہے) سورۂ مائدہ والا کفارہ ادا کر کے قسمیں کھولی جا سکتی ہیں، اور اپنی حرم کو حرام کرنا بھی قسم میں شامل ہے، اور کیا آپ ﷺ نے کفارہ ادا کیا؟ مقاتلؒ کہتے ہیں کہ ماریہ کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے غلام آزاد کیا تھا اور حسنؒ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کفارہ ادا نہیں کیا اسلئے کہ آپ ﷺ کی مغفرت ہو چکی (اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مولیٰ) مددگار (ہے اور وہ جاننے والا حکمت والا ہے)۔

② آیات کا شان نزول:۔ جیسا کہ ترجمہ سے واضح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ کی عدم موجودگی میں آپ ﷺ نے ان کے گھر میں ماریہ قبطیہؓ سے مباشرت کر لی پس جب حفصہؓ آئیں اور اس معاملہ کا ان کو علم ہوا تو ان پر یہ شاق گزرا اس موقع پر آپ ﷺ نے قسم کھالی کہ میں آئندہ ماریہ قبطیہؓ کے قریب نہیں جاؤں گا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

Scanned with CamScanner

③ آیات کی تفسیر:۔ شان نزول میں مذکور واقعہ پر تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی! اپنی ازواج مطہرات ﷢ کی خوشنودی کیلئے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہو؟ یہ کلام اگرچہ از روئے شفقت ہے مگر اسمیں بھی جواب طلبی ہونی ہو نا ظاہر ہوتا ہے اسلئے از روئے شفقت خود ہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ ویسے بھی آپ ﷺ سے کوئی گناہ سرزد و صادر نہیں ہوا چونکہ اس واقعہ میں آپ ﷺ نے حضرت ماریہؓ کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی تھی اسلئے اللہ تعالیٰ اس قسم کو توڑنے اور اسکا کفارہ ادا کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کو کھولنے یعنی تمہارے حرام کردہ امور کو دوبارہ تمہارے لئے حلال کرنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور وہ اپنے علم و حکمت سے تمہاری مصلحتوں و ضرورتوں کو جانتے ہوئے تمہاری بہت سی دشواریوں کا آسان حل بیان کرتا رہتا ہے اسلئے کہ وہ بڑا علم و حکمت والا ہے۔ (کمالین)

④ حضرت ماریہ قبطیہؓ کا تعارف:۔ یہ آپ ﷺ کی ام ولد ہیں، ان کے بطن سے آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ مقوقس شاہ اسکندریہ نے حضرت ماریہ آپ ﷺ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کی تھی، حضرت عمرؓ کے دور خلافت ۱۶ھ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں (سیرت مصطفیٰ ﷺ)

# ﴿الورقة الثانية فى اصول الحديث﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۹ھ

**الشق الاوّل** ..... حدیث صحیح کی تعریف کیجیے، امام ترمذی ﷫ کے قول حدیث حسن صحیح کا مطلب بیان کیجیے، کیا امام بخاری و امام مسلم ﷭ نے تمام صحیح احادیث اپنی اپنی صحیح میں بیان کر دی ہیں؟ مستدرک حاکم کا تعارف و مرتبہ ذکر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث صحیح کی تعریف ② امام ترمذی ﷫ کے قول کا مطلب ③ کیا بخاری و مسلم میں تمام صحیح احادیث مذکور ہیں؟ ④ مستدرک حاکم کا تعارف و مرتبہ۔

**جواب** .. ① حدیث صحیح کی تعریف:۔ کما مر فى الشق الاول من السوال الثانى ۱۴۳۰ھ

② امام ترمذیؒ کے قول حدیث حسن صحیح کا مطلب:۔ سوال ہوتا ہے کہ امام ترمذی کا ایک ہی حدیث کو حسن صحیح کہنا کیسے درست ہے حالانکہ حسن اور صحیح میں فرق ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہاں کلمہ واؤ (برائے جمع) محذوف ہے اور امام ترمذیؒ کا منشاء یہ ہے کہ یہ حدیث ایک طریق سے حسن اور دوسرے طریق سے صحیح ہے اور یہ اس وقت ہے جب ایک حدیث کے متعدد طرق ہوں۔ اگر کسی حدیث کی ایک ہی سند ہو پھر امام ترمذی کا مطلب یہ ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث حسن اور دوسری جماعت کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، گویا اس لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اس حدیث کو حسن و صحیح کہنے میں علماء کا اختلاف ہے یا پھر انکے قائل کے نزدیک کوئی قول راجح نہیں ہے۔

③ کیا بخاری و مسلم میں تمام صحیح احادیث مذکور ہیں؟ امام بخاری و امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں نہ ہی تمام صحیح احادیث کا احاطہ کیا ہے اور نہ ہی احاطہ کا اہتمام کیا ہے، چنانچہ امام بخاریؒ کا قول ہے کہ میں نے اپنی صحیح میں صرف صحیح احادیث جمع کی ہیں اور بہت سی صحیح احادیث میں نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دی ہیں، اسی طرح امام مسلمؒ کا قول ہے کہ میرے پاس جتنی صحیح احادیث موجود تھیں میں نے ان سب کو اپنی کتاب میں جمع نہیں کیا بلکہ میں نے صرف وہ احادیث اپنی صحیح میں شامل کی ہیں جن کی صحت پر علماء محدثین کا اتفاق و اجماع تھا۔

④ مستدرک حاکم کا تعارف و مرتبہ:۔ یہ کتب احادیث میں سے ایک مشہور ضخیم کتاب ہے، اس میں مؤلف نے صحیح بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق یا ان میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق ان صحیح احادیث کو جمع کیا ہے جن کو امام بخاری و مسلم ﷭ نے ترک کر دیا تھا، نیز اس میں بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق تو نہیں ہیں مگر مؤلف کے مطابق وہ صحیح ہیں، بعض جگہ مؤلف نے ایسی

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

احادیث بھی ذکر کی ہیں جو صحیح نہیں ہیں مگر ایسی احادیث پر مؤلف نے متنبہ کیا ہے۔ گویا مؤلف نے صحیح احادیث میں تساہل سے کام لیا ہے اس لیے ان کی ذکر کردہ احادیث میں تتبع و تحقیق کے ذریعہ ان کے مناسب حکم لگانا چاہیے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے تتبع کے ذریعہ اس کی اکثر احادیث پر ان کے مناسب حکم لگایا ہے۔

**الشق الثانی** ..... **سقط من الاسناد** سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ **سقط ظاہر** کی اقسام کیا ہیں؟ تعریف کیجیے، **حدیث معلق** کی تعریف، مثال و حکم بیان کیجیے، صحیحین کی معلقات کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: (۱) سقط من الاسناد کی مراد (۲) سقوط ظاہری کی اقسام کا تعارف (۳) حدیث معلق کی تعریف، مثال اور حکم (۴) صحیحین کی معلقات کا حکم۔

**جواب** ..... ❶ سقط من الاسناد کی مراد:۔ سقط من الاسناد کا مطلب سند میں سے راوی کا ساقط ہونا ہے گویا سلسلۂ سند میں ایک یا زائد راویوں کا حذف ہونا ہے، خواہ عمداً ہو یا سہواً، سند کے شروع سے ہو یا درمیان سے ہو یا آخر سے، سقوط ظاہر ہو یا پوشیدہ ہو۔

❷ سقوط ظاہری کی اقسام کا تعارف:۔ محدثین نے سقوط جلی و ظاہری کی چار اقسام ذکر کی ہیں:

(۱) معلق (۲) مرسل ان دونوں کی وضاحت **کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۶ھ**

(۳) معضل وہ حدیث جس کی سند سے دو یا زائد راوی مسلسل ایک ہی جگہ سے حذف و ساقط ہوں جیسے امام حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں اپنی سند سے قعنبی تک روایت کیا ہے اور قعنبی امام مالک سے روایت کرتے ہیں، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی کہ آپ ﷺ نے فرمایا **للمملوك طعامه وكسوته بالمعروف ولا يكلف من العمل الا ما يطيق** (غلام کا حق ہے کہ اسے دستور کے مطابق کھانا، لباس دیا جائے اور اس کی طاقت کے مطابق اس سے کام لیا جائے) اس سند میں دو راوی امام مالک و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک ہی جگہ سے ساقط ہیں دوسری جگہ پر یہ سند راویوں کے ساتھ اس طرح ہے **عن ملك عن محمد بن عجلان عن ابيه عن ابى هريرة**۔ معضل کا حکم یہ ہے کہ یہ مرسل اور منقطع سے بھی زیادہ کمزور و بری حالت میں ہے کیونکہ اس کی سند میں محذوف راوی زیادہ ہیں لہٰذا یہ ضعیف ہے۔

(۴) منقطع وہ روایت جس کی سند متصل نہ ہو بایں طور کہ اس پر مرسل، معلق و معضل کی تعریف صادق نہ ہو یعنی اس میں انقطاع سند ہو مگر مرسل، معلق و معضل کے طریق پر نہ ہو، اس کی مثال عبدالرزاق کی ذکر کردہ وہ حدیث جو انہوں نے ثوری سے **عن ابی اسحق عن زید بن یثیع عن حذیفة مرفوعاً** بیان کی ہے **ان ولیتموها ابابکر فقوی امین** (اگر تم ابوبکر کو والی بناؤ گے تو وہ طاقت ور اور امین ہے) اس سند میں ثوری و ابو اسحق کے درمیان شریک راوی حذف ہے اور یہ ایسا انقطاع ہے جس پر مرسل، معلق یا معضل کی تعریف صادق نہیں آتی۔ منقطع کا حکم یہ ہے کہ ساقط راوی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے اس کے ضعیف ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

❸ حدیث معلق کی تعریف، مثال و حکم:۔ **کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۶ھ**

❹ صحیحین کی معلقات کا حکم:۔ صحیحین میں مذکور معلق کا حکم یہ ہے کہ جو حدیث یقینی الفاظ سے مذکور ہو جیسے **قال، حکی، ذکر** تو ایسی روایات کو راوی کی طرف منسوب کرنا تو ٹھیک ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت ٹھیک نہیں ہے۔ اور جو حدیث مجہول الفاظ سے مذکور ہو جیسے قِیلَ، حُکِیَ، ذُکِرَ وغیرہ تو ایسی روایات کو راوی کی طرف منسوب کرنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ ان میں صحیح بھی ہوتی ہیں اور حسن و ضعیف بھی، مگر سخت ضعیف نہیں ہوتیں، کیونکہ وہ صحیحین میں یا ان میں سے کسی ایک میں مذکور ہیں، لہٰذا صحیح کو غیر سے پہچاننے کے لیے اس کی سند پر بحث و تمحیص کی جائے گی اور پھر مناسب حکم لگایا جائے گا۔ (خیر الجلیس)

Scanned with CamScanner

# السوال الثانی ۱۴۳۹ھ

**الشق الاوّل**..... راوی پر طعن کے اسباب کتنے اور کون کون سے ہیں؟ حدیثِ موضوع کی تعریف وحکم لکھئے، وضعِ حدیث جاننے کے کیا طریقے ہیں؟ حدیثِ موضوع سے متعلق مشہور کتابوں کے نام مع مصنف لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① راوی پر طعن کے اسباب ② حدیث موضوع کی تعریف و حکم ③ وضعِ حدیث پہچاننے کے طریقے ④ احادیث موضوعہ سے متعلق مشہور کتابوں کے نام مع مصنف۔

**جواب** ❶ و ❷ طعن کے اسباب، موضوع کی تعریف وحکم: كما مر فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۷ھ

❸ وضعِ حدیث پہچاننے کے طریقے: وضعِ حدیث کو پہچاننے کے طریقے درج ذیل ہیں: ① واضع خود اقرار کرے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے جیسے ابوعصمہ نوح بن ابی مریم نے اقرار کیا ہے کہ اس نے ہر ایک قرآنی سورت کی فضیلت میں حدیث وضع کی ہے اور اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ② واضع کوئی ایسی بات کرے جو وضع کا اقرار شمار ہو، مثلاً کوئی راوی کسی شیخ سے کوئی روایت نقل کرے مگر اپنی تاریخ پیدائش ایسی بیان کرے جو شیخ کی وفات کے بعد ہو اور بیان کردہ روایت بھی صرف اسی کے پاس ہو اس کا کوئی اور راوی نہ ہو ③ راوی سے متعلق وضع کا کوئی قرینہ ہو، جیسے راوی رافضی ہو اور وہ اہل بیت کی فضیلت میں کوئی غیر معروف حدیث بیان کرے۔ ④ خود الفاظ حدیث میں وضع کا قرینہ موجود ہو، مثلاً حدیث کے الفاظ بے مزہ ہوں، یا وہ حس کے خلاف کلام ہو یا وہ قرآن کے بالکل خلاف کلام ہو۔ (خیر المجالس)

❹ احادیث موضوعہ سے متعلق مشہور کتب کے نام مع مصنف: وضعِ حدیث سے متعلق چند مشہور کتابیں یہ ہیں:

① كتاب الموضوعات: یہ علامہ عبد الرحمن بن الجوزی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، اس فن میں انہوں نے سب سے پہلے تصنیف کی ہے، مگر انہوں نے احادیث پر موضوع کا حکم لگانے میں احتیاط نہیں کیا، اسی لیے علماء نے ان پر تنقید کی ہے۔

② اللآلی المصنوعة فی الاحاديث الموضوعة: یہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ کی کتاب کا خلاصہ و تعقب ہے، اور اس میں وہ موضوعات بھی ہیں جو علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ سے رہ گئی تھیں۔

③ تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة: یہ ابن العراق الکنانی کی تصنیف ہے جو مذکورہ بالا کتابوں کی تلخیص ہے، یہ ایک جامع، مفید اور ترتیب سے آراستہ کتاب ہے۔

**الشق الثانی** ..... شاذ و محفوظ کی تعریف ومثال ذکر کیجئے، بدعتی کی روایت مقبول ہے یا نہیں؟ بدعت کی اقسام واضح کیجئے، نیز مبتدع کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟ اگر ہے تو بیان کیجئے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① شاذ و محفوظ کی تعریف ومثال ② بدعتی کی روایت کا حکم ③ بدعت کی اقسام ④ مبتدع کی روایت کا نام۔

**جواب** ❶ شاذ و محفوظ کی تعریف ومثال: شاذ مقبول راوی کی وہ روایت جو اس نے اپنے سے افضل، اعلیٰ واوثق راوی کے خلاف بیان کی ہو، جیسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی سے مروی ہے عبد الواحد بن زياد عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة مرفوعاً انا صلى احدكم الفجر فليضطجع عن يمينه (جب تم میں سے کوئی فجر کی سنتیں پڑھ لے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جائے) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عبد الواحد نے ایک بڑی تعداد کی مخالفت کی ہے کیوں کہ دیگر راویوں نے اس حدیث کو آپ ﷺ کے فعل سے بیان کیا ہے، صرف عبد الواحد نے قول سے بیان کیا ہے۔ شاذ روایت مردود وغیر مقبول ہے۔

محفوظ یہ شاذ کے مقابل حدیث ہے یعنی وہ روایت جو اوثق راوی ثقہ راوی کی مخالفت میں بیان کرے۔ جیسے مذکورہ مثال میں متعدد

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

راویوں کی ذکر کردہ آپ ﷺ کی فعلی روایت۔ محفوظ روایت مقبول و قابلِ عمل ہے۔

② بدعتی کی روایت کا حکم: اگر بدعتی کی بدعت مکفرہ ہے تو یہ روایت مردود و غیر مقبول ہے، اگر اس کی روایت میں بدعت مکفرہ نہ پائی جائے تو جمہور کے نزدیک اس کی روایت مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں: ① وہ بدعتی اپنی بدعت کی دعوت دینے والا نہ ہو۔ ② ایسی روایت بیان نہ کرے جو اس کی بدعت کو رواج دے۔

③ بدعت کی اقسام: بدعت کی دو قسمیں ہیں: ① بدعت مکفرہ: وہ بدعت جس کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے ایسے طور کہ ایسا فعل کرے جو کفر کو مستلزم ہو۔ ② بدعت مفسقہ: وہ بدعت جس کا مرتکب اس کا ارتکاب کرنے سے کافر تو نہیں ہوتا البتہ فاسق ہو جاتا ہے۔

④ مبتدع کی روایت کا نام: بدعتی کی روایت کا خاص نام نہیں ہے، بعض کی روایت مردود ہے البتہ اوپر ذکر کردہ شرائط کی وجہ سے مقبول ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

**الشق الاوّل** ...... تحمل حدیث کے کتنے طریقے ہیں؟ سب کے نام تحریر کیجئے۔ تحمل حدیث کے لیے اسلام اور بلوغت شرط ہے؟ قراءۃ علی الشیخ اور سماع من لفظ الشیخ کا مطلب بیان کیجئے۔ سماع کے الفاظ کیا ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① تحمل حدیث کے طریقوں کے نام ② تحمل حدیث کے لیے بلوغت و اسلام کی شرط ③ قراءۃ علی الشیخ اور سماع من لفظ الشیخ کا مطلب ④ سماع کے الفاظ۔

**جواب** ① تحمل حدیث کے طریقے: کما مرّ فی الشق الاوّل من السوال الثالث ۱۴۲۷ھ۔

② تحمل حدیث کے لیے بلوغت اور اسلام کی شرط: صحیح قول کے مطابق حدیث پڑھنے اور لینے کے لیے اسلام اور بلوغت شرط نہیں ہے مگر ادائی و روایت کے لیے شرط ہے۔ بعض علماء نے تحمل حدیث کے لیے بلوغت کی شرط لگائی ہے مگر یہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ مسلمانوں نے صغار صحابہ ﷺ کی روایات کو قبول کیا ہے۔

③ قراءۃ علی الشیخ اور سماع من لفظ الشیخ کا مطلب: سماع من لفظ الشیخ: یعنی استاد پڑھے اور شاگرد براہ راست سنے، خواہ استاد کتاب سے پڑھے یا حفظ سے بیان کرے، جمہور علماء کے نزدیک تحمل حدیث کے طریقوں میں سے یہ سب سے افضل اور اعلیٰ طریقہ ہے۔

قراءۃ علی الشیخ: یعنی طالب علم شیخ کو پڑھے اور استاد سنے۔ اس طریقہ کے رتبہ و منزلت میں تین قول ہیں: ① امام بخاری، امام مالکؒ اور حجاز و کوفہ کے اکثر علماء کے نزدیک یہ سماع کے ہی برابر ہے۔ ② جمہور اہل مشرق سے منقول ہے کہ یہ سماع سے کم درجہ ہے، یہی قول صحیح ہے۔ ③ امام ابوحنیفہؒ، ابن ابی ذئب کا قول اور امام مالکؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ سماع سے بلند مرتبہ ہے۔

④ سماع کے الفاظ: اکیلے ہونے کی صورت میں سمعتُ وحدّثنی اور زائد ہونے کی صورت میں سمعنا وحدّثنا کے الفاظ ہیں۔

**الشق الثانی** ...... سند عالی اور سند سافل کی اصطلاحی تعریف اور مرتبہ ذکر کیجئے، سابق ولاحق کی تعریف کیجئے، مکثرین حدیث صحابہ کتنے تھے؟ ان کے نام کیا کیا ہیں؟ عبادلہ کون ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① سند عالی اور سند سافل کی اصطلاحی تعریف اور مرتبہ ② سابق ولاحق کی تعریف ③ مکثرین حدیث صحابہ کی تعداد و اسماء ④ عبادلہ کا مصداق۔

**جواب** ...... ① سند عالی و سند سافل کی تعریف و مرتبہ: جس سند کے راویوں کی تعداد دوسری سند کے راویوں کی نسبت اسی حدیث کے وارد ہونے کے لحاظ سے کم ہو وہ سند عالی ہے اور جس سند کے راویوں کی تعداد اس حدیث کی دوسری سند کے اعتبار سے زیادہ ہو اس کو سند سافل و نازل کہتے ہیں۔ اسکی مثال یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اپنے شیخ قتیبہ عن مالک کی سند سے ایک

Scanned with CamScanner

روایت کرتے ہیں جس میں ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ واسطے ہیں اور یہی حدیث بعینہٖ ابوالعباس السراج شیخ البخاری کے طریق سے روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہیں، اس میں اول سند سافل اور ثانی سند عالی ہے۔ صحیح قول کے مطابق علو افضل ہے کیوں کہ یہ حدیث سے خلل و نقص کے احتمال کی کثرت کو دور کر دیتا ہے جب کہ نزول سے اس بارے میں بے پروائی برتی گئی ہے۔ یہ جمہور علماء کا قول ہے۔ یہ اس وقت ہے جب دونوں سندیں قوت و صحت میں برابر ہوں اور اگر نازل سند کسی فائدہ کے ساتھ ممتاز ہو مثلاً اس کے راوی زیادہ ثقہ، حافظ یا فقیہ ہوں تو پھر نازل و سافل کا رتبہ زیادہ ہوگا۔

❶ سابق و لاحق کی تعریف:۔ کسی شیخ سے روایت کرنے والے دو راویوں کی موت میں تقدم و تاخر ہو یعنی دونوں کی وفات میں بعد و دوری ہو تو پہلے وفات پانے والے کو سابق اور بعد والے کو لاحق کہتے ہیں۔ جیسے محمد بن اسحٰق السراج سے روایت کرنے میں امام بخاری اور خفاف شریک ہیں مگر ان کی وفات میں ۱۳۵ سال یا اس سے بھی زیادہ بعد ہے، کیوں کہ امام بخاری کی وفات ۲۵۶ھ میں اور الخفاف کی وفات ۳۹۳ھ میں یا اس سے بھی بعد ہے۔ تو اس مثال میں امام بخاریؒ کو سابق اور الخفافؒ کو لاحق کہا جائے گا۔

❷ مکثرین حدیث صحابہ کی تعداد و اسماء:۔ کثرت سے احادیث بیان و روایت کرنے والوں میں چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء سرفہرست ہیں: ① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ ② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی مرویات کی تعداد ۲۶۳۰ ہے۔ ③ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کی مرویات کی تعداد ۲۲۸۶ ہے۔ ④ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔ ⑤ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی مرویات کی تعداد ۱۶۶۰ ہے۔ ⑥ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ان کی مرویات کی تعداد ۱۵۴۰ ہے۔

❸ عبادلہ کا مصداق:۔ عبادلہ سے مراد وہ صحابی ہیں جن کا نام عبداللہ ہے۔ ان کی تعداد تین سو کے قریب ہے۔ مگر مشہور طور پر عبادلہ سے مراد یہ چار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور بعض کے نزدیک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔

# ﴿الورقة الثانية في اصول الحديث﴾

## ﴿السؤال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ...... اصول حدیث کی ابتدائی تین مشہور کتابیں اور ان کے مصنفین کے نام تحریر کریں۔ محدث و حافظ کی تعریف کریں۔ الموالی کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کریں اور موالی کی تین قسمیں مع مثال ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① اصول حدیث کی ابتدائی تین مشہور کتابیں اور ان کے مصنفین کے نام ② محدث و حافظ کی تعریف ③ الموالی کی لغوی و اصطلاحی تعریف۔ ④ موالی کی تین اقسام مع مثال۔

**جواب** ...... ❶ اصول حدیث کی ابتدائی تین مشہور کتابیں اور ان کے مصنفین کے نام:۔ ① المحدث الفاصل بين الراوي و الواعي: یہ قاضی ابومحمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی (متوفی ۳۶۰ھ) کی تصنیف ہے۔ ② معرفة علوم الحديث: یہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ) کی تصنیف ہے۔ ③ المستخرج على معرفة علوم الحديث: یہ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ) کی تصنیف ہے، اس میں انہوں نے امام حاکم کی شرائط پر رہی ہوئی ابحاث کو مکمل کیا ہے۔

❷ محدث و حافظ کی تعریف:۔ محدث وہ شخص ہے جو روایۃً و درایۃً علم حدیث کے ساتھ مشغول ہو اور اسے بہت سی احادیث و روایات اور ان کی سندوں و رجال کا علم ہو۔ حافظ: اکثر محدثین کے نزدیک یہ لفظ محدث کا ہی ہم معنی ہے جبکہ بعض کے نزدیک یہ محدث سے بلند درجہ ہے کہ اس کا ہر طبقے میں رجال کی معرفت و واقفیت اس کی جہالت و عدم واقفیت سے زیادہ ہوتی ہے۔ (خیر کلیس)

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

…علاوہ محدث ہے جس نے مجموعۂ احادیث میں سے ایک لاکھ احادیث کا احاطہ کیا ہو اور اُسے ان احادیث کی سند، متن اور جرح و تعدیل پر مکمل عبور حاصل ہو۔ (نزہۃ النظر)

❸ **الموالی کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔** موالی مولی کی جمع ہے، یہ الفاظ متضادہ میں سے ہے، لغوی طور پر اس کا اطلاق مالک و غلام اور آزاد کرنے والے و آزاد کیے ہوئے سب افراد پر ہوتا ہے۔ اصطلاح میں وہ شخص جس نے عہد و پیمان کیا ہو، یا آزاد کردہ غلام ہو یا اس نے کسی غیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہو۔

❹ **موالی کی تین اقسام مع مثال:۔** ① مولی الحلف: جیسے امام مالک بن انسؒ تیمی ہیں۔ یہ نسلی طور پر اصبح قوم میں سے ہونے کی وجہ سے اصبحی ہیں اور ان کی قوم (اصبح) نے قریش کی شاخ تیم سے عہد و پیمان کیا تھا اور ان کے حلیف بنے تھے اس وجہ سے یہ تیمی ہیں۔ ② مولی العتاقہ: جیسے ابوالبختری سعید بن فیروز طائی تابعی۔ یہ طیئ قبیلہ کے آزاد کردہ غلام ہونے کی وجہ سے طائی ہیں کہ ان کے آقا و سردار کا تعلق قبیلہ طیئ سے تھا، تو ولاء عتاقہ کی وجہ سے یہ طائی ہیں۔ ③ مولی الاسلام: محمد بن اسماعیل بخاری جعفی۔ ان کے دادا مغیرہ مجوسی تھے اور وہ الیمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے تو انہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ جعفی ہیں۔

**الشق الثانی** ……خبر مستفیض کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں۔ خبر عزیز کی لغوی و اصطلاحی تعریف و مثال ذکر کریں۔ عبادلہ کن لوگوں کو کہا جاتا ہے؟ وضاحت کریں۔ مخضرم کسے کہتے ہیں اور ایسے کتنے لوگ ہیں؟۔

﴿خلاصۂ سوال﴾……اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① خبر مستفیض کی لغوی و اصطلاحی تعریف ② خبر عزیز کی لغوی و اصطلاحی تعریف و مثال ③ عبادلہ کا مصداق ④ مخضرم کی تعریف و تعداد۔

**جواب**…… ❶ **خبر مستفیض کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔** مستفیض کا لفظ فاض الماء فیضًا سے مشتق ہے، اس کا معنی کثیر و زیادہ ہونا ہے۔ یہ جملہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وادی پانی سے بھر کر چاروں اطراف سے بہنے لگے۔

اصطلاحی تعریف میں تین قول مشہور ہیں ① یہ خبر مشہور کے مترادف ہے (وہ حدیث جس کے راوی کسی بھی زمانہ میں تین سے کم بھی نہ ہوں۔ تین یا تین سے زائد ہی ہوں مگر حد تواتر کو نہ پہنچیں) ② یہ مشہور سے خاص ہے کہ اس میں سند کے دونوں اطراف کے برابر ہونے کی شرط ہے، جبکہ مشہور میں یہ شرط نہیں ہے۔ ③ یہ مشہور سے عام ہے۔ (خیر التحلیس)

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ خبر مشہور و مستفیض میں کوئی فرق نہیں بلکہ ایک ہی شئ ہے البتہ لفظی اعتبار سے فرق کیا گیا کہ محدثین کے نزدیک ایسی حدیث مشہور ہے اور فقہاء کے ہاں مستفیض ہے۔ بعض حضرات مشہور اور مستفیض کے درمیان فرق کرتے ہیں کہ مستفیض وہ حدیث ہے جس کے راوی ابتداء سے لیکر انتہاء تک تعداد کے لحاظ سے مساوی و برابر ہوں اور مشہور اس سے عام ہے جس میں تعداد کا مساوی و برابر ہونا ضروری نہیں ہے۔ بعض حضرات نے یہ فرق اس طرح بیان کیا ہے کہ مستفیض وہ خبر ہے جس کو امت نے تلقی بالقبول سے نوازا ہو اس میں اسناد و تعداد کا اعتبار نہ ہو اور خبر مشہور میں تعدد طرق کا اعتبار ہوتا ہے۔ (نزہۃ النظر)

❷ **خبر عزیز کی لغوی و اصطلاحی تعریف و مثال:۔** کما مر فی الشق الثانی من السوال الاول ۱٤۳٦ھ

❸ **عبادلہ کا مصداق:۔** کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱٤۳۹ھ

❹ **مخضرم کی تعریف و تعداد:۔** وہ آدمی جس نے آپ ﷺ کا زمانہ بھی پایا اور اسلام بھی قبول کیا مگر آپ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوا۔ امام مسلم نے ان کی تعداد بیس کے قریب بیان کی ہے، مگر صحیح قول کے مطابق ان کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔

Scanned with CamScanner

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ... امام ترمذی کے قول حدیث حسن صحیح کی تشریح کریں۔ محکم کی اصطلاحی تعریف ذکر کریں۔ عمر غریب کا مفہوم ومثال ذکر کریں۔ نیز اسناد افضل ہے یا نزول؟ وضاحت کریں۔

**جواب** ... مکمل جواب ۱۴۳۶ھ و ۱۴۳۹ھ میں گزر چکا ہے۔

**الشق الثانی** ... مختلف الحدیث کی تعریف، مثال اور کیفیت تطبیق بیان کریں۔ ناسخ کی پہچان کس طرح ہوتی ہے، طریقے بیان کریں۔ اجازہ کا لغوی واصطلاحی معنی کیا ہے؟۔ کتابت حدیث کا حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے۔

**جواب** ... مکمل جواب ۱۴۳۶ھ و ۱۴۳۷ھ میں گزر چکا ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ... حدیث مرسل کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کریں، نیز مرسل کی مثال وحکم بھی تحریر کریں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قبولِ مرسل کی کیا شرائط ہیں؟۔ متابع وشاہد کے درمیان کیا فرق ہے؟۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث مرسل کی تعریف، مثال وحکم ② امام شافعیؒ کے نزدیک قبولِ مرسل کی شرائط ③ متابع وشاہد کے درمیان فرق۔

**جواب** ... ① و ② تعریف، مثال وحکم اور شرائط: کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۶ھ

③ متابع وشاہد کے درمیان فرق: ① کوئی حدیث لفظاً یا معناً منفرد ہو مگر اس کی تائید میں کسی صحابی سے مزید کوئی روایت مل جائے تو یہ تابع و متابع ہے۔ اگر اسی غریب ومنفرد روایت کی کوئی دوسرا صحابی موافقت ومشارکت کرے تو یہ شاہد ہے۔ ② کسی غریب حدیث کے راویوں کو لفظی مشارکت حاصل ہو تو یہ تابع ومتابع ہے۔ اور اگر کسی غریب حدیث کے راویوں کو معنوی مشارکت حاصل ہو تو یہ شاہد ہے۔ (خیر الجلیس، عمدۃ النظر)

**الشق الثانی** ... منکر کی تعریف اور رتبہ لکھیں۔ تدلیس الاسناد کا کیا حکم ہے؟۔ شذوذ فی المتن کی وضاحت ومثال ذکر کریں اور شاذ ومحفوظ کا حکم ذکر کیجیے۔

**جواب** ... مکمل جواب ۱۴۳۶ھ، ۱۴۳۸ھ و ۱۴۳۹ھ میں گزر چکا ہے۔

## ﴿الورقة الثالثة: هداية ج ۲﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

**الشق الاول** ...... وَ اِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ بِنْتَهٗ عَلٰى اَنْ يُزَوِّجَهُ الْمُتَزَوِّجُ بِنْتَهٗ اَوْ اُخْتَهٗ لِيَكُوْنَ اَحَدُ الْعَقْدَيْنِ عِوَضًا عَنِ الْاٰخَرِ، فَالْعَقْدَانِ جَائِزَانِ وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَهْرُ مِثْلِهَا، وَاِنْ تَزَوَّجَ حُرٌّ اِمْرَاَةً عَلٰى خِدْمَتِهٖ اِيَّاهَا سَنَةً اَوْ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا وَ اِنْ تَزَوَّجَ عَبْدٌ اِمْرَاَةً بِاِذْنِ مَوْلَاهُ عَلٰى خِدْمَتِهٖ سَنَةً جَازَ وَلَهَا خِدْمَتُهٗ۔

عبارت کا ترجمہ کیجیے، تمام مسائل کی صورتیں واضح کریں، ائمہ کا اختلاف مع دلائل لکھیے، احناف کے نزدیک مہر کی کم اور زیادہ مقدار کیا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② مسائل کی صورتیں اور اختلاف مع دلائل ③ احناف کے نزدیک مہر کی کم اور زیادہ مقدار۔

**جواب** ... ① عبارت کا ترجمہ: جب نکاح کیا کسی آدمی نے اپنی بیٹی کا اس شرط پر کہ نکاح کرے گا متزوج اپنی بیٹی یا بہن کا

Maktaba Tul Ishaat.com

۱۴۲۹، ۱۴۳۰ھ

خروج سے تا کہ دونوں عقد میں سے ہر ایک دوسرے کا عوض ہو جائے تو یہ دونوں عقد جائز ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے مہر مثلی ہوگا اور اگر نکاح کیا آزاد مرد نے کسی عورت سے ایک سال تک خدمت کرنے کی شرط پر یا تعلیم قرآن پر تو عورت کے لیے مہر مثلی ہوگا اور اگر غلام نے کسی عورت سے اپنے مولیٰ کی اجازت کے ساتھ نکاح کیا اس شرط پر کہ غلام ایک سال تک خدمت کرے گا تو یہ جائز ہے اور اس عورت کے لیے اس غلام کی خدمت ہی ہوگی۔

❷ مسائل کی صورت واختلاف مع دلائل: یہ مسئلہ نکاح شغار سے متعلق ہے: ائمہ حنفیہؒ کے ہاں نکاح شغار اگرچہ جائز نہیں لیکن اگر کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور مہر مثلی واجب ہوگا۔ جمہور کے نزدیک اس صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

جمہور ﷭ کی دلیل مشہور حدیث ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں نکاح شغار نہیں گویا نکاح شغار منعی عنہ ہے۔

دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ شغار کی صورت میں یہ بات لازم آئے گی کہ ہر ایک عورت کا بضع مہر بھی ہو اور منکوح بھی ہو اور یہ درست نہیں کیونکہ

حنفیہ ﷭ کی دلیل یہ ہے کہ افعال شرعیہ سے نہی یہ منہی عنہ کی مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا نکاح درست ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ شغار کی صورت میں احد العوضین کو دوسرے کا مہر ٹھہرایا گیا ہے یہ تسمیہ فاسد ہے اس لئے کہ بضع مال نہیں لہٰذا وہ مہر نہیں بن سکتی اس لئے ایسی صورت میں ہر ایک عورت مہر مثلی کی مستحق ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ بضع کو مہر قرار دینا شرط فاسد ہے اور نکاح شرط فاسد سے منعقد اور صحیح ہو جاتا ہے اور خود شرط باطل ہو جاتی ہے۔

جمہور ﷭ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں شغار سے منع کیا گیا ہے باطل قرار نہیں دیا گیا ہے یعنی یہ حدیث ممانعت پر محمول ہے نہ کہ ابطال پر۔ عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک شغار کی صورت میں مہر مثلی کا اعتبار ہے لہٰذا ہر عورت کی بضع محض منکوح کی حیثیت رکھتی ہے، نہ کہ مہر اور منکوح دونوں کی۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۴۱۰)۔

دوسرا، تیسرا مسئلہ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۲ھ۔

❸ احناف کے نزدیک مہر کی کم از کم اور زیادہ مقدار: احناف کے ہاں اکثر مہر کی مقدار مقرر نہیں ہے مگر اقل مہر کی مقدار شریعت کی طرف سے دس درہم مقرر ہے۔ احناف نے اس پر قرآن کی آیت "قد علمنا ما فرضنا علیهم" سے استدلال کیا ہے کہ اس میں فرضنا منصوص ہے جو تقدیر و تعیین کے لئے وضع کیا گیا ہے گویا مہر کی مقدار اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر و متعین ہے لیکن وہ مقدار مجمل ہے نصوص میں اس کی تعیین نہیں ہے اور مجمل کی تعیین حدیث سے ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے وہ مقدار بیان فرمائی "لا مهر اقل من عشرة دراهم" گویا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ مقدار کم از کم دس درہم ہے۔

**الشق الثانی** ...... و يقع طلاق كل زوج اذا كان عاقلا بالغا و لا يقع طلاق الصبى و المجنون و النائم، و طلاق المكره واقع و طلاق السكران واقع و طلاق الاخرس واقع بالاشارة.

عبارت کا ترجمہ کیجئے، مذکورہ مسائل میں فقہاء کے اقوال مع دلائل لکھئے۔ **صبی، مجنون، نائم، هازل اور أخرس** کون لوگ ہیں؟ زائل العقل اور بے ہوش کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② مذکورہ مسائل میں اختلاف مع دلائل ③ مذکورہ اشخاص کی تعریفات ④ زائل العقل اور بے ہوش کی طلاق کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ عبارت کا ترجمہ: ہر خاوند کی طلاق واقع ہو جائے گی جبکہ وہ عاقل و بالغ ہو، بچے مجنون اور سونے والے کی طلاق واقع نہ ہوگی، مکرہ (مجبور) اور نشے والے کی طلاق واقع ہو جائے گی اور اخرس (گونگے) کی طلاق اشارے سے واقع ہوگی۔

❷ مذکورہ مسائل میں اختلاف: مصنف نے مذکورہ عبارت میں مسئلہ یہ بیان کیا کہ شوہر اگر عاقل و بالغ ہے اور اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے

دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ اگر بچے یا مجنون و دیوانے اور سوتے ہوئے شخص نے طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی۔ ان سے ہے ۔ ﷺ۔
رشاد ہے کہ ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے سوائے بچے اور مجنون کی طلاق کے۔ نیز تصرف کی اہلیت عقل ہے۔ اور بچہ اور مجنون دونوں کو
عقل نہیں ہوتی اس لیے ان میں تصرف طلاق کی بھی اہلیت نہیں ہے۔ اور طلاق و تصرف کی شرط اختیار ہے اور سونے والے شخص کو
کلام پر اختیار نہیں ہے لہٰذا اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

مکرہ و سکران کی طلاق.. كما مرّ في الشق الاول من السوال الثاني ۱۴۳۲ھ

اخرس (گونگے) کی طلاق اشارے سے واقع ہوگی، دلیل یہ ہے کہ گونگے کا اشارہ معہود و معروف ہونے کی وجہ سے عبارت کی مثل
ہے لہٰذا اس کے اشارے سے نکاح، طلاق، بیع و شراء اور عتاق وغیرہ سب تصرفات صحیح ہوں گے خواہ وہ گونگا کتابت پر قادر ہو یا نہ ہو۔ بعض
شوافع کہتے ہیں کہ اگر گونگا کتابت پر قادر ہو تو پھر اشارے سے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی کیوں کہ کتابت جو کہ اشارے سے اولیٰ ہے اس سے
ضرورت پوری ہو رہی ہے لہٰذا اس کے اشارے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

❸ مذکورہ اشخاص کی تعریفات:۔ صبی: نابالغ کو کہتے ہیں جو جوان نہ ہو۔ مجنون: پاگل اور دیوانے کو کہتے ہیں جو دنیا و مافیہا
سے بے خبر ہو۔ نائم: سونے والا۔ ھازل: ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے والا آدمی۔ اخرس: گونگا جو بولنے سے عاجز ہو۔

❹ آزاد اور باندی کی طلاق و عدت:۔ آزاد عورت کی طلاقیں تین اور باندی کی دو ہیں۔ ضابطے کی رو سے آدھی ہونی چاہئیں لیکن
طلاق میں تقسیم نہیں ہے اس لیے باندی کی طلاقیں دو ہیں۔
مطلقہ و متوفی عنہا زوجہا اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت بہر صورت وضع حمل ہے۔ مطلقہ حائضہ آزاد کی عدت تین حیض اور لونڈی کی عدت دو
حیض ہے۔ متوفی عنہا زوجہا آزاد کی عدت چار ماہ دس دن اور لونڈی کی عدت دو ماہ پانچ دن ہے۔

## ﴿السوال الثاني﴾ ۱۴۲۹ھ

**الشق الاوّل** ...... و اذا قال لامرأته: اختاري ينوي بذلك الطلاق او قال لها: طلقي نفسك، فلها ان تطلق نفسها ما
دامت في مجلسها ذلك، فان قامت منه او اخذت في عمل آخر خرج الامر من يدها و يبطل خيارها بمجرد القيام.
ترجمہ و تشریح کیجیے اور اختیار کے معتبر ہونے پر حدیث سے دلیل دیجیے، نیز اختیار طلاق اور بیع صرف و سلم کے درمیان مجلس کا فرق
واضح کیجیے، عورت اختیار استعمال کرے تو کیا واقع ہوتا ہے؟ اور اس کے لیے کیا شرط ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح اور اختیار کے معتبر
ہونے کی دلیل ③ اختیار طلاق اور بیع صرف و سلم میں مجلس کا فرق ④ اختیار طلاق استعمال کرنے کا حکم اور شرط۔

**جواب** ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ جب مرد نے اپنی بیوی سے کہا اختاري اور وہ اس سے طلاق کی نیت کرتا ہے یا مرد نے بیوی
سے کہا طلقي نفسك تو عورت کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے آپ کو طلاق دے جب تک کہ وہ اس مجلس میں ہے۔ پس اگر وہ اس مجلس سے اٹھ گئی
یا دوسرے کام میں شروع ہوگئی تو اس کے ہاتھ سے اختیار نکل گیا۔ اور عورت کا خیار محض کھڑا ہونے سے باطل ہو جائے گا۔

❷ عبارت کی تشریح اور طلاق کے معتبر ہونے کی دلیل:۔ خاوند نے اپنی بیوی کو "اختاري" کہہ کر اختیار دیا اور طلاق کی نیت کی،
یا "طلقي نفسك" کا لفظ استعمال کرتے ہوئے اختیار دیا تو عورت جب تک مجلس میں موجود ہے اسے طلاق کا اختیار ہے، اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی
یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہوگئی تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ "اختاري" سے نیت کے باوجود طلاق واقع نہ ہو،
کیوں کہ اس لفظ سے خود خاوند طلاق واقع کرنے کا مالک نہیں ہے لہٰذا وہ دوسرے کو بھی مالک نہیں بنا سکتا، مگر اجماع صحابہ ﷺ کی وجہ سے
قیاس کو ترک کر دیا گیا ہے، کیوں کہ حضرت عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابن عمر، جابر، زید بن ثابت ﷺ وسیدہ عائشہ ﷺ سے مروی ہے کہ

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

۱۴۳۹-۴۰ھ

جب مرد نے اپنی بیوی کو خیار دے دیا تو عورت کیلئے خیار ہے جب تک وہ اپنی مجلس میں ہے، پس جب وہ مجلس سے کھڑی ہو گئی تو خیار نہیں ہے، چونکہ بقیہ حضرات سے اسکے خلاف منقول نہیں ہے اسلئے یہ اجماع کے قائم مقام ہو گیا۔ اور عورت کے محض کھڑا ہونے سے یہ خیار ختم ہو جائے گا کیوں کہ قیام اعراض و روگردانی کی دلیل ہے۔

③ <u>اختیار طلاق اور بیع صرف وسلم میں مجلس کا فرق</u>:۔ اختیار طلاق عورت کے محض مجلس سے کھڑا ہونے سے باطل ہو جاتا ہے مگر بیع صرف وسلم میں محض مجلس سے کھڑا ہونے سے یہ باطل نہ ہوں گی۔ حالانکہ ان میں بھی مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے، وجہ یہ ہے کہ بیع صرف وسلم کے فاسد ہونے کے لیے مجلس سے جدا ہونا ضروری ہے اور محض قیام مجلس سے جدا ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لیے محض قیام سے اختیار طلاق تو ختم ہو گا، بیع صرف وسلم ختم نہ ہوں گی۔

④ <u>اختیار طلاق استعمال کرنے کا حکم اور شرط</u>:۔ اگر اختیار کی مذکورہ صورت میں عورت نے اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی کیوں کہ عورت کا اپنے نفس کو اختیار کرنا اسی صورت ثابت ہو گا جب نفس کے ساتھ عورت کا اختصاص ثابت ہو جائے یعنی شوہر کی ملک زائل ہو جائے اور عورت اپنے نفس کی مالک ہو جائے اور یہ مقصد طلاق بائن سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس اختیار سے وقوع طلاق کی شرط یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی کے کلام میں "نفس" یا اس کے قائم مقام کوئی لفظ مذکور ہو مثلاً "اختاری" اور "اختترت" کے الفاظ سے طلاق واقع نہ ہو گی، کیوں کہ اختیار کے لفظ سے طلاق کا وقوع اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہ اجماع خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اسی صورت میں جاری ہو گا جس طرح وارد ہوا ہے اور وہ صورت یہی ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے کلام میں "نفس" یا اس کے قائم مقام کوئی دوسرا لفظ موجود ہو۔

**الشق الثاني** ...... و على المبتوتة و المتوفى عنها زوجها اذا كانت بالغة مسلمة الحداد ..... و ليس فى عدة ام الولد و لا فى عدة النكاح الفاسد احداد، و لا ينبغى ان تخطب المعتدة و لا بالتعريض فى الخطبة.

ترجمہ و تشریح کیجئے۔ حداد کی تعریف کیجئے۔ معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿خلاصہ سوال﴾ اس سوال کا حل چار امور ہیں ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح ③ حداد کی تعریف ④ معتدہ کا گھر سے نکلنے کا حکم۔

**جواب** ...... ① <u>عبارت کا ترجمہ</u>:۔ معتدہ و متوفی عنہا زوجہا پر سوگ لازم ہے جب کہ وہ مسلمان اور بالغ ہوں، ام ولد اور نکاح فاسد کی عدت میں سوگ نہیں ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ معتدہ کو پیغام نکاح بھیجا جائے صراحتاً بھیجا جائے، تعریض میں کوئی حرج نہیں ہے۔

② <u>عبارت کی تشریح</u>:۔ ابتدائی تشریح۔ كما مرّ فى الشق الثانى من السوال الثانى ۱۴۳۱ھ

ولا ينبغى...الخ معتدہ عورت کو واضح الفاظ میں نکاح کا پیغام دینا مناسب نہیں ہے اسلئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله (معتدہ عورتوں سے عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ ان کی عدت کا زمانہ ختم ہو جائے) البتہ تعریض میں کوئی حرج نہیں ہے اور تعریض اشارے و کنائے میں نکاح کی بات کرنا ہے، مثلاً تو بڑی خوبصورت ہے، بڑی نیک ہے، یا مجھے کوئی نیک عورت مل جائے، میں تیری طرف راغب ہوں وغیرہ۔ اور تعریض کے جواز کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء ... الخ (تم پر خطبہ نساء میں تعریض پر کوئی حرج نہیں)

③ <u>حداد کی تعریف</u>:۔ كما مرّ فى الشق الثانى من السوال الثانى ۱۴۳۱ھ

④ <u>معتدہ کا گھر سے نکلنے کا حکم</u>:۔ معتدہ رجعیہ و بائنہ عدت میں رات یا دن کے وقت گھر سے نہیں نکل سکتی، البتہ انتہائی مجبوری ہو تو جائز ہے۔ متوفی عنہا زوجہا کو دن بھر اور رات کا کچھ حصہ گھر سے باہر رہنے اور نکلنے کی اجازت ہے البتہ رات اپنے مکان میں ہی گزارے گی، رات باہر گزارنے کی اجازت نہیں ہے۔ معتدہ کے عدم اجازت کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تخرجوهن من بيوتهن ولا

بمد جن الا ان یاتین بفاحشة مبینة اوراس کا نفقہ وغیرہ بھی عدت میں زوج ہی کے ذمہ ہے۔ اور متوفی عنہا زوجہا کیلئے نفقہ نہیں ہے اسلئے اسے طلب معاش وغیرہ کیلئے نکلنے کی مجبوری ہے جو کہ وہ دن کے وقت نکلے گی اور بسا اوقات طلب معاش کا سبب رات تک طویل ہو جاتا ہے اسلئے رات کے کچھ حصہ کی بھی اور دن بھر بھی اس کو باہر نکلنے کی اجازت ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٩ھ

**الشق الاول**..... و لا تجب النفقة مع اختلاف الدين الا للزوجة و الابوين و الاجداد و الجدات و الولد و ولد الولد..... و تجب نفقة الابنة البالغة و الابن الزمن على ابويه اثلاثا على الاب الثلثان و على الام الثلث.

ترجمہ و تشریح کیجیے، نفقہ لازم ہونے میں کس کی حالت کا اعتبار ہے؟۔ ناشزہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے نفقہ کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے۔ ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح ③ لزوم نفقہ میں اعتبارات ④ ناشزہ کی تعریف اور نفقہ کا حکم۔

**جواب**..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ دینی اختلاف کے ساتھ کسی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا سوائے بیوی، والدین، اجداد، جدات، بیٹے اور پوتے کے۔ بالغ لڑکی و اپاہج لڑکے کا نفقہ والدین پر اثلاث کے اعتبار سے لازم ہے: دو ثلث والد پر اور ایک ثلث والدہ پر لازم ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ دینی اختلاف کے ہوتے ہوئے کسی کو نفقہ واجب نہیں ہوتا سوائے بیوی، والدین، اجداد و جدات، بیٹے اور پوتے کے یعنی دینی اختلاف کی صورت میں صرف ان کا نفقہ لازم ہے، بیوی کا نفقہ عقد نکاح کی وجہ سے لازم ہے کہ وہ زوج کے پاس وطی وغیرہ کیلئے محبوس ہے، اس میں دینی اتحاد کو دخل نہیں ہے اور بقیہ افراد کا نفقہ جزو ہونے کی وجہ سے لازم ہے کہ بیٹا خود اس کا جزو ہے اور والدین اجداد و جدات کو ولادت کا رشتہ شامل ہے یعنی یہ خود ان کی اولاد و جزو ہے، لہٰذا ان سب کا نفقہ اختلاف دین کے باوجود لازم ہے۔ بالغہ لڑکی و اپاہج لڑکے کا نفقہ ثلث کے اعتبار سے لازم ہے والد پر دو ثلث اور والدہ پر ایک ثلث لازم ہے کیوں کہ ان افراد کی موت کی صورت میں والدین کو اسی حساب سے میراث ملتی ہے لہٰذا نفقہ بھی اسی اعتبار سے لازم ہوگا۔ ظاہر الروایہ کے مطابق پورا نفقہ والد کے ذمہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے و على المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف۔

③ لزوم نفقہ میں اعتبار حالت:۔ نفقہ کے واجب ہونے کے بعد کس کی حالت کا اعتبار ہوگا، شوہر کی حالت کا یا بیوی کی حالت کا؟ حضرات حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائیگا۔ درمختار میں ہے کہ یہی حضرات حنفیہ کا مفتی بہ قول ہے، یعنی اگر دونوں مالدار ہیں تو نفقۂ اغنیاء، دونوں تنگدست ہیں تو نفقۂ فقراء اور اگر بیوی تنگدست ہے تو اس کا نفقہ اغنیاء کے نفقہ سے کم اور فقراء کے نفقہ سے زیادہ ہوگا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا، شوہر اگر مالدار ہے تو نفقۂ اغنیاء واجب ہوگا، اگر تنگدست ہے تو نفقۂ فقراء واجب ہوگا۔ صاحب ہدایہ نے حنفیہ میں سے امام کرخیؒ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے اور علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اعلاء السنن میں اسی قول کو حنفیہ کی ظاہر الروایت کہا ہے۔ (کشف الباری کتاب النفقات ص ٣٦)

④ ناشزہ کی تعریف اور نفقہ کا حکم:۔ ناشزہ نافرمان و سرکش لڑائی جھگڑا کرنے والی عورت کو کہتے ہیں۔ اگر عورت سرکشی و جھگڑا کر کے شوہر کا گھر چھوڑ کر چلی جائے تو جب تک وہ شوہر کے گھر واپس نہیں آتی تب تک شوہر پر نفقہ لازم نہیں ہے، کیوں کہ نفقہ کا سبب (خود کو شوہر کے لیے حبس کرنا) عورت کی وجہ سے فوت ہو رہا ہے لہٰذا جب تک واپس نہ آئے نفقہ نہ ملے گا۔ اگر شوہر کے گھر آ گئی مگر وطی پر قدرت نہ دے تو نفقہ لازم ہوگا کیوں کہ نفقہ کا سبب (احتباس) موجود ہے اور شوہر زبردستی وطی پر قادر ہے۔

**الشق الثانی**..... كفارة اليمين عتق رقبة يجزئ فيها ما يجزئ في الظهار، و ان شاء كسا عشرة مساكين،

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

كل واحد ثوبا فما زاد و ادناه مايجوز فيه الصلوة و ان شاء اطعم عشرة مساكين كالاطعام في كفارة الظهار فان لم يقدر على احد الاشياء الثلاثة صام ثلاثة ايام متتابعات.

ترجمہ و خط کشیدہ عبارت کی تشریح کیجیے۔ مذکورہ کفارے میں قول صحیح کے مطابق ہر مسکین کو کتنا کپڑا یا کھانا میسر آنا ضروری ہے؟ اگر گناہ کرنے کی قسم کھالے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

**﴿خلاصۂ سوال﴾**..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② خط کشیدہ عبارت کی تشریح ③ کفارے میں کپڑے کی مقدار ④ گناہ کرنے کی قسم کھانے والے کا حکم۔

**جواب**... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ کفارۂ یمین ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اس میں وہی غلام کافی ہوگا جو کفارۂ ظہار میں کافی ہوتا ہے، اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑے دے دے، ہر ایک کو ایک کپڑا یا زائد دے اور اس کی کم از کم مقدار اتنا کپڑا ہے جس میں نماز جائز ہو، اور اگر چاہے تو کفارۂ ظہار کے کھانے کی مثل دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے، پس اگر ان تین اشیاء میں سے کسی پر بھی قادر نہ ہو تو متواتر تین روزے رکھے۔

❷ خط کشیدہ عبارت کی تشریح:۔ اگر حانث شخص غلام آزاد کرنے، دس مساکین کو کپڑے دینے یا کھانا کھلانے پر قادر نہ ہو تو وہ متواتر تین روزے رکھ کر فدیہ ادا کر سکتا ہے، ارشاد باری ہے: فكفارته اطعام عشرة مساكين من اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام۔ اور متواتر کی قید حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت مشہورہ فصيام ثلثة ايام متتابعات کی وجہ سے ہے، یہ حدیث مشہور کی مثل ہے اور اس سے قرآن پاک پر زیادتی کرنا جائز ہے۔

❸ کفارے میں کپڑے کی مقدار:۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کم از کم اتنی مقدار کپڑا ہو جس میں نماز جائز ہو جائے یعنی مرد کا ستر چھپ جائے اور عورت کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا بدن چھپ جائے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ کم از کم اتنا کپڑا ہو جو بدن کے اکثر حصہ کو چھپا لے، لہذا صرف پاجامہ دینے سے کفارہ ادا نہ ہوگا، یہی قول صحیح ہے۔

❹ گناہ کرنے کی قسم کھانے والے کا حکم:۔ اگر کسی نے گناہ کی قسم کھائی مثلاً نماز نہیں پڑھوں گا تو اسے چاہیے کہ قسم توڑ کر کفارہ دے، ارشاد نبوی ہے: من حلف على يمين و راى غيرها خيرا منها فليأت بالذي هو خير ثم ليكفر عن يمينه۔ نیز قسم توڑ کر کفارہ دینے کی صورت میں معصیت کا ارتکاب بھی نہیں ہوگا۔

## ﴿الورقة الثالثة في الفقه﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** واذا اذنت المرأة للرجل ان يزوجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز..... وتزويج العبد والامة بغير اذن مولاهما موقوف، فان اجازه المولى جاز و ان رده بطل، وكذلك لو زوج رجل امرأة بغير رضاها او رجلا بغير رضاه۔ (اشرف الہدایہ ج ص)

مذکورہ مسائل کی وضاحت کریں اور ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔ نکاح کے باب میں اصیل، وکیل اور فضولی کی تعریف کریں۔ کیا شخص واحد نکاح میں اصیل و وکیل بن سکتا ہے؟

**﴿خلاصۂ سوال﴾**..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مسائل کی وضاحت اور ائمہ کا اختلاف مع دلائل ② اصیل، وکیل اور فضولی کی تعریف ③ شخص واحد کے نکاح میں اصیل و وکیل بننے کی وضاحت۔

**جواب** ❶ مسائل کی وضاحت اور ائمہ کا اختلاف مع دلائل:۔ ایک عورت نے کسی مرد کو وکیل بنا کر کہا کہ تم میرا نکاح اپنے

Scanned with CamScanner

ساتھ کرلو اور وکیل نے دو گواہوں کی موجودگی میں عقد نکاح کرلیا تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام زفر و امام شافعی کے نزدیک یہ نکاح جائز نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ایک ہی آدمی ایک ہی وقت میں مملک و متملک نہیں بن سکتا کہ وہ ایک ہی وقت میں کسی چیز کا مالک خود بن بھی رہا ہو اور بنا بھی رہا ہو، بایں طور کہ وہ عورت کی طرف سے وکیل ہے اس لئے مالک بنانے والا ہے اور خود ناکح ہونے کی حیثیت سے مالک بن رہا ہے۔ لہٰذا یہ نکاح جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مملک و متملک میں منافات ہیں جیسا کہ بیع میں ایک ہی شخص مملک و متملک (بائع و مشتری) نہیں بن سکتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نکاح میں وکیل محض تعبیر کرنے والا اور سفیر ہوتا ہے، ذمہ دار نہیں ہوتا اور منافات حقوق میں ہے کہ ایک ہی شخص مطالِب و مطالَب، مملک و متملک، مخاصِم و مخاصَم دونوں نہیں ہوسکتا، مگر تعبیر میں منافات نہیں ہے کہ وہ مالک بنانے کے الفاظ عورت کی طرف سے کہتا ہے اور مالک بننے کے الفاظ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے۔ بخلاف بیع کے کہ اس میں وکیل عاقد ہوتا ہے چنانچہ بیع کے حقوق اسی کی طرف لوٹتے ہیں مؤکل کی طرف نہیں لوٹتے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک ہی آدمی طرفین کا متولی ہوسکتا ہے تو مرد کا قول زوّجتُ ایجاب و قبول دونوں کو شامل ہوگا، اور یہ نکاح درست ہوگا۔

غلام و لونڈی کا نکاح اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر موقوف ہوگا، اگر مولیٰ نے اجازت دیدی تو یہ نکاح جائز ہوگا اور اگر مولیٰ نے رد کردیا تو یہ نکاح باطل ہوجائے گا۔ اسی طرح کسی مرد کا نکاح یا کسی عورت کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کردیا تو یہ نکاح بھی مرد و عورت کی اجازت پر موقوف ہوں گے، اگر مرد و عورت نے اجازت دیدی تو یہ نکاح جائز ہوں گے اور اگر مرد و عورت نے رد کردیا تو یہ نکاح باطل ہوں گے۔ ہماری دلیل ایک ضابطہ ہے کہ ہر وہ عقد جو فضولی سے صادر ہو اور مجلس میں اس عقد کو قبول کرنے والا بھی موجود ہو خواہ وہ دوسرا فضولی ہو، اصیل ہو یا وکیل ہو تو یہ نکاح اجازت پر موقوف ہوکر منعقد ہوگا، اسلئے کہ تصرف کا رکن یعنی ایجاب و قبول اسکے اہل یعنی عاقل و بالغ سے صادر ہوا ہے اور محل عقد یعنی ایسی عورت کی طرف منسوب ہے جو محرمات میں سے نہیں ہے اور اس عقد کو منعقد کرنے میں کوئی ضرر و نقصان بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ عقد موقوفاً منعقد ہے اگر اصیل مناسب سمجھے تو نافذ کردے ورنہ رد کردے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فضولی کے تمام تصرفات باطل ہیں، کیونکہ عقد حکمِ عقد کو ثابت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے اور فضولی اثباتِ حکم پر قادر نہیں ہے، لہٰذا اس کا کلام لغو ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہاں حکم بالکل معدوم نہیں ہے بلکہ بعد اجازت تک کیلئے مؤخر ہے اور حکم عقد عقد سے مؤخر ہوسکتا ہے، جیسا کہ بیع بشرط الخیار میں بیع کا لزوم بعد سقوط خیار تک مؤخر ہوتا ہے۔

❷ <u>اصیل، وکیل اور فضولی کی تعریف</u>:۔ اصیل: وہ شخص جو تصرف کا مالک ہونے کی حیثیت سے اپنا نکاح بذاتِ خود کررہا ہو۔

وکیل: جو شخص بذاتِ خود نکاح و تصرف کا مالک نہ ہو مگر اصیل نے اسے اپنا نمائندہ بنایا ہو اور اسے تصرف کا اختیار دیا ہو۔

فضولی: جو نہ اصیل ہو اور نہ وکیل ہو بلکہ خواہ مخواہ ہو، یعنی جو شخص نہ بذاتِ خود نکاح و تصرف کا مالک ہو اور نہ کسی نے اسے اپنا نمائندہ و وکیل بنا کر تصرف کا اختیار دیا ہو۔

❸ <u>شخص واحد کے نکاح میں اصیل و وکیل بننے کی وضاحت</u>:۔ ابھی مسائل کی وضاحت میں گزر چکا ہے کہ ہمارے نزدیک ایک ہی شخص نکاح میں اصیل و وکیل بن سکتا ہے۔

**الشق الثانی** ...... واذا تزوج الكافر بغير شهود او فى عدة كافر و ذٰلك فى دينهم جائز ثم اسلما اقرا عليه ...... ولا يجوز ان يتزوج المرتد مسلمة ولا كافرة و مرتدة. (اشرف الہدایہ ج۴ ص۱۵۶)

مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کریں، اگر مسئلہ اختلافی ہو تو ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔ دوسرے مسئلہ میں مرتد کا مذکورہ عورتوں سے نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ بیان کریں۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ … اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مسائل کی وضاحت اور ائمہ کا اختلاف مع دلائل ② مرتد کا مذکورہ عورتوں سے نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ۔

**جواب** … ① مسائل کی وضاحت اور ائمہ کا اختلاف مع دلائل:۔ ایک کافر نے کسی کافرہ عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کیا یا وہ عورت کسی کافر کی عدت میں تھی اور اس سے کافر نے نکاح کرلیا اور یہ نکاح ان کے دین میں جائز بھی ہے پھر یہ زوجین مسلمان ہوگئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں کو سابقہ نکاح پر باقی رکھا جائے گا، امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ دونوں نکاح فاسد ہیں، صاحبینؒ پہلی صورت (بغیر گواہ نکاح) میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں اور دوسری صورت (کافر کی عدت میں نکاح) میں امام زفرؒ کے ساتھ ہیں۔

امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریعت کے خطابات عام ہیں، مثلاً **ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله** (جب تک عدت مقررہ ختم نہ ہوجائے تم تم تعلق نکاح کا ارادہ بھی نہ کرو) **لا نكاح الّا بشهود** (بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا)۔ شریعت کے یہ خطابات عام ہیں لہٰذا حکم بھی علی العموم ثابت ہوگا اور کافروں کو بھی یہ حکم لازم ہوگا۔ البتہ ان کے کافر ہونے کی وجہ سے ہم ان سے تعرض نہیں کریں گے، جیسا کہ وہ بت پرست ہیں مگر ہم اعراض کی وجہ سے ان کی طرف تعرض نہیں کرتے۔ البتہ جب وہ مسلمان ہوگئے یا وہ اپنا معاملہ مسلمان حاکم و قاضی کے پاس لے گئے تو پھر تفریق لازم ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے **وان احكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهوائهم** (آپ ان کفار کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ پر نازل کیا ہے اور آپ ان کی خواہشات کی اتباع نہ کریں)۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ معتدۃ الغیر سے نکاح کی حرمت متفق علیہ ہے اور گواہوں کے بغیر نکاح کی حرمت مختلف فیہ ہے کیونکہ امام مالک و ابن ابی لیلیٰ اس کے جواز کے قائل ہیں، اور کفار نے ہمارے متفق علیہ احکام کا التزام تو کیا ہے مگر مختلف فیہ احکام کا التزام نہیں کیا ہے۔ پس معتدۃ الغیر سے نکاح کی حرمت متفق علیہ ہونے کی وجہ سے کافر اہل ذمہ کا نکاح بھی عدت میں فاسد ہوگا اور اسلام لانے یا مرافعہ کے بعد تفریق واجب ہوگی، جبکہ گواہوں کے بغیر نکاح کی حرمت مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے کافر اہل ذمہ کا نکاح گواہوں کے بغیر صحیح ہوگا اور اسلام لانے یا مرافعہ کے بعد بھی نکاح باقی رہے گا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عدت کی وجہ سے نکاح کی حرمت یا شارع یعنی باری تعالیٰ کا حق ہوکر ثابت ہوگی یا زوج کا حق ہوکر ثابت ہوگی اور یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں ہیں اسلئے کہ کفار حقوق شرع کے مخاطب نہیں ہیں اور شوہر وجوب عدت کا اعتقاد ہی نہیں رکھتا، لہٰذا ایک کافر کا نکاح دوسرے کافر کی معتدہ سے جائز ہے۔ پس جب نکاح صحیح ہوگیا تو حالت مرافعہ و اسلام قبول کرنے کی حالت حالت بقاء ہے اور حالت بقاء میں شہادت و گواہ شرط نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ نکاح کے بعد گواہ مر جائیں تب بھی نکاح باطل نہیں ہوتا۔ اسی طرح عدت حالت بقاء کے منافی نہیں ہے مثلاً کسی عورت کو متوفی سمجھا زوجہا سمجھ کر نکاح و مباشرت کرلی بعد میں زوج کے زندہ ہونے کا علم ہوا تو نکاح اول کے باقی رہنے کے باوجود عدت لازم ہے، پس معلوم ہوا کہ عدت حالت بقاء کے منافی نہیں ہے، پس یہ دونوں صورت میں نکاح درست ہے۔

② مرتد کا مذکورہ عورتوں سے نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ:۔ مرتد کیلئے کسی مسلمان یا کافرہ یا مرتدہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ مرتد شخص ارتداد کی وجہ سے واجب القتل ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے **من غيّر او بدّل دينًا فاقتلوه** (جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کردو) باقی مرتد کو تین دن کی مہلت غور و فکر اور شبہات کو دور کرنے کیلئے دی گئی ہے اور نکاح اس غور و فکر اور شبہات کے ازالہ سے غافل کردیتا ہے، اسلئے مرتد کے حق میں نکاح مشروع نہیں ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاوّل** … ولو قال انت طالق غدا وقع عليها الطلاق بطلوع الفجر …. ولو قال انت طالق اليوم غدا او غدا

Scanned with CamScanner

الیوم فانه یأخذ باول الوقتین الذی تفوه به... ولو قال انت طالق اذا لم اطلقك او اذا ما لم اطلقك لم تطلق حتی یموت عند ابی حنیفة وقالا تطلق حین سکت لان کلمة اذا للوقت....(اشرف الہدایہ ج۳ ص۱۳۶)

تمام مسائل کی وضاحت کریں اور نتیجہ بھی تحریر کریں۔ مسئلہ اخیرہ میں امام صاحب و صاحبین کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) مسائل کی وضاحت مع النتیجہ (۲) مسئلہ اخیرہ میں ائمہ کا اختلاف

**جواب** ..... ❶ مسائل کی وضاحت مع النتیجہ:۔ اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق غدا (تجھے کل طلاق ہے) تو اگلے دن فجر طلوع ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ مرد نے کل کے تمام دن میں عورت کو طلاق کے ساتھ متصف کیا ہے لہٰذا کل فجر طلوع ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ اگر اس نے کل کے آخری وقت (غروب شمس) کی نیت کی تو صرف دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی۔

اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق الیوم غدا یا غدا الیوم تو دونوں وقتوں میں سے اس نے جس کا پہلے تکلم کیا ہے وہ مراد ہوگا، چنانچہ پہلی صورت میں یوم میں طلاق واقع ہوگی اور دوسری صورت میں غد میں طلاق واقع ہوگی کیونکہ جب الیوم کہا تو طلاق منجز (فی الحال) ہوگئی اور منجز اضافت الی الغد کا احتمال نہیں رکھتی لہٰذا اس صورت میں غد کا لفظ لغو ہوگا۔ اور جب غدا کہا تو طلاق مضاف الی الغد ہوئی اور طلاق مضاف الی الغد کو منجز ماننے کی صورت میں اضافت کو باطل کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے۔

آخری مسئلہ مع تفصیل کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ ۔

❷ مسئلہ اخیرہ میں ائمہ کا اختلاف:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ ۔

**الشق الثانی** ..... و کفارة الظهار عتق رقبة فان لم یجد فصیام شهرین متتابعین فان لم یستطع فاطعام ستین مسکینا.....و کلّ ذلك قبل المسیس.....وتجزئ فی العتق الرقبة الکافرة و المسلمة و الذکر والانثی والصغیر والکبیر.....ولا تجزئ العمیاء الا المقطوعة الیدین او الرجلین

ظہار کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور حکم بیان کریں۔ کفارۂ ظہار کی ترتیب کے ساتھ وضاحت کریں۔ رقبہ کافرہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف و دلائل بیان کریں۔ عبارت میں مذکور جائز و ناجائز رقبہ کی تفصیل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: (۱) ظہار کی لغوی و اصطلاحی تعریف، حکم و کفارۂ ظہار کی ترتیب (۲) رقبہ کافرہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف مع الدلائل (۳) کفارۂ ظہار میں جائز و ناجائز رقبہ کی تفصیل۔

**جواب** ❶ ظہار کی تعریف، حکم و کفارۂ ظہار کی ترتیب:۔ کما مر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ

❷ رقبہ کافرہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف مع الدلائل:۔ اگر ظاہر اپنی بیوی سے استمتاع رکھنا چاہتا ہے تو اس پر کفارہ لازم ہے اور احناف کے نزدیک اس میں ایک غلام یا باندی آزاد کرے خواہ کافر ہو یا مؤمن، بالغ ہو یا نابالغ ہو، لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسلمان رقبہ آزاد کرنا شرط ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ رقبہ ان سب پر بولا جاتا ہے وہ کسی صفت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ کفارہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس حق کو اللہ کے دشمن یعنی کافر کی طرف صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ آزاد کرنے والے کا مقصد یہ ہے کہ وہ مولیٰ کی خدمت سے نجات پاکر اللہ تعالیٰ کی طاعت پر قادر ہو باقی اس کا آزاد ہونے کے بعد بھی کفر پر باقی رہنا یہ اس کے سوء اختیار کی وجہ سے ہے جو بدلہ نہ ہونے کی علامت ہے۔

❸ کفارۂ ظہار میں جائز و ناجائز رقبہ کی تفصیل:۔ کفارۂ ظہار میں نابینا رقبہ یا ایسا رقبہ آزاد کرنا جائز نہیں ہے جس کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں، کیونکہ ان میں رقبہ کی منفعت کی جنس فوت ہے جو کہ بینائی، گرفت و چال ہے۔ البتہ اگر جنس منفعت فوت نہ

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ہوئی ہو مگر اس میں خلل وکمی واقع ہوگئی ہو تو اسے آزاد کرنا جائز ہے، چنانچہ کانا، ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹا ہوا رقبہ آزاد کرنا جائز ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاوّل** ونفقة الاولاد الصغار على الاب لايشاركه فيها احد كما لايشاركه فى نفقة الزوجة ..... وان كان الصغير رضيعا فليس على امه ان ترضعه ..... ويستاجر الاب من ترضعه عندها ..... وان استأجرها وهى زوجته او معتدته لترضع ولدها لم تجز . (اشرف الہدایہ ج۵ ص۲۲۰)

عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت کریں اور ہر مسئلے کی مکمل وجہ تحریر کریں۔ بالغ لڑکے یا لڑکی کا نفقہ والد پر کس وقت لازم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) مسائل کی وضاحت مع الوجہ (۲) والد پر بالغ لڑکے و لڑکی کے نفقہ کا لزوم؟

**جواب** ..... ❶ مسائل کی وضاحت مع الوجہ: نابالغ اولاد کا نفقہ والد کے ذمہ لازم ہے اور اس میں اس کے ساتھ کوئی دوسرا فرد شریک نہ ہوگا، جیسا کہ بیوی کے نفقہ میں خاوند کے ساتھ کوئی دوسرا فرد شریک نہیں ہے، اسلئے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے (وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف) اور مولود لہ والد ہے، پس جب مولود کی وجہ سے والدہ کا نفقہ والد پر لازم ہے تو خود مولود کا نفقہ بطریق اولیٰ لازم ہوگا۔ اور عدم اشتراک کی دلیل یہ ہے کہ والد اور مولود یعنی ولد میں سے کوئی بھی شرکت کو قبول نہیں کرتا، کیونکہ بیک وقت ایک ہی عورت دو مردوں کی منکوحہ اور ایک ہی بچہ بیک وقت دو مردوں کا بیٹا نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے لئے ثابت شدہ حق بھی شرکت کو قبول نہیں کرے گا۔

اگر صغیر دودھ پیتا بچہ ہو تو قضاءً والدہ پر اس کو دودھ پلانا بھی لازم نہیں ہے، کیونکہ بچہ کی کفالت وکفایت والد پر لازم ہے اس میں کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے، اور دودھ پلائی کی اجرت نفقہ کی مانند ہے لہٰذا یہ بھی والد پر لازم ہوگی۔

نیز ممکن ہے کہ بچہ کی ماں کسی عذر کی وجہ سے دودھ پلانے پر قادر نہ ہو لہٰذا والدہ کو دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ البتہ اگر والدہ معذور نہ ہو تو دیانۃً (عنداللہ) اس پر بچہ کو دودھ پلانا لازم ہے۔

والد دودھ پلانے کیلئے ایسی عورت کو اجرت پر رکھے جو اسکی ماں کے پاس رہ کر اس کو دودھ پلائے، تو یہ دودھ پلانے کی اجرت باپ پر لازم ہوگی البتہ اگر ماں چاہے تو وہ عورت اسکی ماں کے پاس رہ کر اس کو دودھ پلائے، کیونکہ بچہ کی پرورش ماں کا حق ہے۔

اگر باپ نے بچہ کی ماں کو ہی دودھ پلانے کیلئے اجرت پر مقرر کیا حالانکہ وہ اسکی منکوحہ یا معتدہ ہے تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ دیانۃً (عنداللہ) اس پر بچہ کو دودھ پلانا لازم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے (والوالدات يرضعن اولادهن) "اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں۔" اور اس کو عاجز ہونے کی وجہ سے دودھ پلانے سے معذور رکھا گیا تھا، پس جب وہ اجرت کے ساتھ دودھ پلانے پر راضی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ دودھ پلانے پر قادر ہے، پس اس پر دودھ پلانا لازم ہے اور اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

البتہ مطلقہ کی عدت گزرنے کے بعد باپ نے بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کیلئے اجرت پر رکھا تو یہ جائز ہے، اسلئے کہ اب نکاح بالکلیہ زائل ہوگیا ہے اور یہ عورت اجنبیہ کی مثل ہوگئی، اور اجنبیہ کی طرح اس کو بھی دودھ پلانے کیلئے اجرت پر لینا جائز ہے۔

❷ والد پر بالغ لڑکے یا لڑکی کے نفقہ کا لزوم: بالغ لڑکی اور اپاہج لڑکے کا نفقہ ثلث کے اعتبار سے لازم ہے، والد پر دو ثلث اور والدہ پر ایک ثلث لازم ہے کیونکہ ان افراد کی موت کی صورت میں والدین کو اسی حساب سے میراث ملتی ہے لہٰذا نفقہ بھی اسی اعتبار سے لازم ہوگا۔ ظاہر الروایہ کے مطابق پورا نفقہ والد کے ذمہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف، اور اپاہج بالغ لڑکا بچہ کی مثل ہے، لہٰذا اس کا نفقہ بھی باپ پر لازم ہے۔

**الشق الثانی** ..... ومن حلف لا يكلم فلانا فكلمه وهو بحيث يسمع الا انه نائم حنث ..... ولو حلف لايكلمه

Scanned with CamScanner

الاستئذان فاذن له ولم یعلم بالاذن حتی کلّمه حنث ..... و من حلف لایکلّمه حینا اوزمانا او الحین او الزمان فهو علی ستة اشهر ..... و کذالك الدهر عندهما (اشرف الہدایہ ج ۶ ص ۹۲)

عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت کریں اور ہر مسئلہ کا حکم مع وجہ تحریر کریں۔ قسم کے دوران دھر اور الدھر میں بحیثیت حکم کیا فرق ہے؟ امام صاحب وصاحبین کا اختلاف مدلل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) مسائل کی وضاحت مع الوجہ (۲) دھر اور الدھر میں فرق اور اختلاف۔

**جواب** ❶ **مسائل کی وضاحت مع الوجہ:** کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں آدمی سے بات چیت نہیں کروں گا پھر اس نے اس حال میں کلام کی کہ اگر وہ جاگ رہا ہوتا تو وہ سن لیتا مگر وہ سویا ہوا تھا تب بھی یہ شخص حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اس شخص نے اپنے طور پر اس سے گفتگو کر لی ہے اور یہ گفتگو قریب ہونے کی وجہ سے اس کے کانوں میں پہنچ بھی گئی ہے مگر وہ اپنی نیند کی وجہ سے اسے سمجھ نہیں سکا۔ یہ ایسے ہی ہے کہ قسم کھانے والے نے اسے ایسی جگہ اتنے فاصلے سے پکارا کہ وہ سن سکتا تھا مگر اپنی غفلت یا کسی دوسرے خیال میں ہونے کی وجہ سے نہیں سمجھ سکا تو اس صورت میں بھی حانث ہو جاتا ہے۔ صحیح قول کے مطابق اسے جگا دے تو پھر ہی حانث ہوگا، ورنہ نہیں، کیونکہ جب وہ بیدار نہیں ہے تو اس سے کلام کرنا ایسے ہی ہے کہ اسے اتنی دور سے پکارا ہو کہ وہ اس کی آواز ہی نہ سن سکتا ہو۔

کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں آدمی کی اجازت کے بغیر اس سے بات چیت نہیں کروں گا پھر اس نے اسے اجازت دے دی مگر اسے اجازت کا علم نہ تھا اور اس نے کلام کر لی تو یہ شخص بھی حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اذن یعنی اجازت اذان بمعنی آگاہ کرنے سے مشتق ہے یا اذن بمعنی کان میں پڑنے سے مشتق ہے اور بہر صورت سامع کے علم کے بغیر اس کا ثبوت ناممکن ہے تو جب حالف کو اجازت مل گئی مگر اس کو علم نہیں ہے تو کلام کرنے سے حانث ہو جائے گا۔

❷ **قسم کے دوران دھر اور الدھر میں فرق اور اختلاف:** کما مر فی الشق الثالث من السؤال الثانی ۱۴۳۳ھ

## ﴿الورقة الرابعة: شرح معاني الآثار﴾

## ﴿السؤال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

**الشق الاول** عن زید بن ثابتؓ قال: كان النبي ﷺ يصلي الظهر بالهجير او قال بالهاجرة وكانت اثقل الصلوات على اصحابه فنزلت حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى لأن قبلها صلوتين و بعدها صلوتين.

عن عليؓ قال: قاتلنا الاحزاب فشغلونا عن صلاة العصر حتى كربت الشمس أن تغيب فقال رسول الله ﷺ اللهم املأ قلوب الذين شغلونا عن الصلوة الوسطى نارا و املأ قبورهم نارا قال عليؓ: كنا نرى أنها صلوة الفجر.

احادیث کا ترجمہ کریں، صلوۃ وسطیٰ سے متعلق اقوال بیان کریں، صحیح قول مع نظر طحاوی پیش کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) صلوۃ وسطیٰ کی مراد میں صحیح قول اور نظر طحاوی۔

**جواب** ❶ **احادیث کا ترجمہ:** حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سخت دوپہر میں ادا کیا کرتے تھے، یہ نماز آپ ﷺ کے اصحاب پر تمام نمازوں میں سے سب سے زیادہ ثقیل و بوجھل تھی، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) تمام نمازوں پر اور بالخصوص درمیانی نماز کی محافظت کرو، اس لئے کہ اس سے پہلے دو اور بعد میں دو نمازیں ہیں۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ہم نے احزاب سے مقابلہ کیا تو انہوں نے ہمیں نماز عصر سے مشغول کر دیا حتی کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! ان لوگوں کے دلوں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے ہمیں صلوۃ وسطیٰ سے مشغول کیا اور ان کی قبروں کو

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

آگ سے بھر دے اور ان کی قبروں کو بھی آگ سے بھر دے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ صلوٰۃ وسطیٰ وہ صلوٰۃ فجر ہے۔

**❷ صلوٰۃ الوسطیٰ کی مراد، راجح قول اور نظرِ طحاویؒ:** کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۸ھ۔

**الشق الثانی** ......عن ابی سعید و ابی سلمة انهما سمعا أبا هريرةؓ يقول: كان رسول الله ﷺ يقول حين يفرغ من صلاة الفجر من القراءة و يكبر و يرفع راسه و يقول: سمع الله لمن حمده ربنا و لك الحمد يقول: اللهم انج الوليد بن الوليد و سلمة بن هشام و عياش بن ابى ربيعة و المستضعفين من المؤمنين، اللهم اشدد وطاتك على مضر و اجعلها عليهم كسنى يوسف.

ترجمہ کیجیے، قنوت فی الفجر کے متعلق ائمہ اربعہ کے اقوال مع دلائل اور قول راجح ذکر کیجیے، امام طحاوی رحمہ اللہ کی نظر ذکر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② قنوت فی الفجر میں ائمہ اربعہ کے اقوال مع دلائل وقول راجح ③ نظرِ طحاویؒ کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:** حضرت ابو سعید و ابو سلمہؓ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ جس وقت نمازِ فجر میں قراءت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے اور (جب رکوع سے) اپنا سر اٹھاتے اور سمع الله لمن حمده ربنا و لك الحمد کہتے تو یہ کلمات ارشاد فرماتے (ترجمہ) اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر مظلوم و کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! اپنی پکڑ و عذاب کو مضر پر سخت کر دے اور ان پر حضرت یوسفؑ کے زمانہ کی مثل قحط نازل فرما۔

❷ **قنوت فی الفجر میں ائمہ اربعہ کے اقوال مع دلائل:** امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی نماز میں رکوعِ ثانی کے بعد پورا سال قنوت مشروع ہے پھر امام مالکؒ کے نزدیک یہ قنوت مستحب ہے جبکہ امام شافعیؒ اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں۔

حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک صلوات میں قنوت فجر مسنون نہیں البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی عام مصیبت نازل ہوئی ہو تو اس زمانہ میں فجر میں قنوت پڑھنا مسنون ہے جسے قنوت نازلہ کہا جاتا ہے۔

شوافع و مالکیہ کی دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ان النبى ﷺ كان يقنت فى صلوة الصبح والمغرب۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ما زال رسول الله ﷺ يقنت فى الفجر حتى فارق الدنيا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: قال كان النبى ﷺ اذا رفع رأسه من الركوع من صلوة الصبح فى الركعة الثانية رفع يديه فيدعو بهذا الدعا اللهم اهدنى فيمن هديت الخ۔

حنفیہ و حنابلہ کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: لم يقنت النبى ﷺ الا شهرًا لم يقنت قبله ولا بعده۔ نیز اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے: انما قنت رسول الله ﷺ فى صلوة شهرًا يدعو على رعل و نكوان۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ان النبى ﷺ كان لا يقنت الا اذا دعى لقوم او دعى على قوم۔

شوافع و مالکیہ کے دلائل کا جواب یہ ہے کہ وہ قنوت نازلہ پر محمول ہیں اور لفظ کان استمرار و دوام پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ علامہ نوویؒ نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی ہے۔ الغرض شوافع کے دلائل یا تو منسوخ ہیں یا وہ قنوت نازلہ پر محمول ہیں یا ان میں قنوت سے مراد دعائے قنوت پڑھنا نہیں بلکہ طولِ قیام مراد ہے۔

❸ **نظرِ طحاویؒ کی وضاحت:** (قنوت فی الفجر کے مسئلہ میں حنفیہ کا فتویٰ اس پر ہے کہ جنگ کی حالت میں یہ مشروع و جائز ہے۔ امام طحاویؒ نے مطلقاً قنوت فی الفجر کی عدم مشروعیت کو حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے جو کہ محل نظر ہے۔ اور امام طحاویؒ نے نظر بھی پیش کی عدم مشروعیت

۔۔۔) نماز فجر ہی میں ہے۔ اب جب قنوت کی روایات میں اختلاف ہوا تو ہم نے صحیح معنی تک رسائی کیلئے غور و خوض کیا کہ ظہر و عصر میں بالاتفاق (جنگ) یعنی محاربہ کسی بھی حالت میں بالاتفاق قنوت کا ثبوت نہیں ہے اور فجر، مغرب و عشاء میں بھی حالت عدم محاربہ میں قنوت ثابت نہیں ہے، صرف حالت محاربہ میں اختلاف ہے، لہٰذا اس اختلافی مسئلہ کو اجماعی مسئلہ پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے اور وہ اجماعی مسئلہ یہ ہے کہ ظہر و عصر میں قنوت نہیں ہے لہٰذا اس پر قیاس کرتے ہوئے کسی بھی نماز میں قنوت کا ثبوت نہیں ہے۔ (ایضاح الطحاوی)

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

**الشق الاوّل** ...عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ان معاویة بن ابی سفیانؓ قال:۔ و هو علی المنبر۔ لکثیر بن الصلت: اذهب الی عائشة فاسألها عن رکعتی النبی ﷺ بعد العصر قال ابو سلمة: فقمت معه و قال ابن عباسؓ لعبد الله بن الحارث: اذهب معه فجئناها فسألناها فقالت: لاادری سلوا ام سلمة فسألناها فقالت: دخل علیّ النبی ﷺ ذات یوم بعد العصر فصلی رکعتین فقلت: یا رسول الله! ما کنت تصلی هاتین الرکعتین؟ فقال: قدم علیّ وفد من بنی تمیم فشغلونی عن رکعتین کنت أصلیهما بعد الظهر و هما هاتان.

ترجمہ کیجئے، صلوٰۃ عصر کے بعد رکعتین سے متعلق اقوال مع دلائل ذکر کیجئے، قول راجح کی تعیین کیجئے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) رکعتین بعد العصر سے متعلق اقوال مع دلائل (۳) قول راجح کی تعیین۔

**جواب** ... (۱) حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے منبر پر بیٹھنے کی حالت میں کثیر بن صلت سے کہا کہ تم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے آپ ﷺ کے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے متعلق دریافت کرو، ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا (چل پڑا) اور حضرت ابن عباسؓ نے عبداللہ بن حارثؓ سے کہا کہ تم بھی اس کے ساتھ جاؤ تو ہم سب لوگ ام المؤمنین ؓ کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو معلوم نہیں ہے، تم ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے پوچھو، ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک دن عصر کے بعد آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ پہلے تو یہ دو رکعت نہیں پڑھتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس بنو تمیم کا ایک وفد آیا تھا اور انہوں نے مجھے ان دو رکعتوں سے مشغول کر دیا تھا جو میں ظہر کے بعد پڑھا کرتا تھا، یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔

(۲) رکعتین بعد العصر سے متعلق اقوال مع دلائل:۔ اوقات مکروہہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اوقات ثلثہ یعنی طلوع، استواء اور غروب کے اوقات (۲) نماز عصر اور نماز فجر کے بعد کے اوقات۔

پہلی قسم یعنی اوقات ثلثہ کے متعلق حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کی نماز ناجائز ہے، خواہ فرض ہو یا نفل اور ائمہ ثلاثہ ؒ کے نزدیک فرائض جائز ہیں اور نوافل ناجائز، البتہ امام شافعی ؒ کے نزدیک نوافل ذوات الاسباب بھی جائز ہیں۔

دوسری قسم یعنی نماز فجر اور نماز عصر کے بعد والے اوقات کے بارے میں بھی امام شافعی ؒ کا مسلک یہی ہے کہ ان میں بھی فرائض اور نوافل ذوات الاسباب دونوں جائز ہیں۔ البتہ صرف نوافل غیر ذوات الاسباب ان اوقات میں مکروہ ہیں، نوافل ذوات الاسباب کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ ایسے نوافل جن کا سبب اختیار عبد کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہو مثلاً تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد، نماز شکر، نماز کسوف وغیرہ۔ حنفیہ کے نزدیک ان اوقات میں فرائض تو جائز ہیں لیکن نوافل خواہ ذوات الاسباب ہوں یا غیر ذوات الاسباب دونوں ناجائز ہیں، پھر شافعیہ کے نزدیک حرم مکہ میں نوافل غیر ذوات الاسباب بھی جائز ہیں جبکہ حنفیہ کے نزدیک اس استثناء کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ ان اوقات میں ہر جگہ ہر قسم کے نوافل ناجائز ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

امام شافعی رحمہ اللہ ایک تو ان روایات کے عموم سے استدلال کرتے ہیں جن میں تحیۃ الوضوء یا تحیۃ المسجد کا حکم دیا گیا ہے اور ان میں اوقات مکروہہ یا غیر مکروہہ کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی گئی، نیز حرم کے مسئلہ میں حضرت جبیر بن مطعم کی اس حدیث مرفوع سے استدلال کرتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے یابنی عبدمناف لاتمنعوا احدًا طاف بهذاالبيت وصلى اية ساعة شاء من ليل او نهار، اس کے برخلاف حنفیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث باب اور ان روایات کے عموم سے استدلال کرتے ہیں جن میں بعد الفجر اور بعد العصر نماز سے مطلقاً منع کیا گیا ہے۔ حنفیہ احادیث تحیۃ المسجد اور حدیث مذکور لاتمنعوا احدًا الخ کو حدیث باب سے مخصوص مانتے ہیں۔

❸ قولِ راجح کی تعیین: حنفیہ کا موقف راجح ہے، وجہ ترجیح یہ ہے کہ نہی کی احادیث کثیر ہیں لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ممانعت پر عمل کیا جائے اور جہاں تک یابنی عبدمناف لاتمنعوا احدًا والی حدیث کا تعلق ہے سو اول تو وہ مضطرب الاسناد ہے۔ اور اگر یہ روایت صحیح ہو تب بھی اس کا مقصد محض حرم کے محافظین کو یہ ہدایت کرنا ہے کہ وہ حرم کو ہر وقت کھلا رکھیں اور طواف و نماز پر پابندی عائد نہ کریں۔ اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ حرم شریف میں نماز پڑھنے والے کیلئے کوئی وقت مکروہ نہیں۔ (درس ترمذی ج ۱ ص ۴۴۳)

**الشق الثانی** ......عن عبد الله بن زيد أن رسول الله ﷺ خرج الى المصلى فاستسقى فحوّل رداءه و استقبل القبلة. حدیث کا ترجمہ کیجیے، استسقاء میں امام ابوحنیفہؒ کے ہاں نماز مسنون ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ لکھیں۔ استسقاء کی نماز میں خطبہ ہے یا نہیں؟ قراءت سری ہے یا جہری؟ امام خواتین کی خطبے کے نماز استسقاء سے پہلے یا بعد ہونے سے متعلق نظر پیش کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں پانچ امور کا حل مطلوب ہے ① حدیث کا ترجمہ ② امام ابوحنیفہؒ کے ہاں نماز استسقاء کا حکم ③ استسقاء میں خطبہ کی مشروعیت ④ صلوٰۃ استسقاء میں قراءت بالجہر کا حکم ⑤ خطبہ استسقاء سے متعلق تفصیلی رائے۔

**جواب** ...... ❶ حدیث مبارک کا ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے، بارش کی دعا کی، چادر کو پلٹا اور قبلہ کا استقبال کیا۔

❷ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں نماز استسقاء کا حکم: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک استسقاء صرف دعا و استغفار کا نام ہے اس میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے، البتہ اگر تنہا نماز پڑھ لی جائے تو یہ جائز ہے۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ و صاحبین رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ استسقاء میں باجماعت دو رکعت نماز پڑھی جائے گی۔

امام صاحب کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے فقلت استغفروا ربكم انه كان غفارا، يرسل السماء عليكم مدرارا (میں نے کہا تم اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا) اس آیت میں بارش کو استغفار پر معلق کیا گیا ہے نہ کہ نماز پر، پس معلوم ہوا کہ استسقاء میں اصل دعا و استغفار ہے۔ دوسری دلیل بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا اور آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مال ہلاک ہو گیا اور راستے بند ہو گئے، آپ دعا فرمائیں کہ باران رحمت عطا ہو۔ تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اللهم اغثنا اللهم اغثنا۔ اس میں دعا کا ثبوت ہے، نماز کا نہیں۔ نیز حضرت عمرؓ نے استسقاء کیا مگر نماز نہیں پڑھی، پس معلوم ہوا کہ نماز مسنون نہیں ہے۔ (اشرف الهدایہ ج ۲ ص ۳۳)

❸ استسقاء میں خطبہ کی مشروعیت: امام ابوحنیفہ و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ استسقاء میں خطبہ نہیں ہے، جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک خطبہ مشروع ہے۔ (ہدایۃ المبتدی)

❹ صلوٰۃ استسقاء میں قراءت بالجہر کا حکم: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صلوٰۃ استسقاء میں قراءت بالجہر مشروع نہیں ہے کیونکہ یہ دن کی نفل نماز ہے اور دن کے نفل میں قراءت بالجہر مشروع نہیں ہے۔ صاحبین، ائمہ ثلاثہ اور جمہور کے نزدیک نماز عیدین کی طرح صلوٰۃ استسقاء

میں جہری قراءت مسنون ہے کیوں کہ جو نماز خاص ایام میں یا خاص عارض کی بناء پر پڑھی جائے اس میں جہری قراءت ہوتی ہے۔(ایضا)

⑤ خطبہ استسقاء کے متعلق نظر طحاوی: خطبہ جمعہ نماز سے پہلے ہوتا ہے اور خطبہ عیدین نماز کے بعد ہوتا ہے، ہم نے غور کیا کہ خطبہ جمعہ فرض ہے اور خطبہ عیدین فرض نہیں ہے اس لئے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے اور صلوۃ الاستسقاء بھی بغیر خطبہ کے صحیح ہے اور جس طرح عید میں ترک خطبہ خلاف سنت ہے اسی طرح استسقاء میں بھی ترک خطبہ خلاف سنت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خطبہ استسقاء کو خطبہ عیدین کے ساتھ بہت مشابہت ہے نہ کہ خطبہ جمعہ کے ساتھ لہٰذا جیسے خطبہ عیدین نماز کے بعد ہوتا ہے اسی طرح خطبہ استسقاء بھی نماز کے بعد ہونا چاہیے۔(ایضا)

## السوال الثالث ۱۴۳۹ھ

**الشق الاول** ...... عن جابر قال: جاء سليك الغطفاني يوم الجمعة و رسول الله ﷺ على المنبر فقعد سليك قبل أن يصلي فقال له النبي ﷺ: أركعت ركعتين؟ قال لا، قال: قم فاركعهما.

ترجمہ کیجیے، خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد سے متعلق اقوال مع دلائل ذکر کیجیے، نظر طحاوی پیش کیجیے، نیز حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کو سب کے سامنے نماز کا حکم دینے کی وجہ بیان کریں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① حدیث کا ترجمہ ② دوران خطبہ تحیۃ المسجد سے متعلق اقوال مع دلائل ③ نظر طحاوی کی وضاحت ④ حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کو سب کے سامنے نماز کا حکم دینے کی وجہ۔

**جواب** ① حدیث کا ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن آئے اس حال میں کہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے [illegible] (تحیۃ المسجد) ادا کرنے سے پہلے بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے دو رکعتیں [illegible] آپ ﷺ نے فرمایا اٹھو کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت نماز ادا کرو۔

② دوران خطبہ تحیۃ المسجد سے متعلق اقوال مع دلائل: امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد [illegible] مکروہ ہے۔

[illegible] تحیۃ المسجد پڑھنا [illegible] مستحب ہے۔

[illegible] ① [illegible] واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا [illegible] استماع و انصات واجب اور خطبہ [illegible] ② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے من قال يوم الجمعة والامام يخطب انصت فقد لغا [illegible] اس حدیث میں آپ ﷺ نے دوران خطبہ امر بالمعروف جو کہ [illegible] ③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے اذا دخل احدكم المسجد والامام على المنبر فلا صلوة ولا كلام حتى يفرغ الامام (طبرانی) ④ [illegible] دیگر کتب حدیث [illegible] روایات [illegible] دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف [illegible] معلوم ہوا کہ دوران [illegible] باب ہے۔

[illegible] کتب حدیث میں موجود ہیں۔

[illegible] ⑤ [illegible] روایات کی مؤید [illegible] ⑥ روایات [illegible] ⑦ روایت نہی پر عمل کرنے میں

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

احتیاط ہے [illegible] (۲۹۲)

❸ نظر طحاوی کی وضاحت۔ [illegible] جب ہم نے نظر وفکر کیا تو ہم نے دیکھا کہ جو لوگ امام سے [illegible] ان کے لیے [illegible] بالاتفاق ممنوع ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وقت [illegible] پہلے [illegible] نہیں ہے اسی طرح بعد میں آنے والے [illegible] صلوٰۃ [illegible] پہلے سے مسجد میں موجود لوگ اور بعد میں آنے والے [illegible] صلوٰۃ [illegible] بعد میں [illegible] ہونے والوں کے لیے بھی مانع صلوٰۃ ہوگا۔ (ایضاح الطحاوی ج ۱ ص ۲۰۲)

❹ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو صبح [illegible] نماز [illegible] کر کے عملاً لوگوں کو تعلیم دی [illegible] نفل نماز پڑھنا لازم نہ آیا۔ (ایضاً)

**الشق الثانی** ...... عن قيس بن حازم قال: صلى بنا مغيرة بن شعبة فقام من الركعتين قائما فقلنا: سبحان الله فاومى و قال: سبحان الله فمضى فى صلاته فلما قضى صلوته و سلم سجد سجدتين و هو جالس ثم قال: صلى بنا رسول الله ﷺ فاستوى قائما من جلوسه فمضى فى صلوته فلما قضى صلاته سجد سجدتين و هو جالس ثم قال: اذا صلى احدكم فقام من الجلوس فان لم يستتم قائما فليجلس و ليس عليه سجدتان

ترجمہ کیجیے۔ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہے یا بعد میں [illegible] کیجیے [illegible]

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں [illegible] ① [illegible] ② سجدہ سہو [illegible] سے پہلے یا بعد ہونے میں اقوال ائمہ [illegible] ③ قول راجح کی تعیین ④ نظر طحاوی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ: [illegible] دو رکعت کے بعد سیدھا کھڑے ہو گئے [illegible] نماز کو پورا کر لیا اور سلام پھیرا تو بیٹھنے کی حالت [illegible] سیدھے کھڑے ہو گئے [illegible] سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور بیٹھنے کی بجائے [illegible]

❷ تا ❺ سجدہ سہو کے سلام سے پہلے یا بعد [illegible]

كما مر فى الشق الاول من السوال [illegible] ۱۴۳۷ھ

## ﴿الورقة الرابعة : شرح معانى الآثار﴾

## ﴿السؤال الاول﴾ ۱٤٤٠ھ

**الشق الاول** ...... عن ام حبيبة ان رسول الله ﷺ كان اذا سمع المؤذن يقول مثل ما يقول حتى يسكت. و عن عبد الله قال كنا مع النبى ﷺ فى بعض اسفاره [illegible] سمع مناديا و هو يقول: الله اكبر

Scanned with CamScanner

الله اکبر فقال رسول الله ﷺ علی الفطرة، فقال اشهد ان لا اله الا الله فقال رسول الله ﷺ خرج من النار، قال فابتدرناه فاذا هو صاحب ماشية ادركته الصلوٰة فنادی بهما.

ازان کا جواب واجب ہے یا مستحب ہے؟ اختلاف ائمہ مع دلائل لکھئے۔ ازان کا جواب کن الفاظ سے دینا چاہئے؟ اقوال ومختصر دلائل اور راجح قول بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے۔ ① ازان کے جواب کا حکم اور اختلاف ائمہ مع دلائل ② ازان کا جواب دینے کے الفاظ اور اقوال ائمہ مع دلائل۔

**جواب** ① **ازان کے جواب کا حکم اور اختلاف ائمہ مع دلائل:۔** حنفیہ اور اصحاب ظواہر کے نزدیک ازان کا جواب دینا واجب ہے یہی لوگ کتاب متن وقد قال قوم قول رسول الله الخ کا مصداق ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اور امام طحاوی کے نزدیک ازان کا جواب واجب نہیں بلکہ سنت یا مستحب ہے یہی لوگ و خالفهم فی ذلك اخرون کا مصداق ہیں۔

حنفیہ و اصحاب ظواہر کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں امر کے صیغہ کے ساتھ جواب کا حکم دیا گیا ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ و امام طحاوی کی دلیل حضرت ابن مسعود [illegible] کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں چل رہے تھے آپ ﷺ نے ایک ازان دینے والے کی ازان سنی جب مؤذن نے کلمہ تکبیر کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ فطرت اسلام پر ہے اور جب اس نے کلمہ شہادت کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا جہنم سے نکل گیا ہم نے [illegible] جاننے کی کوشش کی کہ یہ کون شخص ہے جسے بشارت دی گئی ہے؟ تو وہ ایک مویشی والا [illegible] وقت [illegible] ازان دی تھی۔ اس حدیث میں واضح طور پر یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ازان کا جواب نہیں دیا [illegible] ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ازان کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ باقی جن روایات میں امر کا صیغہ [illegible] ہے [illegible] قول ہے اور حنفیہ کے نزدیک فتویٰ بھی اسی قول پر ہے کہ ازان کا جواب [illegible] سنت ہے [illegible]۔

② **ازان کا جواب دینے کے الفاظ اور اقوال ائمہ مع دلائل:۔** [illegible] امام مالک کا غیر مشہور قول، ابراہیم نخعی اور [illegible] کا مذہب ہے کہ یہی لوگ فذهب قوم الی هذه الآثار کا مصداق [illegible] تمام کلمات کا جواب مؤذن [illegible] لاحول ولا قوة الا بالله [illegible] و خالفهم فی ذلك آخرون کا مصداق ہیں۔

[illegible] جب تم مؤذن کی ازان سنو تو تم بھی مؤذن کی طرح کہو [illegible]

[illegible]

[illegible] الفاظ کے ساتھ ذکر کرتا ہے [illegible] نہیں بلکہ الفاظ دعوت ہیں ان کے [illegible] مؤذن نے دعوت کے الفاظ کہے ہیں تو اس سے [illegible] لاحول ولا قوة الا باللہ [illegible] کہ مؤذن خاموش ہو جائے اس سے مراد [illegible] میں ترغیب ثابت نہیں اس کی [illegible] مؤذن کی طرح جو اس [illegible] ہوئے سنو تو تم بھی [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

روایت میں شہادتین کی قید موجود ہے۔ دوسری دلیل وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ کا حیعلتین کی جگہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا اور صحابہ کو اس کی ترغیب دینا ثابت ہے یہ روایت تین صحابہ سے چھ سندوں کے ساتھ منقول ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مجیب مؤذن کی اذان میں حیعلتین کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے گا (ایضاً)

**الشق الثانی** ---- عن ابن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیه انه صلّی مع رسول الله ﷺ فکان لا یتم التکبیر.

وعن عبد الله قال انا رأیت رسول الله ﷺ یکبر فی کل خفض و رفع۔ انتقال ارکان کے وقت تکبیر کا حکم بیان کریں، ائمہ کرامؒ کے اقوال ودلائل بھی ذکر کریں۔ امام طحاویؒ کا نکتہ نظر کیا ہے؟" ۔ خط کشیدہ عبارات کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① انتقال ارکان کے وقت تکبیر کا حکم مع اقوال ودلائل ② امام طحاوی کا نکتہ نظر ③ خط کشیدہ عبارات کی تشریح۔

**جواب** .... ① **انتقال ارکان کے وقت تکبیر کا حکم مع اقوال ودلائل**:۔ عمر بن عبدالعزیز، محمد ابن سیرین، سعید بن جبیر، سالم بن عبداللہ اور امام قتادہ کے نزدیک تمام ارکان انتقالیہ میں تکبیر مشروع نہیں ہے بلکہ صرف رفع یعنی نیچے سے اوپر کی طرف اٹھتے وقت مثلاً رکوع سے قومہ اور سجدہ سے قیام کی طرف انتقال کے وقت مشروع ہے اور اوپر سے نیچے کی طرف جھکتے وقت مثلاً قیام سے رکوع اور قومہ سے سجدہ کی طرف انتقال کے وقت تکبیر مشروع نہیں ہے یہی لوگ قال ابو جعفر فذهب قوم الى هذا فكانوا لايكبرون فى الصلوٰة اذا خفضوا الخ کے مصداق ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، سفیان ثوری، امام اوزاعی اور جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک جھکتے اور اٹھتے وقت تمام ارکان انتقالیہ میں تکبیر مسنون ومشروع ہے۔ یہی لوگ کتاب میں وخالفهم فى ذلك اخرون کا مصداق ہیں۔ (امام احمد اور اصحاب ظواہر کے نزدیک تکبیر تحریمہ کی طرح تمام ارکان انتقالیہ میں بھی تکبیر واجب ہے اس مذہب کے متعلق امام طحاوی نے ذکر نہیں کیا)

مذہب اول کی دلیل حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ کی روایت ہے کہ جس نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ ہر ارکان انتقالیہ میں پوری تکبیر نہیں کہا کرتے تھے۔ دوسری دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ وہ جھکتے وقت تکبیر نہیں کہا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا جھکتے وقت تکبیر نہیں ہے۔ جمہور کی طرف سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بات واضح نہیں کہ آپ ﷺ جھکتے وقت تکبیر نہیں کہا کرتے تھے بلکہ یہ ایک مجمل روایت ہے اور کثرت طرق سے بھی ثابت نہیں اس کے بالمقابل آپ ﷺ کا فعل ہر خفض ورفع میں تکبیرات انتقالیہ کے ثبوت میں موجود ہے اور تواتر سند سے ساتھ موجود ہے۔ پس مجمل روایت تفصیلی ثابت شدہ روایت کے مقابلہ میں قابل استدلال نہیں ہوسکتی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل کا جواب یہ ہے کہ وہ انتہائی درجہ کے شرمیلے تھے اور شرم کی وجہ سے جھکتے وقت تکبیر میں اپنی آواز کو مبالغہ کے ساتھ بلند نہیں کرپاتے تھے جس سے پیچھے والے لوگوں کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ حضرت عثمان جھکتے وقت تکبیر نہیں کہا کرتے تھے۔ ائمہ ثلاثہ وجمہور کی پہلی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تواتر کے ساتھ آپ ﷺ کا یہ عمل ثابت ہے کہ آپ ہر ہر انتقال کے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔ دوسری دلیل زمانہ نبوت کے بعد حضرات خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ ان سب حضرات کا عمل ہر ارکان انتقالیہ کے وقت تکبیر کہنے پر ہے اور یہ عمل تواتر کے ساتھ ہمارے زمانہ تک ثابت ہے۔

② **امام طحاویؒ کا نکتہ نظر**:۔ امام طحاوی کے نکتہ نظر کا حاصل یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ وارکان انتقالیہ میں رفع کے وقت تکبیر کی علت پر ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تغیر وانتقال ہی جو تکبیر کی علت ہے اور ان ارکان انتقالیہ کی تکبیر پر علماء کا اجماع بھی ہے اور جھکتے وقت جو تکبیر کہی جاتی ہے اس کی علت بھی تغیر وانتقال احوال ہے۔ پس نظر وفکر کا تقاضہ یہی ہے کہ جس علت کی وجہ سے رفع کے وقت تکبیر مشروع ہے وہ علت جھکتے وقت بھی پائی جاتی ہے لہٰذا جھکتے وقت بھی تکبیر کی مشروعیت مسلم ہوگی یہی ہمارے علماء کا مذہب ہے (ایضاح الطحاوی ج۱ص ۲۶۷)

③ خط کشیدہ عبارات کی تشریح: فکان لا یتم التکبیر: ① امام ابوداؤد نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے قیام کی طرف جاتے وقت تکبیر نہیں کہا کرتے تھے۔ ② آپ ﷺ تکبیروں کی تعداد پوری نہیں کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ تکبیرات انتقالیہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے حالانکہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی ظاہر کرنے کیلئے تکبیر کہتا ہے (ایضاح الطحاوی)

یکبر فی کل خفض و رفع: آپ ﷺ جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے یعنی قیام سے رکوع اور قومہ سے سجدہ کی طرف جھکتے وقت اور رکوع سے قومہ اور سجدہ سے قیام کی طرف اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** …… عن ابن عمر انّ حفصة ام المؤمنین اخبرته انّ رسول اللہ ﷺ کان اذا سکت المؤذن من الاذان لصلوٰۃ الصبح او النداء بالصبح صلّی رکعتین خفیفتین قبل ان تقام الصلوٰۃ. وعن محمد انّ عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ یخفی ما یقرأ فیھما وذکرت ﴿قل یا ایھا الکافرون و قل ھو اللہ احد﴾

فجر کی سنتوں میں قراءت کی مقدار کیا ہے؟ اس میں اختلاف مع دلائل ذکر کریں۔ حنفیہ کا قول واضح کرنے کے بعد مذکورہ بالا استدلال کا جواب اور دلیل ذکر کریں۔ امام طحاوی کے طرز استدلال (قیاس) کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① فجر کی سنتوں میں قراءت کی مقدار میں اختلاف مع دلائل ② حنفیہ کے استدلال کا جواب اور دلیل ③ امام طحاوی کے طرز استدلال (قیاس) کی وضاحت۔

**جواب** ① فجر کی سنتوں میں قراءت کی مقدار میں اختلاف مع دلائل: ابوبکر بن اصم، ابراہیم بن علیہ اور بعض اصحاب ظواہر کے نزدیک فجر کی سنتوں میں کوئی قراءت نہیں ہے، ان کی دلیل یہ روایت ہے جس میں فقال قوم لا یقرأ من رکعتی الفجر کا مصداق یہی لوگ ہیں۔ امام مالک اور بعض شوافع کے نزدیک فجر کی سنتوں میں صرف فاتحہ پڑھنا مسنون ہے، سورت ملانا مسنون نہیں، یہی لوگ وقال آخرون یقرأ فیھما بفاتحة الکتاب خاصة کا مصداق ہیں۔ احناف، حنابلہ اور اکثر شوافع و جمہور کے نزدیک فجر کی سنتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا بھی مسنون ہے بلکہ فاتحہ کا پڑھنا احناف کے نزدیک واجب ہے۔

مذہب اول کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں اتنی ہلکی ہلکی دو رکعتیں پڑھتے تھے اور ہلکی ہونے کی وجہ سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ قراءت بھی کیا کرتے تھے۔ مذہب ثانی کی دلیل یہی حدیث ہے کہ آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں بہت ہلکی قراءت کرتے تھے کہ حضرت عائشہ کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نے فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں؟ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف سورۃ فاتحہ پڑھی ہے۔ جمہور کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دونوں رکعتوں میں سری قراءت کرتے تھے اور ان میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورت بھی پڑھا کرتے تھے۔ واضح ہو کہ آپ ﷺ عام نوافل کی طرح فجر کی سنتوں میں بھی سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھا کرتے تھے البتہ ان دو رکعتوں میں قراءت کا مقدار مختصر ہوتی تھی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ سے قراءت کا نفی ثابت نہیں ہے بلکہ تمام نوافل میں سب سے زیادہ تاکید فجر کی سنتوں کی ہے جب عام نوافل میں بھی قراءت واجب ہے تو ان موکد ترین نفلوں میں بدرجہ اولیٰ ترغیب ثابت ہوگی۔ چنانچہ بعض حضرات نے اس روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں قراءت اتنی مختصر فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ کو شبہ ہوا جبکہ دوسری بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دیگر نوافل میں طویل قراءت فرماتے تھے اور فجر کی دو رکعتیں دیگر نوافل سے افضل ہیں اس لئے یہ سب سے افضل ہیں اور نوافل میں طویل قراءت افضل

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

ہے تو آپ ﷺ سنت فجر سے کس طرح قراءت ترک کر سکتے ہیں لہٰذا زیادہ افضل یہی ہوگا کہ سنت فجر میں اہتمام کے ساتھ قراءت کیا کرتے تھے۔ نیز اکابر صحابہ کے قولی و عملی سے بھی سنت فجر میں اہتمام کے ساتھ قراءت کرنا ثابت ہے (ایضاح الطحاوی ج۲ ص۲۱۲)

② مخالفین کے استدلال کا جواب و تاویل:۔ جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ محض ہلکی رکعتیں پڑھنے سے فاتحہ و دوسری سورت کی قراءت کا انکار ہرگز درست نہیں صرف اتنی بات کہی جا سکتی ہے کہ قراءت بہت مختصر اور ہلکی کرتے تھے۔

③ امام طحاوی کے طرز استدلال (قیاس) کی وضاحت:۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم نے تمام سنن و نوافل میں غور و فکر کیا تو ہمیں ایسی کوئی نماز نہیں ملی جس میں قراءت نہ کی جاتی ہو یا اس میں قراءت کا مدار سورت فاتحہ پر ہو، ورنہ ایسی کوئی نفل نماز ہے جس میں طول قراءت مکروہ ہو، بلکہ طول قراءت ہر نفل میں مستحب کے درجہ میں ہے لہٰذا سنت فجر میں بالکل قراءت کا انکار کرنا یا سورت ملانے کا انکار کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

**الشق الثانی** ...... عن ابن عمر انّ رسول اللہ ﷺ دخل یوم فتح مكة و رديفه اسامة بن زيد فاناخ فی ظل الكعبة، قال ابن عمر فسبقت الناس و قد دخل رسول اللہ ﷺ و بلال و اسامة فی البيت، فقلت لبلال من وراء الباب این صلّی رسول اللہ ﷺ؟ قال صلّی بحيالك بين الساريتين.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا حکم مع اختلاف تحریر کریں۔ امام طحاوی کے نزدیک قول راجح بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں ① حدیث کا ترجمہ ② خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا حکم مع اختلاف و قول راجح۔

**جواب** ...... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھے پس آپ ﷺ نے کعبہ کے سائے میں اپنی سواری بٹھائی، ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے سبقت کی اور تحقیق آپ ﷺ، بلال و اسامہ (رضی اللہ عنہم) بیت اللہ میں داخل ہو چکے تھے، میں نے بلال سے دروازہ کے پیچھے سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہاں نماز پڑھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے تمہارے سامنے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔

② خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا حکم مع اختلاف و قول راجح:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ...... عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول اللہ ﷺ و ابابكر و عمر يمشون امام الجنازة.

جنازہ کے ساتھ آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے؟ ائمہ کا اختلاف و دلائل ذکر کریں۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنازے سے آگے کیوں چلتے تھے؟ وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل ② شیخین رضی اللہ عنہما کے جنازہ سے آگے چلنے کی وجہ۔

**جواب** ...... ① جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل:۔ جنازہ میں میت کے آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے؟ اس میں اختلاف ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں اختیار ہے کسی صورت کو دوسری صورت پر کوئی فضیلت نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی اسی طرف میلان ہے۔ امام احمد و امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک پیدل چلنے والا آگے چلے اور سوار پیچھے چلے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً آگے چلنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً پیچھے چلنا افضل ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ہے **انما انت مشيع فامش ان شئت امامها و ان شئت خلفها و ان شئت عن يمينها و ان شئت عن يسارها** کہ میت کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں ہر طرف چلنا درست ہے۔

Scanned with CamScanner

امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ کی دلیل حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے ان النبی ﷺ قال الراکب یسیر خلف الجنازة والماشی خلفها وامامها وعن یمینها وعن یسارها قریبا منها کہ سوار کا پیچھے چلنا اور پیادہ کا ہر طرف چلنا درست ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے: رایت النبی ﷺ وابابکر وعمر یمشون امام الجنازة کہ میں نے آپ ﷺ اور صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو جنازے کے آگے چلتے دیکھا ہے۔

نیز جنازہ کو لیکر جانے والے شفعاء ہیں اور شفعاء مشفوع لہ کے آگے چلتے ہیں لہٰذا جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع روایت ہے الجنازة متبوعة ولاتتبع ولیس منا من تقدمها۔

نیز طاؤس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مامشی رسول اللہ ﷺ فی جنازة حتی مات الاخلف الجنازة وبه ناخذ۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان فضل الماشی خلفها علی الذی یمشی امامها کفضل صلوٰة الجماعة علی الفذ۔

باقی حضرت انس کا اثر اور حضرت مغیرہ کی روایت بیان جواز کیلئے ہے اس سے افضلیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور جواز کے سب قائل ہیں۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند پر کلام ہے اور امام ترمذی نے اس کے مرفوع نہ ہونے کی تصریح کی ہے اور یہ حدیث مرسل ہے اور شوافع عموماً مراسیل کو حجت نہیں مانتے۔ نیز اگر کلام نہ بھی ہو تب بھی اس سے محض جواز معلوم ہوتا ہے افضلیت معلوم نہیں ہوتی۔

باقی جنازہ کو لیکر جانے والوں کا شفعاء ہونا مجھ سے بالا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میت کو بطور مجرم بارگاہ الٰہی میں پیش کررہے ہیں۔ حالانکہ مسلمان اس کو اعزاز و اکرام کیساتھ سفر آخرت پر رخصت کرتے ہیں اور اسے اپنے لئے توشۂ آخرت سمجھ کر آگے بھیجتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر پیچھے رہنا ہی مناسب ہے نیز پیچھے رہنے میں دیگر مصالح کا بھی لحاظ ہے کہ مثلاً جنازہ سامنے ہوگا جس سے ہر قدم پر عبرت حاصل ہوگی نیز پیچھے رہنے کی صورت میں بوقت ضرورت امداد بھی سہولیات کیساتھ دی جاسکتی ہے۔ (کشف الباری ج۲ ص۵۲۸)

❷ **شیخین رضی اللہ عنہما کے جنازہ سے آگے چلنے کی وجہ:** ممکن ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے یہ حضرات آگے چلتے ہوں اور وہ عذر یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے پیچھے چلنے کی وجہ سے دیگر حضرات کے مشقت میں پڑنے کا اندیشہ ہو اور ان کے لئے جنازہ کے ساتھ چلنا شاق ہو، پھر راوی کا خصوصیت کے ساتھ ان حضرات کے متعلق آگے چلنے کا ذکر قرینہ ہے کہ باقی حضرات پیچھے چلتے تھے۔ (تحفۃ الالمعی)

**الشق الثانی** ......عن بشیر بن الخصاصیة ان رسول الله ﷺ رأی رجلا یمشی بین القبور فی نعلین فقال ویحك یا صاحب السبتیتین، الق سبتیتیك . وعن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ......والذی نفسی بیده انه لیسمع خفق نعالهم حین تولوا عنه مدبرین۔

قبرستان میں جوتا پہن کر جانے کا حکم بیان کریں، اگر مسئلہ اختلافی ہو تو اختلاف مع دلائل ذکر کریں۔ امام طحاوی کا نقطۂ نظر کیا ہے؟۔ خط کشیدہ عبارت کا مطلب بیان کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① قبرستان میں جوتا پہن کر جانے کا حکم مع اختلاف و دلائل ② امام طحاوی کا نقطۂ نظر ③ خط کشیدہ عبارت کا مطلب۔

**جواب** ...... ❶ **قبرستان میں جوتا پہن کر جانے کا حکم مع اختلاف و دلائل:** امام احمد بن حنبل اور اصحاب ظواہر کے نزدیک قبروں کے درمیان جوتا پہن کر چلنا ممنوع و مکروہ ہے یہی لوگ فذهب قوم الی هذا الحدیث کا مصداق ہیں، ائمہ ثلاثہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی، محمد بن سیرین، حسن بصری اور جمہور فقہاء کے نزدیک قبروں کے درمیان جوتا پہن کر چلنا مکروہ نہیں ہے۔

فریق اول کی دلیل حضرت بشیر بن الخصاصیہ کی یہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کسی شخص کو قبروں کے درمیان سبتی جوتے پہن کر چلتے

Maktaba Tul Ishaat.com

ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تیرا ستیاناس ہو اپنے جوتے اتار دو معلوم ہوا کہ قبروں کے درمیان جوتا پہن کر چلنا ممنوع و ناجائز ہے۔

جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اور یہاں اسے جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا ان کے جوتے میں نجاست لگی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ چلنے کی وجہ سے قبروں میں نجاست منتشر ہونے کا خطرہ تھا۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کو نجاست کی وجہ سے جوتے پہن کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا۔

جمہور کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں اس کا ذکر ہے کہ دفن کر کے جانے والوں سے جوتوں کی آواز اور آہٹ میت سنتی ہے۔

❷ امام طحاویؒ کا نقطۂ نظر: امام طحاویؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حدیث کے مطابق نماز میں نجاست والے جوتے اتارنے کا حکم ہے اور آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم جوتے نہ اتارو (کیونکہ تمہارے جوتے پاک ہیں)۔ لہٰذا جب پاک جوتے پہن کر نماز پڑھنا ممنوع نہیں تو پاک جوتے پہن کر قبروں کے درمیان چلنا بھی ممنوع و مکروہ نہیں ہے (ایضاح الطحاوی ج ۳ ص ۸۲)

❸ خط کشیدہ عبارت کا مطلب: سبت ایک قسم کا چمڑا ہے، اس سے بنے ہوئے جوتے کو سبتیہ کہتے ہیں اور اس کا تثنیہ سبتیتین ہے۔ جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ اے سبتی جوتے پہننے والے! اپنے جوتے اتار دے۔

# ﴿الورقة الخامسة: جامع الترمذي ج ٢﴾

## ﴿السؤال الأول﴾ ۱۴۲۹ھ

**الشق الأول** عن سهل بن سعد الساعدي أن رجلا اطلع على رسول الله ﷺ من جحر في حجرة النبي ﷺ، ومع النبي ﷺ مدراة يحك بها رأسه، فقال النبي ﷺ لو علمت أنك تنظر لطعنت بها في عينك، انما جعل الاستئذان من أجل البصر۔

مدراۃ کی لغوی تحقیق کریں۔ استیذان کا حکم بیان کریں۔ حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مدراۃ کی لغوی تحقیق (۲) استیذان کا حکم (۳) حدیث کا ترجمہ۔

**جواب** ❶ مِدْرَاۃ کی لغوی تحقیق: یہ مفرد ہے اس کی جمع مذاری، مداری آتی ہے بمعنی کنگھا خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو، اسی طرح بالوں والی پشم بھی مراد ہو سکتی ہے۔

❷ استیذان کا حکم: قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ **يآيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا و تسلموا على أهلها** کے تحت غیر مردوں کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونا حرام ہے۔ اسی طرح جس گھر میں اجنبی عورتیں ہوں اس کے پاس بھی بغیر اجازت داخلہ ممنوع ہے اور اپنے گھر میں داخلہ کیلئے اجازت طلب کرنے کا حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں، اسلئے اگر کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہونا چاہے اور گھر کے اندر پردہ والی عورتیں بھی ہوں تو مستحب یہی ہے کہ اجازت لیکر داخل ہو تاکہ نامحرم بے پردہ عورت پر نظر نہ پڑے۔ لیکن غیر عورت کا غیر گھر میں برہنہ ہونے کا احتمال چونکہ ضعیف ہے اسلئے بغیر اجازت داخلہ مکروہ تنزیہی ہے (تفسیر مظہری ص ۲۷۰ ج ۸)

❸ حدیث کا ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے کسی کمرے میں سوراخ سے جھانکا اور آپ ﷺ کے پاس ایک کنگھا تھا جس سے آپ ﷺ اپنا سر کھجا رہے تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں یہ کنگھا تیری آنکھ میں مارتا، یقیناً اجازت طلب کرنا نظر کی وجہ سے ہی مقرر کیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

**الشق الثانی** عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِی سَعِيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِی ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ وَ شَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ وَ رَجُلٌ كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقًا بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ وَ رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ فَاجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَ تَفَرَّقَا، وَ رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ　الحديث

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، مذکورہ سات افراد کی تعیین اور روز قیامت ان کا مقام تحریر کیجیے۔

**خلاصۂ سوال** اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ کلمات کی تحقیق ④ ذکر کردہ سات اشخاص کی تعیین و مقام۔

**جواب** ❶ حدیث پر اعراب: کما مر فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسے دن اپنا سایہ عنایت کریں گے کہ جس دن اس کے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: ① عادل امام (بادشاہ)، ② وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا، ③ وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے جب کہ وہ مسجد سے نکلے یہاں تک کہ وہ مسجد کی طرف لوٹ آئے، ④ وہ دو آدمی جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، پس وہ دونوں اس پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں، ⑤ وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ الحدیث

❸ کلمات کی تحقیق: **تَفَرَّقَا** صیغہ تثنیہ مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **تَفَرُّقًا** (تفعّل) بمعنی جدا ہونا۔

**يُظِلُّ** صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر **إِظْلَالٌ** (افعال۔ مضاعف) بمعنی سایہ کرنا، ڈھانپ لینا۔

**شَابٌّ** یہ مفرد ہے اس کی جمع **شَبَابٌ** و **شُبَّانٌ** ہے بمعنی جوان۔ مصدر **شَبَابًا** و **شَبِيْبَةً** (ضرب۔ مضاعف) بمعنی جوان ہونا۔

**تَحَابَّا** صیغہ تثنیہ مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **تَحَابًّا** (تفاعل۔ مضاعف) بمعنی باہم محبت کرنا۔

**خَالِيًا** صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **خُلُوًّا** و **خَلَاءً** (نصر۔ ناقص) بمعنی خالی ہونا، تنہا ہونا۔

**فَاضَتْ** صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **فَيْضًا** و **فَيَضَانًا** (ضرب۔ اجوف) بمعنی بہنا، جاری ہونا۔

❹ سات افراد کی تعیین اور مقام: اس حدیث میں ظل سے مراد اللہ تعالیٰ کا اعزاز و اکرام کرنا اور اس کی حفاظت میں ہونا ہے یا عرش کا سایہ اور جنت کا سایہ مراد ہے۔ سات اشخاص کی تفصیل یہ ہے: ① عادل بادشاہ یا امام یا امور مسلمین کا نگران وغیرہ، وارد کیا اس لیے کہ ان کے عادل ہونے کا نفع متعدی ہو کر ہر خاص و عام کو پہنچتا ہے۔ ② وہ جوان جو جوانی کی حالت میں بھی عبادت کرے، جو کہ غلبۂ شہوت و خواہشات کا زمانہ ہے۔ ③ ایسا شخص جس کا مسجد سے شدید تعلق ہو، مسجد کو آباد رکھے، مسجد کا خیال رکھے، مسجد سے باہر جائے تب بھی اس کا دل مسجد میں اٹکا ہو۔ ④ وہ دو آدمی جو حقیقتاً اللہ کی رضا کے لیے ہی آپس میں محبت کریں، باہم ملیں یا جدا ہوں ان میں سلسلۂ محبت باقی ہو۔ ⑤ وہ آدمی جو خلوت میں اللہ کو یاد کرے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا اس قدر خوف ہو کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ ⑥ وہ شخص جسے اچھے خاندان اور حسن و جمال والی عورت زنا کی دعوت دے اور وہ خوف خدا کی وجہ سے رک جائے اور گناہ سے انکار کر دے۔ ⑦ وہ شخص جو فرضی یا نفلی صدقہ چھپا کر دے کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ (درس ترمذی: ج ۲) ان سات افراد کا مقام اور اعزاز و اکرام واضح ہے کہ میدان حشر میں جب سب لوگ پریشان ہوں گے اس دن یہ سایۂ خداوندی میں بے خوف و خطر آرام سے ہوں گے، اس سے بڑھ کر اور خوش نصیبی کیا ہوگی؟ (تحفۃ الالمعی)

## السوال الثانی　۱۴۲۹ھ

**الشق الاول** ......عن الصنابحی عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ أنه قال: دخلت عليه و هو فی الموت فبكيت فقال:

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

مهلا لم تبكي؟ فو الله لان استشهدت لاشهدن لك و لان شفعت لاشفعن لك و لان استطعت لانفعنك، ثم قال: و الله ما من حديث سمعته من رسول الله ﷺ لكم فيه خير الا حدثتكموه الا حديثا واحدا، و سأحدثكموه اليوم و قد أحيط بنفسي ..... الحديث

ترجمہ کیجیے، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں کون سی حدیث بیان کی؟ کیا اہل توحید یعنی مسلمان کبھی دوزخ میں داخل نہ ہوں گے؟ حدیث کا مطلب واضح کیجیے۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کیجیے۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث ③ حدیث کا مطلب ④ کلمات مخطوطہ کی تحقیق۔

**جواب** ...... ❶ <u>حدیث کا ترجمہ:</u> حضرت صنابحی سے مروی ہے کہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ وہ مرض وفات میں تھے، پس میں رونے لگا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبر کرو یا صبر سے کام لو، روتے کیوں ہو؟ قسم بخدا! اگر مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں ضرور تمہارے لیے گواہی دوں گا اور اگر میری سفارش قبول کی گئی تو میں ضرور تمہاری سفارش کروں گا، اور اگر میری طاقت و استطاعت میں ہوا تو میں ضرور تمہیں نفع پہنچاؤں گا۔ پھر فرمایا کہ قسم بخدا! ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جو میں نے آپ ﷺ سے سنی ہو اور اس میں تمہارے لیے بھلائی ہو مگر میں نے وہ حدیث تم سے بیان کردی ہے، سوائے ایک حدیث کے جو میں آج بیان کروں گا جب کہ میری روح گھیر لی گئی ہے۔

❷ <u>حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث:</u> حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے آخر وقت میں یہ حدیث بیان کی تھی من شهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله حرم الله عليه النار (جس شخص نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیں گے)

❸ <u>حدیث کا مطلب:</u> حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ایمان بسیط ہے، صرف اقرار توحید پر سیدھا جنت میں داخل ہو جائے گا، جہنم حرام ہو جائے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو بھی توحید و رسالت کا قائل ہے وہ کسی نہ کسی دن جنت میں ضرور پہنچ جائے گا، اگرچہ اس کو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں بھیج جائے گا مگر وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ (تحفۃ الاحوذی)

❹ <u>کلمات مخطوطہ کی تحقیق:</u> **شُفِّعْتُ**: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی مجہول از مصدر تَشْفِيْعًا (تفعیل) بمعنی سفارش قبول کرنا۔

**اُسْتُشْهِدْتُ**: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی مجہول از مصدر اِسْتِشْهَادًا (استفعال) بمعنی شہادت طلب کرنا۔

**لَاَنْفَعَنَّ**: صیغہ واحد متکلم بحث لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ از مصدر نَفْعًا (فتح) بمعنی نفع دینا و پہنچانا۔

**حَدَّثْتُ**: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر تَحْدِيْثًا (تفعیل) بمعنی بیان کرنا۔

**اُحَدِّثُ**: صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر تَحْدِيْثًا (تفعیل) بمعنی بیان کرنا۔

**اُحِيْطَ**: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول از مصدر اِحَاطَةً (افعال۔ اجوف) بمعنی گھیرنا، احاطہ کرنا۔

**الشق الثانی** ..... عن عبد الله بن مسعودؓ قال: قال رسول الله ﷺ: لما وقعت بنو اسرائيل في المعاصي فنهتهم علماؤهم فلم ينتهوا فجالسوهم في مجالسهم و واكلوهم و شاربوهم فضرب الله قلوب بعضهم على بعض و لعنهم على لسان داؤد و عيسى بن مريم ذلك بما عصوا و كانوا يعتدون، و قال: و جلس رسول الله ﷺ و كان متكئا فقال: لا والذي نفسي بيده حتى تأطروهم أطرا.

Scanned with CamScanner

ترجمہ کیجیے، بنی اسرائیل پر لعنت کیوں بھیجی گئی؟ خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کیجیے۔ **حتی تأطروھم أطرا** سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ۔ ② بنی اسرائیل پر لعنت کی وجہ ③ کلمات مخطوطہ کی تحقیق ④ **حتی تأطروھم أطرا** کی مراد۔

**جواب** ...... ① **حدیث کا ترجمہ:** حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا مگر وہ نہ رکے، ان کے علماء نے ان کی مجلسوں میں ان کی ہم نشینی اختیار کی اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں سے بعض کو بعض پر مارا (ایک جیسے ہو گئے) اور ان کو حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بددعا کی وجہ سے ملعون کر دیا گیا، یہ بات ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہوئی اور اس وجہ سے کہ وہ حد سے گزر گئے تھے، راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے جب کہ اس سے پہلے آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور فرمایا: نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہاں تک کہ ان کو چوکھٹے میں بند کر دو، اچھی طرح بند کرنا۔

② **بنی اسرائیل پر لعنت کی وجہ:** بنی اسرائیل پر لعنت کی وجہ قرآن کریم میں ان الفاظ سے مذکور ہے: **کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ، لبئس ما کانوا یفعلون** (وہ ایک دوسرے کو برے اعمال و برے کاموں سے روکتے نہیں تھے اور ان کی یہ خصلت و حرکت بہت بری تھی)۔

③ **کلمات مخطوطہ کی تحقیق:** **واکلوا** صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **مواکلۃ** (مفاعلہ۔ مہموز) بمعنی باہم کھانا و کھلانا۔

**لَمْ یَنْتَھُوْا:** صیغہ جمع مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر **انتھاءً** (افتعال۔ ناقص) بمعنی انتہا کو پہنچنا و رکنا۔

**جَلَسُوْا:** صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **مجالسۃ** (مفاعلہ) بمعنی باہم ساتھ بیٹھنا۔ مجرد **جلوساً** (ضرب) بیٹھنا۔

**شَارَبُوْا:** صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **مشاربۃ** (مفاعلہ) بمعنی باہم پینا۔

**تَأطِرُوْا:** صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **أطْرًا** (ضرب۔ مہموز) بمعنی موڑنا۔

④ **حتی تأطروھم أطرا** کی مراد: **أطرًا** کا معنی کسی چیز کو موڑنا و بند کرنا ہے۔ فرمایا کہ ان کو چوکھٹے میں بند کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک تم ان کو بالکل چوکھٹے میں بند نہ کر دو یعنی ان کو پوری طرح دین میں نہ لے آؤ تو تمہاری معافی نہیں ہو سکتی۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

**الشق الاوّل** ...... عن صھیب قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی العصر ھمس و الھمس فی قول بعضھم: تحرک شفتیہ کأنہ یتکلم فقیل لہ: انک یا رسول اللہ اذا صلیت العصر ھمست؟ قال: ان نبیا من الأنبیاء کان أعجب بأمتہ فقال: من یقوم لھؤلاء؟ فأوحی اللہ الیہ أن خیرھم بین أن أنتقم منھم و بین أن أسلط علیھم عدوھم، فاختاروا النقمۃ، فسلط علیھم الموت، فمات منھم فی یوم سبعون ألفا۔

ترجمہ کیجیے، اصحاب الاخدود کا واقعہ بیان کیجیے، خط کشیدہ کلمات کی تحقیق کیجیے، سورۃ البروج میں شاھد و مشھود سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② اصحاب البروج کا واقعہ ③ کلمات مخطوطہ کی تحقیق ④ شاھد و مشھود کی مراد۔

**جواب** ① **حدیث کا ترجمہ:** حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے تو آہستہ سے کچھ کہتے تھے اور بعض نے کہا کہ ہمس کا معنی دونوں ہونٹ ہلانا ہے جیسے وہ کلام کر رہا ہے، پس آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول!

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

جب آپ عصر کی نماز پڑھتے ہیں تو آہستہ سے کچھ بولتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کو اپنی امت بہت پسند آئی (ان کی کثرت پر ناز ہوا) اس نبی نے کہا کہ اس قوم کے مقابلے میں کون کھڑا ہوگا؟ (ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟) اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ان کو اختیار دیں کہ میں خود ان سے بدلہ انتقام لوں یا دشمن کو ان پر مسلط کروں؟ انہوں نے سزا و بدلہ کو پسند و اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دی پس ان میں سے ایک ہی دن میں ستر ہزار مر گئے۔

❷ اصحاب الاخدود کا واقعہ:۔ ایک بادشاہ تھا جس کے ہاں ایک کاہن اور ساحر تھا، بادشاہ اپنا ہر کام اس ساحر سے کروالیتا گویا اسکی سلطنت اسکے جادو کے بل پر قائم تھی، اخیر عمر میں اس ساحر نے بادشاہ سے کہا کہ میری عمر ختم ہونے والی ہے آپ مجھے کوئی ذہین لڑکا دیں جس کو میں اپنا علم سکھا سکوں، بادشاہ نے ایک لڑکا اسکے حوالہ کر دیا وہ بچہ صبح شام اس ساحر کے پاس حاضر ہونے لگا اسی دوران راستہ میں اس کی کسی راہب سے ملاقات ہوئی، وہ بچہ اس راہب سے بڑا متاثر ہوا، راہب نے اس بچہ کو توحید کی تعلیم دی وہ بچہ ایمان لے آیا، پھر بچہ روزانہ اس ساحر کے پاس آتے جاتے اس راہب کے پاس آنے جانے لگا، ایک دن یہ بچہ بادشاہ کی طرف جا رہا تھا کہ دیکھتا ہے کہ کسی مہلک جانور نے راستہ روک رکھا ہے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں، اس بچہ نے سوچا کہ آج میں امتحان لیتا ہوں کہ ساحر حق پر ہے یا راہب، چنانچہ اس نے پتھر اٹھایا اور کہا کہ اے خدا اگر اس راہب کا مذہب حق ہے تو اس پتھر سے اس جانور کو ہلاک فرما، چنانچہ پتھر سے وہ جانور ہلاک ہو گیا، لوگوں میں شہرت ہو گئی کہ بچہ کو جادوگری میں کمال حاصل ہو گیا ہے، پھر آہستہ آہستہ وہ بچہ بالآخر ولایت کے مرتبہ پر فائز ہو گیا، لا علاج مریض اس کی دعا سے شفایاب ہونے لگے، شہرت کی وجہ سے بادشاہ کا نابینا مصاحب بھی آیا اور تحفے و نذرانے پیش کر کے درخواست کی کہ مجھ پر بھی نظر کرم کریں، میری آنکھیں بھی درست کر دیں بچہ نے کہا کہ شفاء میرے ہاتھ میں نہیں ہے، میرا رب شفا دیتا ہے اگر تو میرے رب پر ایمان لائے تو میں اس سے دعا کرتا ہوں امید ہے کہ آنکھیں درست ہو جائیں گی، چنانچہ اسی طرح ہوا کہ وہ ایمان لے آیا بچہ نے دعا کی اسکی آنکھیں درست ہو گئیں۔ جب وہ آدمی صبح بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ پہلے تو کسی بھی معالج سے ٹھیک نہیں ہوا اب کیسے ٹھیک ہو گیا؟ اس نے کہا کہ میرے پروردگار نے اپنی قدرت سے مجھے بینائی دی ہے، بادشاہ نے کہا کہ میرے سوا تیرا پروردگار کون ہے؟ اس نے کہا کہ جس نے ساری کائنات پیدا کی ہے، بادشاہ اسکے جواب سے غضبناک ہوا اور اسے مارا پیٹا اور پوچھا کہ بتا تجھے یہ عقیدہ کس نے سکھایا ہے؟ اس نے بچہ کا نام لیا، اور پھر بچہ کو بلا کر سختی سے پوچھا گیا تو اس نے راہب کا نام لیا، بادشاہ نے اس راہب کو بلا کر دین چھوڑنے کا کہا اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے اسے آرے سے چیر دیا پھر مصاحب سے بھی اسی طرح کہا اس نے انکار کر دیا بادشاہ نے اس کو بھی چیر دیا، اور بچہ سے کہا کہ تو بھی اپنے دین سے باز آ جا ورنہ تیرا بھی یہی انجام ہوگا بچہ نے انکار کر دیا، الغرض بادشاہ نے مختلف حیلے بہانے کیے مگر تمام تدابیر ناکام ہو گئیں وہ اس کو قتل نہ کر سکے پھر بچہ نے خود ہی اپنے قتل کی تدبیر بتلائی کہ بڑے میدان میں لوگوں کو جمع کرو پھر مجھے سولی پر چڑھاؤ اور پھر بسم الله رب هذا الغلام کہہ کر مجھے تیر مارو میں مر جاؤں گا چنانچہ اسی طرح کیا گیا تیر اس بچہ کی کنپٹی پر لگا اور وہ وہاں بحق ہو گیا جب لوگوں نے یہ دیکھا تو تمام لوگوں نے باآواز بلند کہا آمنا برب هذا الغلام. بادشاہ کو اور غصہ آ گیا کہ پہلے تین تھے اب بے شمار لوگ اس بچہ کے رب پر ایمان لا چکے ہیں چنانچہ اس نے حکم دیا کہ خندقیں کھود کر ان میں آگ جلائی جائے اور تمام لوگوں سے ایک ایک کر کے پوچھا جائے جو بھی ان میں سے ہمارے مذہب سے پھر گیا ہو اس کو آگ میں ڈال دیا جائے چنانچہ خندقیں کھود کر تمام اعیان سلطنت ان کے کناروں پر نظارہ کیلئے بیٹھ گئے اور پھر تمام اہل ایمان کو آگ میں ڈالنا شروع کر دیا گیا۔ اسی دوران آگ بھڑکی اور بادشاہ اور اسکے کارندے جو کناروں پر بیٹھے نظارہ کر رہے تھے ان تمام کو آگ نے جلا کر راکھ کر دیا۔

❸ کلمات مخطوطہ کی تحقیق:۔ النقمۃ یہ مصدر باب ثانی تا مصدر نقمۃ، نقم ہے جس کی معنی انتقام، سزا، بدلہ۔ مصدر نقمۃ (ضرب، سمع) سزا دینا۔

Scanned with CamScanner

همس: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر هَمْسًا (ضرب) بمعنی آواز کو پست کرنا، آہستہ سے بات کرنا۔

أُعجِبَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول از مصدر إعجابًا (افعال) خوش کرنا، عجب کرنا، تعجب میں ڈالنا۔

يقومُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر قومًا، قيامًا (نصر، اجوف) بمعنی کھڑا ہونا، ٹھہرنا۔

خَيَّرَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تخييرًا (تفعیل، اجوف) بمعنی پسند کرنے کا اختیار دینا۔

سَلَّطَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تسليطًا (تفعیل) بمعنی کسی پر غالب و قابض بنانا، قدرت دینا۔

② شاہد و مشہود کی مراد: حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے کہ شاهد سے مراد جمعہ کا دن اور مشهود سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ اگرچہ اس میں اور بھی اقوال ہیں مگر راجح قول یہی ہے۔

**الشق الثانی** كان عليّ اذا وصف النبي ﷺ قال: ليس بالطويل الممغط و لا بالقصير المتردد و كان ربعة من القوم و لم يكن بالجعد القطط و لا بالسبط كان جعدا رجلا، و لم يكن بالمطهم و لا بالمكلثم و كان في الوجه تدوير أبيض مشرب أدعج العينين أهدب الأشفار جليل المشاش و الكتد أجرد ذو مسربة الخ

ترجمہ کیجیے، کلمات مخطوطہ کی وضاحت کیجیے، حضرت عائشہؓ اور انسؓ کی روایتوں کے مطابق حضور ﷺ کے تکلم کا انداز کیا تھا؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① حدیث کا ترجمہ ② کلمات مخطوطہ کی وضاحت ③ آپ ﷺ کے تکلم کا انداز۔

**جواب** ..... ① حدیث کا ترجمہ: حضرت علیؓ جب آپ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے تو فرماتے کہ آپ ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ پست قد تھے بلکہ درمیانہ قد لوگوں میں سے تھے، آپ کے بال نہ بالکل پیچ دار تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے، بلکہ تھوڑے سے پیچ دار و خمدار تھے۔ نہ آپ ﷺ موٹے بدن والے تھے اور نہ آپ ﷺ کا چہرہ گول تھا، بلکہ آپ ﷺ کے چہرے میں معمولی گولائی تھی، آپ ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، آپ ﷺ کی آنکھیں نہایت سیاہ اور پلکیں دراز تھیں، بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں اور شانے موٹی پرگوشت تھیں، آپ ﷺ کے بدن پر بال نہ تھے، آپ ﷺ کے سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔

② کلمات مخطوطہ کی وضاحت: المُمَغَّط بمعنی بہت زیادہ لمبا، طویل ہونا۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی و دیہاتی کو یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے اس طرح سنا تَمَغَّطَ فِي نُشَّابِهٖ یعنی کمان میں تیر ڈال کر بہت کھینچا۔

المُتَرَدِّد انتہائی پست قد کہ بعض اعضاء دوسرے اعضاء میں گھسے ہوئے ہوں۔ الأهْدَب طویل و لمبی پلکوں والا ہونا۔

المُطَهَّم بمعنی بہت موٹا اور بھاری جسم والا ہونا۔ المُكَلْثَم چہرے کا گول ہونا، چہرے کے گوشت کا سمٹ جانا۔

المُشْرَب اسم مفعول بمعنی پلایا ہوا، مُشْرَب وہ شخص جس کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی ہو۔

③ آپ ﷺ کے تکلم کا انداز: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ جلدی جلدی کلام نہ کرتے تھے کہ کچھ سمجھ آئے اور کچھ سمجھ نہ آئے، بلکہ ایسے الفاظ بالکل صاف اور واضح گفتگو ہوتی کہ مخاطبین و حاضرین اچھی طرح کلام سمجھ جاتے۔ اور حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق جب کلام کا مضمون مشکل ہوتا یا مجمع زیادہ ہوتا تو آپ ﷺ حسب ضرورت تینوں طرف متوجہ ہو کر تین مرتبہ دہراتے تاکہ حاضرین کو مضمون اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

## ﴿الورقة الخامسة: جامع الترمذي (ج ٢)﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ١٤٤٠ھ

**الشق الاول** ..... عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من اكل من هذه (قال اول مرة) الثوم ثم قال الثوم

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

والمحل والكرّاث فلا يقربنا في مسجدنا . و عن عبد الله بن ابی یزید بن ابیه عن ام ایوب اخبرته ان النبی ﷺ نزل عليهم فتكلفوا له طعاما فيه من بعض هذه البقول فكره اكله فقال لاصحابه كلوه فاني لست كاحدكم اني اخاف ان اوذي صاحبي .

احادیث کا ترجمہ کریں۔ پیاز ولہسن کا حکم بیان کریں اور بتائیں کہ ان کا کھانا کب مکروہ ہے؟۔ نبی ﷺ کس وجہ سے پیاز نہیں کھاتے تھے حالانکہ ابوالعالیہ فرماتے ہیں البصل من طيبات الرزق ؟وضاحت کریں۔ خط کشیدہ جملوں کا مطلب واضح کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① احادیث کا ترجمہ ② پیاز ولہسن کا حکم اور کراہت کی کیفیت ③ آپ ﷺ کے پیاز نہ کھانے کی وجہ ④ خط کشیدہ جملوں کا مطلب۔

**جواب** ..... ❶ احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اس سے کھایا پہلی مرتبہ میں ارشاد فرمایا کہ لہسن پھر فرمایا لہسن پیاز اور گندنا (پیاز ولہسن کے مشابہ ترکاری) تو وہ شخص ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اور انہوں نے آپ ﷺ کیلئے پرتکلف کھانے کا اہتمام کیا جس میں ان ترکاریوں میں سے کوئی ترکاری تھی پس آپ نے اس کے کھانے کو ناپسند کیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ اسلئے کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں خوف کرتا ہوں کہ اپنے ساتھی کو تکلیف پہنچاؤں۔

❷ پیاز ولہسن کا حکم اور کراہت کی کیفیت:۔ عام حالات میں پیاز کھانا جائز ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک مسجد میں داخل ہونے کے وقت کچا پیاز لہسن اور وہ سبزیاں جن کے کھانے سے منہ میں بو پیدا ہو ان کا استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس سے فرشتوں اور انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے (درس ترمذی) لہذا کوئی بھی ایسی جگہ جہاں لوگوں کا اجتماع ہو وہاں بدبودار چیز کھا کر جانا منع ہوگا، خواہ مسجد ہو یا عام جگہ ہو، البتہ اگر بدبو پیدا نہ ہو مثلاً کسی اشیاء میں پکی ہوئی ہے یا اس قدر کم ہے کہ کھایا جائے تو پھر ممنوع نہیں ہے۔

❸ آپ ﷺ کے پیاز نہ کھانے کی وجہ:۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ لہسن حلال و پاکیزہ کھانوں میں سے ہے اسکے باوجود آپ ﷺ کے نہ کھانے کی وجہ کی طرف حدیث میں اشارہ موجود ہے کہ اس کے بدبودار ہونے کی وجہ سے نوری مخلوق یعنی فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے

❹ خط کشیدہ جملوں کا مطلب:۔ پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کیلئے پرتکلف کھانے کا اہتمام کیا۔

دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں نے اس کھانے کو کھایا تو میرے اس عمل کی وجہ سے میرے صاحب وساتھی یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کو تکلیف و اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہے، کیونکہ وہ کسی بھی وقت وحی لے کر آسکتے ہیں۔

**الشق الثانی** ..... عن ام المنذر قالت دخل علیّ رسول الله ﷺ ومعه علیّ ولنا دوالٍ معلقة قالت فجعل رسول الله ﷺ یاکل و علی معه یاکل فقال رسول الله ﷺ لعلیّ مه مه یا علی فانك ناقه قال فجلس علیّ والنبی ﷺ یاکل قالت فجعلت لهم سلقا وشعیرا فقال النبی ﷺ یا علیّ من هذا فأصب فانه اوفق لك .

حدیث کا ترجمہ وتشریح کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس چیز سے روکا گیا تھا؟ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ اس سوال کا حل چار امور ہیں ① حدیث کا ترجمہ ② حدیث کی تشریح ③ منع کی گئی چیز کی وضاحت ④ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق۔

**جواب** ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ہمارے ہاں تشریف لائے ہمارے ہاں کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، آپ ﷺ اور حضرت علی دونوں نے کھانا شروع کر دیا آپ ﷺ

Scanned with CamScanner

نے فرمایا اے علی! ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ تم تو ابھی بیماری سے اٹھے ہو۔ ام منذر کہتی ہیں اس پر حضرت علی بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کھاتے رہے، پھر میں نے ان کیلئے چقندر اور جو تیار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! اس میں سے لے لو۔ یہ تمہاری طبیعت کے مطابق ہے۔

② حدیث کی تشریح:۔ ام منذر ؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی ؓ ہمارے یہاں تشریف لائے، ہمارے ہاں کھجوروں کے خوشے پکنے کیلئے لٹک رہے تھے، آپ ﷺ اور حضرت علی دونوں نے وہ کھجوریں کھانا شروع کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ، تم تو ابھی بیماری سے اٹھے ہو اور طبیعت میں کمزوری باقی ہے اسلئے تم نہ کھاؤ۔ ام منذر کہتی ہیں آپ ﷺ کے فرمان کے بعد حضرت علی بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کھاتے رہے، پھر میں نے ان کیلئے چقندر اور جو کا کچھ تیار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! اس میں سے کھاؤ، بیمار ہونے کی وجہ سے یہ تمہاری طبیعت کے مطابق ہے۔

③ منع کی گئی چیز کی وضاحت:۔ آپ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو کھجوریں کھانے سے منع کیا کہ یہ ثقیل غذا ہے اور بیماری کے بعد کمزوری کی وجہ سے ممکن ہے کہ معدہ کو نقصان پہنچائے۔

④ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ أوفق: صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل از مصدر وَفْقًا (مثال) بمعنی موافق ہونا۔

دوالی: یہ جمع ہے اس کا مفرد دالیۃٌ ہے بمعنی پکی کھجور کا خوشہ۔ مَا مَا: یہ اسم فعل ہے بمعنی اُکْفُفْ (امر حاضر) بمعنی رک جا۔

ناقِهٌ: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر نَقْهًا، نُقُوْهًا (فتح و سمع) بمعنی بیماری سے تندرست ہونے کے بعد ضعف باقی رہنا۔

أصِبْ: صیغہ واحد مذکر حاضر امر حاضر معروف از مصدر إصابۃ (افعال۔اجوف) بمعنی پانا۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ..... عن ام حبيبة الطائی قال اوصى الیّ اخی بطائفة من ماله فلقيت ابا الدرداء فقلت ان اخی اوصى الیّ بطائفة من ماله فاين ترى لی وضعه؟ فی الفقراء او المسكين او المجاهدين فی سبيل الله قال اما انا فلو كنت لم اعدل بالمجاهدين سمعت رسول الله ﷺ يقول مثل الذی يعتق عند الموت كمثل الذی يهدی اذا شبع.

مذکورہ سوال و جواب کی وضاحت کریں۔ خط کشیدہ عبارت کی تشریح کریں۔ مرض الموت میں وصیت کا حکم اور مقدار وصیت تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① سوال و جواب کی وضاحت ② خط کشیدہ عبارت کی تشریح ③ مرض الموت میں وصیت کا حکم اور مقدار وصیت۔

**جواب** ..... ① سوال و جواب کی وضاحت:۔ حضرت ابوحبیبہ طائی کہتے ہیں کہ مجھے میرے بھائی نے اپنے مال کے ایک حصے کی وصیت کی۔ میری ابودرداء ؓ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ میرے بھائی نے میرے لئے کچھ مال کی وصیت کی ہے۔ آپ کا کیا خیال/مشورہ ہے کہ وہ مال کہاں خرچ کیا جائے؟ یعنی فقراء پر، مساکین پر یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں پر۔ ابودرداء ؓ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو مجاہدین کے برابر کسی کو نہ دیتا۔ یعنی میری رائے میں مجاہدین فی سبیل اللہ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی مصرف نہیں ہے۔

② خط کشیدہ عبارت کی تشریح:۔ مرتے وقت غلام آزاد کرنے والے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص شکم سیر ہو کر ہدیہ بھیجے، یعنی اصل و کامل صدقہ اور خیرات یہ ہے کہ آدمی صحت و تندرستی کی حالت میں احتیاجی اور ضرورت کے باوجود تنگی برداشت کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ زندگی سے مایوس و ناامید ہونے کے بعد اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت نہیں ہے۔

③ مرض الموت میں وصیت کا حکم اور مقدار وصیت:۔ مرض الموت میں جو بھی تبرع و احسان کیا جائے وہ وصیت کے حکم میں ہے اور

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

وصیت کے بارے میں اصول شرعی یہ ہے کہ ثلث مال (ایک تہائی) سے کم میں وصیت جائز ہے اور ایک ثلث سے زائد کی وصیت یا اسی طرح کسی وارث کے لئے مطلقاً وصیت، یہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ اجازت دیں گے تو یہ وصیت درست ہوگی ورنہ درست نہ ہوگی۔

**الشق الثانی** ......عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقترب الزمان لم تكد رؤيا المؤمن تكذب وأصدقهم رؤيا أصدقهم حديثا ورؤيا المسلم جزء من ستة وأربعين جزء من النبوة و الرؤيا ثلاث...... فلذا رأى احدكم مايكره فليقم و ليتفل و لا يحدث بها الناس.

اقترب الزمان، لم تكد رؤيا المؤمن تكذب کا مطلب واضح کریں۔ مؤمن کا خواب کے نبوت کا چھیالیسواں حصہ کیسے ہے؟ واضح کریں۔ خواب کی تین قسمیں کون کونسی ہیں؟ بیان کریں۔ برا یا ڈراؤنا خواب دیکھنے پر مسنون عمل اور اس کا فائدہ تحریر کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے (۱) جملوں کا مطلب (۲) خواب کے نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے کا مفہوم (۳) خواب کی اقسام (۴) برا یا ڈراؤنا خواب دیکھنے پر مسنون عمل اور اس کا فائدہ۔

**جواب**..... ❶ تا ❸ کما مرّ فی الشق الثانی من السؤال الثانی ۱۴۳۰ھ

❹ برا یا ڈراؤنا خواب دیکھنے پر مسنون عمل اور اس کا فائدہ:۔ کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو برا یا ناگوار ہو تو اس کو چاہیے کہ اٹھ جائے، خواب کی برائی اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے بائیں جانب تھتکارے کسی سے تذکرہ نہ کرے، نفل پڑھے، پہلو بدل کر سو جائے۔ (تحفۃ الالمعی)

کسی کے سامنے برے خواب کے تذکرہ سے اسلئے منع کیا کہ بعض تقدیری امور معلق ہوتے ہیں جنہیں قضائے معلق کہا جاتا ہے، ایسی صورت میں اچھی تعبیر سے معاملہ اچھا اور بری تعبیر سے معاملہ برا ہو جاتا ہے، تو خدانخواستہ سننے والا کوئی تعبیر دیدے اور معاملہ اسکے مطابق ہو جائے۔ نیز ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسی تعبیر بتادے جو رنج والم کا باعث ہو اور اس پر یقین بھی جم جائے کہ اب مجھ پر مصیبت آنے والی ہے، ارشاد باری ہے انا عند ظن عبدی بی (بندہ میرے بارے میں جیسا گمان کرتا ہے میں ویسا ہی ہو جاتا ہوں) جب وہ مصیبت آنے پر یقین کر بیٹھا تو عادۃ اللہ کے مطابق اس پر مصیبت کا آنا لازم ہو گیا۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ کسی کے سامنے برے خواب کے تذکرہ سے اسلئے منع کیا کہ جب لوگوں کے درمیان اس کا تذکرہ ہوگا خواب دیکھنے والے کے دل میں رنج والم اور ناخوشگوار وساوس پیدا ہوں گے۔ (درس ترمذی ج ۳)

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاوّل** ......عن عمران بن حصين ان رسول الله ﷺ نهى عن الكيّ، قال: فابتلينا فاكتوينا فما افلحنا و لا انجحنا. حدیث مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ آپ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے داغ کیوں لگوائے؟ وجہ ذکر کریں۔ بعض روایات سے کی (داغ لگوانا) کی اباحت معلوم ہوتی ہے تو روایات میں تطبیق دیں۔ کی سے روکنے کی حکمت کیا ہے اور کیا آج کل کا آپریشن کی کے حکم میں ہے؟ تفصیلاً بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) حدیث مبارکہ کا ترجمہ (۲) آپ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے داغ لگوانے کی وجہ (۳) روایت کراہت و اباحت میں تطبیق (۴) کی سے روکنے کی حکمت (۵) آج کل کے آپریشن کا حکم۔

**جواب**..... ❶ حدیث مبارکہ کا ترجمہ:۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا آگ کے ذریعہ داغ دینے سے۔ فرمایا ہم مبتلا ہوئے، ہم نے آگ کا داغ لگوایا تو ہم کامیاب نہیں ہوئے اور اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے۔

❷ آپ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے داغ لگوانے کی وجہ:۔ روایت کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ

نے ہم کو داغ لگوانے سے منع فرمایا مگر ہم نے داغ لگوایا تو کامیابی نہ ہوئی دراصل آپ ﷺ نے بلا ضرورت شدیدہ داغ لگوانے سے منع فرمایا حضرات صحابہ ؓ نے غیر ضرورت کو ضرورت سمجھتے ہوئے داغ لگوایا تو شفاء نہ ہوئی ورنہ آپ ﷺ کے فرمان کے بعد صحابہ کرام ؓ سے مخالفت کا تصور نہیں ہوسکتا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین ؓ کو بواسیر کا مرض تھا ان کے لئے داغ لگوانا مضر تھا حضور ﷺ نے خاص طور پر ان کو منع فرمایا تھا جب مرض زیادہ بڑھ گیا تو انہوں نے مجبوراً داغ لگوایا مگر شفاء نہ ہوئی۔ (درس ترمذی ج ۶ ص ۲۷۵)

③ **روایت کراہت واباحت میں تطبیق:۔** حضرات علماء نے فرمایا ہے کہ داغ لگوانا بلاضرورت محض حفظ ماتقدم کیلئے مکروہ ہے، نیز جب دوسرے ذرائع علاج موجود وممکن ہوں تو داغ لگوانے کو مکروہ وخلاف اولیٰ قرار دیا گیا ہے، نیز یہ صرف اہل عرب واہل ترک کا طریق ہے یہ علاج نہیں ہے لہٰذا یہ موہوم علاج ہے یقینی نہیں البتہ اگر کوئی حاذق حکیم بطور علاج داغ ہی لگوانا تجویز کرے تو پھر اسکی اجازت ورخصت ہوگی چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی اجازت ہے اس طرح دونوں روایات کراہت واباحت کے درمیان تطبیق ہوجاتی ہے۔ (ایضاً)

④ **کَی سے روکنے کی حکمت:۔** داغ دینے سے روکنے کی حکمت یہ ہے کہ اس میں تکلیف زائد ہے اور اس سے جسم خراب ہوجاتا ہے اور اس میں تعذیب بالنار بھی ہے اور اس کے اثرات جسم کے دوسرے حصوں کی طرف بھی پھیل سکتے ہیں۔ (ایضاً)

⑤ **آجکل کے آپریشن کا حکم:۔** آج کل کے آپریشن کا بھی یہی حکم ہوگا کہ حتی الامکان آپریشن سے بچنے کی کوشش ہو اور اگر آپریشن ضروری ہو اور اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو پھر اس کی اجازت ہے اور آپریشن یہ داغ دینے کے حکم میں ہے۔ (ایضاً)

**الشق الثانی** ...... **عن عائشة قالت ماغِرْتُ علٰى احد من ازواج النبى ﷺ ما غِرتُ على خديجة وما بى ان تكون ادركتها و ما ذلك الّا لكثرة ذكر رسول الله ﷺ لها و ان كان ليذبح الشّاةَ فيتتبّع بها صدائق خديجة فيهديها لهن .... وفى رواية ما حسدتُ امرأة ما حسدتُ خديجة .....**

حدیث کا ترجمہ کریں۔ حضرت خدیجہ ؓ کے **خير نساء العالم** ہونے کا مطلب بیان کریں۔ حضرت عائشہ ؓ نے اپنے لئے لفظ حسد وغیرت کس معنی میں استعمال کیا ہے؟۔ خط کشیدہ جملہ میں کس صلہ رحمی کا ذکر ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔ ① حدیث کا ترجمہ ② حضرت خدیجہ ؓ کے **خير نساء العالم** ہونے کا مطلب ③ حسد وغیرت کے معنی کی تعیین ④ خط کشیدہ جملہ میں صلہ رحمی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی کسی بیوی پر غیرت نہیں آئی حالانکہ میں نے ان کو نہیں پایا، اس غیرت کی وجہ صرف یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ انہیں بکثرت یاد کرتے اور آپ ﷺ بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ ؓ کی سہیلیوں کو تلاش کرکے ان کو گوشت کا ہدیہ بھیجتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت خدیجہ ؓ کے علاوہ کسی عورت پر حسد نہیں کیا۔

❷ **حضرت خدیجہ ؓ کے خير نساء العالم ہونے کا مطلب:۔** مختلف احادیث میں چار خواتین (حضرت مریم، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ ؓ) کی فضیلت کا ذکر آتا ہے، علامہ قرطبی ؒ نے لکھا ہے کہ اس سے دو باتیں حاصل ہوتی ہیں ① یہ چاروں من حیث المجموع (مجموعی طور پر) باقی مستورات سے افضل ہیں ② جہاں کی عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں لیکن باہم ان کے درجات متفاوت ہیں۔ علامہ سبکی ؒ کہتے ہیں کہ سب سے افضل فاطمہ ہیں، پھر خدیجہ پھر عائشہ ؓ۔

علامہ عینی ؒ (نقلاً عن بعض اساتذہ) لکھتے ہیں **فاطمة افضل فى الدنيا وعائشة افضل فى الأخرة۔**

علامہ ابن تیمیہ ؒ کہتے ہیں خدیجہ اور عائشہ ؓ کے مابین فضائل قریب قریب ہیں، گویا انہوں نے توقف کو ترجیح دی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ افضل النساء مریم وفاطمة اور افضل امہات المؤمنین خديجة وعائشة.
ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ توقف اولیٰ ہے کیونکہ اس میں کوئی دلیل قطعی (جرف آخر) نہیں۔
علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دراصل فضل و مرتبہ کی بنا الگ الگ ہے جس سے با آسانی تطبیق حاصل ہوتی ہے۔
ان میں سے ہر ایک کو ایسی فضیلت حاصل ہے جس کا کوئی دوسرا سہیم نہیں، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تقدم فی الاسلام میں افضل ہیں، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم، فضل و کمال کے اعتبار سے افضل ہیں (کہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اکثر مسائل کی تحقیق انہی سے کرتے اور انہی کا حوالہ بتاتے) سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اصل و نسب اور شرافت کے اعتبار سے افضل ہیں۔ (انعامات نعم ص ۳۲۳)

❸ حسد کے معنی کی تعیین:- ① یہاں حسد اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے کیونکہ حضرت خدیجہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کا زمانہ ایک نہیں ہے بلکہ یہاں حسد رشک و غبطہ کے معنی میں ہے۔ ② یہاں طبعی غیرت مراد ہے جو کسی بھی صاحب فضیلت و صاحب نسبت عورت سے بعید اور کا حرم نہیں، کیونکہ یہ مقتضائے طبیعت ہے اور یہ کینہ و غضب تک نہ پہنچے تو جائز ہے۔ (انعامات المنعم)

## ﴿الورقة السادسة: سنن أبي داؤد ج ۱﴾

## ﴿السؤال الأول﴾ ۱۴۳۹ھ

**الشق الأول** ..... حدثنا يحيى بن معين ثنا عمرو بن الربيع بن طارق قال: أنا يحيى بن ايوب عن عبد الرحمن بن رزين عن محمد بن يزيد عن أيوب بن قطن عن أبي بن عمارة قال يحيى بن ايوب و كان قد صلّى مع رسول الله ﷺ القبلتين أنه قال: يا رسول الله! أأمسح على الخفين؟ قال: نعم، قال: يوما؟ قال: يوما، قال: و يومين؟ قال: و يومين، قال: و ثلاثة؟ قال: نعم و ما شئت. قال أبو داؤد: و رواه ابن أبي مريم المصرى عن يحيى بن أيوب ..... الخ حدیث مبارکہ کا ترجمہ کیجئے۔ مسح علی الخفین کی مدت میں اقوال ائمہ مع دلائل بیان کیجئے۔ حدیث کے الفاظ وما شئت کی تشریح کیجئے نیز اس حدیث سے متعلق امام ابوداؤد نے کیا فرمایا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں درج ذیل امور کا جواب مطلوب ہے ① حدیث کا ترجمہ ② مسح علی الخفین کی مدت میں اقوال ائمہ مع دلائل ③ وما شئت کی تشریح ④ قال أبو داؤد کی وضاحت۔

**جواب** ❶ حدیث کا ترجمہ:- حضرت ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ (جن سے متعلق یحییٰ بن ایوب کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ قبلتین کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے) سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا میں موزوں پر مسح کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، انہوں نے عرض کیا کہ ایک دن تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ایک دن تک، پھر انہوں نے عرض کیا کہ دو دن تک؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو دن تک بھی، عرض کیا کہ تین دن تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین دن تک بھی اور جب تک تمہارا دل چاہے۔

❷ مسح علی الخفین کی مدت میں علماء کے اقوال و دلائل:- جمہور کے نزدیک مسح علی الخفین کی مدت مقیم کے لیے ایک دن و ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن و تین رات ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں ① مقیم موزوں پر بالکل مسح نہ کرے اور مسافر کا مسح دائمی و ابدی ہے یعنی وقت کی کوئی حد نہیں ہے جب تک چاہے مسح کر سکتا ہے۔ ② مقیم و مسافر دونوں کے لیے دائمی ہے۔
امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مسح کی مشروعیت ضرورت کی وجہ سے ہے اور مقیم کے لیے ضرورت نہیں ہے۔ اور مسافر کے حق میں دلیل حضرت ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے مدت دن کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جب تک چاہے مسح کرتے رہو، معلوم ہوا کہ مسافر

Scanned with CamScanner

نزدیک مسح کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔

جمہور کی دلیل حضرت صفوان کی حدیث ہے کہ میں نے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا للمقیم یوم و لیلة و للمسافر ثلاثة ایام و لیالیها۔ حاشیہ ابوداؤد میں لکھا ہے کہ توقیت فی المسح کی روایات اٹھارہ صحابہؓ سے مروی ہیں۔

امام مالک ﷫ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری ﷫ نے کہا کہ یہ حدیث مجہول ہے۔ امام احمد ﷫ نے فرمایا اس کے رجال غیر معروف ہیں۔ امام ابوداؤد ﷫ نے فرمایا کہ اس کی سند میں اختلاف ہے اور قوی نہیں ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ اس کی سند غیر ثابت ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس کی سند مضطرب ہے۔ پس اس شاذ حدیث کی وجہ سے احادیث مشہورہ کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ نیز آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسح مؤبد ہے یعنی غیر منسوخ ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ اس مدت میں موزے ہی نہ اتارے۔ اور امام مالک ﷫ کے قول (مقیم کیلئے عدم ضرورت) کا جواب یہ ہے کہ مقیم کیلئے بھی ضرورت ہے کہ مقیم جب صبح کے وقت موزے پہن کر اپنی ضرورت کیلئے گھر سے باہر جائے تو شام کو واپسی تک موزے اتارنا مشکل و شاق ہوگا پس اس ضرورت کے پیش نظر مقیم کیلئے بھی مسح کی اجازت ہے۔ (اشرف الهدایہ)

② **وما شئت کی تشریح:۔** اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسح علی الخفین جب تک چاہو قاعدہ و ضابطہ کے مطابق کرتے رہو اور ضابطہ یہی ہے کہ مقیم ایک دن و ایک رات اور مسافر تین دن و تین رات کے بعد موزے اتار کر پاؤں دھوئے اور دوبارہ موزے پہن لے اور ہمیشہ اسی طرح اتارے اور پہنتا رہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک ہی مرتبہ پہن کر ہمیشہ مسح کرتا رہے۔ (الدر المنضود)

③ **قال أبو داؤد کی وضاحت:۔** امام ابوداؤد ﷫ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کو ذکر کیا ہے، اس طریق میں مذکور ہے کہ سائل نے سات دن تک مسح کے متعلق سوال کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں سات دن تک بھی مسح کر سکتے ہو اور اس کے علاوہ بھی جیسے تمہارا دل چاہے یعنی جب تک چاہو مسح علی الخفین کر سکتے ہو۔ اس طریق کو ذکر کرنے کے بعد امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے اور یہ قوی درجہ کی سند نہیں ہے۔

**الشق الثانی** ...... حدثنا عثمان بن أبی شیبة نا عبدة المعنی و احد عن هشام بن عروة عن أبیه عن عائشة قالت: بعث رسول الله ﷺ أسید بن حضیر و أناسا معه فی طلب قلادة أضلتها عائشة فحضرت الصلاة فصلوا بغیر وضوء، فأتوا النبی ﷺ فذکروا ذلك له، فأنزلت آیة التیمم. زاد ابن النفیل: فقال لها أسید: یرحمك الله ما نزل بك أمر تکرهینه الا جعل الله للمسلمین و لك فیه فرجا.

حدیث مبارک کا ترجمہ کیجئے، آیت تیمم سے کون سی آیت مراد ہے؟ حضرت عائشہ ؓ کا ہار کس غزوہ میں گم ہوا اور حضرت اسید ؓ نے ان سے کیا فرمایا؟ تیمم کس چیز سے کیا جاتا ہے؟ اس کی کتنی ضربات ہیں؟ اقوال بھی بتائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② آیتِ تیمم کی مراد ③ غزوہ کی تعیین ④ حضرت اسید ؓ کا قول ⑤ اشیاءِ تیمم کی تعیین ⑥ تیمم کی ضربات۔

**جواب** ...... ① **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر ؓ کو اور ان کے ساتھ کچھ دیگر لوگوں کو اس ہار کی تلاش کے لیے بھیجا جو حضرت عائشہ ؓ نے گم کر دیا تھا، پس نماز کا وقت ہو گیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی اس کے بعد وہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو اس موقع پر آیتِ تیمم نازل ہوئی، ابن نفیل نے یہ الفاظ بھی زائد ذکر کیے ہیں کہ حضرت اسید ؓ نے حضرت عائشہ ؓ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کہ تم پر کبھی ناخوشگوار واقعہ نازل نہیں ہوا مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے آسانی و خیر بنا دیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

❷ <u>آیتِ تیمم کی مراد</u>: ابن العربی کہتے ہیں کہ یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے کہ میں نے اس مرض کا کوئی علاج نہیں پایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد کون سی آیت ہے؟ ابن بطال نے کہا کہ اس سے مراد سورۃ نساء کی آیت ہے یا سورۃ مائدہ کی آیت، دونوں کی تعیین نہیں ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آیتِ نساء (یایها الذین امنوا لا تقربوا الصلوة... فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا الخ) ہے کیونکہ آیتِ مائدہ (یایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوة ... الخ) آیتِ وضو سے معروف ہے، اگرچہ اس میں تیمم کا بھی ذکر ہے اور آیتِ نساء میں صرف تیمم کا ذکر ہے۔ علامہ حمیدی نے حمیدی کی جمع بین الصحیحین میں روایت (فنزلت یایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوة ... الخ) کی وجہ سے آیتِ مائدہ کو متعین اور راجح بتایا ہے۔ (الدر المنضود)

❸ <u>غزوہ کی تعیین</u>: واقعۂ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا اور واقعۂ تیمم دونوں کا سبب ہار کا گم ہونا ہے۔ اور واقعۂ افک بالاتفاق غزوۂ مریسیع (غزوۂ بنی المصطلق) میں پیش آیا، اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ آیتِ تیمم کا نزول بھی اسی غزوہ میں ہوا، جب کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ واقعۂ افک کے بعد دوسرے سفر میں ہار دوبارہ گم ہوا، اس میں آیتِ تیمم نازل ہوئی، چنانچہ طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ واقعۂ افک کے بعد میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک دوسرے غزوہ میں شریک ہوئی تو اس میں آیتِ تیمم نازل ہوئی، مگر اس روایت میں سفر کا تعین نہیں ہے۔ حافظ ابن القیم و ابن الجوزی کا میلان اسی طرف ہے۔ بعض نے آیتِ تیمم کا نزول غزوۂ ذات الرقاع میں نقل کیا ہے، ممکن ہے کہ وہ غزوہ یہی ہو، مگر یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ذات الرقاع مقدم ہے یا بنو المصطلق مقدم ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ آیتِ تیمم کا نزول ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا ... اور ابن الجوزی کی التلقیح میں ... (ایضا)

❹ <u>حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا قول</u>: حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا دیتے ہوئے یہ جملہ کہا: ما نزل بك أمر تكرهينه الا جعل الله للمسلمين و لك فيه فرجا (آپ کو جب بھی کوئی ناپسندیدہ معاملہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے راحت و سہولت کا سبب بنا دیا)

❺ <u>اشیاءِ تیمم کی تعیین</u>: صعید طیب سے تیمم کا حکم ہے اور اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی تفسیر صرف تراب (مٹی) ہے اور تراب کے ساتھ غبار بھی ہونا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک صعید کا مصداق جنس ارض ہے، لہٰذا تیمم مٹی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جو چیز بھی جنس ارض سے ہو یعنی جلانے سے پگھلتی نہیں اور نہ جلانے سے جلتی نہیں اس سے تیمم جائز ہے۔

❻ <u>تیمم کی ضربات</u>: امام احمد، امام اوزاعی، ابن جریر اور اصحاب الحدیث کے نزدیک تیمم کی ایک ضرب ہے۔ حنفیہ، شافعیہ کے نزدیک دو ضربیں ہیں۔ امام مالک سے دونوں روایتیں ہیں، تیسری روایت یہ ہے کہ ایک ضرب فرض ہے اور دوسری سنت ہے، یہی ان کا راجح قول ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۹ھ

**الشق الاول** ......عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن امرأة أتت رسول الله ﷺ و معها ابنة لها و في يدي ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها: أتعطين زكاة هذا؟ قالت: لا، قال: أيسرك أن يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من النار؟ قال: فخلعتهما فألقتهما الى النبي ﷺ و قالت: هما لله و لرسوله

ترجمہ کیجیے، ائمہ اربعہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ سونے، چاندی کا نصاب کیا ہے؟ اور موجودہ زمانے میں ان کا کتنا وزن ہے؟ احناف کے نزدیک زکوٰۃ کے مصارف کتنے اور کیا کیا ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① حدیث کا ترجمہ ② ائمہ اربعہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ کا حکم

Scanned with CamScanner

④ سونے چاندی کی زکوۃ کا نصاب اور موجودہ زمانے میں ان کا وزن ⑤ احناف کے ہاں زکوۃ کے مصارف۔

**جواب** ❶ **حدیث کا ترجمہ:** عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی اور اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن بھی تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو ان زیورات و کنگن کی زکوۃ ادا کرتی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات کو پسند کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان کنگنوں کے بدلے میں قیامت کے دن آگ کے کنگن پہنائیں؟ راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے وہ کنگن اتارے اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے اور کہا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

❷ **ائمہ اربعہ کے نزدیک زیورات میں زکوۃ:** امام ابوحنیفہ و صاحبین رحمہم اللہ کے ہاں سونے چاندی کے زیورات میں زکوۃ فرض ہے اور امام مالک و امام احمد رحمہما اللہ کے ہاں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اظہر قول کے مطابق زیورات میں زکوۃ فرض نہیں ہے۔

احناف کے دلائل: ① سونے چاندی میں وجوب زکوۃ کی مطلق نصوص زیورات کو بھی شامل ہیں مثلاً **والذین یکنزون الذهب والفضة** (توبہ) **هاتوا صدقة الرقة** (ترمذی) نیز وہ تمام نصوص جو زیورات کی زکوۃ پر دال ہیں مثلاً **یامعشر النساء تصدقن ولومن حلیکن فانکن اکثر اهل جهنم یوم القیامة** (ترمذی) ② عمرو بن شعیب کی سند سے مروی ہے کہ دو عورتیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی زکوۃ ادا کیا کرو۔ (ترمذی) ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ اپنی طرف سے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیں کہ وہ اپنے زیورات کی زکوۃ ادا کریں۔ ④ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زیورات میں زکوۃ ہے۔ ⑤ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے زیورات کی زکوۃ ادا کریں۔

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کی پہلی دلیل: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ زیورات میں زکوۃ نہیں ہے۔ (التحقیق لابن جوزی) دوسری دلیل: موقوف آثار ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر (موطا مالک) حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کا اثر، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر (دارقطنی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اثر (مسند شافعی)۔

جوابات: پہلی مرفوع حدیث کا جواب یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ نیز مذکورہ احادیث کے قرینہ سے یہ مؤول ہے اور سونا چاندی کے علاوہ دوسرے جواہر کے زیورات پر محمول ہے۔

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواب یہ ہے کہ کتاب اللہ اور مرفوع احادیث کے مقابلہ میں موقوف احادیث و آثار حجت نہیں ہیں۔

❸ **سونے چاندی کا نصاب اور موجودہ زمانے میں اس کا وزن:** سونے کی زکوۃ کا نصاب بیس مثقال اور چاندی کی زکوۃ کا نصاب دو سو درہم ہے۔ اور موجودہ زمانے میں سونے کا نصاب سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے سونا ہے اس میں دو ماشے اڑھائی رتی سونے کی مالیت زکوۃ فرض ہے۔ چاندی کا نصاب چون تولے دو ماشے ہے، جس شخص کے پاس اتنی مالیت کی چاندی ہو تو اس پر ایک تولہ چار ماشہ دو رتی چاندی کی مالیت زکوۃ فرض ہے۔

❹ **احناف کے ہاں زکوۃ کے مصارف:** زکوۃ کے کل آٹھ مصارف ہیں **کما قال اللہ تعالیٰ: انما الصدقات ① للفقراء ② والمسٰکین ③ والعاملین علیها ④ والمؤلفة قلوبهم ⑤ وفی الرقاب ⑥ والغارمین ⑦ وفی سبیل اللہ**

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

⑧ وابن السبیل۔ یعنی فقراء، مساکین، حکومت کی جانب سے صدقات وصول کرنے والے عامل، مؤلفۃ قلوب یعنی جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا وہ اسلام میں کمزور ہوں (اب یہ قسم منسوخ ہے) غلام کا بدلِ کتابت ادا کرنا، آفت یا حادثہ میں مقروض ہونے والا، مجاہدین جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ مسافر جس کے پاس سفر میں رقم نہ ہو اگرچہ اس کے پاس گھر میں رقم موجود ہو۔ الحاصل مؤلفۃ قلوب کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اب صدقات وزکوٰۃ کے سات مصارف ہیں۔

**الشق الثانی**...... عن ابن عباس أن معاوية بن أبي سفيان أخبره قال: قصرت عن النبي ﷺ بمشقص على المروة ... عن ابن عباس قال: و الله ما أعمر رسول الله ﷺ عائشة في ذي الحجة ليقطع بذلك أمر أهل الشرك، فإن هذا الحي من قريش و من دان دينهم كانوا يقولون: اذا عفا الوبر و برء الدبر و دخل صفر فقد حلت العمرة لمن اعتمر، فكانوا لا يحرمون العمرة حتى ينسلخ ذو الحجة و المحرم۔

ترجمہ کیجیے، آپ ﷺ نے بعد از ہجرت کتنے عمرے کیے؟ اور ان کے مواقع کیا ہیں؟ راجح قول کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کس موقع پر آپ ﷺ کے بالوں کا قصر کیا؟ خط کشیدہ کلمات کے معانی کے بعد بتائیے کہ ذوالحجہ میں عمرہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں: ① حدیث کا ترجمہ ② بعد از ہجرت آپ ﷺ کے عمروں کی تعداد و مواقع ③ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے بال قصر کرنے کا موقع ④ خط کشیدہ کلمات کے معانی ⑤ ذوالحجہ میں عمرہ کا حکم۔

**جواب**...... ❶ **حدیث کا ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے مروہ پہاڑی پر پیکان سے آپ ﷺ کے بالوں کا قصر کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم بخدا آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف اس لیے عمرہ کروایا تھا کہ مشرکین کا نظریہ و خیال غلط ہو جائے، کیوں کہ قریش اور جو لوگ ان کے طریقہ پر چلتے تھے وہ سب یہ کہتے تھے کہ جب اونٹ کے بال بڑھ جائیں، اس کی پیٹھ کا زخم صحیح ہو جائے اور صفر کا مہینہ شروع ہو جائے تو عمرہ کا ارادہ کرنے والے کے لیے عمرہ حلال ہو جاتا ہے، اور وہ لوگ ذوالحجہ و محرم کے ختم ہونے تک عمرہ کو حرام سمجھتے تھے۔

❷ **آپ ﷺ کے عمروں کی تعداد و مواقع:** رسول اللہ ﷺ نے حقیقتاً وحکماً چار عمرے کئے تھے۔ ① ۶ھ میں حکمی عمرہ جو مشرکین کے روکنے کی وجہ سے ناتمام رہا ② آئندہ سال ۷ھ میں عمرۃ القضاء کیا تھا ③ عمرۂ جعرانہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے انیس دن تک مکہ میں قیام کیا تھا پھر حنین تشریف لے گئے، وہاں سے طائف گئے۔ ایک ماہ تک اس کا محاصرہ کیا پھر لوٹ کر جعرانہ آئے، وہاں حنین کی غنیمت تقسیم کی اور یہیں سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا تھا ④ حجۃ الوداع کے موقع پر حج قران کیا تھا یعنی حج وعمرہ دونوں ایک ہی احرام سے ادا کئے تھے۔ (تحفۃ الالمعی ج۳ ص۲۰۹)

❸ **حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے قصر کرنے کا موقع:** بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا موقع ہے، مگر یہ درست نہیں کیوں کہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے منیٰ میں حلق کروایا تھا، اور یہ عمرۃ القضاء کا واقعہ بھی نہیں ہے کیوں کہ اس وقت تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ عمرۂ جعرانہ کا واقعہ ہے جو ۸ھ میں پیش آیا۔ (الدر المنضود)

❹ **کلماتِ مخطوطہ کے معانی:** مِشْقَصٌ: اس کی جمع مَشَاقِصُ ہے، بمعنی تیر کی پیکان دو دھار (مراد قینچی ہے۔ الدر المنضود)

عَفَا: بمعنی بالوں کو چھوڑ دینا حتی کہ وہ زیادہ و لمبے ہو جائیں۔　　بَرِءَ: بمعنی تندرست ہونا، بیماری سے شفایاب ہونا۔

اَلْوَبَرُ: اس کی جمع اَوْبَارٌ ہے، بمعنی اونٹ و خرگوش کے بال۔　　اَلدَّبَرُ: بمعنی اونٹ کی پیٹھ کا زخم۔

Scanned with CamScanner

⑤ ماہ ذوالحجہ میں عمرہ کا حکم:۔ سال بھر عمرہ کیا جا سکتا ہے، اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے البتہ صرف پانچ دن (۹ تا ۱۳ ذوالحجہ) مکروہ ہے (الدر المختار ج ۲ ص ۴۸۹)

# ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

**الشق الأول** ......عن حبيبة بنت سهل الأنصارية أنها كانت تحت ثابت بن قيس بن شماس و أن رسول الله ﷺ خرج الى الصبح فوجد حبيبة بنت سهل عند بابه في الغلس فقال رسول الله ﷺ: من هذه؟ قالت: انا حبيبة بنت سهل قال: ما شأنك؟ قالت: لا أنا و لا ثابت بن قيس لزوجها... الخ

حدیث مذکور کا ترجمہ کیجیے، حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر کا پورا قصہ لکھیے اور بتائیے کہ انہوں نے خلع کیوں طلب کیا تھا؟ خلع سے کیا واقع ہوتا ہے اور بلاعذر خلع طلب کرنے پر کیا وعید ہے؟ خلع کی عدت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنی ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ۔ ② حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر کا قصہ اور طلب خلع کی وجہ ③ خلع کا حکم ④ بلاعذر طلب خلع پر وعید ⑤ خلع کی عدت۔

**جواب**...... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور رسول اللہ ﷺ ایک صبح کی نماز کے لیے نکلے تو حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اندھیرے میں دروازے کے پاس پایا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں حبیبہ بنت سہل ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا میں نہیں یا (میرے شوہر) ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نہیں (یعنی ہم دونوں اکٹھے نہیں رہ سکتے)۔

② حبیبہ بنت سہل کا قصہ اور طلب خلع کی وجہ:۔ حضرت حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لیے نکلے تو حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اندھیرے میں دروازے کے پاس پایا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں حبیبہ بنت سہل ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اور میرے شوہر ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ بعد میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہاری بیوی تمہاری شکایت کر رہی ہے اور خلع کا مطالبہ کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ جو کچھ مہر انہوں نے مجھے دیا ہے وہ موجود ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان سے خلع کر لو اور جو کچھ ان کے پاس تمہارا ہے وہ واپس لے لو، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے بدل خلع وصول کر لیا اور اس طرح ان دونوں میں خلع کے ذریعے جدائی ہوگئی۔ حضرت حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے سوء خلق اور مزاج کی سختی و مار پیٹ سے نالاں تھیں، اسی وجہ سے انہوں نے خلع کا مطالبہ کیا تھا۔

③ خلع کا حکم:۔ احناف و شوافع کا اختلاف ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق۔ احناف کے نزدیک خلع طلاق ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک خلع فسخ نکاح ہے۔ ثمرۂ اختلاف یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاق دیدیں پھر عدت میں ہی خلع کر لیا یہ شخص عدت گزرنے کے بعد ہمارے نزدیک اس عورت کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کر سکتا جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح کر سکتا ہے۔

④ بلاعذر طلب خلع پر وعید:۔ ابوداؤد کی روایت کے مطابق بلاوجہ خواہ مخواہ اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنے والی عورت پر جنت کی بو حرام ہے۔ ترمذی کی روایت میں ایسی عورتوں کو منافق قرار دیا گیا ہے، کیونکہ نکاح کا تقاضا محبت ہے اور خلع نفرت کی بناء پر ہوتا ہے۔

⑤ خلع کی عدت:۔ جمہور علماء جو خلع کو طلاق کہتے ہیں ان کے نزدیک عدت تین قروء ہے، اور جو اس کے فسخ نکاح ہونے کے قائل ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

ان کے نزدیک اس کی مدت ایک حیض ہے، امام احمدؒ وسیح کے قائل ہیں مگر مدت تین قروء کی کہتے ہیں۔ (الدر المنضود)

**الشق الثانی** ..... عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله ﷺ: لما أصيب اخوانكم بأحد جعل الله أرواحهم في جوف طير خضر ترد أنهار الجنة تأكل ثمارها و تأوي الى قناديل من ذهب معلقة في ظل العرش، فلما وجدوا طيب مأكلهم و مشربهم ومقيلهم قالوا: من يبلغ اخواننا عنا أنا أحياء في الجنة نرزق؟ ..... الحديث.

و عن حسناء بنت معاوية الصريمية قالت: حدثنا عمي قال: قلت للنبي ﷺ: من في الجنة؟ قال: النبي في الجنة و الشهيد في الجنة و المولود في الجنة و الوئيد في الجنة. دونوں حدیثوں کا ترجمہ کیجیے، شہداء احد کی مندرجہ بالا آرزو کس نے کس طرح پوری کی؟ خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کیجیے، مولود اور وئید سے کون مراد ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① احادیث کا ترجمہ ② شہداء احد کی آرزو پوری ہونے کی کیفیت ③ کلمات مخطوطہ کی تحقیق ④ مولود اور وئید کی مراد۔

**جواب** ❶ احادیث کا ترجمہ: ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے جو بھائی غزوۂ احد میں شہید کیے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو جنت کے سبز پرندوں کے پوٹوں (پیٹوں) میں رکھ دیا ہے، وہ جنت کی نہروں (و باغات) میں سیر کرتے پھرتے ہیں، اس کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے نیچے معلق اور وہاں خوشنما سونے کی قندیلوں میں ٹھکانہ پکڑتے ہیں۔ جب شہداء احد کی ارواح نے وہاں کھانے پینے اور سونے کی سہولت و نعمت دیکھی تو انہوں نے کہا (چاہا) کہ ہماری اس خوشحالی کی خبر ہمارے بھائیوں تک کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔ ② حسناء بنت معاویہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے میرے چچا نے حدیث بیان کی کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ جنت میں کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی (مراد تمام انبیاء ہیں) جنت میں جائے گا اور شہید (مراد مومن ہے) جنت میں ہوگا، اور نومولود بچہ جنت میں ہوگا اور زندہ درگور کیا ہوا بچہ جنت میں ہوگا۔

❷ شہداء احد کی آرزو پوری ہونے کی کیفیت: شہداء احد کی آرزو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیات کریمہ نازل فرما کر پوری فرمائی: ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون، فرحين بما آتاهم الله من فضله ... الخ (آل عمران: ۱۷۰)

❸ کلمات مخطوطہ کی تحقیق: جوف مفرد ہے اس کی جمع أجواف ہے بمعنی پیٹ، اندرونی حصہ۔

خُضرٌ: یہ خضرۃ کی جمع ہے بمعنی سبز رنگ، مصدر خضرۃ (س) بمعنی سبز ہونا۔

مَقیلٌ: یہ ظرف کا صیغہ ہے، مصدر قَیلٌ، مَقیلًا، قیلولۃً (ضرب یضرب) بمعنی دوپہر کو سونا۔

المولود: صیغہ واحد مذکر اسم مفعول، مصدر ولادۃً و لادًا (ضرب یضرب) بمعنی جننا، پیدا کرنا۔

الوئید: صیغہ صفت (بمعنی مفعول) مصدر وأدًا (ضرب یضرب) بمعنی زندہ درگور کرنا۔

❹ مولود اور وئید کی مراد: مولود سے مراد وہ بچہ ہے جو بلوغت سے پہلے فوت ہو جائے۔ وئید سے مراد وہ بچہ ہے جسے زندہ درگور کیا جائے۔

## ﴿الورقة السادسة: ابو داؤد (ج ۱)﴾

### ﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ..... عن المهاجر بن قنفذ انه أتى النبي ﷺ وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ ثم

Scanned with CamScanner

اعتذر الیہ فقال انی کرہت ان اذکر اللہ تعالٰی الا علی طہر او قال علی طہارۃ۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ عز وجل علی کل احیانہ۔ احادیث کی مختصر تشریح کریں۔ بظاہر جو تعارض ہے اس کی وضاحت کے بعد تطبیق کی صورت تحریر کریں۔ سلام کو ذکر اللہ سے تعبیر کرنے کی وجہ تحریر کریں۔ قضائے حاجت کے وقت سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کا حکم تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ …… اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے۔ ① احادیث کی تشریح ② تعارض و تطبیق کی وضاحت ③ سلام کو ذکر اللہ سے تعبیر کرنے کی وجہ ④ قضائے حاجت کے وقت سلام کرنے اور جواب دینے کا حکم۔

**جواب** …… ❶ احادیث کی تشریح:۔ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے، میں نے سلام کیا مگر آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا، بعد میں آپ ﷺ نے استنجاء سے فراغت کے بعد وضو کیا اور مجھ سے معذرت کی اور فرمایا کہ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میں پاکی کے بغیر اللہ کا ذکر کروں، اسلئے میں نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام اوقات (پاکی و ناپاکی) میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

❷ تعارض و تطبیق کی وضاحت:۔ بظاہر دونوں احادیث میں تعارض ہے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ پاکی کے بغیر اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پاکی و ناپاکی کی حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے؟ متعدد طرح سے تطبیق دی گئی ہے ① پہلی حدیث میں ذکر لسانی مراد ہے اور حدیث عائشہ میں ذکر قلبی مراد ہے ② پہلی حدیث اولویت پر محمول ہے اور حدیث عائشہ بیان جواز پر محمول ہے ③ کل احیانہ کی ضمیر کا مرجع ذکر ہے اب مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ان تمام اوقات میں ذکر کرتے تھے جن میں ذکر کرنا مناسب ہے۔ اس صورت میں کوئی اشکال و تعارض ہی نہیں ہے۔ (الدر المنضود)

❸ سلام کو ذکر اللہ سے تعبیر کرنے کی وجہ:۔ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، ارشاد باری ہے ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام، تو سلام میں ذکر اللہ ہونے کی وجہ سے سلام کو بھی ذکر اللہ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

❹ قضائے حاجت کے وقت سلام کرنے اور جواب دینے کا حکم:۔ قضائے حاجت کے وقت سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا دونوں مکروہ ہیں، جیسا کہ پہلی حدیث سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کشف عورت کی حالت ہے اور کشف عورت کی حالت میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ ہے چہ جائیکہ سلام جو ذکر اللہ ہو۔ اور قضائے حاجت سے فراغت کے بعد تیمم کا استحسان ہے، واجب نہیں ہے۔ (ایضاً)

**الشق الثانی** …… عن عائشۃ قالت ان ام حبیبۃ بنت جحش استحیضت فی عہد رسول اللہ ﷺ فامرھا بالغسل لکل صلوۃ۔ وعنہا فی المستحاضۃ: تغتسل تعنی مرّۃ واحدۃ ثم توضأ الی ایام اقرائہا۔
استحاضہ کسے کہتے ہیں؟ کیا مستحاضہ ہر نماز کیلئے علیحدہ غسل کرے گی؟ ائمہ کے اقوال تحریر کریں۔ مخالفین کے استدلال کا جواب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ …… اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① استحاضہ کی تعریف ② مستحاضہ کا ہر نماز کیلئے علیحدہ غسل کرنے کا حکم ③ مخالفین کے استدلال کا جواب۔

**جواب** …… ❶ استحاضہ کی تعریف:۔ استحاضہ وہ خون ہے جو عورت کو بیماری کی وجہ سے غیر طبعی طور پر آئے اور یہ ولادت کے بعد والے خون اور ہر ماہ کے مخصوص ایام والے خون کے علاوہ ہوتا ہے جس عورت کو یہ خون آئے اس کو مستحاضہ کہتے ہیں۔

❷ مستحاضہ کا ہر نماز کیلئے علیحدہ غسل کرنے کا حکم:۔ غسل لکل صلوۃ کے وجوب کے قائلین میں صحابہ کرام میں سے حضرت علی، ابن مسعود، ابن زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے اور ان کے دلائل وہ احادیث ہیں جن میں غسل لکل صلوۃ کا حکم ہے۔

جمہور و احناف کے نزدیک مستحاضہ عورت پر صرف ایام حیض کے ختم ہونے کے وقت صرف ایک مرتبہ غسل کرے گی اسکے بعد

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

پورا مہینہ صرف وضو کرے گی۔ البتہ شوافع کے نزدیک ہر فرض نماز کیلئے اور احناف وحنابلہ کے نزدیک ہر فرض نماز کے وقت کیلئے وضو کرے گی، جبکہ مالکیہ کے نزدیک وضو مطلقاً واجب ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ ان کے نزدیک استحاضہ ناقض وضو نہیں ہے۔ (الدر المنضود)

پھر ماہانہ انقطاع حیض والے غسل کے اعتبار سے مستحاضہ کی تین اقسام ہیں: مبتدأہ، معتادہ، متحیرہ۔

مبتدأہ: وہ عورت جس کو بالغ ہوتے ہی خون شروع ہوا اور اکثر مدت حیض گزرنے کے بعد بھی بند نہیں ہو رہا، یہ عورت ابتداءً خون سے دس دن حیض شمار کرے نماز وغیرہ نہ پڑھے اور بقیہ بیس ایام استحاضہ شمار کرے سب سے پہلی نماز کیلئے غسل کرے اور اس کے بعد ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے۔ معتادہ: وہ عورت جس کو عادت کے مطابق کچھ دن حیض آتا رہا ہو پھر اس کے بعد بھی خون آیا اور اکثر مدت حیض گزرنے کے باوجود بھی بند نہیں ہو رہا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ عادت کے مطابق جتنے دن حیض آتا تھا اتنے دن حیض شمار کرے اور غسل کے ذریعہ پاک ہونے کے بعد بقیہ ایام ہر مہینہ میں استحاضہ شمار کرے اور وضو کر کے نماز پڑھتی رہے۔

متحیرہ: وہ عورت جس کی حیض کی کوئی عادت نہ ہو کبھی پانچ دن، کبھی سات دن اور کبھی دس دن حیض آتا ہو اور اب مسلسل خون آنا شروع ہو گیا، یا پھر اس کی عادت تو مقرر تھی مگر اس کو عادت بالکل یاد نہیں ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ عورت تحری کرتے ہوئے ظن غالب پر عمل کرے اور اگر تحری سے کوئی جہت غالب اور راجح نہ ہو تو پھر اس پر تین طرح کے وقت آئیں گے:

① وہ وقت جس میں اس کو طہر ہونے کا یقین ہو اس میں وہ نماز وغیرہ پڑھتی رہے۔ ② وہ وقت جس میں اس کو حیض ہونے کا یقین ہو اس میں وہ نماز وغیرہ ترک کر دے۔ ③ وہ وقت جس میں اس کو حیض یا طہر ہونے میں تردد ہو، اس تردد کی دو قسمیں ہیں:

اگر دخول فی الحیض میں تردد ہو تو جب تک حیض کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک بدستور نماز وغیرہ پڑھتی رہے اور اگر خروج من الحیض میں تردد ہو تو پھر ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھے یہاں تک کہ طہر کا یقین ہو جائے۔

③ **مخالفین کے استدلال کا جواب وتاویل:** آپ ﷺ نے مستحاضہ عورت کیلئے غسل لکل صلوٰۃ کا جو حکم ارشاد فرمایا ہے اس کے متعدد جواب وتاویلات ہیں: ① یہ ارشاد علاج کیلئے ہے۔ ② یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں ہے۔ ③ یہ حکم منسوخ ہے۔ ابتداء غسل لکل صلوٰۃ کا حکم تھا۔ ④ یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ مستحاضہ کی بعض اقسام کیلئے ہے، جس کی تفصیل ابھی ماقبل میں گزر چکی ہے۔

امام ابوداؤدؒ نے اس باب میں متعدد احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے کسی حدیث و روایت سے بھی غسل لکل صلوٰۃ مرفوعاً ثابت نہیں بصرف ابن اسحٰق کے طرز سے یہ حکم مرفوعاً ثابت ہوتا ہے مگر ابن اسحٰق متکلم فیہ ہیں اور مصنفؒ کے نزدیک غسل لکل صلوٰۃ مرفوعاً ثابت ہے اس لئے مصنفؒ ابن اسحٰق کی روایت کی تائید میں "قال ابوداؤد" سے ایک دوسری روایت پیش کر رہے ہیں کہ اس روایت میں بھی مستحاضہ کیلئے غسل لکل صلوٰۃ کا حکم مرفوعاً ثابت ہے۔ جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ باب کی تمام روایات ام حبیبہؓ کے متعلق ہیں اور یہ روایت جو بطور تائید پیش کی جا رہی ہے یہ زینب بنت جحشؓ کے متعلق ہیں لہٰذا تائید درست نہیں ہے۔ نیز امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ روایت ابوالولید الطیالسی سے نہیں سنی لہٰذا یہ روایت منقطع ہوئی اور حدیث منقطع سے کیا تائید ہو سکتی ہے؟ (الدر المنضود)

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاوّل** ......عن عمرو بن يحيى المازني عن ابيه قال سمعت ابا سعيد الخدري يقول قال رسول الله ﷺ ليس فيما دون خمس ذود صدقة وليس فيما دون خمس اواق صدقة وليس فيما دون خمسة اوسق صدقة.

حدیث کی مختصر تشریح کریں۔ سونے چاندی کا نصاب زکوٰۃ تحریر کریں۔ زمین کی پیداوار میں عشر کب لازم ہے اختلاف ائمہ مع

دلائل تحریر کریں۔ قول راجح مع وجہ ترجیح ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کی تشریح ② سونے چاندی کا نصاب زکوٰۃ ③ زمین کی پیداوار میں عشر کا لزوم مع اختلاف ائمہ ⑤ قول راجح مع وجہ ترجیح۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث کی تشریح:** حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ لازم نہیں ہے، اسی طرح پانچ اوقیہ چاندی (ایک اوقیہ چالیس درہم) سے کم میں زکوٰۃ لازم نہیں ہے گویا دو سو درہم یعنی ایک سو چالیس مثقال سے کم میں بھی زکوٰۃ لازم نہیں ہے اور پانچ وسق سے کم غلہ اناج اور پھل میں بھی زکوٰۃ لازم نہیں ہے، ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے تو پانچ وسق تین سو صاع یعنی تقریباً پچیس من سے کم میں بھی زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔

❷ **سونے چاندی کا نصاب زکوٰۃ:** کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۹ھ

❸ **زمین کی پیداوار میں عشر کا لزوم مع اختلاف ائمہ:** امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمین کی پیداوار خواہ کم ہو یا زیادہ ہو، ایک سال تک باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو، زمین کو نہر کے جاری پانی سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے، بہر صورت اس پیداوار پر عشر واجب ہے، صرف نرکل، ایندھن کی لکڑی اور گھاس پر عشر واجب نہیں ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک عشر کے واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں: پہلی شرط یہ کہ وہ پیداوار بغیر کسی علاج کے ایک سال تک باقی رہ سکتی ہو جیسے چاول گندم چنے وغیرہ، دوسری شرط یہ کہ وہ پیداوار پانچ وسق سے کم نہ ہو، اگر پیداوار پانچ وسق یا اس سے زائد ہے اور ایک سال تک باقی بھی رہ سکتی ہے تو پھر اس میں عشر واجب ہے۔ دلائل ① حدیث ہے **لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة** کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ (عشر) نہیں ہے۔ ② حدیث ہے **لیس فی الخضروات صدقة** صدقہ سے مراد عشر ہی ہے کیونکہ سبزیاں اگر تجارت کیلئے ہوں تو ان پر بالاتفاق زکوٰۃ لازم ہے اور عشر کے لازم نہ ہونے کی علت عدم بقاء ہے پس جو چیز بغیر کیمیکل دوائی علاج کے سال تک نہ رہ سکے اس پر عشر نہیں ہے۔ ③ دلیل عقلی یہ ہے کہ عشر بھی زکوٰۃ کی مانند ہے کیونکہ عشر کا تعلق بھی زمین کے نماء کے ساتھ ہے جیسا کہ زکوٰۃ کے وجوب کیلئے نماء (بڑھنا) کی شرط ہے، نیز زکوٰۃ کی طرح عشر بھی کافر پر واجب نہیں ہے۔ نیز عشر کا مصرف بھی وہی ہے جو صدقات (زکوٰۃ وغیرہ) کا مصرف ہے، معلوم ہوا کہ عشر زکوٰۃ کی مانند ہے اور زکوٰۃ کیلئے نصاب کا ہونا شرط ہے تاکہ تونگری اور غنیٰ متحقق ہو جائے، پس عشر کیلئے بھی نصاب کی شرط ہوگی تاکہ غنیٰ اور تونگری متحقق ہو جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کے دلائل ① قول باری تعالیٰ "**اٰتوا حقه یوم حصاده**" کا عموم ہے ② قول باری تعالیٰ "**انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض**" کا عموم ہے کہ اس میں زمین کی مطلق پیداوار پر خواہ قلیل ہو یا کثیر، باقی رہنے والی ہو یا نہ ہو انفاق کا حکم ہے۔ ③ ارشاد نبوی ﷺ "**ما اخرجت الارض ففیه العشر**" کا عموم ہے۔

صاحبین کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ **لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة** میں زکوٰۃ تجارت مراد ہے یعنی مال تجارت میں زکوٰۃ کے وجوب کیلئے "**خمسة اوسق**" کی شرط ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ وسق کے حساب سے خرید و فروخت کرتے تھے اور ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم ہوتی تھی تو پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم ہوئی اور دو سو درہم زکوٰۃ کا نصاب ہے، معلوم ہوا کہ پانچ وسق کی شرط زکوٰۃ کیلئے ہے نہ کہ عشر کیلئے۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عاشر (عشر وصول کرنے والے) کے متعلق ہے کہ اگر کوئی شخص عاشر کے پاس سے سبزیاں لیکر گزرے اور عشر کی قیمت دینے سے انکار کرے تو عاشر سبزیوں سے عشر وصول نہ کرے، کیونکہ عاشر کے شہر سے دور رہنے کی وجہ سے ان سبزیوں کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ پڑی پڑی خراب ہو جائیں گی، اس وجہ سے وہ سبزیوں سے عشر وصول نہ کرے، بلکہ مالک کو چاہیے کہ وہ خود عشر نکال کر مستحقین میں تقسیم کر دے۔ عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ عشر میں مالک معتبر نہیں، یہی وجہ ہے کہ عشر مکاتب بچے اور

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

مجنون کی زمین میں بھی واجب ہے اور موقوفہ زمین میں بھی واجب ہے حالانکہ موقوفہ زمین کا کوئی مالک نہیں ہوتا پس جب عشر میں مالک کا اعتبار نہیں تو اس کی صفت غنی اور تونگری کا بھی اعتبار نہیں، اسلئے اس میں حولان حول کی بھی شرط نہیں کیونکہ یہ شرط نما حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہے اور زمین کی کل پیداوار ہی نما ہے۔ پس زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو، بہرصورت اس پر عشر واجب ہے۔

④ قول راجح مع وجہ ترجیح:۔ قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب دلائل، فقراء و مساکین کیلئے فائدہ مند اور نعمت کا شکر ادا کرنے کے اعتبار سے اقوی واولیٰ ہے (الدر المنضود)

**الشق الثانی** ......عن سليمان بن ابی عبد اللّٰه قال رأيت سعد بن ابی وقاص اخذ رجلا يصيد فی حرم المدينة الذی حرمه رسول اللّٰه ﷺ فسلبه ثيابه فجاء مواليه فكلموه فيه فقال ان رسول اللّٰه ﷺ حرم هذا الحرم وقال من وجد احدا يصيد فيه فليسلبه ثيابه ولا اَرُدُّ عليكم طعمة اطعمنيها رسول اللّٰه ﷺ ولكن ان شئتم دفعت اليكم ثمنه.

حدیث کا ترجمہ و تشریح کریں۔ حرم مدینہ کسے کہتے ہیں؟ احناف کے نزدیک حرم مکی اور حرم مدنی کے حکم میں فرق بیان کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① حدیث کا ترجمہ ② حدیث کی تشریح ③ حرم مدینہ کی وضاحت اور حرم مکی و حرم مدنی کے حکم میں فرق۔

**جواب** ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت سلیمان بن ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے مدینہ میں ایک شکار والے شخص کو پکڑا اور اس کے کپڑے چھین لئے اس پر اس شخص کے لوگوں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر گفتگو کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حرم کو حرام ٹھہرایا ہے اور فرمایا اگر کوئی اس حرم میں کسی کو کوئی شکار کرتا ہوا پائے تو وہ اس کے کپڑے چھین لے، اور میں تم کو وہ سامان ہرگز نہ دوں گا جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دلایا ہے، ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کی قیمت دے سکتا ہوں۔

② حدیث کی تشریح:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں ایک شکار والے شخص کو پکڑ کر اس کے کپڑے اور سامان چھین لیا اس پر اس شخص کے متعلقین نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حرم کو حرام قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس حرم میں کسی کو کوئی شکار کرتا ہوا پائے تو وہ اس کے کپڑے چھین لے لہٰذا میں تمہیں تمہارا سامان ہرگز واپس نہ دوں گا البتہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کی قیمت دے سکتا ہوں۔ جمہور کا اس حدیث پر عمل نہیں ہے کیونکہ یہ اخبار آحاد میں سے ہے اور اخبار آحاد غیرہ مسئلہ میں حجت ہے، جس کیلئے شہرت و حدیث کی ضرورت ہے۔ صرف ابن حزم ظاہری کا اس حدیث پر عمل ہے۔ (الدر المنضود)

③ حرم مدینہ کی وضاحت اور حرم مکی و مدنی کے حکم میں فرق:۔ كما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

**الشق الاول** ...... عن عائشة ان النبی ﷺ دخل مسرورا تبرق اسارير وجهه، فقال: الم ترى ان مجززا نظر آنفا الى زيد بن حارثة واسامة بن زيد، فقال: هذه الاقدام بعضها من بعض.

حدیث شریف کی تشریح کریں۔ مجزز مدلجی کون تھے؟ اور ان کے قول سے رسول اللہ ﷺ کے مسرور ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ حضرت اسامہ اور ان کے والد کے متعلق لوگ کیا شک کرتے تھے؟ کیا شریعت میں قیافہ سے نسب کا ثبوت درست ہے؟ وضاحت کریں۔

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں: ① حدیث کی تشریح ② مجزز مدلجی کا تعارف اور رسول اللہ ﷺ کے مسرور ہونے کی وجہ ③ حضرت اسامہ اور ان کے والد سے متعلق شک کی وضاحت ④ شریعت میں قیافہ شناسی سے نسب کا ثبوت۔

**جواب** ..... ① **حدیث کی تشریح**:۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں تشریف لائے تو آپ ﷺ بہت خوش تھے، حتی کہ آپ ﷺ کے چہرے کے خطوط چمک رہے تھے یعنی انتہائی خوش تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! مجزز قائف نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ ؓ کو دیکھا اور کہا کہ یہ آپس میں باپ بیٹا ہیں، یعنی مجزز قائف نے ان کے ثبوت نسب کی گواہی دی ہے۔

② **مجزز مدلجی کا تعارف اور رسول اللہ ﷺ کے مسرور ہونے کی وجہ**:۔ مجزز ایک مشہور قائف تھا (قائف وہ شخص جو آثار و علامات کو دیکھ کر فروع کو اصول کے ساتھ لاحق کردے مثلاً فلاں فلاں کا بیٹا یا بھائی ہے، جسے ہم قیافہ شناس کہتے ہیں) اس کا تعلق بنو مدلج سے تھا اس لئے اس کو مدلجی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کو خوشی ثبوت نسب پر نہیں ہوئی تھی کیوں کہ نسب تو پہلے سے ثابت تھا مگر علی طریق اہل جاہلیت بھی ثبوت نسب ہو گیا تھا اس وجہ سے آپ ﷺ کو خوشی ہوئی تھی۔

③ **حضرت اسامہ اور ان کے والد سے متعلق شک کی وضاحت**:۔ حضرت اسامہ اور حضرت زید دونوں باپ بیٹے کا رنگ مختلف تھا، حضرت اسامہ کا رنگ بالکل سیاہ تھا اور حضرت زید انتہائی گورے و سفید تھے اور حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن (نام برکہ) حبشیہ و سیاہ فام تھیں، اسی رنگت کے اختلاف کی وجہ سے مشرکین حضرت اسامہ کے نسب میں شک کرتے تھے اور عیب لگاتے تھے۔

④ **شریعت میں قیافہ سے نسب کا ثبوت**:۔ کما مرّ فی الورقة الخامسة الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۵ھ

**الشق الثانی** ..... عن ام هانئ قالت لما كان يوم الفتح فتح مكة جاءت فاطمة فجلست عن يسار رسول الله ﷺ و ام هانئ عن يمينه قالت فجاءت الوليدة بإناء فيه شراب فناولته فشرب منه ثم ناوله ام هانئ فشربت منه فقالت يا رسول الله لقد افطرت و كنت صائمة فقال لها اكنت تقضين شيئا؟ قالت لا، قال فلا يضرك ان كان تطوعا.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ عبارت میں سوال و جواب کی وضاحت کریں۔ ضیافت کی خاطر نفل روزہ توڑنے کا حکم بیان کریں۔ اگر کوئی شخص نفل روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر قضاء ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مع دلائل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① حدیث کا ترجمہ ② سوال و جواب کی وضاحت ③ ضیافت کی خاطر نفل روزہ توڑنے کا حکم ④ نفل روزہ توڑنے کی قضاء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

**جواب** ..... ① **حدیث کا ترجمہ**:۔ حضرت ام ہانی ؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ ؓ آئیں اور آپ ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں، اور ام ہانی ؓ آپ ﷺ کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی تھیں، پس اسی دوران ایک لونڈی برتن لیکر آئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی، اس نے وہ برتن آنحضرت ﷺ کو دیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ پیا، پھر آپ ﷺ نے وہ ام ہانی کو دیا اور انہوں نے بھی اس میں سے کچھ پیا، پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے افطار کرلیا حالانکہ میں روزے سے تھی، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تو کسی چیز کی قضاء کر رہی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اگر نفل روزہ تھا تو پھر تجھے کوئی نقصان نہیں ہے۔

② **سوال و جواب کی وضاحت**:۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تو کسی چیز کی قضاء کر رہی تھی؟ یعنی تیرا نفل روزہ تھا یا تو کسی

Maktaba Tul Ishaat.com

قضاء رمضان ونذر والے روزہ کی ادائیگی کر رہی تھی؟ انہوں نے کہا کہ قضاء روزہ نہیں تھا بلکہ نفل روزہ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اگر نفل روزہ تھا تو پھر تجھے کوئی نقصان نہیں ہے یعنی کوئی گناہ نہیں ہے۔

**③ ضیافت کی خاطر نفل روزہ توڑنے کا حکم:۔** معقول عذر کی وجہ سے نفل روزہ توڑا جاسکتا ہے چنانچہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نفلی روزہ کی حالت میں تھیں، انہوں نے سوچا کہ روزہ تو پھر بھی رکھا جاسکتا ہے مگر آپ ﷺ کے دست اقدس سے بابرکت مشروب نامعلوم زندگی میں دوبارہ نصیب ہو یا نہ ہو، اسلئے انکار نہ کرسکیں اور یہ افطار کا معقول عذر ہے۔

**④ نفل روزہ توڑنے کی قضاء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔** امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں نفلی روزہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے اور توڑنے کی صورت میں اس کی قضاء واجب ہو جاتی ہے، امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں قضاء لازم نہیں، امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کی ایک ایک روایت یہی ہے۔

وجوب قضاء کی دلیل آیت قرآنیہ "**ولا تبطلوا اعمالکم**" ہے اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ کسی عبادت کو شروع کرکے ضائع نہیں کرنا چاہیے اسے صحیح طریقے سے ادا کرنا چاہیے اور دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مسئلہ پوچھنے پر قضاء کرنے کا حکم دیا، اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفل روزہ توڑنے کی وجہ سے قضاء لازم ہے۔

عدم وجوب قضاء کی دلیل حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث الباب ہے جس کے آخر میں انہوں نے کہا تھا "**انی اذنبت فاستغفرلی قال ماذاک؟ قالت کنت صائمۃ فافطرت قال أ من القضاء کنت تقضینہ؟ قالت لا قال فلا تضرک**" اس سے معلوم ہوا کہ اگر قضاء وغیرہ کا روزہ نہ ہو تو اس کے توڑنے سے قضاء لازم نہیں ہوتی۔

احناف رحمہم اللہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا **فی اسنادہ مقال** دوسرا ضعف سے قطع نظر یہاں **فلا یضرک** میں گناہ کی نفی ہے کیونکہ سوال میں گناہ کا ذکر ہے لہٰذا قضاء کی نفی اس سے معلوم نہیں ہوتی۔

**﴿یا ربّ صلّ و سلّم دائما ابدا علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّهم﴾**

Scanned with CamScanner

# ﴿الورقة الاولٰی فی التفسیر﴾

## ﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول**......وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فیہ ادغام التاء فی الاصل فی الدال ای تخاصمتم وتدافعتم فیھا وَاللّٰہُ مُخْرِجٌ مُظْھِرٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ من امرھا وھذا اعتراض وھو اول القصۃ فَقُلْنَا اضْرِبُوْہُ ای القتیل بِبَعْضِھَا فَضُرِبَ بلسانھا او عجب ذنبھا فحیی وقال قتلنی فلان وفلان لابنی عمہ ومات فحرما المیراث وقتلا قال تعالیٰ كَذٰلِكَ الاحیاء یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِہٖ دلائل قدرتہ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تتدبرون۔

عبارت کا ترجمہ و شان نزول تحریر کریں۔ وھذا اعتراض کا مطلب لکھیں۔ وھو اول القصۃ کی وضاحت کرتے ہوئے مکمل قصہ تحریر کریں۔

**جواب**......مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۷ھ۔

**الشق الثانی**......(یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ) بفتح السین وکسرھا: الاسلام (كَآفَّۃً) حال من السلم ای فی جمیع شرائعہ (وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ) طرق (الشَّیْطٰنِ) ای تزیینہ بالتفریق (اِنَّہٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ) بیّن العداوۃ (فَاِنْ زَلَلْتُمْ) ملتم عن الدخول فی جمیعہ (مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ) الحجج الظاھرۃ علی انہ حق (فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ) لایعجزہ شیئ عن انتقامہ منکم (حَكِیْمٌ) فی صنعہ۔ (پ۲۔ البقرۃ ۲۰۸، ۲۰۹)

عبارت کا دلنشیں ترجمہ و شان نزول تحریر کریں۔ تفسیری کلمات کی واضح توضیح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں ① عبارت کا ترجمہ۔ ② آیات کا شان نزول ③ تفسیری کلمات کی تشریح۔

**جواب**...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ (اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں) کلمہ سلم سین کے زبر و زیر کے ساتھ ہے (پورے کے پورے) یہ لفظ سلم سے حال ہے۔ یعنی تمام احکام دین میں داخل ہو جاؤ (اور مت چلو شیطان کے قدم بقدم) اس کے راستے و طریقہ پر، یعنی تفریق کر کے ریعنی اس کی آرائش کی پیروی نہ کرو (بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) اس کی عداوت و دشمنی بالکل واضح ہے (پھر اگر تم نے لغزش کھائی) تم نے اسلام میں مکمل داخل ہونے سے اعراض کیا (بعد اس کے کہ تم تک واضح دلائل آ گئے) کہ اسلام ہی دین حق ہے (تو تم جان لو کہ بیشک اللہ غالب ہے) اسے کوئی چیز انکے انتقام لینے سے نہیں روک سکتی (حکمت والا ہے) اپنی صنعت و کاریگری میں۔

② آیات کا شان نزول:۔ ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان میں سے حضرت عبداللہ بن سلام اور ثعلبہ اور ابن یامین اور اسد و اسید کعب کے بیٹے اور سعید بن عمرو اور قیس بن زید نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم ہفتہ کے دن کی تعظیم کیا کرتے تھے اب بھی ہم کو آپ اجازت دیجئے کہ اس کی توقیر کیا کریں اور تورات بھی تو آخر کتاب الٰہی ہے، اس کو ہم رات کو کھڑے ہو کر پڑھا کریں۔ علامہ بغوی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی یہ لوگ اونٹ کے دودھ اور گوشت کو حرام جانتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (مظہری)

حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ جو اہل کتاب کے علماء میں سے تھے ان کے نزدیک ہفتہ کا دن محترم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا، ان حضرات کو اسلام لانے کے بعد خیال ہوا کہ شریعت موسوی میں ہفتہ کے دن کی تعظیم واجب تھی اور شریعت محمدیہ میں اس کی بے

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

تعظیم واجب نہیں، اسی طرح شریعت موسوی میں اونٹ کا گوشت حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں ہے، اگر ہم بطور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد کرنے کے صرف عملاً ترک کر دیں تو شریعت موسوی کی بھی رعایت ہو جائے گی اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہوگا اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت ہوگی تب اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی اصلاح کرتے ہوئے یہ آیات نازل فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اور اس کا کامل ہونا تب ہے کہ وہ امور اسلام میں قابل رعایت نہ ہوں اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جائے اور ایسے امر کو دین سمجھنا ایک شیطانی لغزش ہے۔ (بیان القرآن)

③ تفسیری کلمات کی تشریح:- بفتح السّین وکسرها: اس عبارت کے ذریعہ السلم کا ضبط اعراب ہے۔

الاسلام: السلم کا معنی بیان کر دیا کہ سلم کا معنی اسلام ہے۔

حال من السلم: کہہ کر کافّۃ کی ترکیب کی طرف اشارہ ہے اور ان لوگوں پر رد ہے جنہوں نے اسے مصدر محذوف (ادخالا) کی صفت بنایا ہے، رد کی وجہ یہ ہے کہ ابن ہشام نے کہا ہے کہ کافّۃ ہمیشہ حال ہونے کیلئے خاص ہے۔

ای فی جمیع شرائعه: سے اشارہ کر دیا کہ اسلام سے جمیع شرائع والا دین مراد ہے اور شرائع کے ذوات الاجزاء ہونے کی وجہ سے کافّۃ کا السلم سے حال واقع ہونا بھی درست ہے۔

طرق: ایک اشکال (شیطان کے قدم نہیں ہیں) کا جواب دے دیا کہ یہاں معنی قدم بول کر لازمی معنی راستہ مراد ہے۔

ای تزیینه بالتفریق: تقدیر عبارت کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے کہ تفریق کے ذریعہ شیطانی تزیین یعنی اسکے وساوس کی اتباع و پیروی نہ کرو۔ بیّن العداوة: عدوّ مبین کے حاصل مفہوم کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تمہارا واضح دشمن ہے یعنی اسکی تم سے عداوت و دشمنی واضح ہے۔ ملتم عن الدخول فی جمیعه: زللتم کے معنی و متعلق کی طرف اشارہ ہے کہ اگر تم نے اسلام میں کامل داخل ہونے سے اعراض کیا۔ الحجج الظاهرة علی انه حق: بیّنات کے معنی و متعلق کی طرف اشارہ ہے کہ تمہارے پاس دین اسلام کے سچا و دین برحق ہونے کے واضح دلائل آ گئے۔

لایعجزه شیئ عن انتقامه منکم: عزیز پر مرتب نتیجہ کا ذکر ہے کہ جب وہ ہستی سب پر غالب ہے تو کوئی چیز اسے انتقام لینے سے نہیں روک سکتی۔ فی صنعه: حکیم کے متعلق کا ذکر ہے کہ وہ ذات اپنی صنعت و کاریگری میں خوب حکمت والی ہے، اس کا کوئی کام و صنعت بے حکمت و بے فائدہ نہیں ہے۔ (جمالین و کمالین)

## ﴿السؤال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول** ..... (یٰایها الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل) بالحرام فی الشرع کالربا والغصب (الّا) لٰکن (ان تکون تجارة عن تراضٍ منکم) وطیب نفس فلکم ان تأکلوها (ولا تقتلوا انفسکم) بارتکاب ما یؤدی الی هلاکها ایّا کان فی الدنیا او الآخرة بقرینة (انّ اللّٰه کان بکم رحیما) فی منعه لکم من ذلك (ومن یفعل ذلك) ای ما نهی عنه (عدوانا) تجاوزًا للحلال، حال (وظلما) تأکید (فسوف نصلیه) ندخله (نارا) یحترق فیها (وکان ذلك علی اللّٰه یسیرا) هیّنًا (ان تجتنبوا کبائر ما

تنھون عنه نکفر عنکم سیاٰتکم وندخلکم مدخلا کریما)

عبارت کا ترجمہ کریں۔ تفسیری نکات کی روشنی میں پہلی دونوں آیات کی تفسیر کریں۔ آخری آیت میں کبائر کی مراد و تعداد بیان کریں اور سیئات کا مصداق تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② پہلی دونوں آیات کی تفسیر ③ کبائر کی مراد و تعداد اور سیئات کا مصداق۔

**جواب** ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ (اے ایمان والو! ایک دوسرے کے اموال آپس میں ناحق نہ کھاؤ) شریعت میں حرام کردہ طریقے سے، جیسے سود و غصب کا مال (مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے) اور نفس کی خوشی سے تو پھر تمہارے لئے اس کو کھانا مباح ہے (اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل بھی نہ کرو) ہلاکت والی چیز کے ارتکاب کے ذریعے، خواہ وہ ہلاکت دنیا میں ہو یا آخرت میں ہو (إن الله كان بكم رحيما) کے قرینہ کی وجہ سے (بیشک اللہ تم پر مہربان ہے) تمہیں اس ہلاکت سے منع کرنے کی وجہ سے (جو شخص یہ عمل کرے گا) یعنی جس سے منع کیا گیا ہے (تعدی) حلال سے تجاوز کرتے ہوئے، یہ حال ہے (اور ظلم کے طور پر) یہ تاکید ہے (تو ہم عنقریب اس کو آگ میں داخل کریں گے) داخل کریں گے، وہ اس میں جلتا رہے گا (اور یہ امر اللہ تعالیٰ کیلئے بالکل آسان ہے۔ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچے رہو گے جن کی تم کو ممانعت کی جا رہی ہے تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے اور ہم تمہیں عزت والی جگہ میں داخل کریں گے۔

❷ پہلی دونوں آیات کی تفسیر:۔ اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز و باطل طریقہ سے مت کھاؤ، باطل میں دھوکہ فریب، جعلسازی، ملاوٹ کے ساتھ وہ تمام کاروبار بھی شامل ہیں جن سے شریعت نے منع فرمایا ہے، جیسے قمار، ربا وغیرہ۔ اسی طرح ممنوع اور حرام چیزوں کا کاروبار کرنا بھی شامل ہے مثلاً بلا ضرورت فوٹوگرافی، ویڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں اور فحش کیسٹیں وغیرہ ان کا بنانا، بیچنا، مرمت کرنا سب ناجائز ہے۔ البتہ دوسروں کا مال باہمی رضامندی سے کھایا جائے خواہ تجارت کی صورت میں ہو یا اور دیگر کسی طریقہ سے، سب معاش کے طریقوں میں تجارت چونکہ افضل طریقہ ہے اسی لئے بطور خاص تجارت کا ذکر کیا ہے ورنہ ہدیہ، ملازمت، اجرت وغیرہ سب حلال مال میں داخل ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم خود کو قتل نہ کرو، اس میں باتفاق مفسرین خودکشی بھی داخل ہے اور دوسرں کا قتل بھی، اور ارتکاب معصیت بھی جو دنیوی اور اخروی ہلاکت کا باعث ہے۔

بیشک اللہ تم پر بڑی مہربان ہے یعنی انتہائی رحمت کی وجہ سے ہی اس نے تمہیں نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا ہے۔ بعض علماء نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا کہ اللہ نے بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کی یہ شکل بتائی تھی کہ خود ایک دوسرے کو قتل کریں لیکن تم پر اللہ کی یہ رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے قبول توبہ کی صورت قائم نہیں کی بلکہ ندامت اور استغفار ہی کو تمہاری توبہ قرار دے دیا۔

جو شخص ناحق کسی کا مال کھائے گا یا ناحق کسی کو قتل کرے گا تو قصداً دوسرے پر زیادتی کرنے کی وجہ سے اور اپنی جان پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہم آخرت میں اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے چونکہ کسی کا مال بغیر استحقاق کے کھانا اور کسی کو ناحق قتل کرنا موجب عذاب ہے اس لئے یہ فعل فی الحقیقت اپنے اوپر خود ظلم ہوگا، اور آگ میں داخل کرنا اللہ کے لئے سہل ہے۔ جو شخص غیر کے مال کو ناجائز طور پر کھانا اور کسی کو ناحق قتل کرنا حلال سمجھتا ہے اس کیلئے یہ دوامی عذاب کی وعید ہے جس سے کبھی رہائی نہ ہوگی اور جو

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

لوگ حلال نہیں سمجھتے تکرار ارتکاب کرتے ہیں ان کیلئے دائمی عذاب کی یہ وعید نہیں بلکہ دوزخ کا مستحق بنانے کو ظاہر کررہی ہے ہوسکتا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو معاف فرمادے۔ (جمالین)

**۳ کبائر کی مراد و تعداد اور سیئات کا مصداق:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۰ھ**

**الشق الثانی**......(وَلَا يَأْتَلِ) يَحْلِفْ (أُولُوا الْفَضْلِ) أَيْ أَصْحَابُ الْغِنَى (مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ) لَا (يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ حَلَفَ أَنْ لَا يُنْفِقَ عَلَى مِسْطَحٍ.....لَمَّا خَاضَ فِي الْإِفْكِ بَعْدَ أَنْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَنَاسٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَقْسَمُوا أَنْ لَا يَتَصَدَّقُوا عَلَى مَنْ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْإِفْكِ (وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا) عَنْهُمْ فِي ذَلِكَ (أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) لِلْمُؤْمِنِينَ۔ (پارہ ۱۸۔ النور: ۲۲)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ واضح تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ حضرت ابوبکر و مسطح رضی اللہ عنہما میں کیا رشتہ تھا؟ واقعۂ افک تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح و حضرت ابوبکر و مسطح رضی اللہ عنہما میں رشتہ ④ واقعۂ افک کی وضاحت۔

**جواب**...... **۱ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

**۲ عبارت کا ترجمہ:۔** (مال دار) یعنی دولت مند (لوگ تم میں سے اس بات کا عہد نہ کریں) قسم نہ کھائیں (کہ وہ قرابت دار و مساکین اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دیں گے) یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی، انہوں نے قسم کھائی کہ مسطح رضی اللہ عنہ پر آئندہ خرچ نہ کروں گا...جبکہ انہوں نے واقعۂ افک میں حصہ لیا باوجودیکہ وہ اس پر خرچ کیا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کچھ نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ کسی ایسے شخص پر خرچ نہ کریں گے جس نے واقعۂ افک میں زبانی طور پر حصہ لیا (اور چاہیے کہ انہیں معاف کردیں اور ان سے درگزر کریں) اس معاملہ میں (کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے؟ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) مؤمنین کیلئے۔

**۳ عبارت کی تشریح اور حضرت ابوبکر و مسطح رضی اللہ عنہما میں رشتہ:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۲۹ھ**

**۴ واقعۂ افک کی وضاحت:۔** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق میں جس کو غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے ۶ھ میں تشریف لے گئے تو امہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں، حضرت عائشہ کا اونٹ جس پر ان کا ہودج (پردہ دار شغدف) ہوتا تھا اور چونکہ اس وقت احکام پردہ کے نازل ہوچکے تھے تو معمول یہ تھا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے ہودج میں سوار ہوجائیں پھر لوگ اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے، غزوہ سے فراغت اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی میں ایک روز یہ قصہ پیش آیا کہ ایک منزل میں قافلہ ٹھہرا آخر شب میں کوچ سے کچھ پہلے اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے تاکہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہوکر تیار ہوجاویں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قضاء حاجت کی ضرورت تھی اس سے فراغت کیلئے جنگل کی طرف چلی گئیں وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اس کی تلاش میں ان کو دیر لگ گئی، جب واپس اپنی جگہ پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ

روانہ ہو چکا ہے ان کے اونٹ کا قصہ یہ ہوا کہ جب کوچ ہونے لگا تو عادت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج یہ سمجھ کر اونٹ پر سوار کر دیا گیا کہ حضرت صدیقہ اس میں موجود ہیں اٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ اسلئے نہ ہوا کہ اس وقت حضرت صدیقہ کی عمر کم اور بدن میں نحیف تھیں کسی کو یہ اندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے چنانچہ اونٹ کو ہانک دیا گیا۔ حضرت صدیقہ نے اپنی جگہ واپس آ کر قافلہ کو نہ پایا تو بڑی دانشمندی اور وقار و استقلال سے کام لیا کہ قافلہ کے پیچھے دوڑنے یا ادھر ادھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اوڑھ کر بیٹھ گئیں اور خیال کیا کہ جب آنحضرت ﷺ اور رفقاء کو یہ معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے کیلئے یہاں پہنچیں گے، اگر میں ادھر ادھر کہیں اور گئی تو ان کو تلاش میں مشکل ہوگی اسلئے اپنی جگہ پر چادر میں لپٹ کر بیٹھ رہیں، آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔ دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطل صحابی جن کو رسول اللہ ﷺ نے اسی خدمت کے لئے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اس کو اٹھا کر محفوظ کر لیں۔ وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے، ابھی روشنی پوری نہ تھی اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے، قریب آئے تو حضرت عائشہ کو پہچان لیا کیونکہ انہوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھا ہوا تھا، پہچاننے کے بعد انتہائی افسوس کے ساتھ ان کی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا، یہ کلمہ صدیقہ کے کان میں پڑا تو آنکھ کھل گئی اور چہرہ ڈھانپ لیا، حضرت صفوان نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا، حضرت صدیقہ اس پر سوار ہو گئیں اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل چلنے لگے یہاں تک کہ قافلہ میں مل گئے، عبداللہ بن ابی منافق رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا اس کو ایک بات ہاتھ لگ گئی اور کم بخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان (جیسے حضرت حسان وحضرت مسطح مردوں میں سے اور حضرت حمنہ عورتوں میں سے) بھی سنی سنائی اس کا تذکرہ کرنے لگے جب اس منافق کے بہتان کا چرچا ہوا تو خود رسول اللہ ﷺ کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو انتہائی صدمہ پہنچنا ظاہر ہی ہے عام مسلمانوں کو بھی اس سے سخت رنج و افسوس ہوا، آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہ کی براءت اور بہتان باندھنے یا اس میں شریک ہونے والوں کی مذمت میں سورت نور کی آیات نازل فرما دیں، نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق حد قذف جاری کی، ہر ایک کو اسی اسی کوڑے لگائے، اس موقع پر عبداللہ بن ابی منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دوہری حد جاری فرمائی پھر مومنین نے توبہ کر لی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے۔ (معارف القرآن)

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول**......لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا) أَيْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمَسْجِدِ فِي الْخُطْبَةِ مِنْ غَيْرِ اِسْتِيْذَانٍ خُفْيَةً مُسْتَتِرِيْنَ بِشَيْئٍ وَ قَدْ لِلتَّحْقِيْقِ (فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ) أَيِ اللهِ أَوْ رَسُوْلِهٖ (أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ) بَلَاءٌ (أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ).

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ کا مطلب لکھ کر آیت کی جامع تفسیر تحریر کریں۔ يَتَسَلَّلُوْنَ اور لِوَاذًا کی صرفی تحقیق کر کے بتائیں کہ لِوَاذًا ترکیب میں کیا واقع ہے؟ (پارہ ۱۸۔ النور: ۶۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ جملہ کا

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

مطلب و آیت کی جامع تفسیر ④ یَتَسَلَّلُوْنَ اور لِوَاذًا کی صرفی تحقیق، لِوَاذًا ترکیب۔

**جواب** ① **عبارت پر اعراب:۔** كما مرّ في السوال آنفا۔

② **عبارت کا ترجمہ:۔** (تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایسا قرار نہ دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو، تحقیق تم میں سے جو لوگ دوسروں کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں اللہ ان سے خوب واقف ہے) یعنی خطبہ کے دوران مسجد سے اجازت طلب کئے بغیر کسی چیز کی آڑ لیکر چپکے سے نکل جاتے ہیں۔ قد تحقیق کیلئے ہے (پس جو لوگ) اللہ یا اسکے رسول (کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر دنیا میں کوئی فتنہ) آفت (نہ آن پڑے یا آخرت میں ان پر کوئی دردناک عذاب نہ آ جائے۔

③ **جملہ کا مطلب و آیت کی جامع تفسیر:۔** آیت کا حاصل یہ ہے کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو جب وہ کسی اسلامی ضرورت کیلئے تمہیں بلائیں تو اسے ایسا معمولی بلانا نہ سمجھو جیسا تم ایک دوسرے کو بلا لیتے ہو کہ چاہے آیا یا نہ آیا پھر آ کر بھی جب تک چاہا بیٹھا جب چاہا اٹھ کر بغیر اجازت چل دیا، رسول کا بلانا ایسا نہیں بلکہ ان کے اس حکم کی تعمیل واجب ہے اور بغیر اجازت واپس جانا حرام ہے اور اگر کوئی بلا اجازت چلا گیا تو یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا جانا مخفی رہ جائے لیکن یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے دوسرے کی آڑ لیکر مجلس نبوی سے کھسک جاتے ہیں تو جو لوگ اللہ کے حکم کی جو بواسطہ رسول پہنچا ہے مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر دنیا میں کوئی آفت آن پڑے یا ان پر آخرت میں کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا آخرت دونوں میں عذاب ہو۔

اس جملہ کی ایک تفسیر اوپر بیان کی گئی ہے کہ دعاء الرسول سے مراد رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو بلانا ہے جو نحوی قاعدے اضافت الی الفاعل ہے اور آیت کا معنی یہ ہیکہ آنحضرت ﷺ جب لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ اس میں آنے نہ آنے کا اختیار رہتا ہے بلکہ اس وقت آنا فرض ہو جاتا ہے اور بغیر اجازت جانا حرام ہو جاتا ہے۔ آیت کے سیاق و سباق سے یہ تفسیر زیادہ مناسب رکھتی ہے اسی لئے مظہری اور بیان القرآن میں اس کو اختیار کیا گیا ہے اور اس کی ایک تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباس سے ابن کثیر اور قرطبی وغیرہ نے یہ نقل کی ہے کہ دعاء الرسول سے مراد لوگوں کا رسول ﷺ کو کسی کام کیلئے پکارنا اور بلانا ہے جو نحوی ترکیب میں اضافت الی المفعول ہوگی۔ اس تفسیر کی بنا پر آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کو کسی ضرورت سے بلاؤ یا مخاطب کرو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لے کر یا محمد نہ کہو، یہ بے ادبی ہے بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یا رسول اللہ یا نبی اللہ وغیرہ کہا کرو۔ اس کا حاصل رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا اور ہر ایک چیز سے بچنا ہے جو ادب کے خلاف ہو یا جس سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف پہنچے۔ اس دوسری تفسیر میں ایک عام ادب بزرگوں اور بڑوں کا بھی معلوم ہوا کہ اپنے بزرگوں و بڑوں کو ان کا نام لے کر پکارنا اور بلانا بے ادبی ہے، تعظیمی لقب سے مخاطب کرنا چاہئے۔ (معارف القرآن)

④ **یَتَسَلَّلُوْنَ اور لِوَاذًا کی صرفی تحقیق، لِوَاذًا ترکیب:۔**

**یَتَسَلَّلُوْنَ:** صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر **تَسَلُّلًا** (تفعل۔ مضاعف) بمعنی چپکے سے کھسکنا۔ (مظہری)

**لِوَاذًا** یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی دوسرے کی پناہ پکڑنا و چھپنا، کسی چیز کے ذریعہ سے چھپ جانا آڑ پکڑنا۔ (جلالین)

ترکیب ① **یَتَسَلَّلُوْنَ** یا **یُلَاوِذُوْنَ** (فعل محذوف) کا مفعول مطلق ہے ② موضع حال میں واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

Scanned with CamScanner

**الشق الثانی**......(ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّ امۡرَاَتَ لُوۡطٍ کَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَیۡنِ مِنۡ عِبَادِنَا صَالِحَیۡنِ فَخَانَتٰھُمَا).... وَکَانَتْ اِمْرَاۃُ نُوْحٍ.... تَقُوْلُ لِقَوْمِہٖ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ وَامْرَاَۃُ لُوْطٍ.... تَدُلُّ عَلٰی اَضْیَافِہٖ اِذَا نَزَلُوْا بِہٖ لَیْلًا بِاِیْقَادِ النَّارِ وَ نَھَارًا بِالتَّدْخِیْنِ (فَلَمْ یُغْنِیَا) اَیْ نُوْحٌ وَّ لُوْطٌ (عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ) مِنْ عَذَابِہٖ (شَیْئًا وَّقِیْلَ) لَھُمَا (ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِیْنَ)۔ (پارہ:۲۸،التحریم:۱۰)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔آیت کی تفسیر کریں۔امراۃ نوح ولوط کا نام تحریر کریں اور خیانت کی وضاحت کریں۔

**جواب**......مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ۔

# ﴿الورقۃ الثانیۃ فی اصول الحدیث و العقیدۃ﴾

## ﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاوّل**......خبر متواتر کی تعریف کریں۔خبر متواتر کے تحقق کی شرائط کتنی و کون کون سی ہیں؟ خبر متواتر کا حکم بیان کرتے ہوئے اس کی اقسام تحریر کریں۔

**جواب**......مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۶ھ۔

**الشق الثانی**......خبر غریب کی تعریف کریں۔خبر غریب کی کتنی اقسام ہیں؟ ہر قسم کی تعریف ومثال تحریر کریں۔غریب نسبی کی اقسام مع امثلہ کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① خبر غریب کی تعریف ② خبر غریب کی اقسام مع امثلہ ③ غریب نسبی کی اقسام مع امثلہ۔

**جواب**......① خبر غریب کی تعریف:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۶ھ۔

② خبر غریب کی اقسام مع امثلہ:۔کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۲۷ھ۔

③ غریب نسبی کی اقسام مع امثلہ:۔ ① ثقہ قابل اعتماد راوی کسی حدیث کی روایت میں متفرد ہو،مثلاً اس حدیث کو فلاں ثقہ راوی کے علاوہ اور کسی راوی نے روایت نہیں کیا۔ ② کوئی متعین راوی کسی متعین راوی سے روایت کرنے میں متفرد ہو،مثلاً اس حدیث کو فلاں راوی سے صرف فلاں راوی نے ہی روایت کیا ہے۔ ③ کسی شہر یا ملک کے لوگ کسی حدیث کی روایت میں متفرد ہوں،مثلاً صرف اہل مکہ یا اہل شام نے فلاں حدیث کو روایت کیا ہے۔ ④ کسی شہر یا ملک کے لوگ کسی دوسرے شہر یا ملک کے رواۃ سے کسی حدیث کی روایت میں متفرد ہوں،مثلاً اس حدیث کو صرف اہل شام نے ہی اہل حجاز سے روایت کیا ہے،یا اس حدیث کو صرف اہل بصرہ نے ہی اہل مدینہ سے روایت کیا ہے۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاوّل**......نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں۔ناسخ ومنسوخ کی معرفت کے کتنے طریقے ہیں؟ ہر طریقہ کی مثال بھی لکھیں۔ناسخ ومنسوخ کے موضوع پر کم از کم دو کتابوں کے نام مصنف سمیت لکھیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۱۴۴۱ھ

**جواب** ... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۶ھ۔

**الشق الثانی** ...... حدیثِ قدسی و قرآن میں فرق بیان کریں۔ حدیثِ قدسی کی تعریف مع مثال اور احادیثِ قدسیہ کی تعداد ذکر کریں۔ حدیثِ قدسی کیلئے کتنے اور کون کون سے صیغے استعمال کیے جاتے ہیں؟

**جواب** ... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۸ھ۔

## ﴿السوال الثالث﴾ (آئینہ قادیانیت)

## ۱۴۴۱ھ

**الشق الاوّل** ...... ختم نبوت کا معنی و مطلب اور ختم نبوت کی اہمیت بیان کریں۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ اس منصب کے خاص ہونے کو بیان کریں۔

**﴿خلاصہ سوال﴾** ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں ① ختم نبوت کا معنی ② ختم نبوت کی اہمیت ③ خاتم النبیین والی صفت کے آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہونے کی وضاحت۔

**جواب** ...... ① ختم نبوت کا معنی:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جس سلسلۂ نبوت کی ابتداء فرمائی اُس کی انتہا آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ہوئی، گویا آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی۔ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔

② ختم نبوت کی اہمیت:۔ ختم نبوت کا عقیدہ اُن اجماعی عقائد میں سے ہے جو اسلام کے اصول اور ضروریاتِ دین میں شمار کیے گئے ہیں۔ عہدِ نبوت سے لے کر آج تک اس پر ایمان رہا ہے اور آنحضرت ﷺ بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں۔ قرآن کریم کی کم و بیش ایک سو (۱۰۰) آیات، آنحضرت ﷺ کی دو سو دس (۲۱۰) احادیث متواترہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں کہ امت محمدیہ ﷺ کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر منعقد ہوا۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ امت محمدیہ ﷺ میں سب سے پہلا اجماع اس مسئلے پر ہوا کہ مدعیٔ نبوت کو قتل کیا جائے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اسلام کے تحفظ کیلئے جتنی جنگیں لڑی گئیں اُن میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ۲۵۹ ہے جبکہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے سب سے پہلی جنگ جو مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ میں لڑی گئی اُس ایک جنگ میں ۱۲۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین شہید ہوئے جن میں سے ۷۰۰ قرآن مجید کے حافظ و عالم تھے۔

③ خاتم النبیین والی صفت کے آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہونے کی وضاحت:۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے متعلق رب العالمین، آنحضرت ﷺ کیلئے رحمۃ للعالمین، قرآن مجید کیلئے ذکر للعالمین اور بیت اللہ کیلئے ھدی للعالمین فرمایا گیا ہے اس سے جہاں آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کی آفاقیت و عالمگیریت ثابت ہوتی ہے وہیں پر آپ ﷺ کے وصف ختم نبوت کا اختصاص بھی آپ ﷺ کیلئے ثابت ہوتا ہے۔ اسلئے کہ سابقہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے علاقہ مخصوص قوم اور مخصوص وقت کیلئے تشریف لائے، جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے کل کائنات کو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کیلئے ایک اکائی (ون یونٹ) بنا دیا اور یہ صرف و صرف آپ ﷺ کا اعزاز و اختصاص ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے لئے جن چھ خصوصیات کا ذکر فرمایا اُن میں یہ بھی ارشاد فرمایا: وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (میں تمام مخلوق کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے)۔

Scanned with CamScanner

آپ ﷺ کی امت آخری اُمت ہے، آپ ﷺ کا قبلہ (بیت اللہ) آخری قبلہ ہے، آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں، یہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ منصب ختم نبوت کے اختصاص کے تقاضے ہیں جو اللہ تعالی نے پورے کئے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم (مَیں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو)۔
علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص الکبریٰ میں خاتم النبیین ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت قرار دیا ہے اسی طرح علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا خاتم ہونا آپ ﷺ کے مخصوص فضائل وکمالات میں سے خود آپ ﷺ کا اپنا ذاتی کمال ہے۔ (ص ۲۵)

**الشق الثانی** ......مرزائی اجرائے نبوت پر جن آیات مبارکہ واحادیث میں تحریف کرتے ہیں ان میں سے تین کو ذکر کر کے ان کا شافی جواب لکھیں۔

**جواب** ......**اجرائے نبوت پر قادیانی استدلالات وجوابات:۔** ① وبالاٰخرة هم يوقنون: اس آیت کا صحیح ترجمہ ومفہوم یہ ہے کہ متقی لوگ آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں جبکہ قادیانی لوگ اس کا ترجمہ پچھلی وحی پر ایمان لانا کرتے ہیں اور پھر اس سے اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں۔ پہلا جواب: اس جگہ آخرت سے مراد قیامت ہے جیسا کہ دوسری جگہ صراحتاً مذکور ہے وان الدار الاٰخرة لهي الحيوان (آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے)۔ خسر الدنيا والاٰخرة (دنیا وآخرت میں خائب وخسارے والا ہے)۔ ولاجر الاٰخرة اكبر (آخرت کا اجر بہت زیادہ ہے)۔ الغرض قرآن کریم میں آخرت کا لفظ پچاس سے زائد مرتبہ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد سزا وجزاء کا دن ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے تفسیر ابن جریر میں مروی ہے بالاٰخرة اى بالبعث والقيامة والجنة والنار والحساب والميزان۔ گویا اس سے قیامت کا دن مراد ہے، نہ کہ پچھلی وحی۔
دوسرا جواب: خود مرزا قادیانی اس آیت کا ترجمہ کرتا ہے کہ طالبِ نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی یعنی قیامت پر یقین رکھے اور جزاء وسزا مانتا ہو۔ اور پھر لکھتا ہے کہ مَیں قیامت پر یقین رکھتا ہوں۔ حکیم نورالدین خلیفۂ قادیان بھی اس آیت کا یہی ترجمہ لکھتا ہے کہ آخرت کی گھڑی پر یقین کرتے ہیں۔ تیسرا جواب: الاٰخرة مؤنث ہے جبکہ لفظ وحی مذکر ہے لہٰذا اس کی صفت مؤنث کیسے ہوسکتی ہے؟ قرآن کریم میں (وان الدار الاٰخرة لهي الحيوان) اس کی طرف مؤنث کی ضمیر لوٹائی گئی ہے۔ لہٰذا مرزائیوں کا اس آیت کا ترجمہ آخری وحی کرنا جہاں تحریف وزندقہ ہے وہیں قادیانی اکابر کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔
② قولوا خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبي بعده: قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے مذکورہ قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک نبوت جاری تھی۔

پہلا جواب: حضرت عائشہؓ کی طرف اس قول کی نسبت واضح وبے حد زیادتی ہے، دنیا کی کسی کتاب میں اس کی سندِ متصل موجود نہیں ہے۔ ایک منقطع السند قول سے نصوصِ قطعیہ احادیثِ متواترہ کے خلاف استدلال کرنا سراپا دجل وفریب ہے۔

دوسرا جواب: حضرت عائشہؓ کا یہ قول آپ ﷺ کے فرمان انا خاتم النبيين لا نبيّ بعدي کے صریحاً خلاف ہے، اور جب فرمانِ نبوی وقولِ صحابی میں تعارض ہو جائے تو فرمانِ نبوی کو قولِ صحابی پر ترجیح ہوگی۔ نیز یہ فرمانِ نبوی متعدد صحیح سندوں سے مذکور ہے جبکہ قولِ صحابی کی سند منقطع ہے، وہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کیسے قابلِ حجت ہوسکتا ہے۔

تیسرا جواب: حضرت عائشہؓ سے کنز العمال میں مروی ہے لم يبق من النبوة بعده شيئ الا المبشرات۔ اس واضح

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

فرمان کے بعد اس قول کو حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔

② رؤیا المسلم جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھے خوابوں کے علاوہ نبوت کا کوئی جزو باقی نہیں اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب نبوت کا ایک جزو باقی ہے تو نفس نبوت باقی ہے جیسے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہو تو اسکو پانی کہا جاتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اگر صرف جزو کے موجود ہونے کا مطلب کُل کا موجود ہونا ہے تو پھر اس طرح نماز کے ایک جزو مثلاً صرف اللہ اکبر کو پوری نماز، وضو کے ایک جزو مثلاً ہاتھ دھونے کو پورا وضو اور روزے کے معمولی جزو مثلاً ایک منٹ کے روزے کو بھی پورا روزہ کہنا چاہیے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دنیاوی طور پر صرف ایک اینٹ کو پورا مکان، صرف ایک انگلی کاٹ کر پورا ہاتھ اور صرف ایک بال کو پورا صرف ایک ناخن کو مکمل انسان اور صرف ایک بتی کو مکمل چراغ کہا جانا چاہیے مگر کوئی عقلمند ایسا نہیں کہتا ہے۔ پس جس طرح ان تمام مثالوں میں ایک جزو کے موجود ہونے سے کُل کا موجود ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اسی طرح نبوت کے چھیالیسویں حصے سے نبوت کا باقی رہنا لازم نہیں آتا۔ باقی پانی کے ایک قطرہ والی مثال کا جواب یہ ہے کہ پانی کا ایک قطرہ بھی مکمل پانی ہے اور پورا سمندر بھی پانی ہی ہے، جبکہ مرزائیوں نے پانی کے قطرہ کو پانی کا ایک جزو سمجھ لیا حالانکہ قطرہ پانی کا جزو نہیں ہے بلکہ مکمل پانی ہے اگرچہ معمولی مقدار ہے فرق صرف یہ ہے کہ سمندر میں پانی کے اجزاء زیادہ ہیں اور قطرہ میں کم ہیں مگر بہر حال دونوں میں پانی کے مکمل اجزاء (ہائیڈروجن و آکسیجن) موجود ہیں۔ پس پانی کے قطرات کو پانی کے اجزاء نہیں کہہ سکتے بلکہ انکے اجزاء ہائیڈروجن و آکسیجن ہیں پھر جیسے تنہا ہائیڈروجن و تنہا آکسیجن کو پانی کہنا غلط ہے اسی طرح نبوت کے کسی ایک جزو کو بھی نبوت کہنا غلط ہے۔ (ص ۰)

## الورقۃ الثالثۃ فی الفقہ

## السوال الاول ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول** ... فان زوجہما الاب او الجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لہما بعد بلوغہما .... وان زوجہما غیر الاب والجد فلکل واحد منہما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ وہذا عند ابی حنیفۃ ومحمد وقال ابو یوسف لا خیار لہما (کتاب النکاح، باب فی الاولیاء والاکفاء)

پہلے مسئلہ میں بلوغت کے بعد خیار ثابت نہ ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ دوسرے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل ذکر کریں۔ دلیل کے ساتھ بتائیں کہ کیا نابالغ صغیر و مجنون کو کسی پر ولایت حاصل ہے؟

**﴿خلاصۂ سوال﴾** اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① باپ دادا کے نکاح کرنے کی صورت میں بلوغت کے بعد خیار ثابت نہ ہونے کی وجہ ② غیر اب و جد کے نکاح کرنے کی صورت میں خیار ملنے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل ③ نابالغ، صغیر و مجنون کو کسی پر ولایت حاصل ہونے کی وضاحت مع دلیل۔

**جواب** ❶ باپ دادا کے نکاح کرنے کی صورت میں بلوغت کے بعد خیار ثابت نہ ہونے کی وجہ: اگر چھوٹے نابالغ بچے یا بچی کی شادی باپ نے یا دادا نے کرادی تو بالغ ہونے کے بعد ان کو اس نکاح کے توڑنے کا خیار نہیں ہوگا۔

Scanned with CamScanner

وجہ یہ ہے کہ باپ کو بیٹے کے ساتھ شفقت کاملہ بھی ہے اوران کے عاقل بالغ ہونے کی وجہ سے عقل بھی ہے۔اس لئے مشفق اور عاقل کے نکاح کرانے کی صورت میں نکاح توڑنے کا حق نہیں ہوگا۔(باپ نہ ہوتے وقت دادا بھی اسی درجے میں شمار ہوتا ہے) اور لڑکا لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد انکی رضامندی سے باپ یا دادا انکی شادی کراتے تو ان لوگوں کو اس نکاح کے توڑنے کا اختیار نہ ہوگا۔اسی طرح انکی نابالغی میں باپ دادا نے نکاح کرایا تو انکو نکاح توڑنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

❷ **غیر اب وجد کے نکاح کرنے کی صورت میں خیار ملنے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل:۔** نابالغ لڑکا لڑکی کی شادی باپ اور دادا کے علاوہ نے کروائی تو ان دونوں کو خیار بلوغ ہوگا یعنی بالغ ہوتے ہی اعلان کردے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں ہوں تو طرفینؒ کے نزدیک وہ نکاح توڑ سکتے ہیں۔ دلیلیہ ہے کہ باپ اور دادا کے علاوہ میں یا تو عقل ناقص ہوگی مثلا ماں ولیہ ہے تو شفقت کاملہ ہے لیکن عقل ناقص ہے۔اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ صحیح جگہ پر نکاح نہیں کرایا ہوگا اسلئے توڑنے کا حق دیا جائے گا۔اور قاضی،بھائی،چچا یا چچازاد بھائی نے شادی کرائی تو ان لوگوں میں عقل تو ہے لیکن شفقت کاملہ نہیں ہے اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ صحیح جگہ پر نکاح نہیں کرایا،پس بالغ ہونے کے بعد نکاح توڑنے کا حق ہوگا۔اور نکاح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دوسرے کے دیئے ہوئے زندگی کے ساتھی کو تبدیل کرنے کا اختیار ہو۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے یتیموں کے متعلق فرمایا اذا زوجا وهما صغيران انهما بالخيار۔دوسری روایت میں ہے:عن ابن طاؤس عن ابيه قال فى الصغيرين هما بالخيار اذا شبا۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ باپ اور دادا کے علاوہ نے شادی کرائی تب بھی اس کو اختیار نہیں ملے گا۔جس طرح باپ اور دادا نے شادی کرائی ہو تو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ان کی دلیل یہ اثر ہے:عن حماد قال النكاح جائز ولا خيار لها۔معلوم ہوا کہ یتیمہ کو خیار بلوغ نہ ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ صغیر اور صغیرہ کو بھی باپ اور دادا کے غیر نے شادی کرائی تو اختیار نہیں ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ باپ دادا کے علاوہ مثلا بھائی میں رشتہ داری ناقص ہے اس لئے ممکن ہے کہ شفقت بھی کم ہو اور نکاح کا جو مقصد ہے وہ پورا نہ ہو،اس میں کمی رہ جائے،اس لئے اسکی تلافی اسی طرح ممکن ہے کہ لڑکا اور لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ دیا جائے،اور کفو ملنے میں کمی رہ جائے تو بالغ ہونے کے بعد نکاح کو توڑ کر اس کمی کو پورا کیا جائے،اس لئے باپ اور دادا کے علاوہ میں خیار بلوغ ملنا چاہئے۔

❸ **غلام،صغیر و مجنون کو کسی پر ولایت حاصل ہونے کی وضاحت مع دلیل:۔** غلام،نابالغ بچہ اور مجنون کو دوسروں کی شادی کرانے کی ولایت نہیں ہے۔وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو خود اپنے اوپر ولایت نہیں ہے تو ان لوگوں کو دوسروں پر ولایت کیسے ہوگی۔مثلا غلام کو اپنی شادی کرانے کا حق نہیں ہے،اس کی شادی اس کا مولی کراتا ہے تو اس کو دوسروں کی شادی کرانے کا حق کیسے ہوگا؟ بچے کو عقل کی کمی ہے اسلئے اس کو دوسرے پر کیسے ولایت ہوگی؟ مجنون کو بھی عقل نہیں ہے اسلئے اس کو دوسروں پر ولایت کیسے ہوگی۔

نیز نکاح کرانے کی ولایت اس لئے ہوتی ہے کہ مصلحت دیکھ کر نکاح کرائے اور ان لوگوں کے پاس اتنی صلاحیتیں کہ مصلحت سوچیں،پس ان لوگوں کو ولایت سے کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے ان لوگوں کو دوسرے پر ولایت نہیں ہوگی۔

**الشق الثانی** ......وان تزوجها ولم يسم لها مهراثم تراضيا على تسميته فهو لها ان دخل بها او مات عنها وان طلقها قبل الدخول بها فلها المتعة۔ (ص۳۲۷،رحمانیہ)

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

فلها المتعة میں متعہ کی مراد واضح کریں، نیز مذکورہ صورت میں متعہ واجب ہوگا یا مستحب؟۔ مسئلہ مذکورہ کی صورت اور ائمہ کا اختلاف مدلل تحریر کریں۔ احناف کے نزدیک مہر میں زیادتی وکمی کا حکم تحریر کریں۔

**جواب** ...... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۶ھ۔

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول** ......وَلَا حَقَّ لَهُنَّ فِی حَالَةِ السَّفَرِ فَيُسَافِرُ الزَّوْجُ بِمَنْ شَاءَ مِنْهُنَّ وَ الْاَوْلٰی اَنْ يُقْرِعَ بَيْنَهُنَّ فَيُسَافِرُ بِمَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهَا. (ص۳۶۹۔رحمانیہ)

قسم کا لغوی واصطلاحی معنی لکھنے کے بعد بیویوں کے درمیان برابری کا حکم تحریر کریں۔ مسئلہ کی وضاحت کریں اور ائمہ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① قسم کا لغوی واصطلاحی معنی ② بیویوں میں برابری کا حکم ③ مسئلہ کی وضاحت مع الاختلاف۔

**جواب** ...... ❶ قسم کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ لغوی معنی تقسیم کرنا ہے۔ اصطلاح میں متعدد زوجات ومنکوحات میں برابری کرنا قسم ہے۔ متعدد زوجات میں یہ عدل وبرابری واجب ولازم ہے۔ اگر ان میں یہ برابری وعدل نہ ہوسکنے کا غالب گمان ہو تو یہ تعدد نکاح ممنوع ہے اور باعث گناہ ہے۔

❷ و ❸ بیویوں میں برابری کا حکم اور مسئلہ کی وضاحت:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۲ھ۔

**الشق الثانی** ......وطلاق البدعة ان يطلقها ثلثا بكلمة واحدة او ثلثا فی طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصيا وقال الشافعی كل طلاق مباح لانه تصرف مشروع حتی يستفاد به الحكم والمشروعية لا تجامع الحظر بخلاف الطلاق فی حالة الحيض لان المحرم تطويل العدة عليها لا الطلاق ولنا....

طلاق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں۔ طلاق حسن واحسن میں سے ہر ایک کی صورت تحریر کریں۔ عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کی دلیل ذکر کریں۔

**جواب** ...... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۴ھ۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول** ......وَاَمَّا الضَّرْبُ الثَّانِیْ وَ هُوَ الْكِنَايَاتُ لَا يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ اِلَّا بِالنِّيَّةِ اَوْ بِدَلَالَةِ الْحَالِ وَ هِیَ عَلٰی ضَرْبَيْنِ مِنْهَا ثَلَاثَةُ اَلْفَاظٍ يَقَعُ بِهَا طَلَاقٌ رَجْعِیٌّ وَلَا تَقَعُ بِهَا اِلَّا وَاحِدَةٌ وَ هِیَ قَوْلُهٗ اِعْتَدِّیْ وَ اسْتَبْرِئِیْ رِحْمَكِ وَ اَنْتِ وَاحِدَةٌ. اَمَّا الْاَوْلٰی فَلِاَنَّهَا تَحْتَمِلُ الْاِعْتِدَادَ عَنِ النِّكَاحِ وَتَحْتَمِلُ اِعْتِدَادَ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنْ نَوَی الْاَوَّلَ تَعَيَّنَ بِنِيَّتِهٖ فَيَقْتَضِیْ طَلَاقًا سَابِقًا وَالطَّلَاقُ يُعْقِبُ الرَّجْعَةَ. (ص۳۶۹۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ واضح تشریح کریں۔ اِسْتَبْرِئِیْ رِحْمَكِ، اَنْتِ وَاحِدَةٌ کی بطرز صاحب ہدایہ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ مذکورہ

Scanned with CamScanner

کنائی الفاظ کی وضاحت۔

**جواب**...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** کنایات دو قسم پر ہیں ان میں سے تین الفاظ ایسے ہیں جن سے طلاق رجعی واقع ہوگی اور ان سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور وہ الفاظ اس کا قول اعتدی، استبرئ رحمك، انت واحدة ہیں۔ بہرحال پہلا لفظ (اعتدی) تو وہ احتمال رکھتا ہے نکاح سے شمار کرنے کا اور اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے کا، پس اگر اول کی نیت کی تو اس کی نیت سے یہ معنی متعین ہو گئے پس یہ تقاضا کرے گا کہ اس سے پہلے طلاق ہو چکی ہو اور طلاق کے بعد رجعت ہوتی ہے۔

❸و❹ **تشریح و مذکورہ کنائی الفاظ کی وضاحت:۔** کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۰ھ۔

**الشق الثانی**......وَالْحِدَادُ اَنْ تَتْرُكَ الطِّيْبَ وَالزِّيْنَةَ وَالْكُحْلَ وَالدُّهْنَ الْمُطَيَّبَ وَغَيْرَ الْمُطَيَّبِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ اِلَّا مِنْ وَجَعٍ وَالْمَعْنٰى فِيْهِ وَجْهَانِ: اَحَدُهُمَا مَاذَكَرْنَاهُ مِنْ اِظْهَارِ التَّاَسُّفِ وَالثَّانِیْ اَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ دَوَاعِی الرَّغْبَةِ فِيْهَا وَهِیَ مَمْنُوْعَةٌ عَنِ النِّكَاحِ فَتَجْتَنِبُهَا كَيْلَا تَصِيْرَ ذَرِيْعَةً اِلَى الْوُقُوْعِ فِی الْمُحَرَّمِ. (باب العدة . فصل فی الحداد)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ واضح تشریح کریں۔ کافرہ، صغیرہ و باندی پر حداد کے وجوب و عدم وجوب کا حکم تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ کافرہ، صغیرہ و باندی پر حداد کے وجوب و عدم وجوب کا حکم۔

**جواب**...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:۔** سوگ منانا یہ ہے کہ چھوڑ دے خوشبو، زینت، سرمہ، اور تیل خوشبودار ہو یا بغیر خوشبو کا ہو، مگر عذر سے، اور جامع صغیر میں ہے کہ مگر درد سے۔ سوگ منانے کی دو وجہ ہیں: ایک وہ جو ہم نے ذکر کی کہ افسوس کا اظہار کرنا، دوسری یہ کہ یہ چیزیں نکاح کی طرف رغبت دلانے والی ہیں، حالانکہ یہ عورت نکاح سے منع کی گئی ہے۔

❸ **عبارت کی تشریح:۔** سوگ میں عورت کو چاہئے کہ جتنی بھی چیزیں زینت کی ہیں ان سب کو چھوڑ دے۔ مثلاً خوشبو، سرمہ اور تیل وغیرہ۔ البتہ مرض اور بیماری کی وجہ سے کوئی مجبوری ہو جائے تو استعمال کر سکتی ہے۔

دلیل: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ عورت سوگ میں سرمہ نہ لگائے۔ مگر کیا ارنگ والا کپڑا نہ پہنے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ معتدہ معصفر میں رنگا ہوا اور گیرو رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتی، زیور نہیں پہن سکتی، خضاب نہیں کر سکتی اور سرمہ نہیں لگا سکتی۔ البتہ مجبوری میں یہ چیزیں استعمال کر سکتی ہیں اس کی دلیل ام حکیم رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ مجبوری ہو تو رات میں دوائی کے طور پر خوشبو لگا سکتی ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث میں ہے کہ طہر و پاکی کے وقت مجبوری کے طور پر معمولی خوشبو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے وقت زینت کی چیزوں کو استعمال کرنا جائز ہے۔ تیل سے بھی زینت ہوتی ہے اسلئے تیل چاہے خوشبودار ہو یا بغیر خوشبو کے ہو بغیر مجبوری کے نہ لگائے۔ قدوری میں من عذر اور جامع صغیر میں من وجع ہے دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ (اثمار الہدایہ)

❹ **کافرہ، صغیرہ و باندی پر حداد کے وجوب و عدم وجوب کا حکم:۔** کما مرّ فی الشق الثالث من السوال الثالث ۱۴۳۱ھ۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

# الورقة الرابعة : طحاوی شریف

## السوال الاوّل ۱۴۴۱ھ

**الشق الاوّل**......عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: اذا سمعتم المؤذن وفی حدیث مالك النداء فقولوا مثل ما یقول.... قال ابو جعفر فذهب قوم الی هٰذه الآثار فقالوا ینبغی لمن سمع الاذان ان یقول کما یقول المؤذن حتّی یفرغ من اذانه و خالفهم فی ذلك آخرون فقالوا لیس لقوله حیّ علی الصلاة حیّ علی الفلاح معنی، لانّ ذلك....

عبارت کا ترجمہ کریں۔ فذهب قوم اور خالفهم فی ذالك آخرون کا مصداق ذکر کریں۔ حیّ علی الصلوة اور حیّ علی الفلاح کے جواب میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔

**جواب**...... عبارت کا ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کو سنو (مالک کی حدیث میں نداء کے الفاظ ہیں) تو تم بھی اسی کے قول کی مثل کہو۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک قوم ان آثار کی طرف گئی ہے اور انہوں نے کہا کہ اذان سننے والے کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ اسی طرح کہے جیسے مؤذن کہتا ہے یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہو جائے۔ کچھ دوسرے حضرات نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے کہا کہ مؤذن کے جواب میں حیّ علی الصلوة اور حیّ علی الفلاح کہنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

(**نوٹ**: بقیہ مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۴۰ھ)

**الشق الثانی**......عن الزبرقان قال انّ رهطا من قریش اجتمعوا فمرّ بهم زید بن ثابت فارسلوا الیه غلامین لهم یسألانه عن الصلاة الوسطی فقال هی الظهر، فقام الیه رجلان منهم فسألاه فقال هی الظهر ثم انصرفنا الی اسامة بن زید فسألاه فقال هی الظهر ان رسول اللہ ﷺ یصلی الظهر بالهجیر فلا یکون ورائه الّا الصّف و الصّفان والناس فی قائلتهم و تجارتهم فانزل اللہ تعالٰی (حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی) فقال النبی ﷺ لینتهینّ رجال او لاحرّقنّ بیوتهم. (باب الصلاة الوسطی ایّ الصلوات)

عبارت کا ترجمہ کریں، نیز صلوٰۃ وسطی کی تعیین میں ائمہ کا اختلاف بھی تحریر کریں۔

**جواب**...... عبارت کا ترجمہ:۔ حضرت زبرقان سے مروی ہے کہ قریش کی ایک جماعت جمع تھی (اس دوران) ان کے پاس سے حضرت زید بن ثابتؓ کا گزر ہوا تو قریش نے دولڑکے بھیجے تاکہ آپ سے صلوٰۃ وسطی کے متعلق سوال کریں، آپؓ نے فرمایا کہ وہ ظہر کی نماز ہے، پھر ان ہی میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ظہر کی نماز ہے، پھر ہم حضرت اسامہ بن زیدؓ کی طرف لوٹے اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ظہر کی نماز ہے (پس مزید بیان کیا کہ) رسول اللہ ﷺ سخت گرمی میں نماز ظہر پڑھاتے تھے تو آپ ﷺ کے پیچھے صرف ایک یا دو صفیں ہوتی تھیں اور لوگ اپنے قیلولہ و تجارت میں مصروف ہوتے تھے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی نازل فرمائی تو

آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اپنی اس عادت سے باز آجائیں، ورنہ میں ان کے گھروں کو جلا دوں گا۔

(نوٹ: بقیہ مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۸ھ)

## ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول** ...... اخبرنا مالک بن انس قال حدثنی الزهری و اسحاق بن عبد الله عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ كان يصلي العصر ثم يذهب الذاهب الى قباء قال احدهما وهم يصلون وقال الأخر والشمس مرتفعة. (باب صلوٰة العصر هل تعجّل او تأخر)

حدیث کا ترجمہ کریں۔ عصر کی نماز میں احناف کے نزدیک تعجیل افضل ہے یا تاخیر؟ نیز امام طحاوی نے کن دلائل کی روشنی میں حنفی مذہب کو راجح قرار دیا ہے؟ حدیث میں قال احدهما اور قال الآخر کا مصداق کون ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② احناف کے نزدیک عصر کی تعجیل وتاخیر میں سے افضل کی نشاندہی ③ امام طحاوی کے نزدیک احناف کی وجوہ ترجیح ④ قال احدهما اور قال الآخر کا مصداق۔

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ مالک بن انس نے ہمیں خبر دی اور زہری و اسحاق بن عبداللہ نے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر ادا فرماتے تھے پھر جانے والا قباء جاتا تو راویوں میں سے ایک نے کہا کہ اہلِ قباء ابھی نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور دوسرے نے کہا کہ سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔

❷ عصر کی تعجیل وتاخیر میں سے افضل کی نشاندہی:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۶ھ

❸ امام طحاوی کے نزدیک احناف کی وجوہ ترجیح:۔ ① نماز عصر کا نام ہی اس کی تاخیر کی دلیل ہے، حضرت ابوقلابہؒ اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ عصر بمعنی تاخیر ہے، تو عصر کی نماز کو عصر سے موسوم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں تاخیر کی جائے۔ ② بدائع الصنائع میں تاخیر عصر کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے پہلے نوافل جائز ہیں اور اس کے بعد جائز نہیں ہیں، پس اگر عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے تو نفل پڑھنے کا موقع نہیں ملتا جس کی فضیلت آئی ہے اور اگر اسے مؤخر کیا جائے تو نوافل کا زیادہ موقع ملتا ہے، لہٰذا عصر میں تاخیر افضل ہے۔ (ایضاح الطحاوی ص۱۰۳، ج۱)

❹ قال احدهما و قال الآخر کا مصداق:۔ احدہما سے مراد اسحاق بن عبداللہ اور آخر سے مراد امام زہری ہیں (مترجم)

**الشق الثانی** ...... عن ام الفضل بنت الحارث قالت صلى بنا رسول الله ﷺ في بيته المغرب في ثوب واحد متوشحا به فقرأ (والمرسلت....) ما صلى بعدها صلاة حتى قبض. فزعم قوم انهم يأخذون بهذه الآثار و يقلدونها وخالفهم آخرون فى قولهم هذا فقالوا لا ينبغي ان يقرأ فى المغرب الا بقصار المفصل. (باب القراءة فى صلاة المغرب)

عبارت کا ترجمہ کریں۔ مغرب کی نماز کی قراءت میں ائمہ کے مذاہب مع الدلائل تحریر کریں۔ قصار مفصل کا مصداق تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② مغرب کی نماز کی قراءت میں ائمہ کے مذاہب مع الدلائل ③ قصار مفصل کا مصداق۔

Maktaba Tul Ishaat.com

**جواب** ...... ① عبارت کا ترجمہ: حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نکلے ہمارے پاس ... نماز مغرب پڑھائی ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے ہونے کی حالت میں اور اس میں سورۃ مرسلات کی قراءت کی۔ آپ ﷺ نے اس کے بعد اس طرح (باجماعت) نماز ادا نہیں کی حتی کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ ایک قوم امام مالکؒ کا یہ قول نقل کرتی ہے اور امام مالک کی طرف منسوب کرتی ہے دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل کے علاوہ قراءت کرنا مکروہ ہے۔

② مغرب کی نماز کی قراءت میں ائمہ کے مذاہب مع الدلائل: حضرت زید بن ثابت، ... ہشام بن عروہ رحمہ اللہ، امام شافعیؒ کا مشہور قول اور ظاہریہ کے نزدیک مغرب کی نماز میں طویل قراءت (جیسے سورۃ الاعراف، والطور، والمرسلات وغیرہ) افضل ہے **فزعم قوم انهم يأخذون بهذه الآثار** کا مصداق یہی لوگ ہیں۔

حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی، عبداللہ بن مبارک، اسحاق بن راہویہ، جمہور فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کے نزدیک مغرب کی نماز میں قصر قراءت افضل ہے (البتہ حنفیہ کے نزدیک طویل قراءت خلاف اولیٰ اور مالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے) **وخالفهم آخرون فی قولهم** کا مصداق یہی لوگ ہیں۔

طویل قراءت کے دلائل: ① حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایت ہے کہ وہ بدر کے قیدیوں کو چھڑوانے کے لیے مدینہ منورہ آئے تو آپ ﷺ مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور اس میں آپ ﷺ نے سورۃ الطور پڑھی۔ (۲) ام الفضل لبابہ بنت الحارثؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی آخری عمر میں مغرب کی نماز میں سورۃ المرسلات پڑھی ہے۔ (۳) حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ مغرب کی نماز میں آپ ﷺ سورۃ اعراف پڑھا کرتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ مغرب میں طویل قراءت افضل ہے۔

مختصر قراءت میں جمہور کے دلائل: ① **عن ابی هريرة قال ما صليت وراء احد اشبه صلوة برسول الله ﷺ من فلان ..... يقرأ فی المغرب بقصار المفصل....** (نسائی وترمذی) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر میں طوال مفصل، عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھے۔ (۲) ابو عثمان النہدیؒ کو حضرت عمرؓ کا خط ہے کہ **كتب عمر الى ابی موسى ان اقرأ فی المغرب بقصار المفصل و فی العشاء بوسط المفصل و فی الصبح بطوال المفصل** (مصنف عبدالرزاق وترمذی) کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھو، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھو۔ ③ حضرات صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر مدینہ کے کنارے پر بنو سلمہ کے علاقہ میں پہنچ کر تیر اندازی کیا کرتے تھے، آدھ میل (نصف وثلثان) میل کی دوری پر تیر گرتا تھا اور اتنی دوری پر تیر کا نشانہ نظر آ جاتا تھا۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ نماز کو مختصر قراءت کے ساتھ جلدی ختم کیا جائے تاکہ روشنی باقی ہو، کیونکہ اندھیرے میں تیر و نشانہ کا دیکھنا ناممکن ہے۔ ④ آپ ﷺ عشاء کا وقت کشادہ ہونے کے باوجود اس میں سورۃ الشمس اور والضحیٰ جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے جبکہ مغرب کا وقت مختصر ہے تو ہمیں اس سے بھی مختصر قراءت کی افضلیت معلوم ہوتی ہے۔

طویل قراءت والی روایات کا جواب یہ ہے کہ ان میں تسمیۃ الکل باسم الجزء کے اصول سے ان سورتوں کے بعض حصہ کی قراءت کو پوری سورت کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے اور محاورہ میں اس کا استعمال بکثرت شائع ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی سورت کی تلاوت کرے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے قرآن کریم کی تلاوت کی، حالانکہ اس نے بعض حصہ کی تلاوت کی ہوتی ہے (ایضاح الطحاوی والحمر ل)

Scanned with CamScanner

❺ قصار مفصل کا مصداق:۔ طوال مفصل سورۃ الحجرات سے سورۃ البروج تک۔ اوساط مفصل: سورۃ الطارق سے سورۃ البینہ تک۔ قصار مفصل سورۃ الزلزال سے آخر تک۔ یہ تفصیل حنفیہ کے نزدیک ہے۔ بقیہ ائمہ کا اس میں اختلاف ہے۔ (الدر المنضود)

## ﴿السؤال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول** ... عَنْ ابنِ مَسْعُودٍ عن النبيّ ﷺ أنّه قال اذا قال احدكم فِىْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم ثلاثا فقد تم رُكُوْعُهٗ وذلك ادناه واذا قال فى سُجُوْدِهٖ سُبْحانَ ربّى الاعلى ثلاثا فقد تمّ سُجُوْدُهٗ وَذٰلِكَ اَدْناه قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ فَذَهَبَ قَوْمٌ الى هذا فقالوا هذا مقدارُ الرُّكُوْعِ وَ السُّجُوْدِ الَّذِىْ لَايُجْزِئُ اَقَلُّ مِنْهُ وَاحْتَجُّوا فِىْ ذلك بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَخَالَفَهُمْ فِىْ ذلك آخرون ..... (باب مقدار الركوع والسجود الخ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ فذهب قوم و خالفهم فى ذلك آخرون کا مصداق متعین کر کے مقدار رکوع وسجود میں فریقین کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ فذهب قوم و خالفهم فى ذلك آخرون کا مصداق ④ مقدار رکوع وسجود میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل۔

**جواب** ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فى السوال آنفا.

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعود حضور رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے رکوع میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم کہا تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ اس کی ادنی مقدار ہے اور جس نے اپنے سجدوں میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہا تو اس کے سجدے مکمل ہو گئے اور یہ اس کی ادنی مقدار ہے۔ امام ابو جعفر فرماتے ہیں کہ ایک قوم اسی کی طرف گئی ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ رکوع وسجود کی وہ مقدار ہے کہ جس سے کم مقدار جائز نہیں ہے اور انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کی ہے......

❸ فذهب قوم و خالفهم فى ذلك آخرون کا مصداق:۔ قوم کا مصداق امام اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری، ابراہیم نخعی، امام احمد کا قول مشہور اور اصحاب ظواہر ہیں۔ آخرون کا مصداق حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور جمہور فقہاء ومحدثین ہیں۔

❹ مقدار رکوع وسجود میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل:۔ امام اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری، ابراہیم نخعی، امام احمد کا قول مشہور اور اصحاب ظواہر کے نزدیک رکوع وسجود کی کم سے کم مقدار تین مرتبہ سبحان ربى العظيم اور تین مرتبہ سبحان ربى الاعلى کہنے کی بقدر ہے۔ جبکہ جمہور کے نزدیک اتنی مقدار ٹھہرنا فرض ہے جس سے طمانینت حاصل ہو جائے یعنی ہر عضو اپنی اپنی جگہ برقرار ہو جائے۔ اس سے زیادہ مقدار فرض نہیں بلکہ سنت یا مستحب ہے۔

فریق اول کی دلیل: ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رکوع میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم کہے اس کا رکوع پورا ہو گیا اور جو اپنے سجدوں میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے اس کے سجدے مکمل ہو گئے اور یہ اس کی ادنی مقدار ہے، معلوم ہوا کہ اس سے کم مقدار میں فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

جمہور کی دلیل: حضرت رفاعہ بن رافع و ابو ہریرہؓ کی طویل روایت ہے کہ کسی آدمی نے مسجد میں داخل ہو کر نماز ادا کی تو آپ ﷺ نے اس کا عمل دیکھ کر فرمایا ... کہ تم رکوع کرو یہاں تک کہ طمانیت حاصل ہو جائے (اسی طرح دیگر ارکان کے متعلق اطمینان کا ارشاد فرمایا) جب تم اس طریقہ سے نماز پڑھو گے تو تمہاری نماز پوری ہو جائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ حصول طمانیت کی مقدار فرض ہے، تین تسبیح کی مقدار فرض نہیں ہے۔

جمہور کی طرف سے فریق اول کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے، کیونکہ عون بن عبداللہ کا سماع حضرت ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں ہے۔ نیز طحاوی میں فصل اول کی روایت میں مقدار افضلیت کو بیان کیا گیا ہے، مقدار فرضیت کو نہیں اور فصل ثانی میں فرضیت کا ادنیٰ درجہ بیان کیا گیا ہے۔ نیز حضرت رفاعہ بن رافع و ابو ہریرہؓ کی روایت شیخین کی شرط پر پورا اترتی ہے جبکہ ابن مسعودؓ کی روایت شیخین کی شرط پر پورا نہیں اترتی، لہٰذا رفاعہ بن رافع، ابو ہریرہؓ کی روایت کی موجودگی میں ابن مسعودؓ کی روایت سے استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ (ایضاح الطحاوی ۲۲۹)

**الشق الثانی** ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ حَرْفًا....

قَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ فَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى هٰذِهِ الْآثَارِ فَقَالُوا هٰكَذَا صَلَاةُ الْكُسُوْفِ، لَا يُجْهَرُ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ....

وَخَالَفَهُمْ فِیْ ذٰلِكَ آخَرُوْنَ فَقَالُوْا يُجْهَرُ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ....(باب القراءة فی صلاة الكسوف كيف هی؟)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ فذهب قوم و خالفهم فی ذلك آخرون کا مصداق متعین کر کے مسئلہ مذکورہ میں فریقین کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔ قول راجح کی تعیین اور نظر طحاوی بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ فذهب قوم و خالفهم فی ذلك آخرون کا مصداق ④ نماز کسوف کی جہری قراءت میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل ⑤ قول راجح کی تعیین اور نظر طحاوی کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ عبارت پر اعراب: کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ نقل کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے نماز کسوف میں ایک حرف بھی نہیں سنا۔ امام ابو جعفر فرماتے ہیں کہ ایک قوم انہی آثار کی طرف گئی ہے اور انہوں نے کہا کہ نماز کسوف اسی طرح ہے، اس میں جہری قراءت نہ ہوگی۔ اور اس مسئلہ میں دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے کہا کہ اس میں جہری قراءت ہوگی۔

❸ فذهب قوم و خالفهم فی ذلك آخرون کا مصداق: فذهب قوم کا مصداق امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، لیث بن سعد اور جمہور فقہاء ؒ ہیں اور خالفهم فی ذلك آخرون کا مصداق امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد، امام طحاوی، امام اسحٰق بن راہویہ، ابن المنذر وغیرہ ہیں (ایضاح الطحاوی)

❹ نماز کسوف کی جہری قراءت میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل: فریق اول کے نزدیک نماز کسوف میں آہستہ قراءت ہی مسنون ہے۔ پہلی دلیل ابوداؤد و ترمذی میں حضرت سمرہؓ بن جندب کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے گرہن کی نماز میں لمبی قراءت کی اور آپ ﷺ کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی، اس حدیث میں لا نسمع له صوتا سے پتہ چلتا ہے کہ قراءت آہستہ کرے۔

Scanned with CamScanner

دوسری دلیل مسند احمد میں عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ میں نے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں سنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج گرہن میں قراءت آہستہ کی تھی۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ سورج گرہن کی نماز دن میں پڑھی جاتی ہے اور دن کی نماز گونگی کی نماز ہے اسلئے اس میں قراءت آہستہ ہی کرنی چاہئے۔

فریق ثانی کی رائے یہ ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں جہراً قراءت کرنا مسنون ہے۔ دلیل بخاری شریف میں حضرت عائشہ کی حدیث ہے: **قالت جهر النبی ﷺ فی صلوٰة الخسوف بقراءته** ، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے قراءت جہری کی تھی۔ پس سورج گرہن کی نماز میں جہری قراءت سنت ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز کسوف میں جہری قراءت منقول ہے۔

⑤ **قول راجح کی تعیین اور نظر طحاوی کی وضاحت:۔** صاحب ہدایہ امام صاحبؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نماز میں مرد امام کے قریب ہوتا ہے اور عورتوں کی بنسبت مرد پر امام کا حال زیادہ واضح ہوتا ہے اسلئے امام کی قراءت کی کیفیت میں مردوں کا قول راجح ہوگا۔ امام طحاوی کے نزدیک فریق ثانی کا مذہب راجح ہے چنانچہ فریق اول کے نقلی دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مذکورہ دونوں صحابہ (ابن عباس و سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما) اصاغر صحابہ میں سے تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہونے کی وجہ سے ان کو قراءت سنائی نہ دینے سے آپ ﷺ کا جہر نہ کرنا لازم نہیں آتا۔

نظر طحاوی اور قول اول کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ دن والی نمازوں میں سری قراءت کے متعلق ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ دن والی نمازیں دو قسم پر ہیں ① وہ نمازیں جو روزانہ پڑھی جاتی ہیں مثلاً ظہر، عصر و دیگر سنن و نوافل۔ ② وہ نمازیں جو روزانہ نہیں پڑھی جاتیں مثلاً جمعہ، عیدین۔ یا کسی عارضہ کی وجہ سے پڑھی جاتی ہیں مثلاً نماز استسقاء۔ ان سب میں اصول کلی یہ ہوگا کہ جو نمازیں روزانہ پڑھی جاتی ہیں، کسی خاص یوم یا عارض کی وجہ سے نہیں پڑھی جاتیں ان میں جہر مشروع نہیں ہے جیسا کہ ظہر و عصر وغیرہ۔ اور جو نمازیں روزانہ نہیں پڑھی جاتیں یا کسی عارضہ کی وجہ سے پڑھی جاتی ہیں ان میں جہر لازم ہوتا ہے مثلاً جمعہ، عیدین، استسقاء کی نماز۔ اب ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کسوف کی نماز بعد والی صلوۃ نہاریہ کے مشابہ ہے کہ خاص عارض کی وجہ سے پڑھی جاتی ہے، لہٰذا اس میں بھی جہر لازم ہوگا۔ (اثمار الہدایہ وایضاح الطحاوی)

## ﴿الورقة الخامسة : ترمذی (ج ۲)﴾

## ﴿السؤال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاوّل**......عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضِ اَهْلِ الْكِتَابِ فَنَطْبَخُ فِیْ قُدُوْرِهِمْ وَنَشْرَبُ فِیْ آنِیَتِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْ لَمْ تَجِدُوْا غَیْرَهَا فَارْحَضُوْهَا بِالْمَاءِ ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضِ صَیْدٍ فَكَیْفَ نَصْنَعُ قَالَ اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُكَلَّبَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَقَتَلَ فَكُلْ وَاِنْ كَانَ غَیْرَ مُكَلَّبٍ فَذُكِّیَ فَكُلْ وَاِذَا رَمَیْتَ بِسَهْمِكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَقَتَلَ فَكُلْ (ابواب الاطعمة. باب ماجاء فی الاکل فی آنیة الکفار)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ و تشریح کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی صرفی ولغوی تحقیق کریں۔ بتائیں کہ کتا کب معلم کہلاتا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ حدیث

Maktaba Tul Ishaat.com

کی تخریج ④ کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق ⑤ کلب معلَّم کی وضاحت۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث پر اعراب:** كما مرّ في السؤال آنفا.

❷ **حدیث کا ترجمہ:** ابو ثعلبہ خشنیؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم لوگ اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں، ہم ان کی ہانڈیوں میں پکاتے اور ان کے برتنوں میں پیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر دوسرے برتن نہ ملیں تو انہیں پانی سے صاف کرلیا کرو۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم شکاری زمین میں ہوتے ہیں تو کیسے کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نے اپنا سکھایا ہوا کتا شکار پر چھوڑ دیا اور اللہ کا نام پڑھ لیا پھر اس نے شکار کو مار ڈالا تو کھا لو اور اگر بے سکھایا ہوا ہو اور شکار کو ذبح کیا ہو تب بھی کھا لو اور جب اللہ کا نام لے کر تیر پھینکو اور جانور مر جائے تب بھی کھالو۔

❸ **حدیث کی تشریح:** اس حدیث میں آپ ﷺ نے کفار کے برتن اور شکار وغیرہ کے متعلق مختلف احکام ذکر کئے ہیں۔

① کفار و اہل کتاب کے برتن دھونے و پاک کرنے کے بعد مسلمانوں کیلئے استعمال کرنا جائز ہیں، جمہور کا بھی یہی مسلک ہے، خواہ دیگر برتن ہوں یا نہ ہوں۔ ② شکار پر سکھائے ہوئے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا گیا ہو اور وہ کتا اس شکار کو دانتوں سے پکڑ کر مار ڈالے تو وہ شکار کھانا حلال ہے، اگر کلب معلَّم نہیں ہے تو پھر از خود اس کو ذبح کرنا ضروری ہے ورنہ شکار حرام ہوگا۔ ③ اللہ تعالیٰ کا نام لیکر تیر پھینکا گیا اور تیر لگنے کے نتیجہ میں خون بہہ کر شکار مر گیا تب بھی اس کو کھانا حلال ہے۔ اگر وہ شکار صرف زخمی ہوا ہے تو پھر اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔ (اعداد الترمذی [illegible])

❹ **کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:** آنِيَةٌ: یہ اِناء کی جمع ہے، جمع الجمع اَوانٍ ہے بمعنی برتن۔

**إِرْحَضُوْا:** صیغہ جمع مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف از مصدر رَحْضًا (فتح) بمعنی دھونا۔

**الْمُكَلَّبْ:** صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر تَكْلِيْبًا (تفعیل) بمعنی کتے کو سدھانا و سکھانا۔

**ذَكِّ:** صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف از مصدر تَذْكِيَةً (تفعیل - ناقص) بمعنی ذبح کرنا۔

❺ **کلب معلَّم کی وضاحت:** کتے اور باز کے معلَّم (سدھایا ہوا) ہونے کی امام صاحبؒ کے نزدیک پانچ شرائط ہیں:

① کتا اور باز سدھایا اور سکھایا ہوا ہو اور اس کے سدھانے کا یہ اصول ہے کہ جب تم کتے کو شکار پر چھوڑو تو وہ شکار کو پکڑ کر تمہارے پاس لے آئے، خود اس کو نہ کھانے لگ جائے اور باز کے سدھانے کا اصول یہ ہے کہ جب اسے شکار پر چھوڑا جائے تو جب واپس بلاؤ وہ فوراً واپس آ جائے ② دوسری شرط یہ ہے کہ خود اپنے ارادے سے شکار پر نہ جائے بلکہ تم اسے چھوڑو، اور وہ خود شکار کریں ③ شکاری جانور خود شکار سے نہ کھائیں بلکہ تمہارے پاس لے آئیں ④ کتے یا باز کو چھوڑتے وقت تسمیہ یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھے ⑤ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کرے۔ (معارف القرآن [illegible])

**السؤال الثانی** عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ زَاذَانَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَمَّا نَهَى عَنْهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الْأَوْعِيَةِ وَأَخْبِرْنَاهُ بِلُغَتِكُمْ وَفَسِّرْهُ لَنَا بِلُغَتِنَا قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحَنْتَمَةِ وَنَهَى عَنِ الدُّبَّاءِ وَنَهَى عَنِ النَّقِيْرِ وَنَهَى عَنِ الْمُزَفَّتِ وَأَمَرَ أَنْ يُنْتَبَذَ فِي الْأَسْقِيَةِ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و تشریح کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی صرفی ولغوی تحقیق کریں۔ مذکورہ برتنوں کے استعمال سے

کیوں منع کیا گیا تھا اور بعد میں استعمال کی کیوں اجازت دی گئی؟

**جواب** ...... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۲۸ھ ۔

# ﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاوّل** ...... عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان الرجل لیتکلم بالکلمة لا یری بها باسا یهوی بها سبعین خریفا فی النار. وقال فی حدیث آخر ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک به القوم فیکذب ویل له ویل له. (ابواب الزهد باب ما جاء من تکلم بالکلمة لیضحک به الناس)

احادیث کا ترجمہ و مختصر تشریح کریں۔ "سبعین خریفا" سے کیا مراد ہے؟ کیا مزاح میں جھوٹ جائز ہے اور کیا جھوٹے لطائف سنانے والا مذکورہ وعید کا مستحق ہوگا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور کا حل مطلوب ہے: (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) احادیث کی تشریح (۳) "سبعین خریفا" کی مراد (۴) مزاح میں جھوٹ بولنے و جھوٹے لطائف سنانے کا حکم۔

**جواب** ...... ❶ احادیث کا ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں جس میں ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے انہیں ستر سال کی مسافت تک دوزخ میں پھینک دیتا ہے۔ دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی بات کرے، اس کیلئے ہلاکت ہے اس کیلئے ہلاکت ہے۔

❷ احادیث کی تشریح: پہلی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کو اپنی زبان اپنے کنٹرول میں رکھنی چاہئے اور سوچ سمجھ کر بولنا چاہئے، بسا اوقات کچھ لوگ غیر شعوری طور پر ایسی بات کہتے ہیں جس میں ان کے نزدیک کوئی ضرر و نقصان نہیں ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تباہی کا سبب ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے انہیں ستر سال کی مسافت تک دوزخ میں پھینک دیا جاتا ہے، جیسے جنت میں اوپر کی جانب درجات ہیں اسی طرح جہنم میں نیچے کی جانب درکات ہیں (کما قال تعالیٰ: انّ المنافقین فی الدرك الاسفل من النار) جو شخص جتنا نیچے ہوگا اس کا اتنا ہی سخت عذاب ہوگا۔ تو فرمایا کہ جھوٹ بولنے کے نتیجے میں یہ شخص جہنم میں اتنا نیچے چلا جائے گا جتنا ستر سال میں آدمی نیچے کی طرف گرتا ہے۔ دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہنسانے و خوش کرنے کیلئے جھوٹ بولنے والے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس کیلئے ہلاکت و تباہی ہے۔ (درس ترمذی، تحفۃ الالمعی)

❸ "سبعین خریفا" کی مراد: سبعین سے یا تو ستر کا عددی مراد ہے اور خریف کا معنی گرمی و سردی کا درمیانی موسم ہے جہاں سے مراد پورا سال ہے۔ یا سبعین سے مراد کثرت کو بیان کرنا ہے یعنی طویل مدت کی مسافت تک وہ شخص جہنم کے نچلے طبقات میں گر جاتا ہے۔

❹ مزاح میں جھوٹ بولنے و جھوٹے لطائف سنانے کا حکم: ہنسی و مزاح میں بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں ہے اور مذکورہ وعید میں جھوٹے لطائف سنانے والا بھی شامل ہے۔ گویا کسی طور بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

**الشق الثانی** ...... عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال یسلم الصغیر علی الکبیر والمار علی القاعد

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

رالقلیل علی الکثیر. وعنه انّ رسول اللّٰهﷺ قال اذا انتهی احدکم الی مجلس فلیسلم فان بدا له ان یجلس فلیجلس ثم اذا قام فلیسلم فلیست الاولی باحق من الآخرۃ . (ابواب الاستیذان و الآداب)

احادیث کا ترجمہ و واضح تشریح کریں۔ خط کشیدہ جملہ کی وضاحت کریں۔ ابتداء بالسلام کے کم از کم تین فضائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① احادیث کا ترجمہ ② احادیث کی تشریح ③ خط کشیدہ جملہ کی وضاحت ④ ابتداء بالسلام کے فضائل۔

**جواب** ...... ① **احادیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوٹا بڑے کو، چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑی تعداد والے لوگ زیادہ تعداد کو سلام کریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو انہیں سلام کرے پھر اگر بیٹھنا ہو تو بیٹھ جائے اور جب کھڑا ہو تو پھر سلام کرے اسلئے کہ ان میں سے پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔

② **احادیث کی تشریح:۔** آپ ﷺ نے ان احادیث میں سلام کرنے کے بعض آداب بیان کئے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ چھوٹا بڑے کو، چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑی تعداد والے لوگ زیادہ تعداد والے لوگوں کو سلام کریں، اس سے باہم لوگ مربوط بھی ہوں گے، ایک دوسرے کی قدر بھی پہچانیں گے اور تواضع وانکساری بھی پیدا ہوگی۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کسی مجلس میں جاؤ تو سب سے پہلے انہیں سلام کرو پھر جتنی دیر بیٹھنا چاہو بیٹھ جاؤ اور جب جانا چاہو تو پھر سلام کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے مجلس میں آتے وقت سلام کرنا مسنون ہے اسی طرح مجلس سے رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا مسنون ہے۔

③ **خط کشیدہ جملہ کی وضاحت:۔** جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی و پہلے سلام کی فضیلت انتہائی و دوسرے سلام سے زیادہ نہیں ہے کہ صرف پہلا سلام ہی مسنون ہو بلکہ جو اہمیت پہلے سلام کی ہے وہی اہمیت دوسرے سلام کی بھی ہے۔

④ **ابتداء بالسلام کے فضائل:۔** حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! جب دو آدمیوں کی ملاقات ہو کون پہلے سلام کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے زیادہ نزدیک ہوگا وہ سلام میں پہل کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔ سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے، گویا ابتداء بالسلام ایسی سنت ہے جس کا ثواب واجب سے زیادہ ہے کیونکہ یہ ایک واجب کا سبب ہے اور الدال علی الخیر کفاعله کے ضابطے سے اس سنت میں سنت اور واجب دونوں کا ثواب ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام کے معاملہ میں غفلت وکوتاہی کرنے والے سے بڑا کوئی بخیل نہیں ہے۔

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاوّل** ......عن ابی هریرة قال قال یهودی بسوق المدینة لا والذی اصطفی موسٰی علی البشر قال فرفع رجل من الانصار یده فصك بها وجهه قال تقول هذا وفینا نبی اللّٰهﷺ فقال رسول اللّٰه ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الّا من شاء اللّٰه ثم نفخ فیه اخری فاذا هم قیام

Scanned with CamScanner

ينظرون فلكون اول من رفع رأسه فاذا موسى آخذ بقائمة من قوائم العرش فلا ادرى ارفع رأسه قبلى ام كان ممن استثنى الله ومن قال انا خير من يونس بن متى فقد كذب ۔ (انوار تفسیر القرآن سورۃ الزمر)

حدیث کا معنی خیز ترجمہ کریں۔ حدیث کی بے غبار تشریح کریں۔ خط کشیدہ جملہ کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) خط کشیدہ جملہ کی وضاحت۔

**جواب** ... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ کے بازار میں ایک یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں میں پسند کر لیا، اس پر ایک انصاری نے ہاتھ اٹھایا اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ بات کہتے ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ونفخ فى الصور فصعق من فى السموات ومن فى الارض الا من شاء الله ثم نفخ فيه اخرى فاذا هم قيام ينظرون (اور صور پھونکا جائے گا تو جو کچھ آسمانوں اور جو کوئی زمین میں ہے سب بے ہوش ہو جائے گا مگر جسے اللہ چاہے گا۔ پھر دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو وہ سب کھڑے دیکھ رہے ہوں گے (الزمر)) اس موقع پر سب سے پہلے سر اٹھانے والا میں ہوں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں، مجھے علم نہیں کہ انہوں نے مجھ سے پہلے سر اٹھایا یا وہ ان میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا اور جس نے یہ کہا کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں وہ جھوٹ بولتا ہے۔

❷ حدیث کی تشریح:۔ آیت کریمہ ونفخ فى الصور فصعق من فى السموات ومن فى الارض الا من شاء الله ثم نفخ فيه اخرى فاذا هم قيام ينظرون کے مصداق اور باہم انبیاء کی فضیلت کے حوالے سے امام ترمذی نے یہ حدیث ذکر کی ہے، جسکی وضاحت ایک واقعہ کے ضمن میں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مدینہ کے بازار میں ایک یہودی نے انصاری مسلمان کو چڑانے کیلئے کہا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں میں چنا اور پسند کیا، اس پر اس انصاری کو غصہ آیا اور اس نے یہودی کے منہ پر طمانچہ مار دیا اور کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ بات کہتے ہو؟ پھر وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہودی نے اپنی شکایت پیش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں و زمین کی ساری مخلوق بے ہوش ہو جائے گی مگر جسے اللہ چاہے گا وہ بیہوشی سے بچے گا، پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو سب مردہ مخلوقات کھڑے دیکھ رہے ہوں گے (الزمر)) اس موقع پر سب سے پہلے میں سر اٹھاؤں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑے ہوں گے، اب مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے مجھ سے پہلے سر اٹھایا یا وہ ان میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آیت میں مستثنیٰ کر دیا کہ ان پر بیہوشی ہی طاری نہیں ہوئی۔ نیز فرمایا کہ جس نے مجھے یونس بن متی علیہ السلام سے افضل کہا اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اس واقعہ سے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کا پہلو نکلتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب انداز میں اس سے منع کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کا باہم موازنہ کرنا اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہوئے کسی کی تنقیص کرنا مناسب نہیں ہے۔

❸ خط کشیدہ جملہ کی وضاحت:۔ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص موازنہ کرتے ہوئے مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت دیتا ہے (مثلاً وہ کہتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو عذاب کی خبر دے کر اذن خداوندی کے بغیر وہاں سے چلے گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی اجازت ملنے تک وہاں ڈٹے رہے اور وہاں سے از خود کوچ نہیں کیا) تو یہ شخص جھوٹا ہے یعنی کسی نبی کی تنقیص کرنا جائز نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner

**[illegible]** عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يدعو بهؤلاء الكلمات اللهم انى اعوذ بك من فتنة النار وعذاب النار وفتنة القبر وعذاب القبر ومن شر فتنة الغنى ومن شر فتنة الفقر ومن شر فتنة المسيح الدجال اللهم اغسل خطاياى بماء الثلج والبرد وانق قلبى من الخطايا كما انقيت الثوب الابيض من الدنس وباعد بينى وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب اللهم انى اعوذ بك من الكسل والهرم والمأثم والمغرم . (ابواب الدعوات عن رسول الله ﷺ)

حدیث کا سلیس ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ احادیث کی روشنی میں دعا کی اہمیت اور دعا کی قبولیت کی شرائط تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) دعا کی اہمیت اور دعا کی قبولیت کی شرائط۔

**جواب** ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح دعا کیا کرتے تھے، ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے آگ کے فتنہ، دوزخ کے عذاب، قبر کے فتنہ وامیری کے فتنہ، فقر کے فتنہ اور دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میری خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جیسے تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیتا ہے، میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری فرما جیسے تو نے مشرق ومغرب کے درمیان دوری کر دی۔ اے اللہ میں سستی، بڑھاپے، گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

❷ **خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** **اَلْکَسَلُ**: یہ باب سمع کا مصدر ہے بمعنی کاہل وسست ہونا۔

**اَلْھَرَمُ**: یہ باب سمع کا مصدر ہے بمعنی بہت زیادہ کمزور وبوڑھا ہونا۔ **اَلْمَاْثَمُ**: یہ باب سمع کا مصدر ہے بمعنی گناہ کرنا۔

**اَلْمَغْرَمُ**: یہ مفرد ہے اس کی جمع مَغَارِمُ ہے بمعنی تاوان وقرض۔ باب سمع کا مصدر بھی ہے بمعنی قرض ادا کرنا۔

❸ **دعا کی اہمیت اور دعا کی قبولیت کی شرائط:۔** امام ترمذیؒ نے دعا کی اہمیت کے متعلق تین احادیث ذکر کی ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ تمام اذکار وعبادات میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وپسندیدہ عمل دعا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ بات سب سے زیادہ پسند ہے کہ اس کے بندے اس سے مانگتے رہیں، کیونکہ دعا میں بندہ عجز وانکساری اور اپنی بندگی کا اعتراف کرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ دعا ہر عبادت کا مغز وجوہر ہے، گویا جس نے دعا کو ترک کر دیا اس نے عبادت کی اصل روح ومغز کو ضائع کر دیا۔ نیز فرمایا کہ دعا صرف بندوں کی حاجت طلبی ہی نہیں بلکہ دعا عبادت ہے، اس سے بڑھ کر فرمایا کہ دعا عینِ عبادت ہے، یعنی اگر بندوں کی مطلوبہ چیز ان کو نہ دی جائے تو ان کی دعا کو عبادت کے طور پر ان کے اعمال نامہ میں لکھ دیا جاتا ہے۔ نیز ارشاد باری ہے کہ مجھ سے مانگو میں عطاء کروں گا اور جو نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض وغضبناک ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں قبولیتِ دعا کی بظاہر کوئی شرط نہیں، یہاں تک کہ مسلمان ہونا بھی قبولیت دعا کی شرط نہیں ہے، کافر کی دعا بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، یہاں تک کہ ابلیس کی دعا تا قیامت زندہ رہنے کی قبول ہوگئی۔ نہ دعا کے لئے کوئی وقت شرط ہے، نہ طہارت اور باوضو ہونا شرط ہے۔ مگر احادیث معتبرہ میں بعض چیزوں کو مونع قبولیت فرمایا ہے۔ ان چیزوں سے اجتناب لازم ہے جیسا کہ حدیث

میں فرمایا کہ بعض آدمی بہت سفر کرتے اور آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یا رب یا رب کہہ کر اپنی حاجت مانگتے ہیں مگر ان کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، ان کو حرام ہی سے غذا دی گئی تو ان کی دعا کہاں قبول ہوگی۔ اسی طرح غفلت و لاپرواہی کے ساتھ بغیر دھیان دیئے دعا کے کلمات پڑھیں تو حدیث میں اس کے متعلق بھی آیا ہے کہ ایسی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن)

دعا کی قبولیت کی مختلف شرائط ذکر کی گئی ہیں۔ ① دعا و مدد صرف باری تعالیٰ سے مانگی جائے ② جائز وسیلہ اپنایا جائے ③ جلد بازی سے پرہیز کیا جائے ④ دعا میں گناہ و قطع رحمی والی بات نہ ہو ⑤ دعا کی قبولیت کا حسنِ ظن بلکہ یقین ہونا چاہئے ⑥ حضورِ دل سے دعا مانگی جائے، غفلت ولاپرواہی نہ ہو ⑦ کھانا، پینا و پہننا سب حلال ہونا چاہئے ⑧ دعا میں حدود سے تجاوز نہ ہو ⑨ دعا کی مشغولیت کی وجہ سے کسی اہم و ضروری کام کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو۔ (اسلام سوال و جواب، گوگل)

## ﴿الورقة السادسة : ابو داؤد (ج ۱)﴾

## ﴿السؤال الاول﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول** ...... عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُقَالُ لَهُ أَنَّهُ يُسْتَقٰى لَكَ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقٰى فِيْهَا لُحُوْمُ الْكِلَابِ وَالْمَحَايِضُ وَعَذْرُ النَّاسِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ. (باب ما جاء فی بئر بضاعة)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ وقوعِ نجاست کی وجہ سے پانی کے نجس ہونے اور نہ ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔ حدیث مذکور کس کی دلیل ہے اور فریق مخالف کی جانب سے اس کے کیا جوابات ہیں؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ وقوعِ نجاست کی وجہ سے پانی کے حکم میں اختلاف مع دلائل ④ مستدلین کی تعیین اور جوابات۔

**جواب** ...... ❶ **حدیث پر اعراب:** ـ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **حدیث کا ترجمہ:** ـ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا اس حال میں کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ کے پینے کے لئے بیرِ بضاعہ سے پانی لایا جاتا ہے حالانکہ وہ ایسا کنواں ہے کہ کتوں کے گوشت، حیض کے چیتھڑے اور لوگوں کی گندگی وغیرہ اس میں ڈالے جاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک پانی طہور (طاہر) ہے اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

❸ **وقوعِ نجاست کی وجہ سے پانی کے حکم میں اختلاف مع دلائل:** ـ حضرت حسن بصری اور داؤد ظاہری رحمہما اللہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ پانی خواہ قلیل ہو یا کثیر وقوعِ نجاست سے اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک اس کی طبیعت یعنی رقت و سیلان باقی رہے خواہ اس کے اوصافِ ثلاثہ متغیر ہو گئے ہوں۔

حنفیہ کے نزدیک اگر ماء قلیل ہو تو وہ وقوعِ نجاست سے نجس ہو جائے گا اور اگر کثیر ہو تو اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک متغیر الاوصاف نہ ہو اور اگر متغیر الاوصاف ہو جائے تو نجس ہو جائیگا خواہ قلتین سے کم ہو یا زیادہ ہو اور احناف کے نزدیک قلت

Maktaba Tul Ishaat.com

وکثرت کا مدار مبتلیٰ بہ کی رائے پر ہے اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ ایک طرف واقع ہونے والی نجاست کا اثر دوسری طرف پہنچ جائے گا تو یہ ماء قلیل ہے اور اگر ایک طرف واقع ہونے والی نجاست کا اثر دوسری طرف نہیں پہنچے گا تو یہ ماء کثیر ہے اور اس قلت وکثرت کی پہچان کے مختلف طریقے ہیں۔ ① ایک طرف وضو کرنے کی حرکت دوسری طرف پہنچے تو قلیل ہے ورنہ کثیر ہے ② ایک طرف رنگ ڈالنے کا اثر دوسری طرف پہنچے تو قلیل ہے ورنہ کثیر ہے ③ ایک طرف مٹی ڈالنے کا اثر دوسری طرف پہنچ جائے تو قلیل ہے ورنہ کثیر ہے ④ اگر مساحت طولاً وعرضاً مشہور قول کے مطابق دس ذراع ہو تو کثیر ہے اور اگر اس سے کم ہو تو قلیل ہے۔

مالکیہ کے نزدیک وقوع نجاست سے اس وقت تک پانی نجس نہیں ہوتا جب تک احد الاوصاف متغیر نہ ہو، اگر احد الاوصاف متغیر ہو جائے تو پانی نجس ہو جائیگا، گویا مالکیہ کے نزدیک نجاست وطہارت کا مدار تغیر پر ہے اگر تغیر ہو تو نجس ہے ورنہ طاہر ہے۔

شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اگر پانی کی مقدار قلتین یا اس سے زائد ہو تو وہ وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوگا جب تک کہ ایک اکثر اوصاف متغیر نہ ہوں اور اگر قلتین سے کم ہو تو وہ نجس ہو جائیگا، عام ازیں اوصاف متغیر ہوں یا نہ ہوں گویا انکے نزدیک قلت وکثرت کا مدار قلتین پر ہے، قلتین اور مافوق القلتین کثیر ہے اور مادون القلتین قلیل ہے۔

حنفیہ کے دلائل: ① وہ احادیث جن میں ٹھہرے ہوئے پانی میں بول وغسل سے منع فرمایا گیا ہے حالانکہ ایک آدھ مرتبہ بول سے تغیر نہیں ہوتا اسی طرح وہ ٹھہرا ہوا پانی جس میں غسل کیا جا سکے، ظاہر ہے کہ وہ پانی قلتین سے زیادہ ہوگا مگر پھر بھی غسل سے منع فرمایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ اگر پانی قلتین سے زائد ہو تو پھر بھی وقوع نجاست سے نجس ہو جائیگا۔ ② وہ احادیث جن میں یہ حکم ہے کہ اگر کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو دھوؤ، حالانکہ کتے کے منہ ڈالنے سے وہ متغیر الاوصاف نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ نجس ہونے کا مدار تغیر پر نہیں ہے۔ ③ وہ احادیث جن میں یہ حکم ہے کہ سونے سے بیدار ہونے کے بعد برتن میں ہاتھ داخل نہ کرو بلکہ پہلے ہاتھ دھوؤ، حالانکہ ہاتھوں پر نجاست کا وہم ہے، جب نجاست کے وہم ہونے سے غسل ید کا حکم ہے تو وقوع نجاست سے بطریق اولیٰ پانی نجس ہو جائے گا اور ادخال ید سے وہ متغیر الاوصاف نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ ماء قلیل متغیر الاوصاف ہو یا نہ ہو بہر صورت وہ وقوع نجاست سے نجس ہو جائے گا۔ ④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ ایک حبشی بئر زمزم میں گر کر مر گیا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا کہ سارا پانی نکالو، معلوم ہوا کہ وہ پانی نجس ہو گیا تھا حالانکہ وہ متغیر الاوصاف بھی نہیں ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ بئر زمزم میں پانی قلتین سے زیادہ ہوگا اس کے باوجود پانی نجس ہو گیا، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ پر موجود صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو گویا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع سکوتی ہو گیا کہ وقوع نجاست سے پانی نجس ہو جائے گا اگرچہ قلتین سے زائد ہو۔

شوافع وحنابلہ کی دلیل حدیث قلتین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحراء میں موجود پانی کے متعلق سوال ہوا کہ اس پر درندے آتے رہتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذاکان الماء قلتین لم یحمل الخبث کہ جب پانی قلتین ہو جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ اس حدیث کا مدار تین شخصوں پر ہے۔ ① ولید بن کثیر ② محمد بن اسحاق ③ حماد بن سلمہ۔

حنفیہ کی طرف سے پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں سنداً، متناً، معنیً، مصداقاً اور رفعاً ووقفاً اضطراب ہے اس لئے یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔ سنداً اضطراب اس طرح ہے کہ اس حدیث شریف کا مدار تین راویوں پر ہے:

راوی نمبر ① ولید ابن کثیر ہے اور ولید ابن کثیر سے چار طریقے سے یہ سند مروی ہے۔

Scanned with CamScanner

۱. ولید ابن کثیر عن محمد بن جعفر ابن زبیر. ۲. ولید ابن کثیر عن محمد ابن عباد ابن زبیر.
۳. ولید ابن کثیر عن عبیداللہ ابن عمر. ۴. ولید ابن کثیر عن عبداللہ بن عمر.

راوی نمبر ② محمد بن اسحاق ہے تو محمد ابن اسحاق سے یہ حدیث دو طریقے سے مروی ہے۔

۱۔۔۔۔ محمد ابن اسحاق عن محمد ابن جعفر ابن زبیر. ۲۔۔۔۔ محمد ابن اسحاق عن محمد ابن عباد ابن الزبیر. محمد بن اسحاق کو علی ابن مدینی ؒ مثلاً غیرہ حفاظ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔

راوی نمبر ③ حماد ابن سلمہ ہے، یہ معتبر راوی ہے اور ان کی سند میں اضطراب بھی نہیں ہے لیکن ان کی روایت حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ پر موقوف ہے اور تمہارے نزدیک موقوف حدیث ایسے اختلافی مسائل میں قابل استدلال نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے حماد ابن سلمہ کی روایت سے استدلال درست نہیں ہوسکتا ہے۔

متناً اضطراب اس طرح ہے کہ اس میں چھ طرح کے الفاظ ہیں ① اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث ② اذا کان الماء قلتین او قدر ثلاث ③ اذا کان الماء قلۃ ④ اذا کان الماء اربعین قلۃ ⑤ اذا کان الماء اربعین دلوا ⑥ اذا کان الماء اربعین غربا۔ اب ان چھ الفاظ میں سے کس متن پر عمل کریں؟

معناً اضطراب اس طرح ہے کہ لغت میں قلہ کے متعدد معانی ہیں۔ مثلاً قامۃ الانسان (قد آدم) راس الجبل (پہاڑ کی چوٹی) مایحمل البعیر (اونٹ کا سامان) جرّہ (مٹکا) اس لئے ان معانی میں سے کس معنی کو مراد لیں؟

مصداقاً اضطراب اس طرح ہے کہ مٹکے مختلف مقدار میں ہیں بعض مٹکے دو مشکیزے کے برابر، بعض تین مشکیزے کے برابر، بعض چار اور پانچ مشکیزے کے برابر ہیں تو کس مقدار والے مٹکے کو حدیث کا مصداق ٹھہرائیں؟

رفعاً ووقفاً اضطراب اس طرح ہے کہ حماد بن سلمہ اور حماد بن زید میں سے ایک اسے موقوف اور دوسرا اسے مرفوع قرار دے رہے ہیں لہٰذا جس حدیث میں اس قدر شدید اضطراب ہو وہ اتنے اہم مسئلہ میں دلیل نہیں بن سکتی۔

دوسرا جواب: حدیث قلتین صحابہ کرام ؓ کے اجماع سکوتی کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ بئر زمزم میں حبشی کے گرنے کے وقت ابن عباس ؓ کے فتویٰ پر تمام صحابہ ؓ نے سکوت اختیار کیا تھا، معلوم ہوا کہ قلتین سے زائد پانی بھی وقوع نجاست سے نجس ہوجاتا ہے۔ تیسرا جواب: لم یحمل الخبث کا معنی یہ ہے کہ جب پانی کم ہوتے ہوتے قلتین ہوجائے تو وہ حامل نجاست نہیں ہوسکتا یعنی وہ نجاست کو برداشت نہیں کرسکتا وہ نجس ہوجاتا ہے۔

④ مستدلین کی تعیین اور جوابات:۔ حدیث بئر بضاعہ مالکیہ کی دلیل ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان الماء طهور لاینجسه شیئ اس میں الماء کا الف لام جنسی ہے، معلوم ہوا کہ جنس ماء نجس نہیں ہوتا، خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر ہو۔

پہلا جواب: مالکیہ کا استدلال حدیث بیئر بضاعہ سے تب تام ہوگا جب الف لام جنسی ہو حالانکہ یہ الف لام جنسی نہیں ہے بلکہ الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے پورے جہاں کا پانی مراد نہیں بلکہ بیئر بضاعہ کا پانی مراد ہے کہ بیئر بضاعہ کا پانی وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا، باقی بیئر بضاعہ کا پانی نجس کیوں نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ماء جاری کے حکم میں ہے باقی ماء جاری اس طرح ہے کہ اس کے ذریعے باغوں اور کھیتوں کو سیراب کیا جاتا تھا اور کثرت سیرابی کی وجہ سے اس میں استقرار نہیں تھا یعنی اس میں پانی ٹھہرتا

Maktaba Tul Ishaat.com

نہیں تھا بروقت نکالا جاتا تھا تو استقرار نہ ہونے کی وجہ سے یہ ماء جاری کے حکم میں ہے۔

سوال اگر بئر بضاعہ کا پانی جاری تھا تو پھر نہر بضاعہ کیوں نہیں کہا، نہر بضاعہ کہنا چاہیے؟

جواب: ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ نہر اور دریا کی طرح جاری تھا بلکہ اس وجہ سے کہ کثرت سے پانی نکالا جاتا تھا ماء جاری کے حکم میں ہے اور ماء جاری کا حکم یہ ہے کہ جب تک متغیر الاوصاف نہ ہو نجس نہیں ہوتا۔

چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام واقدی رحمہ اللہ کی سند سے یہ ثابت کیا کہ اس کا پانی جاری تھا کہ کثرت سے اس سے پانی نکالا جاتا تھا۔

سوال واقدی تو ایسا شخص ہے کہ اس پر سخت قسم کی جرح کی گئی ہے امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی ساری کتابیں جھوٹ سے بھری ہوئی ہیں۔

جواب: محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ امور جو احادیث صحیحہ یا اجماع امت سے ثابت ہوں اس کے خلاف واقدی کا قول قبول نہیں اور وہ امور جو احادیث صحیحہ یا اجماع امت سے ثابت ہوں اس کے خلاف نہ ہوں اس کا تعلق سیر ومغازی سے ہو یا امکنہ کے احوال سے متعلق ہو تو قابل قبول ہے اور ظاہر ہے کہ ہم جو یہاں واقدی کا قول لے رہے ہیں ایک کنویں کی حالت معلوم کرنے کے لئے کہ اس کا پانی جاری تھا یا نہیں تو اس بارے میں اس کا قول لینا کوئی باعث اشکال نہیں ہے۔

دوسرا جواب: یہ حدیث بوجوہ ثلاثہ سندا قابل استدلال نہیں ہے۔

(پہلی وجہ) سند میں ولید بن کثیر موجود ہے، یہ خارجی ہونے کی وجہ سے متکلم فیہ راوی ہے۔

(دوسری وجہ) سند میں محمد بن اسحاق موجود ہے، جسکے فضائل ومناقب بحمد اللہ سب کو معلوم ہیں خصوصا مدلس بھی ہے۔

(تیسری وجہ) جس کی طرف امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی اشارہ کیا یعنی اس میں اضطراب ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا راوی کون ہے یہ راوی مجہول ہے اس میں پانچ قول ہیں ① عبید اللہ بن عبداللہ بن رافع بن خدیج ② عبداللہ بن عبداللہ بن رافع ③ عبید اللہ بن عبدالرحمان بن رافع ④ عبداللہ بن عبدالرحمان بن رافع ⑤ عبدالرحمان بن رافع تو گویا راوی کے نام میں بھی اختلاف ہے اور اس کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے۔

تیسرا جواب: ان الماء طهور لا ينجسه شيء نجاستوں کے نکال دینے کی بعد کی حالت پر محمول ہے یعنی جب نجاستوں کو تو نکال دیا تھا لیکن طین البئر (کنویں کی مٹی) اور ما بین الجدران (رہے ہوئے اجزاء نجاست) باقی تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صحابہ تم جن چیزوں کو نجس سمجھ رہے ہو ماء طاری (نئے آنے والے پانی) کے لئے یہ چیزیں منجس نہیں کیونکہ اس میں حرج ہے اور دین میں حرج مدفوع ہے۔ یہ جواب امام طحاوی رحمہ اللہ نے دیا ہے اور انہوں نے کچھ نظائر بھی پیش کئے ہیں مثلاً المؤمن لا ینجس، الارض لا تنجس ان کو بھی جاری کرلو۔ (درس ترمذی ۲۶۶ / ۱، السائل رانہ بس ص ۱۲۷)

**الشق الثانی** ......عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوُضُوْءِ مِنْ لُحُوْمِ الْإِبِلِ فَقَالَ تَوَضَّئُوْا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ فَقَالَ لَا تَوَضَّئُوْا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَقَالَ لَا تُصَلُّوْا فِيْ مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِيْنِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ فَقَالَ صَلُّوْا فِيْهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ ۔

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مبارک ومرابض کا معنی لکھ کر خط کشیدہ جملوں کا مفہوم واضح کریں۔ اونٹ کا گوشت

Scanned with CamScanner

کھانے سے وضو کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔ (ہامش الوفاق ص ۱۴۱ احمد ۱۴۱۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ مبارک و مرابض کا معنی، خط کشیدہ جملوں کا مفہوم ④ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل۔

**جواب** ...... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے وضو کرو، اور بکری کا گوشت کھا کر وضو کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اس سے وضو مت کرو اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہاں نماز مت پڑھو کیونکہ وہ شیطانوں کی جگہ ہے اور بکریوں کے رہنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہاں نماز پڑھو کیونکہ وہ برکت کی جگہ ہے۔

③ مبارک و مرابض کا معنی، و جملوں کا مفہوم:۔ مَبَارِك: یہ مَبْرَكٌ کی جمع ہے بمعنی اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ۔

فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِيْنِ: ① ضمیر مبارک کی طرف راجع ہے اور مضاف محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اونٹوں کی جگہ شیاطین کا ٹھکانہ ہیں۔ ② ضمیر ابل کی طرف راجع ہے، اس صورت میں لازم آئے گا کہ اونٹ شیاطین کی نسل سے ہوں، اس صورت میں بعض نے کہا کہ یہ حقیقت پر محمول ہے اسلئے کہ اونٹ شیاطین کے پانی سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ بعض نے کہا ایسا نہیں ہے مقصد تشبیہ دینا ہے۔ ③ بعض نے کہا کہ شیاطین دو قسم پر ہیں: ایک وہ جو جنات کی نسل سے ہیں اور دوسرے وہ جو شریر ہوں تو شریر پر بھی شیطان کا اطلاق ہوتا ہے اور اونٹ بھی انتہائی شریر و کینہ پرور جانور ہے۔

مَرَابِض: یہ مَرْبَضٌ کی جمع ہے بمعنی بکریوں کا باڑہ و باندھنے کی جگہ۔ فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ: ① اس جملے میں بکری کو اونٹ کے مقابلہ میں برکت کہا گیا ہے یعنی اونٹ موذی و شریر جانور ہے اور بکری شریف جانور ہے۔ ② یہ حقیقت پر محمول ہے کہ بکری برکت ہے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ام ہانی! بکریاں رکھو کہ ان میں برکت ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ بکری جنتی جانوروں میں سے ہے۔ (الدر المنضود ۱:۳۲۰)

④ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل:۔ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانا ناقض وضو ہے، دوبارہ وضو کرنا واجب ہے اور بکرے وغیرہ کے گوشت کھانے میں تفصیل یہ ہے کہ کچا گوشت کھانا ناقض وضو نہیں ہے اور پکا ہوا کھانے کی صورت میں ان کے دونوں قول ہیں (جو کہ ماقبل میں گزرے ہیں)۔

ائمہ ثلاثہ، جمہور فقہاء، محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک عام جانوروں کی طرح اونٹ کا گوشت کھانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

فریق اول کی دلیل حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کا حکم فرمایا تھا اور بکرے کا گوشت کھا کر وضو کا حکم نہیں فرمایا تھا۔

جمہور کی پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کے لئے جو حکم فرمایا ہے اس سے غسل ید مراد ہو، اور اونٹ اور غنم کے گوشت کے درمیان جو فرق کیا گیا ہے وہ اس لئے ہے کہ اونٹ کے گوشت کے اندر چکنائی زیادہ ہوتی ہے اور اس میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے اسلئے ازالۂ بو کیلئے آپ ﷺ نے ہاتھ دھونے کا حکم فرمایا ہے اور لحم غنم کے اندر

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

اس طرح کی طبعی چکناہٹ اور بدبو نہیں ہوتی اس لئے اسکے گوشت کو کھا کر وضو یعنی غسلِ ید وغیرہ کا حکم نہیں فرمایا ہے۔

دوسری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی صراحت ہے کہ حضور ﷺ کا آخری عمل ترکِ وضو ہے جو کہ آگ میں پکی ہوئی چیزوں کے سلسلے میں تھا اور اس عمل کے اندر اونٹ اور دوسرے تمام جانوروں کا گوشت داخل ہے۔ لہٰذا اونٹ کے گوشت کے لئے علیحدہ حکم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یہی اس باب کی احادیث شریفہ کو صحیح قرار دینے کے لئے بہترین توجیہ ہے۔

تیسری دلیل نظر طحاوی کا خلاصہ یہ ہے کہ اونٹ اور بکرے بہت سے حکم میں یکسانیت کا درجہ رکھتے ہیں، مثلاً دونوں کی قربانی کا جائز ہونا اور دونوں کے دودھ کا حلال ہونا اور دونوں کے گوشت کا پاک ہونا وغیرہ، جب ہر چیز میں دونوں کا حکم یکساں ہے تو نظر کا تقاضا بھی یہی ہوگا کہ گوشت کھا کر وضو میں کوئی فرق نہ آنے میں بھی دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہیے۔ (ایضاح الطحاوی ج۱ص۲۱۹)

## ﴿السوال الثانی﴾ ١٤٤١ھ

**الشق الاول** ...... عن عمرو بن يحيى المازني عن ابيه قال سمعت ابا سعيد الخدري يقول قال رسول الله ﷺ ليس فيما دون خمس ذود صدقة وليس فيما دون خمس اواق صدقة وليس فيما دون خمسة اوسق صدقة.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ زکوۃ کی لغوی و شرعی تعریف کریں۔ زود، اواق، اوسق کی تحقیق اور حدیث کی تشریح کریں۔

**جواب** ...... كما مرّ في الشق الثاني من السوال الثالث ١٤٣٧ و في الشق الاول السوال الثاني ١٤٤٠ھ.

**الشق الثاني** ...... عن سعد قال لما بايع رسول الله ﷺ النساء قامت امرأة جليلة كأنها من نساء مضر فقالت يا نبي الله انا كلّ على آبائنا وابنائنا فما يحل لنا من اموالهم؟ فقال الرطب تأكلنه وتهدينه.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ جلیلہ، کلّ، رطب کی تحقیق کر کے حدیث کی تشریح کریں۔ کیا بیوی کیلئے اپنے شوہر کی کمائی سے اسکی اجازت کے بغیر خرچ کرنا جائز ہے؟ وضاحت کریں۔ (كتاب الزكوة. باب المرأة تصدق من بيت زوجها)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② جلیلہ، کلّ، رطب کی تحقیق وحدیث کی تشریح ③ بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال خرچ کرنے کا حکم۔

**جواب** ...... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو ایک قدر و مرتبہ والی عورت کھڑی ہوئی جو قبیلۂ مضر کی عورت لگتی تھی اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہم تو اپنے ماں باپ اور بیٹوں کے تابع ہوتی ہیں تو ہمارے لئے ان کے مال میں سے کیا چیز حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رطب کھاؤ اور ہدیہ دو۔

② جلیلہ، کلّ، رطب کی تحقیق وحدیث کی تشریح:۔ جَلِيلَة: یہ جلالا و جلالۃ (ضرب) سے صفت کا صیغہ ہے بمعنی عمر یا مقام و مرتبہ میں بڑا ہونا۔

کَلٌّ: اسکے متعدد معانی ہیں: کمزور، بے اولاد، یتیم، وکیل، مصیبت، فقیر، عیال و بوجھ۔

رَطْب: ہر وہ تر چیز جسے خرابی کے اندیشہ سے ذخیرہ نہ کیا جا سکے، جیسے پھل و سبزی، روٹی و سالن، دودھ وغیرہ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مشہور بیعت کی جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے، اس موقع پر ایک قدر و مرتبہ یا قد کاٹھ والی عورت کھڑی ہوئی جو قبیلۂ مضر کی عورت معلوم ہوتی تھی اس نے عرض

Scanned with CamScanner

کہا اے اللہ کے نبی! ہم عورتوں کی ملکیت میں کوئی مال نہیں ہوتا اور نہ ہم کماتی ہیں ہم تو اپنے ماں باپ اور بیٹوں کے تابع ہوتی ہیں انہی کے اموال سے کھاتی پیتی ہیں اور ان پر ایک طرح کا بوجھ ہوتی ہیں تو ہمارے لئے ان کے مال میں سے کیا کیا چیز حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تر چیزیں ہیں تم خود بھی کھا سکتی ہو اور ہدیہ وصدقہ بھی کر سکتی ہو۔

❸ بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال خرچ کرنے کا حکم:۔ قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایسی معمولی چیز جس کی لوگ عموماً پرواہ نہیں کرتے اور اس کی طرف التفات نہیں کرتے ایسی چیز عورت صدقہ وہبہ کر سکتی ہے، کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مدار شوہر کی اجازت پر ہے جس قسم کی چیز کی اس کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً یعنی قرائن سے معلوم ہو کہ شوہر کو اشکال نہ ہوگا ایسی چیز عورت صدقہ وہبہ کر سکتی ہے، اسکے علاوہ نہیں۔ امام بخاری کا میلان بھی اسی دوسرے قول کی طرف ہے اور انہوں نے اجازت کا ذکر کیا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مدار لوگوں کی عادت پر ہے جس علاقہ کے لوگوں کی جیسی عادت ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا۔ (الدر المنضود ۳:۱۳۴)

## ﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

**الشق الاول** ......عن ابن عباس انّ رسول اللہ ﷺ صلی الظهر بذی الحليفة ثم دعا ببدنة فاشعرها من صفحة سنامها الايمن ثم سلت عنها الدم وقلّدها بنعلين ثم اتى براحلته فلما قعد عليها واستوت به على البيداء اهلّ بالحج. (كتاب الحج. باب فی الاشعار)

حدیث کا ترجمہ وتشریح کریں۔ اشعار کا معنی وحکم مع الاختلاف تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہے. ① حدیث کا ترجمہ ② حدیث کی تشریح ③ اشعار کا معنی وحکم مع اختلاف

**جواب** ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی پھر ایک اونٹ منگوایا اور اس کا اشعار کیا کوہان کے دائیں طرف سے، پھر اس پر خون کو مل دیا اور دو جوتے اس کے گلے میں لٹکا دیئے، اس کے بعد اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور بیداء پہنچ کر حج کا تلبیہ کہا۔

❷ حدیث کی تشریح:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی پھر ایک اونٹ منگوایا اور کوہان کی دائیں جانب سے اس کا اشعار کیا پھر اس اونٹ پر خون مل دیا (سلت کا اصل معنی پونچھنا وصاف کرنا ہے مگر اس سے اشعار والا مقصد پورا نہیں ہوتا (الدر المنضود)) اور علامت کے طور پر اس اونٹ کے گلے میں دو جوتے بھی لٹکا دیئے، اس کے بعد اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور بیداء پہاڑی پر پہنچ کر حج کا احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔

❸ اشعار کا معنی وحکم مع اختلاف:۔ لغوی معنی علامت ونشان لگانا ہے اور اصطلاح میں ہدی کے جانور کی اطلاع دینے کے لئے اس کے کوہان کو خون آلود اور زخمی کرنا اشعار ہے، تاکہ دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔

جمہور علماء، ائمہ ثلاثہ وصاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک اشعار مسنون ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ مُثلہ ہے اور مثلہ منسوخ ہے، اگر کسی کو اسکے نسخ میں تردد ہو تو تعارض کی وجہ سے محرم کو مبیح پر ترجیح ہوگی۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب مطلقاً اشعار کو ممنوع

Maktaba Tul Ishaat.com
Scanned with CamScanner

نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے زمانہ کے مجوسیوں کے اشعار کو منسوخ کہتے تھے کیونکہ ان کے اشعار کا صحیح طریقہ نہیں آتا تھا اور اس میں مبالغہ کرتے تھے جس سے جانور کو اذیت پہنچتی تھی اور اسکی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا تھا۔ (الدر المنضود ج ٣، ص ٢١٥)

**الشق الثانی** عن ابن عباس قال جاء رجل الى النبي ﷺ فقال ان امرأتي لا تمنع يد لامس قال غرّبها قال أخاف أن تتبعها نفسي قال فاستمتع بها (کتاب النکاح باب فی تزویج الابکار)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنی لکھیں۔ خط کشیدہ جملہ کے متعلق محدثین کے اقوال تحریر کریں۔ حدیث کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے (١) حدیث پر اعراب (٢) حدیث کا ترجمہ (٣) نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنی (٤) خط کشیدہ جملہ کے متعلق محدثین کے اقوال (٥) حدیث کی تشریح۔

**جواب** ..... ❶ حدیث پر اعراب: کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا، رسول اللہ! میری بیوی کسی ہاتھ لگانے والے کو نہیں روکتی آپ ﷺ نے فرمایا اس کو طلاق دیدے، اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرا دل اس سے نہ لگا رہے آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر اس سے فائدہ اٹھاتا رہ۔

❸ نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنی: کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ١٤٣٥ھ (الورقة الثالثة)

❹ خط کشیدہ جملہ کے متعلق محدثین کے اقوال و حدیث کی تشریح: ① وہ فاحشہ ہے، لامس سے مراد زانی ہے، اگر کوئی بھی جوان اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتا ہے اور اس سے اپنی حاجت پوری کر لیتا ہے، یہ اسے منع نہیں کرتی۔ ② لامس سے مراد سائل ہے اور لاتمنع سے مراد بیجا سخاوت ہے کہ مال زوج میں تصرف کر کے صدقہ وغیرہ کرتی رہتی ہے ہر مانگنے والے کو دیتی ہے اور انکار نہیں کرتی۔ ③ لمس ید سے مراد صرف لذت کیلئے چھونا ہے اور یہی معنی راجح ہے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اپنی زوجہ کے متعلق مذکورہ شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو طلاق دیدو، صحابی نے عرض کیا کہ میرے اندر اسکی ہمت و طاقت نہیں ہے، مجھے اس سے شدید محبت ہے اگر میں نے اس کو طلاق دیدی تو میرا نفس اسکے ساتھ ہی چلا جائے گا یعنی قلبی طور پر میں یہ برداشت نہیں کر سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو پھر تو اسی کیفیت کے ساتھ ہی اس سے مستفید ہوتا رہ۔ (الدر المنضود ج ٤، ص ٣٠)

تمت بالخیر

Scanned with CamScanner